



# فہرست بجات ستونہ فارسی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	اسماء اعداد مرکبہ غیر امتزاجیہ	۲۹	اسم جامد کی تعریف اور اسکے اقسام		مقدمہ معنی قانون و مناسبت باہین
۴۰	نکتہ کے جملہ اولے پر دو شبہے -	۱۲	نکۂ کی تعریف اور اسکے اقسام		معنی لغوی و اصطلاحی آن
۳۹	مضمون سابق اس طرز پر ادا ہو تو شبہے		اسماء ہوات اور ان پر نظر تحقیق -		تشبیہ اندو کے متعدی و لازم مفرد و
	خالی ہو یعنی توجیہ جملہ اولیٰ نکتہ کی اپنی	۳۰	آید زمانی و مکانی	۱۳	افعال کے استعمال کا بیان
	جانب سے -		اسماءے کنایات		آردو میں بعض افعال کا لازم و
۴۰	حقیقت حقوق -		بابان و بہران و باستان کا بیان	۱۴	متعدی معنوں میں اشتراک
۴۱	اسماء اعداد کو مقیس علیہ حروف	۳۱	بیان لفظ چند		قائدہ استعمال افعال ہندیہ کا ایک نئے
	قراردینے میں شبہ قوی -	۳۲	بیان چندین و چندان	۱۵	و شنگ انوکھے طرز پر -
۴۲	اسامی حروف و ذوات حروف پر		نختہ و تختین کا بیان		اہل لسان کی زبان پر غیروں کا
	اُس شبہ قوی کا نہ چلنا -		چند و چندین و چندان استخباری	۱۶	اعراض بجای ہے -
	اسامی حروف میں حروف اول کے		و استفہامی -		علم ادب کی تعریف
	عین سے ہونے میں نکتہ -		تیز اس کنایہ کی معرفت مکرہ مفرد	۱۸	و جہت سید کتاب و ستونہ فارسی
	و جہت اس حروف بر اقسام اسامی اعداد		جمع مقدم موخر -		زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان
	نکتہ عبد الواسع کا دوسرا جملہ	۳۳	تیز کا حذف -	۱۹	بمعنی دلالت -
۴۱	نکتہ کے جملہ ثانیہ کی تثنیہ پر شبہ		تیز کا لفظ از کے ساتھ آنا -		دوال اربع کا بیان
	جملہ تثنیہ اس طور پر ادا کیا جائے		چندین پر بلے زائدہ کا لانا -		مخطوط کا بیان
	خالی از شبہ ہو -		بیان چنان و چنین		عقود کا بیان
۴۲	تیز اعداد کا بیان -	۳۴	چنان و چنین یعنی جیسے ویسے -		فردوسی کے مشہور شعر کثا
	تیز اعداد میں عمومیت و خصوصیت		چنان اور چنین پر سے کاف بیان	۲۰	محمود الخ کا بیان
	با اعتبار اہم عدد ہونی چاہیے -		کا حذف -		بیان فرق عقد و اشارہ
۴۳	تیز اعداد کے افراد و جمع کا بیان		ان کنایات کا توام شے مجمل	۲۲	حروف تہجی کے ہنسی ہونیکا بیان
	تیز کا اپنے اسماء اعداد سے مقدم ہونا		کے لئے استعمال -	۲۵	حرکات اور سکون اور تشدید کی حقیقت
	مشہور شریف کے مشہور الحاقیہ شعر -		ان کنایات توام پر ہند کا لانا تاویل	۲۶	بیان حقیقت تشدید -
	بہجہ سبزہ بار بار و نیدہ ام الخ میں تاویل -		و تخیل کے مضے پیدا کرتا ہے -	۲۷	فارسی زبان میں حروف تہجیس ہیں
۴۴	اسامی اعداد کے اقسام -		چنان چون بنے چنانکہ -		ہمزہ کا بیان -
	مرکب غیر امتزاجی کا بیان		بیان اسماءے اعداد		تفسیر و فہمیت اسم نہ مسے
۴۵	ترکیب اعدادی و وضعی کا بیان اور	۳۵	تعریف العدد علی راسی الحقیقین	۲۸	لفظ مطلق کی تقسیم
	ان میں باہمی نسبت -		بیان ہول اعداد		لفظ موضوع کی تقسیم
	ترکیب امتزاجی اسماء اعداد -		فرسہ جو کہ ہول اعداد کے ہر دو		لفظ مفرد کی تعریف -
۴۶	اس رسم کے حذف کا بیان	۳۶	لکڑی کا ہول اعداد فارسی سے نہونا	۲۹	مرکب کی تعریف -
	واو اور یاء و دو ویکہ اظہار اخفا کا بیان	۳۷	اسماءے اعداد مفردہ -		مرکب کی تعریف اور اسکے اقسام
	معرف کی تعریف اور اسکے قسم علم کا بیان	۳۸	اسماءے اعداد مرکبہ امتزاجیہ		بحث اسم -



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶	تست و تش توالت اور توازن کا مخفف ہے۔	۵۵	ضمیر کی تیسری وجہ سمیہ اور نسل اضنی کے	۴۶	اسامی کتب علم جنس میں یا اسم جنس
۴۱	سٹین ضمیری کو زائد بھی لاتے ہیں	۵۶	ضمیر اپنے مرجع پر مقدم ہو جاتی ہے۔	۴۷	اعلام کی تکمیل۔
۴۲	ضمائر جمع متصلہ کبھی اپنے اتصال پر رہتی ہیں تو لفظیات اضافت متصل ہوتی ہیں۔	۵۷	ضمیر مطلقاً موصوفہ واقع ہو جاتی ہے کہ	۴۸	اسم اشارہ کی تعریف
۴۳	کبھی علامات اضافت منفصلات کی طرح انکے اضاف پر داخل ہو جاتی ہے۔	۵۸	ضمیر موصوف کو اپنی صفت کے تمام افراد و جمع میں مطابقت شرط نہیں۔	۴۹	محسوسیت کی تحقیق اور اس کے اقسام
۴۴	ضمیر جمع غائبہ کی تحقیق لفظی اور اسی کو ضمیر جمع غائبہ ایشان کی تحقیق لفظی کی تہہ سمجھنی چاہیے۔	۵۹	ضمیر متصل کی تعریف۔	۵۰	محسوس بالذات بلا واسطہ
۴۵	ضمیر جمع غائبہ ایشان کا بیان	۶۰	ضمیر منفصل کی تعریف۔	۵۱	محسوس بالذات بالواسطہ
۴۶	اشترک اسمہ اور ای اور ہوا	۶۱	ضمیر واحد غائبہ مرفوع متصل کا استعارہ و بروز۔	۵۲	محسوس بالعرض۔
۴۷	ای اور وہ اور یہ۔	۶۲	ضمائر مرفوعہ متصلہ کا تقریبی مقام مقدم ہونا	۵۳	انوار و ضوا کی محسوسیت بالذات میں کلام
۴۸	من را کی سند۔	۶۳	بیان التفات۔	۵۴	زہین وغیرہ کا دل میں زرد اور شبہین
۴۹	ضمائر منفصلہ غائبہ کا فیروزی العقول کے لیے استعارہ کر لینا۔	۶۴	ضمیر و مرجع میں کبھی مطابقت کمی کا لحاظ نہیں ہوتا۔	۵۵	سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت اجرام
۵۰	ضمائر متصلہ یا منفصلہ کا اسی جگہ استعمال جہاں اردو میں لفظ اپنا بولا جاتا ہے۔	۶۵	ضمائر متصلہ کے حرف ماقبل پر حرکت فتح او لے ہے۔	۵۶	ستارگان۔
۵۱	ضمائر منفصلہ یا متصلہ کا لانا بالذات جائز ہے۔	۶۶	چشم اور کش اور کیم کا بیان	۵۷	اشارہ جس میں جس کے معنی پر بولا گیا ہو
۵۲	لفظ خود پر ضمائر متصلہ کا الحاق بنظر تاسید ہی۔	۶۷	مرعاطفہ و زانیہ کا مابہ الامتیاز	۵۸	نظر کرنے کا بیان۔
۵۳	مطلقاً ضمائر پر لفظ زائد کا الحاق علی الخصوص ضمیر شکم مع الغیر کا زائد ہونا بیان اسمائے موصولہ۔	۶۸	سٹین ضمیری و مصدری کا مابہ الامتیاز	۵۹	ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور
۵۴	حروف وصل باعاطفہ یعنی داؤ اور نا محقق کا باہمی فرق امتیازی۔	۶۹	بعض وقت ہمزہ قبل ضمیر متصل گرایا نہیں جاتا یا سختانی سے بدلا جاتا ہے	۶۰	چھوٹی کیون نظر آتی ہے۔
۵۵	ترکیب شعر بطریق دیگر۔	۷۰	کبھی اس ہمزہ مبدلہ کو ساکن کر دیتے ہیں	۶۱	اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان
۵۶	ترکیب شعر ایک اور ڈھنگ پر	۷۱	کبھی اسکی حرکت بحال رکھتے ہیں	۶۲	اسم اشارہ قریب مصغر۔
۵۷	شرح اشعار سنگد زنامہ جو جہان پادشاهی تراست کی حجت ہو	۷۲	ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالیں۔	۶۳	اس قریب و بعد کے معنی۔
۵۸	توسلے پر لفظ ہوتے ہوئے ماضی کا ماضی و مجزوع لانا جائز ہے۔	۷۳	ترکیب نحوی شعر مشہور بوستان	۶۴	اسامی اشارہ اور اسم ضمیر کا مابہ الامتیاز
۵۹		۷۴	مدح آدم زمان ہمہ بوستان	۶۵	اسامی اشارہ اور مشاعر الہیہ پر ادوات
۶۰		۷۵	آدم کے فعل تہس ہونے پر شاہد	۶۶	لانی کا طریقہ اور اسکی وجہ
۶۱		۷۶	مجزوعہ ضمیر و ن کی مثالیں	۶۷	اسامی اشارہ اور اشاریہ کی ترکیب نجی
۶۲		۷۷	ضمائر جمع متصلہ کا بجا و منفصلہ استعمال	۶۸	لفظ اسم کی تحقیق۔
۶۳		۷۸	ضمائر مرفوعہ متصلہ بجا و منفصلہ کیون نہیں مستعمل ہوتے ہیں	۶۹	دی و پار و پیر اور ام کا مابہ الامتیاز
۶۴		۷۹		۷۰	ایہ بجا و این متصل ہوتا ہے
۶۵		۸۰		۷۱	لفظ ایہ کی حقیقت کیا ہے۔
۶۶		۸۱		۷۲	اشب کا اطلاق شب گزشتہ پر
۶۷		۸۲		۷۳	شب بجا و دی شب متصل ہوتا ہے
۶۸		۸۳		۷۴	امروز بخیر زمانہ حال
۶۹		۸۴		۷۵	روز بمعنی مطلق وقت و زمانہ
۷۰		۸۵		۷۶	ضمیر کا بیان اور اسکی تعریف اور وجہ تسمیہ
۷۱		۸۶		۷۷	ضمائر میں نسبت اسماء خبر خدا و اہلہم پر
۷۲		۸۷		۷۸	ضمیر کی دوسری وجہ تسمیہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	ماوہ مضاف الیہ کا ہے -	۴۵	اس کا ت ہی کے موصول ہونے پر	۴۳	جمع افراد کی کا بیان -
۹۰	بجائے تعلق ماوہ اضافت بمعنی از -		اڑو کے لفظ جو سے تائید -	~	ہر کا موصوع تنکیر میں استعمال
~	جیان اضافت باو فی ملا بہت	~	کبھی ہاں کان کو عزت بھی کرتے ہیں	~	کہ وجہ کا استفہام کے لیے استعمال
~	بیان اضافت صفت جانب موصوف	~	ریاضی کے شعر میں صاحب مجلس	~	چہ کا استفہام میں استعمال -
۹۱	اضافت موصوف کی جانب صفت -	~	کی اصلاح -	~	کہ اور چہ کے حقیقی و مجازی استعمال
~	اس امر میں اپنی تحقیق -	۴۶	کاف کو ماقلہ غیر موصولہ ماننے کی	~	کے بیان میں -
۹۲	دنیا بمعنی مطلق عالم -	~	تقدیر پر اشارہ شالیہ میں تاویل -	~	حقیقت کا حقیقت شے کے سوال
~	ترکیب اضافی والتصافی ایک جگہ جمع	~	کاف کے موصول ماننے کی صورت میں	~	میں واقع ہونا -
~	ہو جائیں تو قرب والتصال سکھو ہوتا	~	احتراس عدم مطابقت موصوف و صفت	~	کبھی حکم ضرورت ہمزہ کی حرکت فتح کو یا
۹۳	بیان عزت مضاف -	~	من حیث التعلیف والتشکیر -	~	بدلہ پر بحال رکھنا -
~	بیان عزت مضاف الیہ	۴۷	وجہ اسما و موصول اور اسما و اشارت	~	کہ اور چہ کا اسما ہی اشارہ کے
~	مضاف الیہ کی مضاف پر تقدیم	~	کے بہم کہنے کی -	~	ساتھ بھی استعمال -
~	ہی طرح صفت کی موصوف پر تقدیم	~	سعر فہ کی پانچویں قسم -	۴۸	بعض متنبین یا طعنے موصوف کو
~	بیان ان مضافوں کا جن پر علامت	~	معنوی اضافت کا بیان	~	موصول قرار دیتے ہیں -
~	اضافت نہیں لائی جاتی -	۴۸	اضافہ بمعنی برودر	~	حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ
۹۴	بیان ان مضافوں کا جن پر اکثر علامت	~	اضافہ بیانیہ تشبیہی	~	کی رائے دربارہ اسم موصول -
~	اضافہ نہیں لاتے -	~	اضافہ تشبیہی میں من حیث الجمع	~	در بارہ اسم موصول ان اور اق پریشان
~	یہ امر بھی مضاف کی خصوصیت کا ہے	~	والا افراد مطابقت شرط ہے -	~	کے مؤلف کی تحقیق -
۹۵	مضاف الیہ کی خصوصیت کا ہے	~	ایک جنس کے دو اسموں کی	~	اسی کہ کا تنکیر کا افادہ دینا -
~	اضافہ کا کرانا -	~	اضافہ میں تاویل	~	اسی کہ کا لایق کے لیے استعمال
۹۶	مرکب اضافی سے جب وضع ثانوی	۴۹	اضافہ مجازی	~	ہر موصوف پر کسی صفت مصدر کا موصول
~	میں کسی شے کا نام رکھ لیا جاتا ہے	۵۰	اضافہ تملیکی	~	ہے یا تختائی تو صیغی کی عدم ضرورت
~	بوجہ غلو بیت لحاظ ترکیب ہمیشہ کو	~	اضافہ انبی -	~	اسما و اشارہ اور لفظ ہر کے بعد یا
~	مقطوع الاضافہ کر دیا جاتا ہے -	۵۱	اضافہ ان دو اسموں میں جو معرفت	~	توصیفی کا - لانا واجب نہیں ایک
~	جن الفاظ کو ہم نے اکثر تک علامت	~	اور صدق میں مساوی ہیں ممتنع	~	تجوہزی استحسانی امر ہے
~	اضافہ کے ساتھ استعمال ہونا چاہیے	~	ہے پس زر طلا و طلا سے زر و دیر	~	اسم اشارہ اور لفظ ہر یا تو صیغی کا
~	تھا انہیں کا کبھی کسرو اضافہ کے	~	آپ وغیرہ متادل ہیں -	~	ایک وقت میں جمع پہچانا -
~	ساتھ استعمال اور تالاب و سیلاب کو	~	صاحب حیات سودی کے محاکمہ پر	۵۵	ہم کے دخول پر باکا استعمال
~	حیثیت اسی سے قطع نظر کے اضافہ	~	جو در بارہ بوستان و خرابات کیا گیا	~	ہر کا کل مجموعی کے معنوں میں استعمال
~	کے ساتھ سیل آب و تالاب کہنا	~	ہے مؤلف کتاب کی رائے -	~	ہر کو مکرر ہم کے ساتھ کرتے ہیں
۱۰۰	آخر حرف مضاف کا یا مخفی ہو تو علامت	۵۹	اضافہ موصوف جانب صفت	~	ہر کا دخل غلط ہے اور مخفی بیا ہونا
~	اضافہ کیا ہوتی ہے -	~	اضافہ صفت جانب موصوف	~	ہر کے دخل کا کمر ہونا -
~	تحقیق ہمزہ جو ملے مخفی پر لایا	~	اضافہ برائے بمعنی از -	~	حتمی کے بعد ابتدا یا جو تو صیغہ
~	جاتا ہے -	~	بیان اس اضافہ کا جہیں مضاف	~	نہیں لاتے -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۲	مثال دہ کی لیے شائد کے ساتھ	۱۱۰	وجہ راج غیبوت منادا	۱۰۲	مثال دہ کی لیے شائد کے ساتھ
۱۰۳	لفظہ لفتح زائے مجہ کی تحقیق	۱۱۱	وجہ فاس غیبوت منادا	۱۰۳	لفظہ لفتح زائے مجہ کی تحقیق
۱۰۴	لفظہ کی تحقیق جو معدوم معروف ہے۔	۱۱۲	وجہ ثانی خطاب منادا	۱۰۴	لفظہ کی تحقیق جو معدوم معروف ہے۔
۱۰۵	ہمزہ نفی کے لیے فارسی زبان میں	۱۱۳	منادا پر کلمات نداء کیہ کا مکرر لانا	۱۰۵	ہمزہ نفی کے لیے فارسی زبان میں
۱۰۶	بھی آتا ہے۔	۱۱۴	تعجب حسرت آرزو ہمتا کے لیے	۱۰۶	بھی آتا ہے۔
۱۰۷	خہ خہ اور پ پ کا اس قاعدے سے	۱۱۵	مصدر کے تین درجے۔	۱۰۷	خہ خہ اور پ پ کا اس قاعدے سے
۱۰۸	مستعمل ہونا۔	۱۱۶	فعل ازروے عمل مصدر کے لیے	۱۰۸	مستعمل ہونا۔
۱۰۹	تے مدد جو حالت وقتی میں بنا جاتی	۱۱۷	اصل ہے اور مصدر ازروے ہفتا	۱۰۹	تے مدد جو حالت وقتی میں بنا جاتی
۱۱۰	ہے بحساب جمل کے اسکے عدد کی	۱۱۸	فعل کے لیے اصل	۱۱۰	ہے بحساب جمل کے اسکے عدد کی
۱۱۱	خدا تعالیٰ پادشائی کی ہمزہ کی حد کیا	۱۱۹	مصدر ناقص التصریف	۱۱۱	خدا تعالیٰ پادشائی کی ہمزہ کی حد کیا
۱۱۲	لینی چاہیے۔	۱۲۰	مصدر معدوم اشتقاق	۱۱۲	لینی چاہیے۔
۱۱۳	حرف حرکت کیلئے علامت بن سکتا ہے	۱۲۱	فارسی میں علامت مصدر	۱۱۳	حرف حرکت کیلئے علامت بن سکتا ہے
۱۱۴	الف اور با کی مجموعی حالت کا ہمزہ میں	۱۲۲	مصدر کے تین حال لازم متحرک	۱۱۴	الف اور با کی مجموعی حالت کا ہمزہ میں
۱۱۵	موجود ہونے کا ثبوت۔	۱۲۳	مشترک۔	۱۱۵	موجود ہونے کا ثبوت۔
۱۱۶	لاٹھے آئین مناد کا منادا کو معروف	۱۲۴	مصدر معروف۔	۱۱۶	لاٹھے آئین مناد کا منادا کو معروف
۱۱۷	نہیں بناتا۔	۱۲۵	مصدر مجهول۔	۱۱۷	نہیں بناتا۔
۱۱۸	کلمات ندا کی تعریف۔	۱۲۶	فارسی میں عربی کی طرح معروف	۱۱۸	کلمات ندا کی تعریف۔
۱۱۹	غائب حقیقی۔	۱۲۷	مجهول کے لیے ایک ہی صورت	۱۱۹	غائب حقیقی۔
۱۲۰	غائب مجازی۔	۱۲۸	معنی شعرت شہور سے خواہم از	۱۲۰	غائب مجازی۔
۱۲۱	ندا حقیقی۔	۱۲۹	خدا و نئے خواہم از خدا	۱۲۱	ندا حقیقی۔
۱۲۲	ندا مجازی۔	۱۳۰	تعریف اصلی وضعی	۱۲۲	ندا مجازی۔
۱۲۳	ندا حقیقی و تقدیری کا بیان	۱۳۱	تعریف مصدر جعلی	۱۲۳	ندا حقیقی و تقدیری کا بیان
۱۲۴	منادا کے ذکر میں نکتہ۔	۱۳۲	مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب	۱۲۴	منادا کے ذکر میں نکتہ۔
۱۲۵	اللہ ندا کے مقدر کرنے میں نکتہ	۱۳۳	مصدر عربیہ سے مصدر جعلی کی	۱۲۵	اللہ ندا کے مقدر کرنے میں نکتہ
۱۲۶	کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا ذکر	۱۳۴	ترکیب۔	۱۲۶	کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا ذکر
۱۲۷	حین حالت ندا میں وہ اسم جس کو ندا کرتے	۱۳۵	مصدر فارسی سے مصدر جعلی	۱۲۷	حین حالت ندا میں وہ اسم جس کو ندا کرتے
۱۲۸	ہیں باعتبار حقیقت حضور و غیبوت	۱۳۶	کی ترکیب	۱۲۸	ہیں باعتبار حقیقت حضور و غیبوت
۱۲۹	کے میں ہیں رہتا ہے اور باعتبار استہلال	۱۳۷	مصدر ہندیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۲۹	کے میں ہیں رہتا ہے اور باعتبار استہلال
۱۳۰	عرب کے اکثر صیغہ غائب ہے اور	۱۳۸	بیان ان مصدر کا جو ہندی اور	۱۳۰	عرب کے اکثر صیغہ غائب ہے اور
۱۳۱	فارسی میں صیغہ حاضر اکثر ہے۔	۱۳۹	فارسی میں مشترک ہیں	۱۳۱	فارسی میں صیغہ حاضر اکثر ہے۔
۱۳۲	وجہ اول غیبوت منادا	۱۴۰	صیغہ عالیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۳۲	وجہ اول غیبوت منادا
۱۳۳	وجہ ثانی غیبوت منادا	۱۴۱	نگہداشتن و کشہ شدن مصدر جعلی	۱۳۳	وجہ ثانی غیبوت منادا
۱۳۴	وجہ ثالث غیبوت منادا	۱۴۲	نہیں ہیں مگر صاحب قوانین و بیگانی	۱۳۴	وجہ ثالث غیبوت منادا
۱۳۵	وجہ استعجال حاضر منادا	۱۴۳	اور صاحب ہفت قلزم نے ان کو	۱۳۵	وجہ استعجال حاضر منادا
۱۳۶	مصدر جعلی میں مناد کیا ہے۔	۱۴۴	اس جعلی خاص کے لیے جو حالیہ سے	۱۳۶	مصدر جعلی میں مناد کیا ہے۔
۱۳۷	حاصل ہوتا ہے۔	۱۴۵	حضرت صہبائی رح نے خوابینہ کے	۱۳۷	حاصل ہوتا ہے۔
۱۳۸	نوں کو نازنین و نگہبان کے نون	۱۴۶	کی طرح زائد محض مانا ہے پٹھیک	۱۳۸	نوں کو نازنین و نگہبان کے نون
۱۳۹	نہیں۔	۱۴۷	مصدر پر پائے زائد حسن کلام کے	۱۳۹	نہیں۔
۱۴۰	مصدر پر پائے زائد حسن کلام کے	۱۴۸	لئے بہت کم لاجی ہوتی ہے۔	۱۴۰	مصدر پر پائے زائد حسن کلام کے
۱۴۱	بسون میں با جو ہر کلمہ کی ہے	۱۴۹	زائد نہیں۔	۱۴۱	بسون میں با جو ہر کلمہ کی ہے
۱۴۲	زائد نہیں۔	۱۵۰	مصدر کے اخیر میں الف زائد	۱۴۲	زائد نہیں۔
۱۴۳	مصدر کے اخیر میں الف زائد	۱۵۱	بھی جن کلام کے لیے لایا جاتا ہے	۱۴۳	مصدر کے اخیر میں الف زائد
۱۴۴	بیان حاصل بالمصدر۔	۱۵۲	بیان حاصل بالمصدر۔	۱۴۴	بیان حاصل بالمصدر۔
۱۴۵	بیان مصدر معروف و مجهول۔	۱۵۳	حاصل بالمصدر میں معروف و	۱۴۵	بیان مصدر معروف و مجهول۔
۱۴۶	حاصل بالمصدر میں معروف و	۱۵۴	مجهول کا اعتبار۔	۱۴۶	حاصل بالمصدر میں معروف و
۱۴۷	مجهول کا اعتبار۔	۱۵۵	حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ	۱۴۷	مجهول کا اعتبار۔
۱۴۸	حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ	۱۵۶	حاصل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی	۱۴۸	حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ
۱۴۹	حاصل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی	۱۵۷	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول	۱۴۹	حاصل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی
۱۵۰	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول	۱۵۸	مستعمل ہونا۔	۱۵۰	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول
۱۵۱	مستعمل ہونا۔	۱۵۹	حاصل بالمصدر کا مطلق ماضی کے	۱۵۱	مستعمل ہونا۔
۱۵۲	حاصل بالمصدر کا مطلق ماضی کے	۱۶۰	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول	۱۵۲	حاصل بالمصدر کا مطلق ماضی کے
۱۵۳	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول	۱۶۱	مستعمل ہونا اور اسکی جانب	۱۵۳	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول
۱۵۴	مستعمل ہونا اور اسکی جانب	۱۶۲	مفعول اضافت۔	۱۵۴	مستعمل ہونا اور اسکی جانب
۱۵۵	مفعول اضافت۔	۱۶۳	حاصل بالمصدر دو ماضیوں	۱۵۵	مفعول اضافت۔
۱۵۶	حاصل بالمصدر دو ماضیوں	۱۶۴	کی صورت میں۔	۱۵۶	حاصل بالمصدر دو ماضیوں
۱۵۷	کی صورت میں۔	۱۶۵	حاصل بالمصدر فصل رابط کے ساتھ	۱۵۷	کی صورت میں۔
۱۵۸	حاصل بالمصدر فصل رابط کے ساتھ	۱۶۶	حاصل بالمصدر حاضر کی زبی میں	۱۵۸	حاصل بالمصدر فصل رابط کے ساتھ
۱۵۹	حاصل بالمصدر حاضر کی زبی میں	۱۶۷	حاصل بالمصدر در صورت	۱۵۹	حاصل بالمصدر حاضر کی زبی میں
۱۶۰	حاصل بالمصدر در صورت	۱۶۸	حاضر مفعول کے معنوں میں۔	۱۶۰	حاصل بالمصدر در صورت
۱۶۱	حاضر مفعول کے معنوں میں۔	۱۶۹	بریدن بمعنی قطع کا امر برین	۱۶۱	حاضر مفعول کے معنوں میں۔
۱۶۲	بریدن بمعنی قطع کا امر برین	۱۷۰	بھی آتا ہے	۱۶۲	بریدن بمعنی قطع کا امر برین
۱۶۳	بھی آتا ہے	۱۷۱	حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورتیں	۱۶۳	بھی آتا ہے
۱۶۴	حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورتیں	۱۷۲	مصدر جعلی میں مناد کیا ہے۔	۱۶۴	حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورتیں



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۴	اسم پر پائے تختانی زیادہ کر نیسے۔	۱۲۹	بعض اساتذہ تحقیق نے دسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمر بچگان کے کاف کو بغیر انقلاب از ما زائد محض مانا ہے۔	۱۲۳	حاصل بالمصدر اور امر حاضر اور ماضی مطلق کی صورت میں۔
۱۳۵	تکرار اور ناک کے استعمال میں فرق پروردگار بمعنی مطلق مرئی صاحب تحقیق القوانین کے مصادر فارسی پر پائے فاعلی کے ماننے پر کیا مفعول مطلق اپنے فعل کی کسیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے۔	۱۳۱	فارسی میں بغیر ارادہ تسمیہ و تائید کے فحقی زائد بھی آتا ہے۔	۱۲۴	حاصل بالمصدر صیغہ ماضی مطلق کے اخیر میں پائے معروف کے الحاق سے۔
۱۳۶	مفعول مطلق بغیر لفظ سے نہ معروف۔	۱۳۲	بیان مشتق۔	۱۲۵	حاصل بالمصدر حاضر کے اخیر میں الف کے الحاق سے۔
۱۳۷	بخشودن و بخشیدن ہر دو معنی ہم و اعطایں متعل ہوتے ہیں۔	۱۳۳	بیان اسم فاعل۔	۱۲۶	امر حاضر کے اخیر میں شین ماقبل مکسور کا الحاق۔
۱۳۸	رستنی میں یا یو لیاقت ہو نہ فاعلی یاے لیاقت میں لفظ لیاقت کا بمعنی امکان ہے اور اس امکان اعم العوام مراد ہے۔	۱۳۴	اول اسم اور امر واحد حاضر کی ترکیب سے۔	۱۲۷	یشین قبل مکسور والا حاصل مصدر اسم مفعول کے معنوں میں بھی آتا ہے۔
۱۳۹	اعم العوام واجب و متنع و ممکن خاص و غیر سب کو شامل ہے۔	۱۳۵	اس اسم اور امر کے درمیان کے فاصلہ کا بیان۔	۱۲۸	شین ضمیری کا شین مصدر سی کے ساتھ قافیہ واقع ہونا۔
۱۴۰	اسم مفعول کا بیان۔	۱۳۶	اسم فاعل ترکیبی کے جزو اول یعنی اسم پر پائے مجہول اور جزو ثانی یعنی امر پر لفظ می کی زیادتی۔	۱۲۹	استادان سخن و متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کرنے کے مجاز میں تفسیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی تفسیر کے لئے کفایت کرتا ہے۔
۱۴۱	اسم مفعول کی ترکیب سے۔	۱۳۷	اسم اور نہی کی ترکیب سے بھی معنی فاعلیت پیدا ہوتے ہیں۔	۱۳۰	حضرت صہبائی رح نے بعض موقع میں شین مصدر سی مکسور الماقبل کو زائد بھی مانا ہے۔
۱۴۲	صرف صیغہ امر واحد حاضر معنی اسم مفعول نہیں دیتا۔	۱۳۸	ان ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول کی تحقیق۔	۱۳۱	حاصل بالمصدر اسم اور ماضی مطلق کی شکل میں۔
۱۴۳	اسم اور نہی کی ترکیب سے معنی اسم مفعول پیدا ہوتے ہیں۔	۱۳۹	دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے۔	۱۳۲	حاصل بالمصدر اسم جامد متضمن معنی وصفی پر الف کا الحاق۔
۱۴۴	اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے معنی اسم مفعول حاصل کرتے ہیں۔	۱۴۰	تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے۔	۱۳۳	حاصل بالمصدر اسم جامد و غیر جامد پر پائے معروف کے الحاق سے۔
۱۴۵	امر واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے۔	۱۴۱	اس الف و را میں نسبت کا احتمال بھی ہے۔	۱۳۴	اہل عجم مصدر عربی کو صفت کے معنوں میں لیتے ہیں۔
۱۴۶	حاصل ہو جاتے ہیں۔	۱۴۲	اسامی غیر مشفقہ کا معنی غایت میں استعمال۔	۱۳۵	اعلام و غیر اعلام سے جب معنی وصفی مراد لیئے جاتے ہیں انکی دلالت عام ہو جاتی ہے۔
۱۴۷	صیغہ ماضی مطلق پر الف و را کے الحاق سے معنی اسم مفعول حاصل ہوتے ہیں۔	۱۴۳	ایک تو صرف اسم جامد ہو یا مصدر عربی۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۸	صرف مصدر عربی بغیر ترکیب مفید	۱۳۸	ہندی الاصل ہیں -	۱۳۸	معنی اسم مفعول ہوتا ہے
۱۳۸	لیا جائے تو صلاحت ترکیب	۱۳۸	ستان طرف زبان کیلئے بھی آتا ہے	۱۳۸	یا تے تختانی کے الحاق سے معنی
۱۳۸	اضافی کی تشبیہی ہو یا حقیقی دونوں	۱۳۸	الفاظ مذکورہ بلا ارادہ کثرت بھی	۱۳۸	اسم مفعول حاصل کرنا -
۱۳۸	اسم نہیں متحقق ہوگی -	۱۳۸	آتے ہیں -	۱۳۸	پائے مختفی سے نسبت مفعولی
۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں	۱۳۸	بیان اسم آلہ -	۱۳۸	حاصل کرنا -
۱۳۸	اسم نہیں ترکیب اضافی کی صلاحت	۱۳۸	اسم آلہ اسم اور امر کی ترکیب	۱۳۸	لفظ کار نسبت مفعول کے لئے -
۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں اسموں	۱۳۸	حاصل ہوتا ہے -	۱۳۸	بیان اسم ظرف ترکیبی -
۱۳۸	بین ظرف و مضاف کا علاقہ	۱۳۸	اسم آلہ صیغہ امر پر پائے نسبت کے	۱۳۸	اسم اور امر کی ترکیب سے
۱۳۸	بیان صفت مشبہ ترکیبی کا ایک	۱۳۸	الحاق سے -	۱۳۸	دو اسموں کی ترکیب سے -
۱۳۸	نا درطرز پر -	۱۳۸	بیان اسم حالیہ -	۱۳۸	ستان کا بیان -
۱۳۸	بحث فعل -	۱۳۸	آمر حاضر پر الف و نون زیادہ کرنی	۱۳۸	چند حروف کی ترکیب سے معنی
۱۳۸	تعریف فعل -	۱۳۸	سے حالیہ بنتا ہے -	۱۳۸	ظرفی متضمن معنی مبالغیت
۱۳۸	درحقیقت زمانے دو ہیں -	۱۳۸	حالیہ کے ایراد شکل کو کیا منظور کرے	۱۳۸	و کثرت ہوتے ہیں -
۱۳۸	تحقیق حال -	۱۳۸	حالیہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی	۱۳۸	ستان کی سین کو حرکت
۱۳۸	حال کو زمانہ کی قسم ٹھہرانا	۱۳۸	زمنی میں بھی آتا ہے -	۱۳۸	ستان کا مخفف سان بھی متصل ہو
۱۳۸	اطلاق مجازی ہے -	۱۳۸	حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول	۱۳۸	شارسان کی تحقیق -
۱۳۸	فعل کا حد ث نسبت و اقتران	۱۳۸	ترکیبی کی زمینی میں -	۱۳۸	زار کا بیان -
۱۳۸	زمان پر اشتمال -	۱۳۸	روحی برخاک عجزی نالم - میں عجم	۱۳۸	لفظ بانار کی تحقیق -
۱۳۸	مادہ حدث پر بہات اقتران پر	۱۳۸	رابطہ کا الزام بجا نہیں	۱۳۸	لفظ سار کا بیان -
۱۳۸	دلائل کریمے فعل مرکب نہیں بجاتا	۱۳۸	جامد غیر مشتق کا حال واقع ہونا	۱۳۸	ساران و سارہ مزید علیہ سار بھی
۱۳۸	مجموعہ معانی فعل میں نسبت غیر مستقل	۱۳۸	جمل حالیہ میں رابطہ و عائد کی ضرورت	۱۳۸	آتا ہے -
۱۳۸	کے دخل رہنے سے فعل کے مستقل	۱۳۸	حال مستداخلہ -	۱۳۸	سار کا مخفف سر بھی آتا ہے
۱۳۸	میں فرق آجاتا ہے -	۱۳۸	امشبان -	۱۳۸	لفظ بار کا بیان -
۱۳۸	شاعر مولانا جامی رح کا معنی دلاتا	۱۳۸	حال مترادفہ -	۱۳۸	جو تبار کو تخفیف یا جو بار بھی
۱۳۸	کو دلیل حصرتین اعم رکھنے کی وجہ -	۱۳۸	بنظر ناکید صیغہ حالیہ کا تکرار	۱۳۸	کہتے ہیں -
۱۳۸	اس عمومیت پر شبہ اس واسطے کہ	۱۳۸	اور اس میں تخفیف -	۱۳۸	بیان لاخ کا -
۱۳۸	تضمنی رابطہ مطابقی نہیں پائی جاتی -	۱۳۸	اسم اور امر کی ترکیب قدر اور انداز	۱۳۸	بیان لان کا -
۱۳۸	معنی فعل کو اجمال اور تفصیل کے	۱۳۸	تعریف صفت مشبہ -	۱۳۸	بیان کند کا -
۱۳۸	لحاظ سے مستقل و غیر مستقل بنانا -	۱۳۸	صیغہ صفت مشبہ کا بوزن	۱۳۸	بیان دان کا -
۱۳۸	تقسیم فعل اسبوسے لازم متعدی	۱۳۸	اسم مفعول -	۱۳۸	لفظ کش اپنے منظور پر آتا ہے
۱۳۸	تعریف فعل لازم -	۱۳۸	صیغہ صفت مشبہ کا اسم حالیہ	۱۳۸	لفظ دان بھی اپنے مادہ پر
۱۳۸	تعریف فعل لازم میں اعتبار عدم ضرورت کا افادہ	۱۳۸	کے وزن پر -	۱۳۸	لایا جاتا ہے -
۱۳۸	فعل لازم کا بلا توسط حروف	۱۳۸	لفظ جہان کی تحقیق -	۱۳۸	ستان اور کند درحقیقت
۱۳۸	چار مفعول بہ زبان عربی میں -	۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	زبان فارسی میں -	۱۵۱	صیغہ مضارع مشترک ہے بلکہ معنی	۱۵۱	زبان اردو میں -
۱۵۰	تقریف فعل متعدی -	۱۵۲	امر کے لیے بھی صیغہ مضارع	۱۵۲	تقریف فعل متعدی -
۱۵۱	بیان فعل ماضی و طریقہ اشتقاق وغیرہ	۱۵۳	مشتکر ہے -	۱۵۳	بیان فعل ماضی و طریقہ اشتقاق وغیرہ
۱۵۲	ماضی ناقص اگر اداء تناوہ شرط سے	۱۵۴	امر واحد حاضرین علامت حاضر	۱۵۴	ماضی ناقص اگر اداء تناوہ شرط سے
۱۵۳	خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے	۱۵۵	یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -	۱۵۵	خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے
۱۵۴	یہ علامات بلا مقصد و مقنا و استمرار	۱۵۶	اسی صیغہ مرخمہ محذوف الیاء کا معنی	۱۵۶	یہ علامات بلا مقصد و مقنا و استمرار
۱۵۵	محض حسن کلام کے لیے بھی لائے	۱۵۷	مضارع عربی استعمال -	۱۵۷	محض حسن کلام کے لیے بھی لائے
۱۵۶	جاتے ہیں -	۱۵۸	الف والے دعائیہ صیغے امر کے	۱۵۸	جاتے ہیں -
۱۵۷	یا بے مجهول والی ماضی ناقص کے	۱۵۹	صیغے ہیں -	۱۵۹	یا بے مجهول والی ماضی ناقص کے
۱۵۸	تین صیغے واحد و جمع حاضر اور جمع ماضی	۱۶۰	نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں	۱۶۰	تین صیغے واحد و جمع حاضر اور جمع ماضی
۱۵۹	قلیل الاستعمال ہیں بشرط استعمال	۱۶۱	پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -	۱۶۱	قلیل الاستعمال ہیں بشرط استعمال
۱۶۰	نہیں -	۱۶۲	اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ	۱۶۲	نہیں -
۱۶۱	صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لانے	۱۶۳	میں زیادتی نہ تو نفی کے لیے نون	۱۶۳	صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لانے
۱۶۲	میں نکلتے -	۱۶۴	ہی لایا جائیگا -	۱۶۴	میں نکلتے -
۱۶۳	آست و بود و باید و شاید و توان	۱۶۵	اگر در میان نفی اور منفی کے چلے	۱۶۵	آست و بود و باید و شاید و توان
۱۶۴	توان کی ترکیب سے وہ مرکب کلام	۱۶۶	واقع ہو جب بھی بجائے میم	۱۶۶	توان کی ترکیب سے وہ مرکب کلام
۱۶۵	بجائے کلمہ نہیں رہتا -	۱۶۷	نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -	۱۶۷	بجائے کلمہ نہیں رہتا -
۱۶۶	توان و توان کا مابہ الامتیاز	۱۶۸	ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے	۱۶۸	توان و توان کا مابہ الامتیاز
۱۶۷	لفظ توان کی تحقیق -	۱۶۹	خاص کرنے کی وجہ -	۱۶۹	لفظ توان کی تحقیق -
۱۶۸	صیغہ ہائے جمع غائب کا بجائے	۱۷۰	شبه بر ترتیب ذکر سی -	۱۷۰	صیغہ ہائے جمع غائب کا بجائے
۱۶۹	مجهول استعمال -	۱۷۱	جواب شبه -	۱۷۱	مجهول استعمال -
۱۷۰	زبان اردو میں بھی صیغہ جمع یکا	۱۷۲	وجہ اول -	۱۷۲	زبان اردو میں بھی صیغہ جمع یکا
۱۷۱	مجهول استعمال ہے -	۱۷۳	وجہ دوم -	۱۷۳	مجهول استعمال ہے -
۱۷۲	صیغہ جمع غائب کے محذوف الفاظ	۱۷۴	وجہ سوم -	۱۷۴	صیغہ جمع غائب کے محذوف الفاظ
۱۷۳	ہونے کی دوسری تاویل -	۱۷۵	تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے	۱۷۵	ہونے کی دوسری تاویل -
۱۷۴	صیغہ معلوم مفرد کا محذوف الفاعل	۱۷۶	رشیدی عکس ترتیب کے قائل ہیں	۱۷۶	صیغہ معلوم مفرد کا محذوف الفاعل
۱۷۵	مستعمل ہونا بھی سیطرہ متاثر ہے	۱۷۷	حرف نفی و اثبات ایک فعل پر	۱۷۷	مستعمل ہونا بھی سیطرہ متاثر ہے
۱۷۶	صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی	۱۷۸	جمع پڑنے سے حرف اثبات پر	۱۷۸	صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی
۱۷۷	نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا	۱۷۹	نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی	۱۷۹	نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا
۱۷۸	جائز فرمایا ہے غلطی کا تب کی وجہ	۱۸۰	وجہ اول -	۱۸۰	جائز فرمایا ہے غلطی کا تب کی وجہ
۱۷۹	سے دہوکہ کھایا ہے -	۱۸۱	حرف نفی و اثبات ایک فعل پر	۱۸۱	سے دہوکہ کھایا ہے -
۱۸۰	مضارع کا بیان -	۱۸۲	کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا	۱۸۲	مضارع کا بیان -
۱۸۱	حال اور استقبال کے معنوں کو	۱۸۳	استعمال اکثر میں کیون نہیں	۱۸۳	حال اور استقبال کے معنوں کو
۱۸۲		۱۸۴	وہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف	۱۸۴	
۱۸۳		۱۸۵	اثبات -	۱۸۵	



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	و حاضر و شکم کے موقع میں برابر مستعمل ہوتا ہے۔		تاویل میں مصدر کے ہو کر اس کا مفعول یہ ہو جاتا ہے کوئی اسکو مستقل فعل یعنی نوع کلمہ سے نہیں سمجھتا۔	۱۵۹	اس علامت اور فعل میں فصل جائز ہے۔
	تو ان کو صیغہ جمع غائب تو انہ سے کیوں بنایا۔		اسے دو و باشد کی ترکیب سے بھی حمل غلیبہ بنتے ہیں۔		برخلاف قاعدہ اکثر یہ علامت کو چھوڑ کر عین فعل پر بھی حرف نفی کبھی یہ می یا بھی ماضی کی طرح مضارع میں دوام اور استمرار کو مفید ہوتے ہیں۔
۱۶۶	غیبت و حضور و شکم کسوجہ سے لیا جاتا ہے۔	۱۶۱	محی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔		لفظ خواہد کو علامت استقبال کہنے میں مجھے سخت تامل ہے۔
	تو ان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے۔	۱۶۲	نحوہ دوالی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔		لفظ خواہد علامت مستقبل نہیں اور اسکا فعل مستقبل نہیں تو اور کیا ہے۔
	تو ان کے مفعول کے ذکر میں چند حال پیش آتے ہیں۔		اور یہ ترکیب مکون بھی ہو جاتی ہے۔	۱۶۳	یہی حال تو ان اور تو اند کی ترکیب کا ہے۔
	تو ان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے۔		خواست کی ترکیب سے بھی افادہ معنی استقبالیات کا ہوتا ہے۔		تو اند اور خواہد کا اور ان کے بعد جو مصدر صورت ماضی میں مذکور ہوتا ہے فاعل علی سبیل التنازع ایک ہو اسی وجہ سے چونکہ حقوق ضائر مرفوعہ متصلہ خاصہ فعل ہے اسی تو اند و خواہد پر ہوتا ہے ان کے دخول مصدر ماضی صورت پر نہیں ہوتا۔
	کبھی جملہ مصدر بکاف ہوتا ہے۔		کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے۔		اسی طرح بود و است و باید و شاید وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ مفرد فعل یعنی وہ نوع کلمہ سے نہیں۔
	کبھی اس جملہ پر سے کاف مصدر کی حذف کیا جاتا ہے۔		مضارع میں یا سے مجہول زائد اور اتمرار و توتا اور شرط کیلئے لٹکانی ہی ماضی کی طرح مضارع میں بھی		اس مرکب بلفظ خواہد کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ۔
۱۶۷	<b>باب الالٹ</b>		الف زائد لایا جاتا ہے۔		یہاں شبہ یہ کہ خواہد خود مضارع مبہم الاستقبال تو دوسرے میں تعین استقبالیات نہیں کر سکتا۔
	قاعدہ اثبات الف بعد حذف علامت مصدر۔	۱۶۳	الف زائد لایا جاتا ہے۔		اسکا جواب۔
	تیس امر کا اخیر الف ہوا اسکے بعد با سے زائد بھی لانا جائز ہے۔	۱۶۴	جواب مرزا کا لکے مضارع کو اصل امر وغیرہ کے اشتقاق کے لئے قرار دیتے ہیں۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
	قاعدہ تبدل۔		نہ امر کیلئے مضارع اصل ہے نہ مضارع کیلئے امر اصل اور اس انکار کی وجہ		اسکا جواب۔
۱۶۸	و ادن کے امر وہ میں کسور کی وجہ۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
	وہ کو بجایے لایا کے ساتھ دیا بھی کہتے ہیں۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		اسکا جواب۔
	قاعدہ استقاط الف۔	۱۶۵	امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
	ہتادون کا امر تاسی بھی آیا ہے۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		اسکا جواب۔
	استادون اور ایب تادون پر سے الف حذف کیا جاتا ہے۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
	ستادون بمعنی قیام اور معنی گرفتن میں ماہہ الامتیاز۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		اسکا جواب۔
۱۶۹	ستادون بالضم کا مخفف ستادون اور اسکا مرید علیہ شانندن کا بیان۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
	شانندن بمعنی گرفتن پر مرزا غالب کا اعتراض کیسا ہے۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		اسکا جواب۔
	استادون کا مضارع استادن آتا ہے۔		امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	نرسا دان کی بحث مضارع حذف تاو زیا تاتی یا کے ساتھ فرس متعل ہے مگر فصیح نہیں۔	۱۴۹	مرد کا برو کے ساتھ قافیہ۔ گرد بالکسر کا گرد باضم کے ساتھ قافیہ قاعدہ زیادت یاو تحتانی قبل را ہملہ مردن میں قاعدہ بلا زیادت اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے۔ استقاط مع الزیادۃ۔ کردن کے امر کن میں ضمہ کی وجہ	۱۴۹	باب الحاء آموختن کو جو بے سیکھنا ہے لازم قرار دینا ناصواب ہے۔ مثال کردن بیط۔ مثال کردن مؤلف۔ جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی رائے۔ سعد الدین راقم کے شعر میں تاویل دوسرے شعر میں بجائے باوقیہ زاو بیانیہ کی تفسیر پر ترکیب شعر۔ باوقیہ سے زان لازم کا ستوری بنجنا۔ دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ تیسری تبدیل شین بمعجم کے ساتھ فروختن بمعنی اضاعت و بکھنہ بیج کا ماہہ الامتیاز۔ دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونوں میں جدا شناس۔ گسیختن کی بحث امر مسموع نہیں۔ آختن اور ایختن مقتضاب نہیں انکے مضارع آزو اور آہیخ کلام اساتذہ میں آئے ہیں۔ آختن اور یختن ایختن کے مخفف ہیں۔
۱۴۹	مخفف ہے۔ شدن کی بحث امر میں شین کے فتح کی وجہ۔ قاعدہ حذف صرف شین بمعجمہ۔ قاعدہ تبدیل شین بمعجمہ بار بار مہملہ مع زیادتی وال۔ تبدیل شین بمعجمہ با سین مہملہ مع زیادتی یاے تحتانی۔ نوشتن میں داو باو موصد سے بدلہ نہشتن بھی ہو جاتا ہے۔	۱۴۹	زون بمعنی ضرب و مخفف آزون میں منق۔ نون اکثر زیادت میں متعل ہو۔ ہنگنان ہنگان کا مزید علیہ ہے	۱۴۹	باب الزاء جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی رائے۔ سعد الدین راقم کے شعر میں تاویل دوسرے شعر میں بجائے باوقیہ زاو بیانیہ کی تفسیر پر ترکیب شعر۔ باوقیہ سے زان لازم کا ستوری بنجنا۔ دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ تیسری تبدیل شین بمعجم کے ساتھ فروختن بمعنی اضاعت و بکھنہ بیج کا ماہہ الامتیاز۔ دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونوں میں جدا شناس۔ گسیختن کی بحث امر مسموع نہیں۔ آختن اور ایختن مقتضاب نہیں انکے مضارع آزو اور آہیخ کلام اساتذہ میں آئے ہیں۔ آختن اور یختن ایختن کے مخفف ہیں۔
۱۴۹	باب الفاء قاعدہ اثبات فا۔ شکفتن بھی قاعدہ اثبات میں داخل ہو شکفتن شکفتن کا مصدر می ہو شکفتن متعدی بھی آیا ہے۔ دوسرا قاعدہ زیادت۔ خفتن خفتن کا امر نہیں بلکہ خفتن خود اسکا مصدر می ہو خواب خفتن کا امر نہیں مصدر می خوابیدن کا امر ہے۔ خسب ایک جدا گانہ امر ہے اسکی بحث مصدر متعل نہیں اور خسپیدن اسکا مصدر جعلی ہے۔ خفتن بالفتح مقتضاب ہے۔ تیسرا قاعدہ تبدیل فقط۔ یاختن شکفتن کی بحث امر میں تبدیل اور داو ہر دو کے ساتھ جائز ہے۔ تبدیل صرف داو کے ساتھ۔ شنون اور شنیدن کی تحقیق۔ نوشیدن اور نیوشیدن بمعنی سمع شنویدن کا قلب اور مزید علیہ ہے تمکن ہے نیوشیدن اصل او مستقل مصدر ہو اور نوشیدن اس کا مخفف۔	۱۴۹	شین اور لام میں مبادلہ حذف صرف۔ حذف مع زیادت نون حذف مع زیادت داو۔ حذف مع زیادت نون و وال۔ حذف سین مع زیادت یا و نون۔ نشتن کا قاعدہ نشا ختن و نشا تن و نشاندن و نشانستن آیا ہے نشتن کی بحث مصدر و بحث امر محذوف المصدر یعنی نشستن و نشین بلانوں بھی متعل ہے۔ اس محذوف المصدر کا تعدیہ شانذن آیا ہے۔ نشتن کے محمول پر بجائے بروذر صلہ را بھی آیا ہے۔	۱۴۹	باب الراء یا ب الرا میں قاعدہ اثبات خوردن بمعنی لازم۔ خوردن ایسے کلمہ کا قافیہ بھی واقع ہو جاتا ہے جو رائے قبل مضموم ہو ہش کا خوش کے ساتھ قافیہ گردہ کا برو کے ساتھ قافیہ۔
۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۹	کبھی پاؤں مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔	۱۷۹	کبھی پاؤں مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔	۱۷۹	شعورین کبھی داؤ حذف ہو کر شینین اور کبھی یا حذف ہو کر شنون اور کبھی داؤ اور یا دونوں حذف ہو کر شنون رہ جاتا ہے۔
۱۸۰	باب الواوین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصداق شاذۃ الاستعمال میں لایا جاتا ہے بیان نہیں کیا۔	۱۸۰	باب الواوین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصداق شاذۃ الاستعمال میں لایا جاتا ہے بیان نہیں کیا۔	۱۸۰	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔
۱۸۱	مصدر پیسودن کی تحقیق۔	۱۸۱	مصدر پیسودن کی تحقیق۔	۱۸۱	شعورین یا دونوں مصدر سننے اور سونگھنے کے دونوں معنوں میں مستعمل ہیں۔
۱۸۲	باب الیاء	۱۸۲	باب الیاء	۱۸۲	چوتھا تبدیل مع الزیادۃ۔
۱۸۳	قاعدہ حذف	۱۸۳	قاعدہ حذف	۱۸۳	پانچواں قاعدہ حذف صرف کا چھٹا حذف مع الزیادۃ۔
۱۸۴	قاعدہ زیادت۔	۱۸۴	قاعدہ زیادت۔	۱۸۴	گرفتار کے رے کی حرکت کا بیان رفتن بالغت کا نقصان بالضم کیسا ہم قافیہ ہو جانا۔
۱۸۵	مصدر دیدن کی تحقیق۔	۱۸۵	مصدر دیدن کی تحقیق۔	۱۸۵	گرفتار بمعنی لازم کی سند۔
۱۸۶	چیدن بختیف یا چدن بھی آیا ہے۔	۱۸۶	چیدن بختیف یا چدن بھی آیا ہے۔	۱۸۶	باب المیم
۱۸۷	بحث الحرف	۱۸۷	بحث الحرف	۱۸۷	آمدن کے امر حاضر کے اور آستن و پیر استن کے امر حاضر آسے و پیرے میں یاے تحتانی کو رسمین کا بل کہنا عدم اعتنا اور خلاف تحقیق ہے۔
۱۸۸	حروف جر کا بیان اور انکی وجہ تسمیہ	۱۸۸	حروف جر کا بیان اور انکی وجہ تسمیہ	۱۸۸	آمدن کا ایک الف بحکم ضرورت حذف بھی ہو جاتا ہے۔
۱۸۹	از ابتدائیہ کی علامت	۱۸۹	از ابتدائیہ کی علامت	۱۸۹	باب التون
۱۹۰	از ابتدائیہ بقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔	۱۹۰	از ابتدائیہ بقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔	۱۹۰	باب الواو
۱۹۱	از بیانیہ۔	۱۹۱	از بیانیہ۔	۱۹۱	قاعدا ثبات۔
۱۹۲	از بیانیہ علامت لفظی۔	۱۹۲	از بیانیہ علامت لفظی۔	۱۹۲	قیاس چاہتا ہے کہ لوہون کا امر ہو جو معنی آرزو و اشتیاق ہو کہ نقصان ہوون سے مشتق نہیں۔
۱۹۳	از بیانیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔	۱۹۳	از بیانیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔	۱۹۳	لوہون بخوف داو بدن بھی مستعمل ہے۔
۱۹۴	از بیانیہ۔	۱۹۴	از بیانیہ۔	۱۹۴	قاعدہ تبدیل
۱۹۵	از انتزاعیہ۔	۱۹۵	از انتزاعیہ۔	۱۹۵	پاؤن مائیات کے یہاں نے کیلئے موضوع سے خواہی بالفعل مائی ہو خواہی بالقوہ۔
۱۹۶	از اعراضیہ۔	۱۹۶	از اعراضیہ۔		
۱۹۷	از تفضیلیہ۔	۱۹۷	از تفضیلیہ۔		
۱۹۸	مفضل یا مفضل علیہ کے حذف میں کوئی نکتہ مقصود ہوتا ہے۔	۱۹۸	مفضل یا مفضل علیہ کے حذف میں کوئی نکتہ مقصود ہوتا ہے۔		
۱۹۹	مفضل علیہ کی مفضل پر تقدیم بعض اہم جو متضمن معنی تفضیل میں بغیر حروف تفضیل مفضل نجاتے ہیں کبھی ان سے معنی تفضیلی کی تجرید کر لیا جاتی ہے تو حروف تفضیل یعنی لفظ تر یا ترین ان پر داخل کیے جاتے ہیں بعد حذف حرف جر صیغہ تفضیل کو مفضل علیہ کی جانب اضافت کر سکتے ہیں۔	۱۹۹	مفضل علیہ کی مفضل پر تقدیم بعض اہم جو متضمن معنی تفضیل میں بغیر حروف تفضیل مفضل نجاتے ہیں کبھی ان سے معنی تفضیلی کی تجرید کر لیا جاتی ہے تو حروف تفضیل یعنی لفظ تر یا ترین ان پر داخل کیے جاتے ہیں بعد حذف حرف جر صیغہ تفضیل کو مفضل علیہ کی جانب اضافت کر سکتے ہیں۔		
۱۷۹	مفضل کی اضافت مفضل علیہ کی طرف مشروط بشرط ہے۔	۱۷۹	مفضل کی اضافت مفضل علیہ کی طرف مشروط بشرط ہے۔		
۱۸۰	استعمال تفضیل بطریق اضافت و بطریق تحلیل میں نسبت عموم ملحقہ ہوتی ہوگی۔	۱۸۰	استعمال تفضیل بطریق اضافت و بطریق تحلیل میں نسبت عموم ملحقہ ہوتی ہوگی۔		
۱۸۱	مفضل اگر معنی وضعی کو متضمن ہو علم یا کوئی اور اسم ہو تو متاویل ہوگا اور برائے استعانت۔	۱۸۱	مفضل اگر معنی وضعی کو متضمن ہو علم یا کوئی اور اسم ہو تو متاویل ہوگا اور برائے استعانت۔		
۱۸۲	از اجلیہ بمعنی برائے۔	۱۸۲	از اجلیہ بمعنی برائے۔		
۱۸۳	از سببیہ۔	۱۸۳	از سببیہ۔		
۱۸۴	فرق در میان اجلیہ اور سببیہ کیا ہے۔	۱۸۴	فرق در میان اجلیہ اور سببیہ کیا ہے۔		
۱۸۵	از محملہ اضافت۔	۱۸۵	از محملہ اضافت۔		
۱۸۶	اس تحلیل سے شکم کو کونسا فائدہ مطلوب ہے۔	۱۸۶	اس تحلیل سے شکم کو کونسا فائدہ مطلوب ہے۔		
۱۸۷	صحت اضافت کے لئے کوئی مناسبت بھی کفایت کرتی ہے تو ازادہ کی محملہ میں کیوں مرج نہ کر دیا۔	۱۸۷	صحت اضافت کے لئے کوئی مناسبت بھی کفایت کرتی ہے تو ازادہ کی محملہ میں کیوں مرج نہ کر دیا۔		
۱۸۸	از ماؤی۔	۱۸۸	از ماؤی۔		
۱۸۹	مجرور ازادہ حقیقی بھی ہوتا ہے اور ادعائی بھی۔	۱۸۹	مجرور ازادہ حقیقی بھی ہوتا ہے اور ادعائی بھی۔		
۱۹۰	از برائے قسمت	۱۹۰	از برائے قسمت		
۱۹۱	از بختیہ یا مفعول	۱۹۱	از بختیہ یا مفعول		
۱۹۲	از بمعنی ہائے مرکبہ الصالیہ۔	۱۹۲	از بمعنی ہائے مرکبہ الصالیہ۔		
۱۹۳	جزو صفت۔	۱۹۳	جزو صفت۔		
۱۹۴	حروف روابط مطلقاً جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں خصوصیت از کی اس باب میں کچھ نہیں۔	۱۹۴	حروف روابط مطلقاً جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں خصوصیت از کی اس باب میں کچھ نہیں۔		
۱۹۵	از جزو صفت کا حذف۔	۱۹۵	از جزو صفت کا حذف۔		
۱۹۶	از وصلہ۔	۱۹۶	از وصلہ۔		
۱۹۷	از وصلہ پر سپین وغیرہ کا ہے فاعل اور مفعول اول اور ثانی پر لایا گیا ہے۔	۱۹۷	از وصلہ پر سپین وغیرہ کا ہے فاعل اور مفعول اول اور ثانی پر لایا گیا ہے۔		
۱۹۸	از زائدہ۔	۱۹۸	از زائدہ۔		
۱۹۹	کلام میں حروف زائدہ فائدہ بخشی سے اضافی نہیں رہتے۔	۱۹۹	کلام میں حروف زائدہ فائدہ بخشی سے اضافی نہیں رہتے۔		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	کَاف علیہ۔	۱۹۸	حذف در۔	۱۹۲	آزیر اور زیر کی تحقیق۔
~	کَاف غنائیہ۔	~	لفظ بر کا بیان۔	~	آز اور را اور برے یا بر وغیرہ
~	حذف کَاف علیہ۔	~	بربرے استعمالے حقیقی۔	~	ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔
۲۰۳	کَاف تمثیلیہ۔	~	بر اسمی یعنی اسپر نامہ تسمیہ لگا کر	~	آز اول اور از پیش وغیرہ میں
~	کَاف تفریعیہ۔	~	برہ کہتے ہیں۔	~	از کیسا ہے۔
~	کَاف شرطیہ۔	~	بر اسمی یعنی نزدیک۔	۱۹۳	آز برے اور از اول کے دونوں
~	کَاف جزائیہ۔	~	بر اسمی و حرفی میں ماہ الامتیاز	~	زائدہ از میں فرق۔
~	صاحب جوابہ الحروف اس کَاف	~	بر لزومیہ۔	~	ناگاہ اچانک کے معنی کیوں دیتا ہو
~	کوزنہاریہ کہتے ہیں اور چند شرطوں	~	بر سببیہ۔	~	از اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ ملتا
~	کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔	۱۹۹	بر اجلیہ۔	~	ہے الف کی حرکت ماقبل کو دے کر
۲۰۵	کَاف لزومیہ۔	~	بر اتصالیہ۔	~	الف کو گرا دیتے ہیں۔
~	کَاف فجائیہ الفاقیہ۔	~	بر یعنی مقابل و پیش و نرد۔	~	تا انتہائیہ سادہ۔
~	کَاف عاطفہ اضرایہ۔	~	بر یعنی الی۔	~	علامت تا انتہائیہ کی۔
~	کَاف اضرایہ جسمین ترقی	~	بر یعنی در۔	۱۹۲	حذف تا انتہائیہ۔
~	معطوف مقصود نہیں۔	~	بر مفعولی۔	~	تا ابتداءئیہ تضمنیہ۔
~	کَاف اضرایہ جسمین ترقی	~	بر یعنی با وجود۔	~	تا انتہائیہ تضمنیہ۔
~	معطوف مقصود ہے۔	~	بر زائدہ تاکیدیہ۔	~	تا یعنی حے۔
~	کَاف عاطفہ سادہ یعنی واو۔	۲۰۰	بر زائدہ تزئینیہ۔	~	تا علیہ سببیہ۔
۲۰۶	وقت قیام قرینہ حذف کَاف خبریہ	~	بیان را۔	۱۹۵	تا لزومیہ۔
~	کَاف تفصیلیہ۔	~	را یعنی برائے تخصیصیہ۔	~	تا بیانیہ۔
~	کَاف مقولہ کی تحقیق۔	~	مرخداے رامن مرزائدہ نہیں ہو	~	تا نہ نہاریہ تاکیدیہ۔
۲۰۷	اس کَاف مقولہ کا مصدر یہ نا	~	تاکید اختصاص کرتا ہے۔	۱۹۶	تا اسمی بمعنی جہہ و ظرف
~	رکھنا انسب ہے۔	۲۰۱	را توسلیہ۔	~	بیان لفظ در۔
۲۰۸	اس کَاف کو در صورت خصوصیت	~	را علیہ۔	~	ظرف زمان و مکان میں در کا استعمال
~	معنی قول کَاف تفسیر کہنا چاہیے۔	~	را سببیہ۔	~	حقیقی ہے اور غیر ہما میں مجاز۔
~	کَاف دعائیہ۔	~	راے علیہ کا حذف۔	~	در یعنی بر۔
~	حذف کَاف دعائیہ۔	~	راء استعلا۔	~	در یعنی قرب۔
~	کَاف قسم۔	~	را ظرفیہ۔	~	در یعنی پیش۔
~	حذف کَاف قسم۔	۲۰۲	را یعنی از۔	۱۹۷	در بجائے را مفعول۔
~	کَاف تشبیہ۔	~	را یعنی با۔	~	در تمیزیہ۔
۲۰۹	کَاف بیانیہ۔	~	را محملہ اضافت۔	~	در اتصالیہ۔
~	کَاف تردیدیہ۔	~	را زائدہ محض۔	~	در ضربیہ۔
~	کَاف زائدہ۔	۲۰۳	حذف راے علامت مفعول	~	در زائدہ تاکیدیہ۔
۲۱۰	کہ اسمی موصول۔	~	بیان کَاف۔	۱۹۸	در زائدہ تزئینیہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کے لئے فعل متعلق کا سینہ ماضی	۲۱۵	ہائے تقدیر -	۲۱۰	کہ استخباری -
	ہونا شرط ہے -	"	اور حروف کو حرف تقدیر کہیں کہتے	"	کہ تقریری -
۲۱۹	بسا کے جواب میں کاف کا مقدر	"	ہائے صلہ -	"	کہ انکاری -
	یا محفوظ ہونا ضرور ہے -	"	ہائے زائدہ -	"	استفہام انکاری میں دوسری تاویل
"	افہار تاسف و تحسر کے لئے اس پر	"	ہائے مہملہ یا بے مرکب -	۲۱۱	کہ اورچہ استفہام کا موضع استعمال
"	حرف مذامبی لایا کرتے ہیں -	"	ہائے مہملہ باوجود -	"	کہ اورچہ ایک جگہ جمع ہو کر معنی
"	نہیں اور بسے کا بیان -	۲۱۶	بیان ہائے مرکب -	"	چرا کا دیتے ہیں -
"	مدخل بسا مفرد و جمع دونوں	"	ہائے مرکب معیت -	"	دو نوع کے دو کافوں کا ایک جگہ اجتماع
"	طرح مستعمل ہے -	"	ہائے مرکب عاطفہ -	"	ہائے الصافیہ -
"	واو قسمیہ کا بیان -	"	ہائے مرکب بھنے الے -	"	ہائے الصافیہ -
"	تعریف تشبیہ -	"	ہائے مرکب ظرفیہ -	۲۱۲	ہائے مصاحبت -
"	استعارہ تحقیقی -	"	ہائے مرکب استعلا -	"	ہائے الصافیہ اور باو معیت کا ماہ الامتیاز
"	استعارہ بالکنایہ -	"	ہائے مرکب بھنے اذ -	"	ہائے استعانت -
۲۲۱	استعارہ تخیلیہ -	"	ہائے مرکب بجائے رائے محلہ	"	ہائے توسل -
"	تعریف تجرید -	"	ہائے مرکب بھنے تصرف -	"	ہائے غایت بھنے برائے -
"	تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ہونا واجب	"	ہائے مرکب بھنے اختصاص -	"	ہائے علت و سبب -
"	اگرچہ تشبیہ کیلئے پانچ چیزوں کا ہونا	"	ہائے مرکب بھنے باوجود -	"	ہائے معاوضہ و مقابلہ -
"	واجب ہے مگر ارکان اور اجزا کو تشبیہ	۲۱۷	ہائے مرکب بمعنی پیش و تقابل	۲۱۳	ہائے موافقت -
"	صرف چار ہیں -	"	ہائے مرکب بھنے معاوضہ -	"	ہائے لیاقت -
"	غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے	"	ہائے مرکب برائے استعانت	"	ہائے تصرف -
"	تشبیہ میں دوسری شے اصل ہیں -	"	ہائے مرکب عاطفہ -	"	ہائے مقداریہ -
۲۲۲	ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ	"	ہائے مرکب صلہ -	"	ہائے تمیز -
"	تشبیہ دینے سے کیا منظور ہے -	۲۱۸	دو حروف خواہ ایک نوع کے ہوں	"	ہائے قسمیہ -
"	جہاں تشبیہ سے اتنی اور گہرا وجود	"	خواہ ہوں کسی کلمہ پر جمع ہوں ان	"	ہائے ابتدائیہ -
"	محال ہوتا ہے تو کبھی ضعف و نقص	"	میں ایک حذف کر دیا جاتا ہے -	"	ہائے مہملہ تا انتہائیہ
"	ہی کو تشبیہ بہ بنا دیتے ہیں -	"	دو کاف کا ایک جگہ جمع ہو جانا شاذ ہی	۲۱۴	ہائے مہملہ آلی -
"	کبھی مہملہ تشبیہ بہ بنا دیا جاتا ہے	"	فرا کا بیان -	"	ہائے مہملہ پیش -
۲۲۳	چاروں رکن تشبیہ کے مذکور -	"	فرا بجائے ہائے صلہ -	"	ہائے مہملہ نزد -
"	تشبیہ کے چاروں رکن مذکور ہوں -	"	فرا ظرفیہ -	"	ہائے مہملہ زیر -
"	صرف تشبیہ محذوف باقی مذکور -	"	فرا بھنے بر استعلا -	"	ہائے تشبیہی -
"	صرف اواد تشبیہ محذوف باقی مذکور	"	فرا بھنے پیش -	"	ہائے ظرفیہ بھنے و -
"	صرف وجہ تشبیہ محذوف -	"	فرا زائد -	"	درجہ بندی کی ہائے ظرفیہ سے تقدیم
"	تشبیہ اور اواد یہ دونوں محذوف	۲۱۵	بیان بسا اور اس کا مخفف بس	"	حذف ہائے ظرفیہ
"	باقی مذکور -	"	چونکہ بسا انشاء کے لئے مختصہ کیلئے	"	ہائے استعلا بھنے ہر -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۳	مشبہ اداءہ - وجہ - شبہ - بینہ یوں محذوف صرف مشبہ مذکور۔	۲۲۳	تاکہ کو مشکین پرند اور شبہ بزرگ تشبیہ دینا، بھی اسی قبیل سے ہے	۲۲۳	اسی قسم کا تشبیہ بلیغ نام ہے۔
۲۲۴	تکلیف بلیغ اور استعارہ کا ماہہ اللعیانہ	۲۲۴	طریقین سے کیا کا وصف مذکور ہو	۲۲۴	تکلیف بلیغ اور استعارہ کا ماہہ اللعیانہ
۲۲۵	مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔	۲۲۵	صرف مشبہ کا وصف مذکور ہو	۲۲۵	مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔
۲۲۶	مشبہ مع اداءہ مذکور باقی محذوف۔	۲۲۶	صرف مشبہ بہ کا وصف مذکور ہو	۲۲۶	مشبہ مع اداءہ مذکور باقی محذوف۔
۲۲۷	ارکان ثلثہ کی افراد ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم۔	۲۲۷	طریقین کا وصف مذکور ہو	۲۲۷	مشبہ مع اداءہ مذکور باقی محذوف۔
۲۲۸	جميع ارکان ثلثہ مرکب۔	۲۲۸	یہاں وصف سے کونسا وصف مراد ہے۔	۲۲۸	ارکان ثلثہ کی افراد ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم۔
۲۲۹	بعض مرکب اور بعض مفرد۔	۲۲۹	تشبیہ مفصل۔	۲۲۹	جميع ارکان ثلثہ مرکب۔
۲۳۰	متعدد و مرکب میں کیا فرق ہے	۲۳۰	تقسیم نوع ثالث تشبیہ باعتبار وجہ۔	۲۳۰	بعض مرکب اور بعض مفرد۔
۲۳۱	تعدد و طریقین۔	۲۳۱	تشبیہ قریب مبتذل۔	۲۳۱	متعدد و مرکب میں کیا فرق ہے
۲۳۲	تعدد و وجہ۔	۲۳۲	تشبیہ بعید غریب۔	۲۳۲	تعدد و طریقین۔
۲۳۳	تقسیم تشبیہ باعتبار طریقین۔	۲۳۳	وجہ تشبیہ کی مناسبت میں جب کمال بعد ہوتا ہے جب بھی پایہ بلاغت سے گرجاتی ہے۔	۲۳۳	تعدد و وجہ۔
۲۳۴	ملفوظ مرتب۔	۲۳۴	باب اعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ	۲۳۴	تقسیم تشبیہ باعتبار طریقین۔
۲۳۵	ملفوظ غیر مرتب۔	۲۳۵	تشبیہ قوی و ضعیف ہو جاتی ہے	۲۳۵	ملفوظ مرتب۔
۲۳۶	وجہ متعدد جس کے کل اجزاء حسی ہیں۔	۲۳۶	صرف مشبہ بہ مذکور باقی ارکان محذوف۔	۲۳۶	ملفوظ غیر مرتب۔
۲۳۷	وجہ متعدد و مجموع اجزاء عقلی۔	۲۳۷	مشبہ و مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔	۲۳۷	تشبیہ مفروق۔
۲۳۸	وجہ شبہ مختلف بعض حسی اور بعض عقلی	۲۳۸	یہ دونوں قسمیں اقویٰ ہیں۔	۲۳۸	وجہ متعدد جس کے کل اجزاء حسی ہیں۔
۲۳۹	تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔	۲۳۹	چاروں رکن کا ذکر کرنا تشبیہ کو اضعف کر دیتا ہے۔	۲۳۹	وجہ متعدد و مجموع اجزاء عقلی۔
۲۴۰	حسی سے ہماری بیان کیا مراد ہے	۲۴۰	باقی بین بین ہیں در میان ضعف و قوت۔	۲۴۰	تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔
۲۴۱	تشبیہ وہی۔	۲۴۱	مشبہ کے استہم اور خص اور کمال اوصاف وجہ شبہ بنائی جاتی ہے	۲۴۱	حسی سے ہماری بیان کیا مراد ہے
۲۴۲	تفرق وہی و خیالی۔	۲۴۲	نه مطلق اوصاف	۲۴۲	تشبیہ وہی۔
۲۴۳	تشبیہ خیالی وہی کا ماہہ الامتياز۔	۲۴۳	تقسیم باعتبار تقييد و عدم تقييد ارکان	۲۴۳	تفرق وہی و خیالی۔
۲۴۴	خیالات کی طرح و سمیات حسی ہیں	۲۴۴	طریقین اور وجہ مطلق یعنی غیر مقید۔	۲۴۴	تشبیہ خیالی وہی کا ماہہ الامتياز۔
۲۴۵	تحسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہ دینے کی وجہ۔	۲۴۵	مشبہ و مشبہ بہ ہر مقید۔	۲۴۵	خیالات کی طرح و سمیات حسی ہیں
۲۴۶	تشبیہ مجموع اجزاء عقلی۔	۲۴۶	صرف مشبہ مقید۔	۲۴۶	تحسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہ دینے کی وجہ۔
۲۴۷	بعض اجزاء حسی بعض عقلی۔	۲۴۷	صرف مشبہ بہ مقید۔	۲۴۷	تشبیہ مجموع اجزاء عقلی۔
۲۴۸	مثیل اور ضرب المثل کس کو کہتے ہیں	۲۴۸	وجہ شبہ مطلق۔	۲۴۸	بعض اجزاء حسی بعض عقلی۔
۲۴۹	تقسیم باعتبار وجہ۔	۲۴۹	وجہ شبہ مقید۔	۲۴۹	مثیل اور ضرب المثل کس کو کہتے ہیں
۲۵۰	تشبیہ مجمل۔	۲۵۰	غرض راجع بسوے مشبہ کی پہلی قسم	۲۵۰	تقسیم باعتبار وجہ۔
۲۵۱	وجہ شبہ کمال ظاہر	۲۵۱	یعنی شبہا مر غریب منفع الوقوع	۲۵۱	تشبیہ مجمل۔
۲۵۲	وجہ شبہ نہایت پوشیدہ ہو	۲۵۲		۲۵۲	وجہ شبہ کمال ظاہر



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	ایک ہی اسم پر ناہمی داخل ہونا ہے اور کبھی سے بھی ۔	۲۳۷	ان چاروں حال میں متعل ہے ۔	۲۳۷	بیان اداۃ تشبیہ ۔
~	نامداد اور لے مراد میں فرق معنوی	~	حرف متنا پر حرف نڈالا نیکی غرض ۔	~	بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو اسم ہیں ۔
۲۳۹	الف نفی کا ہندی فارسی میں مشترک جز	~	آیا دایا ۔	~	مثال عینہ جو اداۃ تشبیہ میں اسم ہے
~	کم اندک پیچ یہ الفاظ بھی نفی مطلق کے لیے آتے ہیں ۔	~	آیا کے لیے صد مجاہدین واقع ہونا ضروری ہے	~	بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو فعل ہیں ۔
~	کہ وانک وشیخ کو مجازاً نفی مطلق کے لیے استعمال کرنے میں نکاتہ کیا ہے ۔	~	آیا استعجاب و مستعجاب کیلئے ۔	~	بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو حرف ہیں
۲۵۰	حرف نو صوب اسم ۔	~	بیان نہ و نے مشبہ بہ نیست ۔	~	مثال اسما بالقصر ۔
~	واو جمعیت محصورہ کے لیے ۔	~	کبھی یہ کلمات نفی محذوف الہم بھی آتے ہیں	~	مثال آسا بالمد و ساروسان ۔
~	واو جو محطوف و معطوف علیہ میں علامت علیت پیدا کرے ۔	۲۴۳	بیان نہ نفی جنس کا جب علم ہوتا ہے تو متا دل ہوتا ہے ۔	~	مثال ویش ۔
~	واو جو لازماً بغیر علامت علیت پیدا کرتا ہے ۔	~	فرق نفی جنس و مشبہ بہ نیست کا	~	مثال ویش ۔
~	حرف استثنا کا بیان ۔	~	نڈکی اصل باختصاص ہے کبھی اسے ظاہر کے ساتھ متعل ہوتی ہے ۔	~	مثال نش ۔
~	بیان مستثنی متصل ۔	۲۴۴	بیان نا و ہے نافیدہ کا ۔	~	مثال وار ۔
~	مستثنی مفرغ ۔	~	اصناف صفت مستثنی پر نا داخل ہونا	~	لفظ سان کی تحقیق کہ وہ براستلزام کی طرح اسم اور حرف دونوں ہے ۔
~	مستثنی مفرغ کلام حجب میں شاذ وادر ہے	~	اسما و غیر مستثنی پر کسی اور ترکیب سے	~	حرف تشبیہ چون اور اس کے مخفف چو کا بیان
۲۵۱	بیان مستثنی منقطع ۔	~	معنی و صنفی محال کر کے نا داخل کرنا	~	لفظ چون کیفیت یا سبب شے کی طلب و اخبار کے لیے بھی آتا ہے ۔
~	دخول و عدم دخول مستثنی قصہ مکمل پر موقوف ہے ۔	۲۴۵	اسم غیر مشتق مشتق معنی صفت پر نا کا داخل ہونا ۔	~	چون بجای چہ مستعجابہ متعل ہوتا ہے ۔
~	استثنا و منقطع حقیقت میں ہشتا نہیں ہے انہیں بجائے (کلمہ استدراک) لیکن کے مستعار متعل ہے ۔	~	بعض اسماء غیر صفت و غیر مشتق معنی صفت کو	~	چون متضمن معنی شرط ۔
~	حرف استثنا اگر موضع غلبہ ظن بلکہ غلبہ یقین میں در موقع امید و موضع استعجاب میں ہوتا ہے	~	بیکسی ترکیب مستثنی معنویں لیکر نا داخل کرنا	~	حروف مشبہ بالفعل ۔
۲۵۲	بیان حرف استثنا جز ۔	~	نا توان ناخوان ناوار ناوان سے الفاعلی	~	ہمانا کا بیان ۔
~	لفظ عربی غیر طرح کلمہ جز مضامی ہوتا ہے اور اس پر بے رائدہ بھی لایا جاتا ہے ۔	~	حذف کیا گیا ہے یعنی یہ مخرج سینہ ہیں ۔	~	لفظ خود کی تحقیق ۔
~	کلمہ جز با مضاف الیہ اضافت متعل ہوتا ہے	~	ناکا استعمال حالات اقتضائے قیاس	~	لفظ خود متضمن معنی ضمائر کا الحاق نا کا
~	کلمہ جز پر بے رائدہ الحاق سے	~	نا داشت مجازاً نہ غیرت اور نیکے کو بھی کہتے ہیں ۔	~	لفظ خود ضمائر کو مفصل ہو و لاق ہو سکتی ہیں
~	جز بھی کہا جاتا ہے ۔	~	نا ساز و نا قبول میں ساز و قبول معنی سازگاری و قبول متعل ہونا کا استعمال حقیقت ہو گا	~	ہمانا کی تحقیق ۔
~	لفظ اگرشت بھی کلمات استثنا سے جز	~	بضرورت الفاظ کا حذف بھی کیا جاتا ہے ۔	~	مانا مخفف ہمانا ۔
~	کلمہ استثنا جز اگرشت سے مجازاً ہے	~	موضع استعمال ہے ۔	~	مانا اداۃ تشبیہ و مانا بمعنی باقی اس بحث سے خارج ہے ۔
~	حکم قبل کا ابد کے لیے بھی ثابت کیے ہیں	۲۴۷	بحساب معنی بیدار و ظلم کی تحقیق	~	دوسرا حرف مشبہ میں سے گویا ۔
~	کلمات استثنا اسامی افعال سے ہیں	~	بے دا و معنی ظلم و معنی ظلم ہر دو کی تحقیق	~	تیسرا رنگ ۔
~	بعض استثنا میکنم نہ حروف ۔	~	نہ و او پر کلمات نسبت فاعلی کے الحاق سے	~	بلکہ جو غلبہ ظن میں متعل ہے ۔
~		~	بیدار و گرو نے دا و مند کہنا جائز ہے ۔	~	لیکن ۔
~		~	بعض موضع میں نے نافیدہ ظلاف تعصفاً	~	فرق لے اور لیک میں ۔
~		~	قیاس بجائے نا متعل ہے ۔	~	کاش ۔
~		~		~	نکات کاش ۔
~		~		~	کاش کلمات و مشتقات عقلی و عادی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۳	حروف زوہب اسم میں سکلمات مذابھی ہیں	۲۵۸	جس شے کی آواز کی حکایت کیجئے	۲۵۳	حروف عاطفہ کا بیان -
۲۵۴	تحتیتی -	۲۵۹	اس کے محکی عنہ اور حکایت میں	۲۵۴	آٹھ حروف مطلق جمع کے لیے
۲۵۵	اگر وصلیہ جیسے عربی میں ان وصلیہ	۲۶۰	مطابقت شرط ہے یہاں یہ امر	۲۵۵	جمع کے مت -
۲۵۶	ہوتا ہے -	۲۶۱	ستعز ہے -	۲۵۶	بیان واو عاطفہ جو مطلق جمع کیلئے
۲۵۷	وصلیہ بنانے کے لیے لفظ اگر پرچہ چاہئے	۲۶۲	ایک ہی شے کی آواز کو بعض قوم	۲۵۷	موضوع ہے بلحاظ ترتیب -
۲۵۸	یا واو بھی لاحق کرتے ہیں -	۲۶۳	ایک طور سے اور بعض قوم ایک طے	۲۵۸	واو ایسے موضع میں بھی مستعمل ہوتا ہے
۲۵۹	حروف شرط صیغہ مضارع کے ساتھ	۲۶۴	سے کس وجہ سے ادا کرتے ہیں -	۲۵۹	جہاں ترتیب محال ہو -
۲۶۰	کس وقت استعمال کیئے جاتے ہیں -	۲۶۵	کلمات تنبیہ بھی موصوت خبریہ ہیں -	۲۶۰	واو ایسے موضع میں بھی مستعمل ہوتا ہے
۲۶۱	حرف شرط صیغہ ماضی کے ساتھ	۲۶۶	کلمات تعجب کلمات مدح و ذم کے ساتھ	۲۶۱	جہاں ترتیب ذکر کی عکس وجہ ہو
۲۶۲	کب مستعمل ہوتا ہے -	۲۶۷	لفظ و معنی مناسبت نامہ رکھتے ہیں	۲۶۲	ہلال اور بدر اور کسوف اور خسوف
۲۶۳	چون شرط طبعیہ -	۲۶۸	کلمات مدح و ذم -	۲۶۳	کی حقیقت -
۲۶۴	تا شرط طبعیہ -	۲۶۹	مخصوص بال مدح مخدوف بھی ہوتا ہے	۲۶۴	کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی
۲۶۵	حروف شرط کبھی حذف بھی کیے جاتے ہیں	۲۷۰	فارسی میں کلمات مدح و ذم کو	۲۶۵	جوبیان ہوئی پھر ارشاد سے کے
۲۶۶	کبھی جزا بھی حذف کیجاتی ہے -	۲۷۱	اسماے افعال کہنا مناسب ہو -	۲۶۶	نگلجانے کے ساتھ کیوں تیسر کر تو ہوتا ہے
۲۶۷	بعض موصولات بھی تشفیں معنی شرط	۲۷۲	حتمہ ذ -	۲۶۷	کسوف و خسوف ایک ضروری اجتماع
۲۶۸	ہوا کرتے ہیں -	۲۷۳	کلمات تنبیہ -	۲۶۸	و تقابل شمس و قمر سے ہوتا ہے پھر
۲۶۹	حروف تعجب کا بیان -	۲۷۴	کلمات تعجب مدح و ذم و تنبیہ	۲۶۹	شائع علیہ السلام والصلوۃ اس سے
۲۷۰	شعر مشہور فلک گفت حسن ملک گفت	۲۷۵	بار جو دیکھ اسماء افعال ہیں پھر بھی	۲۷۰	کیون خوف دلاتے ہیں ان اوقات
۲۷۱	زہد میں حسن اور زہد کی تحقیق -	۲۷۶	بحث اسم میں مدح مگر نیک عذر -	۲۷۱	میں کا خیر و عبادات کی کس لینے
۲۷۲	شعجب منہ کا حذف -	۲۷۷	حروف الايجاب -	۲۷۲	ہدایت فرماتے ہیں -
۲۷۳	مثال زہد ہے و خجہ -	۲۷۸	بلی بھی نعم کی طرح عربی الاصل ہے -	۲۷۳	کبھی واو سے چند اسم ایک فعل میں
۲۷۴	مثال اینست و انت -	۲۷۹	تعریف حروف الايجاب -	۲۷۴	کبھی چند فعل ایک اسم میں جمع ہوتے ہیں
۲۷۵	کلمات تعجب اسماء افعال ہیں	۲۸۰	حروف الايجاب بلا تصرف تصدیق	۲۷۵	کبھی مضمون چند جملوں کا -
۲۷۶	کلمات تعجب کے معنی -	۲۸۱	قول ماسبق کرتے ہیں -	۲۷۶	کبھی واو عاطفہ زائدہ -
۲۷۷	ترکیب نحوی اشعار مثالیہ کی	۲۸۲	قول ماسبق جسکی یہ حروف تصدیق	۲۷۷	واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے
۲۷۸	واہ واہ واہ واہ پہ پہ یلی اسماء	۲۸۳	و تقریر کرتے ہیں مثبت بھی ہوتا ہے	۲۷۸	یہاں حذف صرف لفظ حذف مراد ہے
۲۷۹	اصوات ہیں -	۲۸۴	جملہ ماسبق مصدقہ بحروف الايجاب	۲۷۹	واو عاطفہ کہان مقدر مانا جاتا ہے
۲۸۰	واہ واہ کی مثال -	۲۸۵	منفی بھی ہوتا ہے -	۲۸۰	اور کس جگہ نہیں مانا جاتا -
۲۸۱	پہ پہ کی مثال -	۲۸۶	اثبات ماسبق بازائہ نفی -	۲۸۱	فصل وصل مطلق علم معانی میں
۲۸۲	یلی کی مثال -	۲۸۷	جملے کا استعمال تصدیق الايجاب میں شاذ	۲۸۲	کس کو کہتے ہیں -
۲۸۳	اسماے اصوات میں غیر فوسی روح	۲۸۸	فارسی میں نعم اور بلے کے اند کوئی	۲۸۳	واو عاطفہ مشع کا بیان -
۲۸۴	کی آواز میں -	۲۸۹	ماہ الامتیا زہدین ایک دوسرے کی جگہ	۲۸۴	واو عاطفہ غیر مشع کا بیان -
۲۸۵	جا فورون اور غیر قادر علی الکلام	۲۹۰	برابر استعمال ہوجاتے ہیں -	۲۸۵	واو عاطفہ متحرک بحرکت فتح بھی
۲۸۶	بچوں کی آوازیں -	۲۹۱	حروف الايجاب وسط کلام میں داخل	۲۸۶	ہوتا ہے -
		۲۹۲	ہوتے ہیں -	۲۸۷	بعد واو کے اگر کوئی کلمہ مصدر بالفت
		۲۹۳	بقصد تاکید حروف الايجاب کی تکرار	۲۸۸	ہوا سکی حرکت نقل کر کے واو کو

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	مین جائز ہے۔	صفحہ	صرف انگاہ یعنی بعد ازان ہے۔	صفحہ	دیتے ہیں اور اس الف کو کتا یہ بھی
~	یا کا استعمال اختلاف کیفیت میں	~	پس میں تہیب یا مہلت مقصود ہوتی	~	باقی رکھتے ہیں کبھی گرا دیتے ہیں۔
~	کبھی تو یہ لفظ حذف کردہ ہیں۔	~	ہے اگرچہ اکمال امر عقب تراخی	~	و او عاطفہ او معطوف کے درمیان
۲۷۹	یا ترودیدہ صرف معطوف علیہ پر	~	کے ساتھ ہو۔	~	فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔
~	لانا جائز ہے۔	۲۷۷	پس تفریع ہے۔	~	بیان با عاطفہ۔
~	بیان اگر ترودیدہ اور اسکا اہل خمس	~	تفریع اور تعقیب میں فرق۔	۲۷۵	بیان تا عاطفہ۔
~	کے ساتھ اختصاص۔	~	بیان باز عاطفہ۔	~	ہم عاطفہ کا بیان۔
~	اگر کایاے ترودیدہ کی طرح معطوف	~	باز میں ترتیب مہلت اور تراخی کے	~	ہم عاطفہ معطوف و معطوف علیہ
~	و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا	~	ساتھ مقصود ہو ا کرتی ہے۔	~	دونوں پر داخل ہوتا ہے۔
~	اور اتفاق و اختلاف کیفیت میں	~	باز عاطفہ کا معطوف کے اول و آخر	~	ہم عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ
~	اسکا استعمال۔	~	دونوں جگہ لانا جائز ہے۔	~	عاطفہ بھی لایا جاتا ہے۔
~	یا ترودیدہ اور اگر ترودیدہ میں فرق	~	باز عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ عاطفہ	~	ہم عاطفہ مفرد اور جملہ دونوں پر داخل
۲۸۰	لفظ اگر کی حقیقت۔	~	کا لانا بھی جائز ہے۔	~	ہوتا ہے خصوصیت جملہ کی کچھ نہیں۔
~	خواہ ترودیدہ کا بیان۔	~	کاف عاطفہ کا بیان۔	~	ہم عاطفہ معطوف کے اول و آخر ہر دو
۲۸۱	خواہی سے خواہ بنانے میں	~	باز متصلہ مفتی عاطفہ کا بیان۔	~	لانا جائز ہے۔
~	نکتہ کیا ہے۔	~	نہ عاطفہ کا بیان۔	~	ہم عاطفہ کا نیز عاطفہ کیساتھ جمع ہوا
~	خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت	۲۷۸	بیان کلمات عاطفہ ترودیدہ	~	ہم عاطفہ کا مزید علیہ ہاں بھی مستعمل ہو
~	اور انشا و خبر میں یا کی طرح	~	یا اور اگر اور خواہ ان تینوں کلموں	~	ہاں عاطفہ کے ساتھ نیز عاطفہ بنظر
~	برابر مستعمل ہے۔	~	کو معطوف و معطوف علیہ دونوں	~	تاکید لے آتے ہیں۔
۲۸۱	کاف ترودیدہ۔	~	پر لانا جائز ہے۔	~	نیز عاطفہ کا بیان۔
~	واؤ ترودیدہ کا بیان۔	~	یا اور خواہ کے استعمال میں	~	نیز عاطفہ بھی مکرر اور مقدم اور مؤخر
۲۸۲	تقاریر و توارخ۔	~	فرق ہے یا نہیں۔	~	ہم عاطفہ کی طرح مستعمل ہے۔
~	فقط	~	یا کا استعمال متفق الکلیفیت میں	~	بیان پس عاطفہ۔
~		~	یا کا استعمال خبر اور انشا دونوں	~	پس انگاہ میں پس یعنی بعد نہیں ہے

## صحت نامہ اغلاط دستور نامہ فارسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۷	جو	چو	۳۲	۱۱	نقداد	نقداد بین	۱۱۷	۱۷	خواہید	خوابید
۶	۱۳	جو	چو	۴۵	۶	اسمائی	اسمائی	۱۱۹	۱۴	کوبندگی	کوبندگی
۷	۱۲	گوئی	گوی	۵۳		غمی ایہ	یعنی ایم	۱۲۰	۱۲	مین سے	مین بابت
۸	۵	خارہ	خارہ	۵۴	۱	اختصار	اختصار کے	~	۱۴	اوسبب	اور سبب
۱۳	۲	حیران	حیران	~	۱۴	پسند	پسند خاطر	۱۲۲	۱۴	مرانیت	مرانیت
۱۵	۱۰	ہنسی	ہنسی	۵۶	۱۶	خود پرست	خود پرست	۱۲۳	۲۲	بہ	یہ
۲۰	۲۲	غزا	غزا	۵۷	۲۱	اسکو	اسکو ماضی میں	~	۲۳	اور	اور
۲۳	۲۱	صور و حروف	صور و حروف	۶۱	۱۱	یہا	یہا	۱۲۴	۹	جنگ	جنگ
۲۴	۶	وجوبیت	وجوب	۶۳	۹	سامعائی	سامعائی	۱۲۵	۱۲	آباد	آباد
۲۵	۱	ہدایت	ہدایت	۶۴	۱۱	ور	ور	~	~	سرخین قافلہ	سرخین قافلہ
~	۲۲	وہ	وہ	~	۱۳	اون	اون	۱۲۹	۲۲	بائی ہصدی	بائی ہصدی
۲۶	۱۹	لھا	لھا	~	۲۳	نہ خبر	نہ خبر	۱۳۰	۱۵	آب	آب
~	۲۳	لسا	لسا	۶۶	۱۴	مرگیا	مرگیا	۱۳۱	۱۲	زود خیر	زود خیر
۲۷	۱	لسا	لسا	~	۲۳	کا	کا	۱۳۸	۱۵	بہ عمری	بہ عمری
~	۱۲	ہے	ہے	۶۹	۴	بخشش	بخشش	~	۲۴	تشانہ	تشانہ
۲۸	۱۵	در نہ اہل عرب	اس واسطے کہ عرب	۷۲	۱۲	شپر	شپر	۱۳۱	۱۰	گنج خانہ	گنج خانہ
		بغیر ہمزہ اخیر	حروف کو ہستہ عطف	۷۴	۱۱	اسم	اسم	۱۳۱	۲	بہور ان دہ	بہور ان دہ
		استعمال نہیں کرتے	بغیر ہمزہ اخیر استعمال	۷۵	۲۷	مجلس	مجلس	~	۱۴	اضافت	اضافت
			کرتے ہیں اور عرب	۸۰	۵	کہ گو	کہ گو	~	۱۵	یا پیل	یا پیل
			بغیر ہمزہ اخیر کو	۸۶	۹	رکھتا ہو	رکھتا ہو	۱۳۶	۷	پارسا	پارسا
			لازم اور ضروری	~	۲۱	خلافت	خلافت	~	۸	ان گار	ان گار
			سیجے ہیں	۹۰	۱	ہو	ہو	~	۲۰	خرفش	خرفش
۲۹	۹	قسم	قسم	۹۰	۱	ہو	ہو	~	۲۰	خرفش	خرفش
۳۱	۲۱	بضغ	بضغ	۹۳	۲۳	جزو ہر	جزو ہر	۱۳۷	۳	سر اپاناز	سر اپاناز
۳۶	۱۰	ساز	ساز	۹۸	۶	کمان	کمان	~	۲۱	گہٹون ٹٹون	گہٹون ٹٹون
۳۸	۱۴	منطقہ البروج	منطقہ البروج	~	۱۳	بہ	بہ	~	~	دغیر مین دہ	دغیر مین دہ
		کے بین	کے بین	۹۹	۱۶	گیسوئے	گیسوئے	~	~	آن ہوگی	آن ہوگی
۳۹	۹	حرف	حرف	۱۰۰	~	فرنگنا ہا	فرنگنا ہا	~	~	کھٹہ منٹ دغیر	کھٹہ منٹ دغیر
~	~	حرف	حرف	~	~	کے لپہار کیلئے	کے لپہار کیلئے	۱۳۸	۲	واسع نہیں	واسع نہیں
۴۰	۳	شبیہ	شبیہ	~	~	وقت	وقت	۱۳۹	۳	مصرعہ اول	مصرعہ اول
~	~	حرف	حرف	~	~	لے آیا	لے آیا	۱۵۰	۲۳	چو	چو
۴۱	۵	لی	لی	۱۱۷	۱۲	خواہد	خواہد	۱۵۲	۱۳	آغار	آغار
								۱۵۳	۴	آبادما	آبادما



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۳	۲۰	بگون	بگون	۱۸۲	۱۸۲	پہانٹے	چھانٹے	۲۱۰	۲۱۰	پہانٹے	چھانٹے
۱۵۴	۲۲	جیسے ب	جیسے ب	۲۰	۲۰	پریدن	پریدن	۱۰	۱۰	پریدن	پریدن
۱۵۵	۶	مشت	مشت	۱۸۵	۱۸۵	قبل از بیان کے ہو	قبل از بیان کے ہو	۱۰	۱۰	مقصود ہے	مقصود ہے
۱۵۶	۱۶	دیتے سن	دیتے سن	۱۸۶	۱۸۶	ازرے	ازرے	۱۴	۱۴	تظامی رہنمائی	تظامی رہنمائی
۱۵۷	۱۵	سیہن	سیہن	۱۸۷	۱۸۷	بدانی	بدانی	۱۴	۱۴	تظامی رہنمائی	تظامی رہنمائی
۱۵۸	۲۰	اور فروت	اور فروت	۱۸۸	۱۸۸	برو	برو	۱۴	۱۴	تظامی رہنمائی	تظامی رہنمائی
۱۵۹	۲	ویار ہیا	ویار ہیا	۱۸۹	۱۸۹	مادی کو	مادی کو	۱۴	۱۴	تظامی رہنمائی	تظامی رہنمائی
۱۶۰	۱۶۰	قصوری	قصوری	۱۹۰	۱۹۰	سرد	سرد	۲۲	۲۲	تعمیم	تعمیم
۱۶۱	۱۶۱	۲۶۲	۲۶۲	۱۹۱	۱۹۱	۱۶۲	۱۶۲	۸	۸	دین کیست	دین کیست
۱۶۲	۱۶۲	۲۶۳	۲۶۳	۱۹۲	۱۹۲	۱۶۳	۱۶۳	۹	۹	درع	درع
۱۶۳	۱۵	بود کہ	بود کہ	۱۹۳	۱۹۳	۱۶۴	۱۶۴	۹	۹	درع	درع
۱۶۴	۶	پنا	پنا	۱۹۴	۱۹۴	۱۶۵	۱۶۵	۹	۹	درع	درع
۱۶۵	۸	استدن	استدن	۱۹۵	۱۹۵	۱۶۶	۱۶۶	۹	۹	درع	درع
۱۶۶	۵	گم	گم	۱۹۶	۱۹۶	۱۶۷	۱۶۷	۹	۹	درع	درع
۱۶۷	۲۰	ثانیہ	ثانیہ	۱۹۷	۱۹۷	۱۶۸	۱۶۸	۹	۹	درع	درع
۱۶۸	۱۳	ز آتش	ز آتش	۱۹۸	۱۹۸	۱۶۹	۱۶۹	۹	۹	درع	درع
۱۶۹	۳	نیارید	نیارید	۱۹۹	۱۹۹	۱۷۰	۱۷۰	۹	۹	درع	درع
۱۷۰	۶	یافتی	یافتی	۲۰۰	۲۰۰	۱۷۱	۱۷۱	۹	۹	درع	درع
۱۷۱	۱۳	آئیختن	آئیختن	۲۰۱	۲۰۱	۱۷۲	۱۷۲	۹	۹	درع	درع
۱۷۲	۱۲	زیر	زیر	۲۰۲	۲۰۲	۱۷۳	۱۷۳	۹	۹	درع	درع
۱۷۳	۱۹	ولہ	ولہ	۲۰۳	۲۰۳	۱۷۴	۱۷۴	۹	۹	درع	درع
۱۷۴	۱۵	اَوُو	اَوُو	۲۰۴	۲۰۴	۱۷۵	۱۷۵	۹	۹	درع	درع
۱۷۵	۲۰	نکستن	نکستن	۲۰۵	۲۰۵	۱۷۶	۱۷۶	۹	۹	درع	درع
۱۷۶	۱۲	شد	شد	۲۰۶	۲۰۶	۱۷۷	۱۷۷	۹	۹	درع	درع
۱۷۷	۶	بضمہاے	بضمہاے	۲۰۷	۲۰۷	۱۷۸	۱۷۸	۹	۹	درع	درع
۱۷۸	۱۳	نشتن	نشتن	۲۰۸	۲۰۸	۱۷۹	۱۷۹	۹	۹	درع	درع
۱۷۹	۱۱	قاعدہ	قاعدہ	۲۰۹	۲۰۹	۱۸۰	۱۸۰	۹	۹	درع	درع
۱۸۰	۹	نیم	نیم	۲۱۰	۲۱۰	۱۸۱	۱۸۱	۹	۹	درع	درع
۱۸۱	۱۱	شگفت	شگفت	۲۱۱	۲۱۱	۱۸۲	۱۸۲	۹	۹	درع	درع
۱۸۲	۱۲	مادرش	مادرش	۲۱۲	۲۱۲	۱۸۳	۱۸۳	۹	۹	درع	درع
۱۸۳	۱۳	شنیدن	شنیدن	۲۱۳	۲۱۳	۱۸۴	۱۸۴	۹	۹	درع	درع
۱۸۴	۲	صبا	صبا	۲۱۴	۲۱۴	۱۸۵	۱۸۵	۹	۹	درع	درع

ضمیمہ بقیہ حاشیہ دستور نامہ فارسی بقید صفحہ وسط

صفحہ	سطر	عبارت
۱۰	۱۶	(توان) نظامی دم بھری ۵ نہ در طبع نیرو نہ در تن توان ۹۵ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶

صفحہ	سطر	عبارت
۹۳	۲۳	امر فرماید کہ جنہاں عرق را پس بجنبانم من آن رگ را بقہر کہ بدان رگ متصل بود دست شہرہ
۹۴	۳	فردوسی <sup>۱۳۳</sup> شعری کس از ناداران پیشین زمان نہ کردند آہنگ زمی آسمان
۹۸	۶	(تو ہمہ ما) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری پیش چنین کس ہمگی پیش کش نہ در نہ قلم بر سہمہ خویش کش
۱۲۴	۱۰	سعدی <sup>۱۳۳</sup> شعری بروں بینم اوصاف شد از حساب نہ گنج درین تنگ میدان کتاب
۱۳۸	۲۳	(آخرین شین مجہ) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری سز بچہد چونکہ نخواہ شکست
	۰	(نشانزدت روزگار) ولہ <sup>۱۳۳</sup> شعری گویم اگر شدہ بود آموزگار نہ حق یہ کہ بیان بھی لفظ کا نسبت فاعلی کے لئے ہے۔ چونکہ آموختن سیکھنے اور سکھانے کے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں بلحاظ معنی اول نسبت فاعلی ملحق کی گئی ہے یعنی سیکھنے والا۔ جہاں مجہنی استاد آتا ہے وہ بلحاظ معنی ثانی ہے یعنی سکھائی والا۔
۱۳۹	۱۷	(اصل اسکی امانت ہے) یعنی ابا پر لفظ زار جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہے <sup>۱۳۳</sup> شعری علم دیگ و آتش از بود ترا نہ از شر نہ دیگ ماند نے ابا
۱۴۰	۱۷	(اور لاخ) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری در قف این باد یہ دیو لاخ نہ خانہ دل تنگ و غم دل فراخ نہ۔
۱۴۵	۱۳	(دوسرا اسم حالیہ) مولوی معنوی <sup>۱۳۳</sup> شعری در دردن شیران بدنجان لاغر ان نہ در نہ گاو ان را بودندی خوران
۱۵۴	۹	(اسی صنف مخمک) حافظ <sup>۱۳۳</sup> شعری من گویم کہ چکن باکہ نشین و چہ نبوش نہ کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی
۱۵۷	۲۳	(لفظ باد) حافظ فرماید تابد و ضای باد یارت نہ جز عیش مباد و بیج کارت ولہ کارت ہم حفظ ملک دین باد
		تا باد ہمیشہ این چنین باد اے تا باد شد الخ منہ ۱۲
۱۶۰	۱۷	(معنی استقبال کو) مولوی معنوی <sup>۱۳۳</sup> شعری کہ چہ خواہم نور و مستقبل عجب نہ لوت فردا از کجا سازم طلب
۱۶۳	۱	(مضموم الماقبل) حافظ <sup>۱۳۳</sup> شعری چنان زندگانی کن اندر جہاں نہ کہ چون مردہ باشی نگویند مرد
		شود مست و صدمت ز جام است نہ ہر آنکو چہ حافظ سے صاف خود نہ
۱۶۶	۱۲	(بستن بند الخ) یہ مصدر لازم بھی مستعمل ہوا ہے جیسے صائب <sup>۱۳۳</sup> شعری زانم کہ لعل او بشکر خندہ باز شد نہ
		در نیکر ز عشہ غیرت شکر نہ بست ولہ شود رزق ہمارا استخوان من زبیتابی نہ عجب دادم و گرد در استخوان مفر ہما بندہ
۱۸۶	۱۲	(با نچوان از اعراضیہ) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری بے طبعم از ہمہ سازندہ نہ جز تو نذریم نوازندہ
۲۵۲	۱۲	(سیطرہ لفظ گوشت) لفظ میردن بھی کلمات استشنا سے ہے مگر اسکے مدخل یعنی مستثنیہ پر اس کے صلہ میں
		کلمہ از ضرور ہوتا ہے۔ حافظ و مخمس خود فرماید من از تو بجز وفا بخیم نہ ہیردن ز گل دفا بنویم
۲۵۳	۱۶	(حرف شرط میں سے ایک اگر ہے) یہ حرف بمعنی کاش تناسبی آیا ہے۔ حنین فرماتے ہیں شعری گران جان تر
		ز شبنم نیست جسم ناتوان من نہ اگر می بود با من رو سے گرمی آفتابش را بے لے کاش می بود جیسے کلام عرب میں
		کلمہ لو جو مارد اگر ہے بمعنی لیت مستعمل ہے چنانچہ تفسیر یہ کہ یہ یوذا احدہم کو یعمر الف سنۃ میں قاضی
		بیضادی فرماتے ہیں و لو بمعنی لیت اور علامہ زنجشیری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں حکایۃ لوداد تھم
		ولو فی معنی تمہنے و کان القیاس لو اعظم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب منہ ۱۲
۲۶۳	۵	(بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے) بلی کے الف کو بے مخفی سے بدل کر بلکہ کہنا لوطیون اور مقامرون کی مطلق ہے
		میر نجات صاحب کل شتی کا شعر ہے گندہ از بندہ و زنجشیدین عصیان از تست نہ بلہ ستار کہ ستاری
		رندان از تست نہ لے آئے اسی سنار پردہ پوشی مانگہ گاران از تو آید ۱۲ منہ (فقط)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حسبنا طبع فيصير علمهم فنوناً <sup>حاله</sup> راضية <sup>بها</sup> وبتوفيق من مولوي حاتم محمد عبد السلام

عجمی کتابخانه و دفتر مطبوعہ







بجوشد چو فیضان او چون سحاب  
ستون را چو شد لطف او پشیمان  
کے را بچینش نماند دست جاے ق  
که با وصف قدرت نیار دگر  
سخنهای من کاندین داوریت  
بعزم نکو خواه دل کرده سخت  
با نصاب بین هر چمن گفتم  
بیا و روم از کادش مغرگاه  
همه سر بر گوهر نابود  
بستم درین نام آئین نگر  
چو کردم همه راز از سینه باز  
به آهنگ معنی زدم ساز را  
بود راز سر بسته را باز جاے  
چه مایه قلم نکتہ نغز زانو  
نباید که دوزی بشهرت نگاه  
زبانست زهیناره کوتاه کن  
هر آن دعا کو غریب اوقاد  
بهر دعوی اش حجت انجمن  
بفصیل محمل شدم مشتعل

شود لشکر سیر از مشت آب  
بجوشش بنالید چون ذمی بهشان  
که قربش بجدیست نزد خداے  
تو انا حسد او ند چون او بشر  
ز اعجاز آن منیض نامتهیست  
بصحرانها دم گرانمایه رخت  
همه در ناسفته راستم  
گهر های روشن تر از مهر ماه  
که از مهر و دمه گوے بهقت ربود  
که ماند صنم خانه چین بگر  
بجاست اگر نامش گنج راز  
چه آسان کشادم در راز را  
به تحقیق گردد ترا رهنمای  
زهر گونه تدقیق دروے نهاد  
به تحقیق حق جوئی همواره راه  
به اثبات حق رفت چیدن سخن  
بذکر دلشش قریب اوقاد  
ز طول مصل رشتہ بگشتم  
که نام پسند اختصار مغل

بلفظ در ملاحظه  
دست گرد و وقت معلول  
دور از لفظ سوره را از یاد  
مانند یکبار جوهر گلشن  
و آن شقی است از بیرون  
بالفحش خفت میسود  
بغنی حردن است فوری  
در دست تن دم بار فتن  
سپارش بود با فدا  
شعرتان را با او چون  
نمود که در دوزخ چون گوهر  
ببوده  
شقی از این چنین شایسته  
شدن سحر و جادو  
اینجا ده ناله تنه را بلند  
بگوئی تحقیق زوری  
فکر شش و سه بار درین  
در کنار گدازیدن آید  
بدرگاه که است تحقیق ادرا  
باز با جاسه  
مادامه شمع نظامی قدس  
فراخ شمع بخت و شوق  
نوازش با کمال  
پایه در آمد زبانه  
چنین کن بوی بگوید  
که در کلام من که بظاهر  
طویل طعن من و آنکه در  
من آن که در بیان  
اثبات و خواستی این  
گشاده میماند آمده خواه  
در ضمن دلیل دعوی باشد  
بفصیل حال در ملاحظه  
نموده

لطف پشیمان  
شعرتان را با او چون  
دست گرد و وقت معلول  
دور از لفظ سوره را از یاد  
مانند یکبار جوهر گلشن  
و آن شقی است از بیرون  
بالفحش خفت میسود  
بغنی حردن است فوری  
در دست تن دم بار فتن  
سپارش بود با فدا  
شعرتان را با او چون  
نمود که در دوزخ چون گوهر  
ببوده  
شقی از این چنین شایسته  
شدن سحر و جادو  
اینجا ده ناله تنه را بلند  
بگوئی تحقیق زوری  
فکر شش و سه بار درین  
در کنار گدازیدن آید  
بدرگاه که است تحقیق ادرا  
باز با جاسه  
مادامه شمع نظامی قدس  
فراخ شمع بخت و شوق  
نوازش با کمال  
پایه در آمد زبانه  
چنین کن بوی بگوید  
که در کلام من که بظاهر  
طویل طعن من و آنکه در  
من آن که در بیان  
اثبات و خواستی این  
گشاده میماند آمده خواه  
در ضمن دلیل دعوی باشد  
بفصیل حال در ملاحظه  
نموده







# هنگامه رانی از رنگ نگار جادوی جامه خامه در لواشیخ کتاب افادت نصیحت و دستور نامه

چو شد پیر و دانشمند این گنج حکمت تلم در صنعت ابحد گهر سفت دگر لب زو بمجم سال در را دگر تار تیغ گفت بکه مرغوب تلم آن اصل دانش ماسن فصل دگر بین کز سر انصاف و دقت دگر باره سر و شمع گفت در حال دگر از صنعت تفهیم یق دانی	هزار و شصت و دوه بد ز بهرت "رموز نفیس" تار تیغ دگر گفت بز چشم حاسدان محفوظ یاد را باز یبابا تحفه بسا خوب دگر ره گفت سالش گلشن فصل سش گنجینه فصل و هنر گفت مضامین دقت علیه سال بدادش حق فروغ جادو دانی
---	--

## قطعه در تاج

دوش دیدم بفلاک تیر فلک گفتش گوئی سن نامه من	کرد حل مسئله علم بطن گفت گنجینه اسرار سخن
--	--

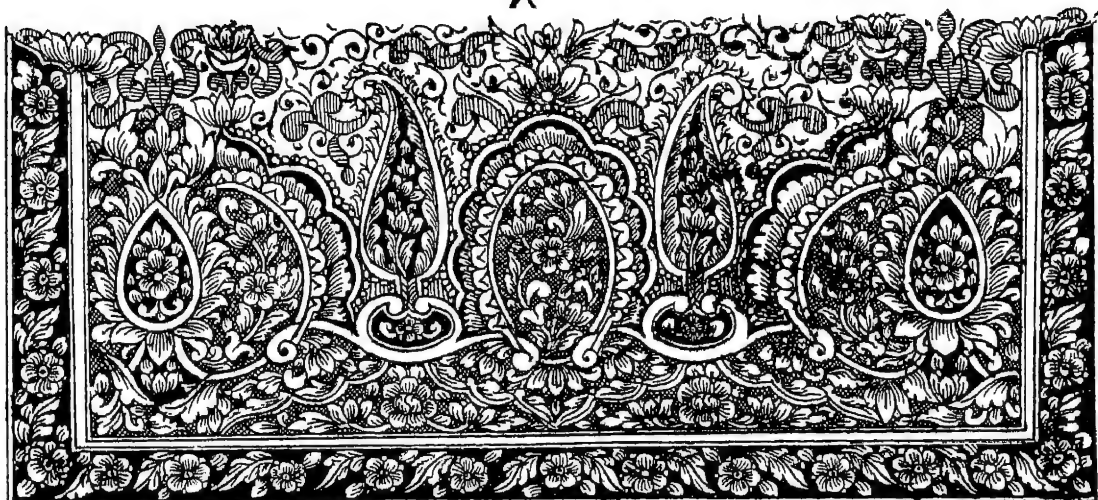
## قطعه دیگر در تاج

چو تمام گشت رساله ام پے سال جت دلم نشان بزرنگار و به بینات و بزرجمه مهمل	فلکم چو دید بفکرش بدلم بر تخت همان زمان که ز به خزینه اهل تحقیق ست سال تمام
---	--

حروف متقطعه				حروف متقطعه			
ب	پ	ت	ث	ز	ح	ج	ح
۲	۱	۱	۱	۸	۱	۱	۱
۳	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۱۰۰	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۸۰	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۱۰۰۰	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۳	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۵۰	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۱۰	۱	۱	۱	۱۱	۱	۱	۱
۲۳۵	۱۵۳۵	۲۳۰	۱۳۱۰	۲۰۹	۱۵۱۹	۲۰۹	۱۵۱۹

پیر و دانشمند  
دگر تار تیغ گفت  
تلم آن اصل دانش  
دگر بین کز سر  
دگر باره سر و شمع  
دگر از صنعت  
هزار و شصت و دوه  
"رموز نفیس"  
بز چشم حاسدان  
باز یبابا تحفه  
دگر ره گفت  
سش گنجینه  
مضامین دقت  
بدادش حق  
فلکم چو دید  
که ز به خزینه  
چو تمام گشت  
بزرنگار و به  
عصمت تفریق  
اعداد حروف  
منقطه هر چه  
تصنیف خواهد بود  
ماده تاریخ  
حروف متقطعه  
ب  
پ  
ت  
ث  
ز  
ح  
ج  
ح  
مجموعه اعداد  
۲۳۵  
۱۵۳۵  
۲۳۰  
۱۳۱۰  
۲۰۹  
۱۵۱۹  
۲۰۹  
۱۵۱۹





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَرٰنَا الْحَقَّ حَقًّا وَرَزَقَنَا الْيَتٰمٰةَ ۚ وَارٰنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَرَزَقَنَا  
اِلْحْتِنَابًا ۚ جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّرَ نَوَآلُهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الرَّسُلِ ۚ وَخَاتَمِ  
الْاَنْبِيَآءِ ۚ وَعَلٰی اٰلِهِ سُرِّحِ السَّبِيْلِ ۚ وَاعْلَامِ الْهُدٰى ۚ

بعد حکمی آئیمہ سرہرزہ لائے بیہودہ گوئے یا فہ سرہرے در گرامی خدمت والا ہر اور ازمن ہرین  
مہربان تر دوست وفا پیشہ آشنا پرور راستی اندیشہ داو گسترہ سخن سخن دانش گراے فروہیدہ  
فرہنج صائب رائے لفظش سیراب کن کوثر آبروئے سلبیل لفظش فصاحت را ہادی بلاغت را  
دلیل منشی محمد عابد اللہ الحسین الخلیل سلمہ اللہ الخلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ بجزیرہ تسلیم خم  
کردن آدابے ماندہ غیر از دست بستہ از ہیبت نفس گسترہ خموش بمعرض ضاعت ایستادن ہر زبان  
القابے نرائند

دلسوزہ  
نگار رشید  
دیگران ہونہ  
دکان عیال  
نہادہ  
جہانگیر  
سہ مسدود  
زاکمہ لسنہ  
غنی ستورہ  
چون مجسمہ

<p>سلامے کہ سرتا سرش رحمت است سلامے کہ شیرین تر از لعل یار ز حکمی آنجیدہ دل خستہ جان ز ہر داد و دانش و را آگہی نزدادش بلند و بہت بلند برائے آفتاب و بعزم آسمان نکورائے و دل سوزہ نیک خواہ</p>	<p>سر موئے زان بگذری زحمت است کہ صد جان پہرود اندر کنار بسوئے خلیل آن بدل مہربان برائے و بفرہنگ ازو فرہی بہ اختر خجستہ بہ نخت ارجند بغیر و ہنر یادگار مہبان ابا جسم او کوہ یک پڑ کاہ</p>
---	--

سرش از تواضع برانداخته  
خوش و ہشیوار و پالوده مغز  
بہ ہر علم و دانش و رادستگاہ  
سخنہاں یکسر فروزان گہر  
من اے دوست از ہجرت دیر یاز  
نو شتم یکے نامہ چون روئے آب  
برنگ و بہو ہا پھور وے نگار  
نگہ بر رو پا سخت و دشمن  
نیاوردہ یادم از دیر یاز  
نخسبید مہرت ازین سوز شمع  
در یخ است بر من ترا یک نظر  
و اعنم بضبط غمت سوختہ  
و خانے ازان آتش این موئے سر  
باہ فلک دوز آفتادگان  
بکو تاہ دستی طول اہل  
بلب بستگان شکایت فروش  
کہ بگزشت آن بود نہیہا کہ بود  
پس اکنون مرا دست این نیاز  
شب ہجر را روز آرم شتاب

ز نرمی بہر سختی ساختہ  
بہر باب دارد و و صد نکتہ نغز  
سخن را بگیتی بود او پناہ  
بہا کیزگی در زبان پاک تر  
بروے و شرم با غسان دراز  
ہم از آب روے و ہم از بیج و تاب  
چنان چون بود تازہ خرم بہار  
ندیدش پاسخ دلم سو ختم  
ہد ارم ز تو شکوہاے دراز  
نیائی بخون گرمی پوز شمع  
سز کن نہاشی تو بیدا گہ  
سرم جاے مغز آتش انداختہ  
سر شک جگر گوئے من شر  
بشور بر سوائی آما دگان  
ہداغے کہ صد دوزخش در بخل  
گہوش نشینان خانہ بدوش  
نہ زان کاستم مہر نہ کین فرود  
کہ کو نہ کنم رنجہاے دراز  
ہد ارم روے تو چون آفتاب

مستور نامہ فارسی  
بہر باب دارد و و صد نکتہ نغز  
سخن را بگیتی بود او پناہ  
بہا کیزگی در زبان پاک تر  
بروے و شرم با غسان دراز  
ہم از آب روے و ہم از بیج و تاب  
چنان چون بود تازہ خرم بہار  
ندیدش پاسخ دلم سو ختم  
ہد ارم ز تو شکوہاے دراز  
نیائی بخون گرمی پوز شمع  
سز کن نہاشی تو بیدا گہ  
سرم جاے مغز آتش انداختہ  
سر شک جگر گوئے من شر  
بشور بر سوائی آما دگان  
ہداغے کہ صد دوزخش در بخل  
گہوش نشینان خانہ بدوش  
نہ زان کاستم مہر نہ کین فرود  
کہ کو نہ کنم رنجہاے دراز  
ہد ارم روے تو چون آفتاب

و اغم برخستگیاہے روزگار کہ بد ہر دہرا بخیدگان و بنوائب زمان رنجیدگان را در مقابل چندین  
نے التفات بہا داشت و در پس کہ زمانہ غیبت عالم خوف و ہیبت ست پاسے تغافل بر سر خیال گزاشت  
نے نے اگر پاسے گزاشتی پاسے اورا با سرامبتے مے بود کہ بآن نسبت اثر را علاقہ مے نمود آدخ بر گران جانی  
خود کہ با این گرمی سرد مہر بہاے یاران نمیریم۔ در یخ بر سخت روی خویش کہ بدین دست غلط انداز بہاے

زمانه سرکار خویش نگیریم یاران زمانه همه شاگردان فلک بد مهر مهره بازند که از سر دهمری دوزخ دوزخ آتش در  
دل و دماغ اندازند و از بے پروائی دے التفاتی از همه مشغول خود سازند ہے ہے چه مایه ستمگاری ست و چه  
پایه دل آزاری که گرفتاران آزادی را و ازون به اسیری برند و آزادگان گرفتاری را سرتعلق از دست دهند **عجابه**

الکون منم که رنگ برویم نمنه رسد	تا رخ زخون دیده نه شویم هزار بار
در پیکرم زرد و در نعیت جان و دل	در بستم ز خاره و خار ست بود و تار

خسته نواز ابرسا دگیهاے من توان بخشود که با این بد مهر بیا که دل را خون کرده و خون را با اشک جگر پالا و از دیده  
برون کرده چشم گرم مهر بیا دارم و در کشت محبت تخم بے پایان آرزو ما کارم ایزد در و مند نواز نیک حاصل داد  
بج محبت مجنون و فرهاد **م**

از من غم زده چه می پرسی	تو که برگشته حال مانزی
ز آتش هجره یار سوخته	درد را در وصال تو خسته
در دهنم الم کشیده غیر	بهر شره ز دست داده خیر
در خیال حبیب جان بازی	در محیط بلا دل اندازی
ساعه بادۀ فنا زده	پای بر جاده بخت زده
سر بر بے سر بے د سامان	چاک از خار دشت دمان
ز آتش درد و جان گدخته	با همه سوختگیش ساخت
سود را بر سر زیان زده	نا توان پای بر توان زده
پستی را بلند آهنگ	تنگ را نام و نام رانگ
خون نفس کرده جگر خواری	دل و دین باخت سکاری
از تپ عشق سخت زار و نحیف	نام کردش پدر حسین شریف
تیر حکمی درد خورده دوست	همه عالم گواه همت اوست

منه دانم این همه اعراض از بهر چه خاست و دروے گردانیدن از من چر است مگر همی دانم که آن مخدوم  
از من نامستعد کامل بنگارش تحقیقات نحو فارسی خواستگار آمدند و بهر اران تقاضا نامه نگار آمدند اگر چه  
بنده را ازان باز که در تحریر ز رشت افشار که صرف در قواعد صرفیه قلم فرسوده است خاطر را بنگارش نکات

و قلمه و قلمه  
منه دانم این همه اعراض از بهر چه خاست و دروے گردانیدن از من چر است مگر همی دانم که آن مخدوم  
از من نامستعد کامل بنگارش تحقیقات نحو فارسی خواستگار آمدند و بهر اران تقاضا نامه نگار آمدند اگر چه  
بنده را ازان باز که در تحریر ز رشت افشار که صرف در قواعد صرفیه قلم فرسوده است خاطر را بنگارش نکات



[illegible]

عمر پھر مئی قانون مابین معنی لغوی اصطلاحی ان

[illegible]



بوسیله اس قانون کے اپنے مضمون کو اس زبان میں درستی سے لکھا جاتا ہے مثلاً اہل و عیال کو گنت اردو بولتے ہیں لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے میں حیران رہ جاتے ہیں کہیں فاعل لازم پر علامت فاعلی نے کو دہرنے ہیں کہیں فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہیں وہ اگر اس قاعدہ کو جان لیں کہ فعل متعدی صیغہ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی نے کو لایا کرتے ہیں اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے درمیان کا فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اس واسطے اس فعل کو تانیث و مذکر میں تابع مفعول کے کر دیتے ہیں جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ کو داخل ہوگا اسکو بھی عمل سے روک دیا گیا کس واسطے کہ یہ بھی حروف کا فاعل ہے پس اس وقت فعل کسی کے تابع نہ رہیگا یعنی وہ فعل نہ مکر رہیگا نہ مؤنث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہیگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پانا دراصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی زشی میں آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہہ کر فرد کامل مراد لیتے ہیں اسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھ کر ذکر و کمال سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اس وقت تک کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہ ہو ورنہ وہ فعل اس دوسرے مفعول کے تابع ہو جاتا ہے جیسے زید نے عمر کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے بولنا پکارنا یعنی فغان کرنا لانا دھلانا لگنا چٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا مارنا سوچنا وغیرہ یعنی میں نے لایا اس نے چٹا نہیں کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعل کو نہ پکارا نہ نہیں لاتے اولن میں بھی چند ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے پاکجولان میں مختص ہیں جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر بولاشکا کا اک سپاہی چ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ولہ بولی وہ حسین کہ میں پری ہوں چ اس دیو کے بس میں آگئی ہوں چ میر حسن دہلوی شعر پکارا وہ جس تس کو فریاد کر نہ پہونچا کوئی کاروان بھی ادھر نسیم لکھنوی شعر آیا کوئی لے کے نسخہ نور چ لایا کوئی جا کے سرمہ طور ولہ خرسید سا آفتاب لائے چ منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے چ بعضوں کے نزدیک لانا مرکب مزجی لے آینکا ہے نسیم لکھنوی شعر دوسرا ضرب ملے خوش آہنگ چ دراز ادب کھلے بصدنگ چ اس شعر وادی عشق ہے یہ عرصہ شطرنج نہیں چ نقد جان مار گیا چال جو انسان بھولا چ نسیم شعر اک بلی جو جھپٹی چو ہے کو بجان چ نیوے نے بھگا دیا دکھا سانپ ولہ بولی ہزار عجز و زاری چ تم جیتے میان میں تم سے ہاری ولہ دن چاک

تمیلا اردو متعدی و لازم صرف و مرکب فاعل کے استعمال کا بیان

۱۔ پکارنا یعنی فغان کرنا لانا پھیلنا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پانا دراصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی زشی میں آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہہ کر فرد کامل مراد لیتے ہیں اسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھ کر ذکر و کمال سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اس وقت تک کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہ ہو ورنہ وہ فعل اس دوسرے مفعول کے تابع ہو جاتا ہے جیسے زید نے عمر کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے بولنا پکارنا یعنی فغان کرنا لانا دھلانا لگنا چٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا مارنا سوچنا وغیرہ یعنی میں نے لایا اس نے چٹا نہیں کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعل کو نہ پکارا نہ نہیں لاتے اولن میں بھی چند ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے پاکجولان میں مختص ہیں جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر بولاشکا کا اک سپاہی چ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ولہ بولی وہ حسین کہ میں پری ہوں چ اس دیو کے بس میں آگئی ہوں چ میر حسن دہلوی شعر پکارا وہ جس تس کو فریاد کر نہ پہونچا کوئی کاروان بھی ادھر نسیم لکھنوی شعر آیا کوئی لے کے نسخہ نور چ لایا کوئی جا کے سرمہ طور ولہ خرسید سا آفتاب لائے چ منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے چ بعضوں کے نزدیک لانا مرکب مزجی لے آینکا ہے نسیم لکھنوی شعر دوسرا ضرب ملے خوش آہنگ چ دراز ادب کھلے بصدنگ چ اس شعر وادی عشق ہے یہ عرصہ شطرنج نہیں چ نقد جان مار گیا چال جو انسان بھولا چ نسیم شعر اک بلی جو جھپٹی چو ہے کو بجان چ نیوے نے بھگا دیا دکھا سانپ ولہ بولی ہزار عجز و زاری چ تم جیتے میان میں تم سے ہاری ولہ دن چاک

وہ سوچی اسکو بے لاگ : لے چلیے تو راجہ لائے گا راگ : غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔  
 اور فعل مرکب میں خواہی ترکیب اسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر  
 اس قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل نے لایا کرتے ہیں تو ان مرکبات کی ماضیوں  
 پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہیں اور قبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہیں کیا جائیگا خواہ متعدی ہو  
 خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی میں جسکے دونوں فعل لازم ہوں جیسے زید آچکا کو اڑ گیا عمرو رو بیٹھا۔ یا دونوں  
 متعدی جیسے زید نے تمہارا کہنا مان لیا سو من خان کا شعر ہے شعر چین نے مضطرب کیا مجھکو : تیرے  
 ملنے نے کھو دیا مجھکو : یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بلی نے کبوتر آدیا یا زید نے رو دیا موٹن بات  
 کہنے میں رو دیا میں نے : جو جواب آیا سو دیا میں نے : یا اسکا عکس جیسے زید نے آڑا اور حکم رام بعض  
 مقننین لانا بھی اسی اصل میں درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اٹھا لگیا عمرو دلجا  
 چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جزو اول کے معنی لزوم  
 میں فرق نہیں آتا جیسے ہنس دیا اور رو لیا میں یا انکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی از سر نو پیدا ہوا ورنہ  
 جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا انکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رویا کیا میں میر حسن دہلوی کا شعر ہے  
 شعر بجاتی رہی میں وہ صبح تک : یہ رویا کیا سامنے بید مرگ و لہ لہل کھول کر دونوں آپس میں مل :  
 وہ رویا کیئے دیر تک متصل : نسیم شعر کیا کہتی وہ دم بخود سنائی : سوچی سمجھی رضا خدا کی : اگر افعال  
 لازمہ و متعدیہ خواہی انپر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کر لیئے جائیں کا فاعل علی کا الحاق  
 انپر واجب ہوگا جیسے زید نے رو لایا ہنسا یا عمرو نے اٹھایا بٹھایا۔ زید نے بلایا چٹھایا عمرو نے بلوایا  
 لگایا لگوایا وغیرہ مگر سوچنا جو تعدیہ سوچنے کا ہے شاذ ہے نسیم کا شعر ہے شعر اک دن پنجر اڑا کے لائی :  
 حسن آرا کو وہ کل نہجائی : اسکے مقابلہ میں بعض افعال لازمہ پر کا فاعل علی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور  
 کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے شعر دو گانہ جانکے بچے نے موتا محمد نمازی پر : میانی تر ہوئی ساری پڑا  
 آدھا بدن و ہونا : بعض افعال لازم و متعدی دونوں طرح استعمال میں ہیں پس کا فاعل علی بحسب موقع لایا جاتا ہے  
 جیسے سمجھنا۔ پلٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نسیم شعر وہ چوٹ پہ تھی یہ میل سمجھی : بازی چوسکی کھیل سمجھی :  
 آتش شعر بسکہ تھی اس سے عیان سینہ عارف کی صفا : چہرہ یار کو میں نے دل روشن سمجھا : ظفر علیہ الرحمۃ  
 شعر خط میں جب آپ نے تحریر سراسر لپیٹ : میں نے جانا میری تقدیر سراسر لپیٹ : اسیطرح میرا دل بدلا

ازدین بعض افعال لازم و متعدی معنوی میں اشتراک

مین نے پوشاک بدلی۔ میرا گلہ پڑا یعنی آواز بیٹھ گئی۔ مین نے ہاتھ پکڑا <sup>مستعدی</sup> وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَآئِئُكَ اَعْلَمُ بِاَصْنَوٰ  
اب میری تمنا ہے کہ اس استقراء کو یہاں موقوف رکھوں اور اُس قاعدہ یا فائدہ کو درج کر کے جو اسی بارہ میں قبل از  
ترتیب رسالہ ایک عزیز کی استدعا سے قلمبند کیا گیا ہے اپنے دستور نامہ کو درج جو اس فیض بناؤں اور اس اجمال  
جملہ جمال و ایجاز ہمنہ ناز و اعجاز کو بلفظہ سلک تحریر میں منسلک کروں اور محکو چونکہ طبائع وقت پسند و سہل جوے  
سہر و کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اُسکی کچھ شریح کرنی بھی بعد میں ضرور ہے۔

### وہو ہذا

”یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب میں نہیں ہے بلکہ مادہ فعل کہیے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے  
بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آدیا۔ آ یہاں اصل فعل ہے نہ امر اور آنا بعد و یا نام مقصود  
ہے پس ہنس دیا رو لیا رو یا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہیں تعقیب کا کیا ذکر محض  
ہنسی اور رونے مین لفظ دیا اور لیا بڑا کر معانی مختلفہ حاصل کیے مین جیسے عربی مین ایک ہی مادہ  
کو مختلف ابواب مین لیا کر مختلف معانی حاصل کرتے مین“ انتہی جانتا چاہیے کہ یہ قاعدہ یعنی  
استعمال علامت فاعل بر تقدیر تعدیہ فعل اخیر مرکب مطلق فعل مرکب مین نہیں بلکہ مادہ فعل  
کہیے یا اصل فعل جس کو ہم دوسرے عنوان مین حاصل مصدر بیط کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے مین  
اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے بھیس مین ہوگا تو اُس مادہ فعل کے ساتھ وہ فعل  
اخیر متعدی ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس ترکیب سے عطف بواسطہ عطف  
(جیسے بعض مواضع مین ہوتا ہے مثلاً پکڑ کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہ ہو بلکہ عطف تعقیبی ہو  
کیا معنی کہ مقصود و امر و افعال مرکب مین ترتیب ذکر می ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے  
قصد مین موخر ہو جیسے آدیا یا مثال فعل مرکب مقصود العطف المذکور کی ہے اس واسطے کہ لفظ  
آیہاں یعنی اس ترکیب مین اصل فعل ہے جو زری امر مین صورت پذیر ہوا ہے نہ عین صیغہ  
امر اور مقصود اول آنا جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تمثیلی آدیا ہے اور بعد مفاد جزو ثانی سے یعنی  
و یا نام مقصود متکلم ہے اس واسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا پس اور باقی  
افعال مرکب جیسے ہنس دیا رو لیا رو یا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل یا مادہ فعل سے  
مرکب نہیں ہے چونکہ یہ تعقیب ضابطہ قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے تو تحقیق

قاعدہ استعمال افعال ہند یہ کا ایک نکتہ و سنگ الوہ کے طرز پر

فروع کا بدون متفرعات کے صورت پذیر ہو نہیں سکتا کس واسطے کہ یہاں پہننے اور دینے رونے اور لینے رونے اور کرنے میں تعدد مقصود ہی نہیں اور ترکیب بغیر تحقق تعدد متصور نہیں پس ان مواد خاص میں تعقیب کا کیا ذکر کس واسطے کہ محض پہننے اور رونے میں جو مفاد جزئیں اولین افعال مرکبہ مثالیہ لفظ دیا ہند یا میں اور لیا رو لیا میں وغیرہ یعنی کیا رو یا کی میں بڑھا کر معانی بہر فعل مرکب کے باعتبار اس کے مجرد اور مزید ہونے کے مختلفہ حاصل کیے ہیں جیسے عربی کے علم صرف میں مبین ہو گیا ہے کہ ایک ہی مادہ مثلاً کرم کو مختلف ابواب افعال تفعیل و تفعیل وغیرہ میں لیجا کر مختلف معانی جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہیں مثلاً لزوم و تعدیہ و تکلف وغیرہ حاصل کرتے ہیں ان ترکیب قسم ثانی کا بھی در باب تغیر لفظ و معنی وہی حال ہو جس طرح مواد عربیہ میں تغیرات خواص ابواب سے ہوتا ہے ویس ناظرین باتمکین کی خدمت میں عند خواہ ہوں کہ میں نے کلام میں فصاحت اردو کے بڑا تفصیل کیا اور نہایت ہی فکر و قیاس کو کام میں لایا اس عرق ریزی میں محض خیر خواہی و آگاہی اہل وطن پیش نہاد خاطر رہی علی الخصوص باعث قومی اس امر کا اپنے مہربانی کردہ اور معظم مغفوری فراوان واجب الادعا ان کا امتثال ہے۔

روایتِ نبوت  
میں سے جمال  
و طاقِ نبوت  
صائب رہت  
شعرِ زکریا  
سے از ہنر  
رو سے گزراں  
کہ میں نے  
تجربہ سے  
پہنچا ہوا  
باز جا کے  
بہی ما واد  
چنگِ گشت

زگر و بیٹھی رحمہ پاک کرد  
زہر آرزو ساختم بے نیاز  
چنان کہ کسے درجہاں کس ندید  
دل چاکم از رشتہ مہر و دخت  
روانم نہ ہر درد و غم کرد پاک  
سرے پرزدانش دلے پرزدین  
سپاسش فراوان نہانم یکیت  
وراز ہر دمان صد زبان آورم  
ندانم حد شک او ہچنان  
کہ یا بدہشت برین باز جاے  
کہ باشد خنک در تب و تاب حشر

گرامی برادر کہ آن را در مرد  
رہاند او مرا از غمان دراز  
ز بے چارگیہا مرا و اخذ  
بچیداشک او چشم من دل بسوخت  
برافشاںد گرد و زرخ کند خاک  
بدادش خداے جہان آستین  
بشکرش زبان مرا دوشے نیست  
بہ ہر موے گرد دمان آورم  
گراز ہر زبان آورم صد بیان  
ہمان بہ کہ خواہم بصدق از خدا  
دبا و آبرویش خداوند نشر

چونکہ یہ میری زبان نہیں اور نیز اپنی ناستعدی کی وجہ سے خطائے قیاسی و غلطی استقراء کا قومی احتمال ہے میری خطائیں دامن عفو میں چھپائیں **نظم**

چون منم اندر قلب کان خویش	معترف عجز بنقصان خویش
ہست امیدم کہ سخن پروران	چون نگرند از رہ بینش دران
عیب یکے نیست کہ جویند باز	چون ہمہ عیب ست چہ گویند باز
خسروہ نگیرند بزرگی کنند	دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند

غرض کہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام میں غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جب کوئی نئے وساطت مسطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اسکو مسطر کی کچھ ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ مسطر سے کس قدر بلندی اور کس قدر پستی سے کون کون حروف لکھے جائیں اسطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہیں بلکہ وہ ان باتوں کو جانتے بھی نہیں ان جب وہ بولتے ہیں اپنی زبان کو نیز ان قانون پر تولتے ہیں بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہیں کے کلام میں یعنی قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیے تا اس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھ لے گا کہ بعض مہندیوں نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم و فنون کے عالم و ماہر ہی کیون نہوں اہل فارس جیسے شیواسے طوس فردوسی اور الفصح الفصحی سعدی علیہ الرحمۃ اور سند اللہ آخرین علی حزین کے کلام پر جو اعتراض کئے ہیں اور انہیں اصلاح بھی دی ہے بڑی دہشیات ہے ان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجائش ہو تاہم ایسوں سے چھوٹا منہ بڑی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی نگہداشت پر موقوف ہوئی اور اَدَبِ بقیہ نعت میں نگاہداشت حد ہر چیز کو کہتے ہیں تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت لینے اپنے کلام کو خلل اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نام ہے پس چاہیے کہ پہلے اُسکو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تا کلام کے صواب و خطا پر آگہی پائے پھر اپنی مطلب ادائی میں بہت کم خطا کھائے تو بہام خدا چند فارسی قواعد اُردو عبارت میں بحسب فرمان

اہل سانس کی زبان غیر نمکا اعتراض بجا ہے

علم ادب کی تعریف



واجب الاذعان معرض عرض میں لاتا ہوں گوپہیری زبان نہیں اگر کوئی بات خلاف محاورہ اُردو رقم پا  
معتمد ہوں ہاں طریق اداسے اصل مطلب میں ٹھوکرین کھانا البتہ قابلِ عذر نہیں پھر کیا کیجیے اس نامستدی  
اور جہالت کا بڑا ہونہیں معلوم کہان کہان ٹھوکرین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اللہم استرنا  
یَسْتَرْکِ الْجَبَلِ خُدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصولِ دولت قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط  
میں زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا دستور نامہ فارسی اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا  
اور سخن شگرت اسکا سال ہے۔ رب حلیل سے التجائے خیر ال ہے۔ و بس

دو قسمیہ کتاب دستور نامہ فارسی

بار خدا یا من خاسل براز	این ورق سادہ کہ بستم طراز
گر چہ کہ امروز جمال من ست	عاقبتہ الامر وبال من ست
چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز	ہم تو کنی در دل غلتے عزیز
عیب شناسان بکین من اند	بے ہتران جملہ بکین من اند
تو بکہم عیب من عیب کوش	و نظر عیب شناسان پوش
سرمۂ انصاف بہ ہر چشم ساسے	بکہ من آنگاہ برایشان ناسے
داغ قبولی بکشن اندر سرش	تا نکند باد خزان ابترش

### تہیہ

یہ بات ظاہر ہے کہ اسد جل جلالہ و عم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات کے درجہ سے  
اوپر اٹھایا ہے باوجود اسکے اسکو مدنی بطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جانداروں کے اُس میں تکلفات  
بھی زیادہ آگے مثلاً غریب پوشش میں دیکھیے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہیں کیسی کیسی نادار چیزیں  
اختراع پاتی ہیں جان بچانے کے لئے کسی ایک خاص غلہ کا اسی طرح پھانک لینا یا بال کرکھا لینا کافی  
نتھاجو اسطر حکے پلاؤ متنبھن قورے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفعِ حر و برد کے لئے کسی ایک خاص  
کپڑا اور کھانا لینا اور باندھ لینا بس نتھاجو اسطر حکے مٹرز لمبوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان  
تکلفات کے چند و چند حاجتیں پڑ گئیں بہ نسبت اور جانداروں کے غرضیں بڑھ گئیں تو باقتضائے تمدن اپنے  
نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے جینا و بال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایک دوسرے  
کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھنے سمجھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اُسکے

زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان

اخذ کی ضرورت سر پر اکٹھری ہوئی ناچار کوئی ایسی چیز ڈھونڈھنی چاہیے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی کی بات دوسرے کے جی پر کھل جائے۔ پس اصطلاح میں کسی کے اسطرچہ ہونے کو کہ جسکے جاننے سے ایک نامعلوم شے کا علم ہو جاوے دلالت کہتے ہیں اور اُس شے کو جس سے علم ہوا ہے وال اور جس کا علم ہوا ہے اُسکو مدلول کہتے ہیں اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہو گئے یا سوائے لفظ کے کوئی اور شے۔ ہر ایک ان میں سے کئی طرح ہے ایک تو یہ کہ وال اور مدلول میں کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا جسکی وجہ سے وال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری آنکھوں سے غائب ہو کر کچھ بول رہا ہو مجھداستماع ہماری عقل اس بات پر رہنما بن جائیگی کہ یہاں وجود کسی بوٹے والے کا ضرور ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بننا عقل سے دور ہے اس طرح کی دلالت کا عقلمیہ نام ہے۔

دوسرے یہ کہ واضع کی جانب سے وال اور مدلول میں کوئی علاقہ وضع کار کھدیا جائے اول یعنی لفظیہ مثلاً واضح نے زندہ گویا کو مقابل میں مردہ کے اور لفظ زندہ کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کر دیا ہے اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلالت اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نصب و اشارات اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر — نفی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح دو لکیر و ن کا موازی ہونا = مساوات پر اگر ایسا نہ ہو بلکہ دونوں کے سرے کسی ایک جانب مل پڑیں < > کی اور زیادتی پر اور ایک کا دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے چار قائے پیدا ہو جائیں جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اس طرح کا تقاطع نہ ہو گو قائمہ پیدا کریں جیسے یہ X ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگا دینا جیسے یہ ب تقسیم پر اور ان دو نقطوں میں سے خط کو اٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش حرفوں کے جو ایک صوت مخرج خاص پر دلالت کرتے ہیں۔ اور عقود مثلاً سب اب کے سر کو ابہام کی جڑ میں پہونچا دین تو یہ عقد نوڈ پر دلالت کرتا ہے اور سر خضر کو ہتیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لئے اور اُسکے ساتھ بنصر بھی رکھ لیجاوے دو کے لئے اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دبا لیجاوے تین کے لئے موضوع ہے اب اگر اُس عقد نوڈ کو تین والے عقود کے ساتھ جمع کریں بالکل بندھی ہوئی مٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اس سے بخل اور نلے فیضی کی جانب

کٹایہ کرتے ہیں جیسے اسکے مقابل میں کشادہ دست کو فیض و سخا سے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غازی کی ہجو میں کہا ہے شعر کشف شاہ محمود عالی تبار ۴ نہ اندر نہ آمد سیہ اندر چہار پہ اور نصب جیسے دو مناروں کا عمارت پر پھینا ویسا رکھ کر دینا مسجد کو اور پتھروں یا پٹیوں کا ڈھیر لگاتے چلے جانا رگزر کو بتلار ہے پر رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہوں میں میلون کا گار دینا ایک خاص مسافت مکانی کو بتلار ہے اس طرح گھڑیوں میں سوئی ایک خاص مسافت زمانیکو بتلاتی ہے اور اشارات جیسے کسیکو بلانے کے لئے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی جانب موڑیں انکار کے لئے دائیں بائیں ہلا دیں اور ایک کے لئے ایک انگلی دو کے لئے دو انگلیاں چار کے لئے اگلے ٹھکے کو دبا کر چاروں انگلیاں کھڑا کر دیں یہ سب اشارات ہیں لیکن عقد اور اشارہ میں اتنا فرق ہے کہ اشارات میں اشار الیہ کے ہیأت کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقود میں اس طرح نہیں ہوتا۔ اسی قبیل سے ہر ملک کے دخول و خروج پر توپوں کا چلنا تقارون کی چوٹ سے سپر کا ڈھلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب مدلول عارض ہوتا ہے تو خواہ مخواہ طبیعت سے اسکے دال کا احداث ہوتا ہے اول یعنی لفظیہ جیسے اَحْج کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور کسیکا اونہ اونہ کرنا کھڑکنا کہتے ہیں اسکے درد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے سرخ ہو جانا چہرہ اور دید و نکا غضب پر اور آنکھوں کا نیچا کر لینا شرم و حیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب متنی دلالتوں کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا رآمد نہونا معلوم کر لیا ہوگا کس واسطے کہ اخذ مانے الضمیر و فہم مطلوب کے لئے انضباط ضرور ہے اور یہاں عقول اور طبائع کے اختلاف کی جہت سے انضباط کو سون دوسے تو ضرور وضعی اس میں بھی لفظی کو اختیار کرنا مختار ہوگا اس واسطے کہ غیر لفظیہ مثل دوال اربع میں ہزاروں تکلفات کا سامنا ہوگا۔ بعض وقت کوئی بات بن نہ آئیگی جیسی صفات ظاہر ہے یہاں تک کہ اشارات ہی کیوں نہوں کم از کم ان میں اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جبکو اشارہ کر رہے ہیں وہ اُس اشارہ کے سامنے ہو پھر صحت بنائی کے ساتھ روشنی بھی ہونا اسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند تعالیٰ شانہ کا آدمی کو بازار دنیا میں نقد عمر کے گرہ وجود میں باندھ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لئے ہے یہ امر عقائد حقہ کے استحکام اور شریعت غرا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو ان میں ایسی ایسی باتوں کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑیگی کہ وہ معقولات صرفہ ہونگی تو ان میں غیر لفظیہ دلالتوں سے

کام چلتا نظر نہیں آتا غرض لفظی و ضعی سے ایفائے مطلب بخوبی ہو سکتا ہے اور وہ میں ایسا ہونہیں  
سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتوں میں پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے  
کو مطلع کر نیکے حاجتوں کا پورا ہونا معلوم مثلاً ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانیکہ سخت  
ضرورت ہے تو روپیہ کو کھاپی نہیں سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اسکی حاجت سے  
افزون ہے لیکن اسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اسکو کپڑوں کی تلاش ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس کپڑا  
اسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا  
ہم سے اپنے مانے الضمیر کو ظاہر کرے گا آپس میں روپیہ اور جنس کی مبادلت ہو جاوے گی اور وہ پھر کپڑے دے  
دے یا کپڑے والا اس سے اپنی اپنی حاجتیں ظاہر کر کے کام پورا کر لین گے شعر

ہم درو گویم سقا ہم حایکے  
ہر کسے کارے گزید زانفتار

زانکہ جملہ کسب ناید ازیکے  
چون با نیا زی ست عالم برقرار

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتوں کی کڑی زنجیر میں پابجولان ہے حکیم علی الاطلاق کی قدرت کاملہ سے  
اسکے انہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنی حکیمے سخن بر زبان آفرین جلالت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ  
سے اس ہو کو جو بوسیلہ باذن شش کے دار السلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے نہ دیا۔ اس  
ادنے سی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ میں ہر ایک معنی اور مقصد کے لفظ وضع کر چکے  
گئے اگر کوئی پر تو علم خداوندی سے نفس ناطقہ پر پڑے گا بامردی دل اسکا قدم جانب برزخستان  
خیال جو بین بین مجرور و مادی کے ہے بڑھیکا تا اپنے تجرد کے پاؤں میں تفسیدی خلخال ڈالے  
اور پھر بوسیلہ رکابہائے لب و زبان ادہم صدام ہو ا پر سوار ہو کر منکلم سے جس جس منزل پر  
مقام کرتا زبان تک پہنچا تھا دروازہ گوش سے گزرتا سامع کے انہیں منازل میں ارتطاط و  
تعلق و زنجیر تفسید سے پاکشا ہو کر پھر شہرستان دل میں جاگزین ہو جاتا ہے مصرعہ سخن کز دل آید  
بود و پزیر + اور انہیں ہونٹوں کا آپس میں اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جنکا مخارج نام ہے  
ٹنگر کھانا جسکو قمع کہتے ہیں یا انکا اکھڑنا جسکو قلع کہتے ہیں ہوا میں تموج پیدا کرتا ہے جس سے اس  
میں ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف میں آواز کہتے ہیں زیری بھی ہچاک غنگلی اسی آواز  
مطلق کے حواض سے ہیں اور اسی تموج ہو کی مخارج پر ٹنگر کھانے سے اجزائی ہوئی کی قطع ہوئی

اور جب انہیں اجزائے ہوائی پر پہچانک غمگنی زیر سی بھی عارض ہوئی تو اس عارض مع معروض کا حرف نام ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انہیں حروف کو بعض علماء تو ہل یعنی موضوعہ فقط غرض ترکیب کلمات کے لیے بتلاتے ہیں اور بعض دور اندیشوں کے نزدیک باسنی کہلاتے ہیں۔ یہی رائے مختار اہل تحقیق ہے خصوصاً یہ بات زبان عربی میں بخوبی متحقق ہے کہ واسطے کہ جب الفاظ غیر چند حروف میں باہم اشتراک رکھتے ہیں اور کسی حرف میں اختلاف تو ان کے معانی میں بھی اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً قسم قسم قسم قسم قلم ملاحظہ فرمائیے تو ان سب میں شکستگی و دریدگی کا مضمون دائر و سائر ہے اور پھر باہم ان کے معانی میں اختلاف بھی موجود ہے یعنی ہر ایک اپنے جذبے کے مخصوص معنوں پر دلالت کرتا ہے قسم بالفتح والفاء والثاء مثلثہ مال سے ایک حصہ الگ کر کے دینا اور قسم بالین المہملہ کسی چیز کے حصے اور ٹکڑے کرنا اور قسم بالشین البعجہ کھانا اور کھجور کے پتوں کو درازی میں پھاڑنا اور قلم باللام ناخن تراشنا غرض ان الفاظ میں جیسا اشتراک قاف اور میم میں تھا ویسا ہی اشتراک ان کے مضمون خاص میں ہے اور جیسا اختلاف ان کے حین کلمہ میں ہے ویسا ہی اختلاف ان کے معانی جزئیہ میں ہے بلکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ حروف کی سختی و نرمی سے کلمہ کے معنوں میں سختی و نرمی آجاتی ہے مثلاً قسم مہملہ اجین و قسم معجمۃ اجین جیسے نرمی صاد مہملہ میں اور سختی ضاد مہملہ میں ہے ویسی ہی نرمی اور سختی ان کے معانی میں ہے یعنی قسم اس طرح کے ٹوڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک متصل واحد منفصل ہو جائے اور قسم بعض دانتوں سے اس طرح کے چبانے کو کہتے ہیں کہ جس سے ریزہ ریزہ بن جائے اگر اس سے بھی زیادہ سختی معنوں میں پیدا کرنی منظور ہوتی ہے تو قاف کو خا و مجہ سے بدل دیتے ہیں جیسے خضم یہ کل دانتوں سے چبانا ہوتا ہے الخضم الاکل یجمع الفم والقضم دون ذلک کما فی الصراح۔ اب معلوم ہو گیا کہ حروف کو بھی الفاظ کے معانی میں دخل ہے بلکہ حرکات و سکنات کو بھی جیسے حیوان کی توانی حرکات بلکہ ترتیب حروف کو جیسے لفظ بلع میں ترتیب غلاج حروف کو ترتیب معانی کے ساتھ کس بلا کی مناسبت ہے ملاحظہ فرمائیے اول تو با حرف شفتی پھر لام وسطی پھر حین حلقی اور نکلنا بھی اسی ترتیب و تدریج سے ہوتا ہے اسی طرح ہیئت ترکیبی کو بھی لفظ کے معنی میں بڑا دخل ہے چنانچہ اسی بنا پر ہی راعنا کے قول پر آئی کیا معنی کہ راعنا صیغہ باب مفاعلہ کا ہے جسکی ہیئت خاص مساوات بین المخاطبین کو چاہتی ہے تو گو یارون کہا کہ تو رعایت ہماری



ہم تیری رعایت کریں گے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدلیل لَا تَجْعَلُوا لِحَدَّثِ الرَّسُولِ كَيْفَ كُنْتُمْ كَدُّعَاءَ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بیجا ٹھہری اسی واسطے اُنْظَرْنَا جو بالماوہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیے کہ جب حروف کی مناسبات طبعی کو جو کہ ایک امر معنوی تھا ملحوظ رکھا جائے تو ان مناسبات صوری کو جو انہی شکل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کیونکہ لحاظ نگاہین بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عراسہ تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ آغاز کلام مجید الذلک الکتاب لا مریب فیہ کو دیکھئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغور ملاحظہ کیجئے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے انکے کئی معنی بیان کیے ہیں لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص میں یہ معنی آئے ہیں کہ الف سے ذات بحت بل علی شانہ اور لام سے اسکی صفات اور سیم سے ذات معجز آیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی مجملہ بیان کچھ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں اگر پسند خاطر شریف ہو رہے نصیب ورنہ جہل و نادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعجب کی کیا بات ہے۔

اوپر نے فکر سے یہ بات کھلجاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہا خواص الگ ہیں مثلاً الف بطرح یہ سنارہ سا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دوز برون کی قوت میں سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہیں اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دوزبر و نکی قوت میں ہونا اچھی طرح واضح ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کی طرح او پچائی میں سوائے اسکے اور بہت سے خواص میں دخل ہے مثلاً وہ اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہیں اپنے تقدم ذاتی کے ساتھ وہ صدر نشین اولیت ہے اب عند الت ترکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے امتزاجی ترکیب پانے اور اپنے مابعد سے نپانے کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور امتزاج نہیں رکھتا دوسرا یہ حرف نقطہ کے داغ سے منفرد ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون اُسی حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم باین عبارت ادا کر سکتے ہیں کہ یہ حرف حدوث تبادل و تداول حرکات سے منفرد ہے اسی طرح ہر حرف میں خواص الگ الگ موجود ہیں لیکن انہر ہمارے واقفیت کوئی ضروری نہیں اور واضح صورت و حروف حکیم مطلق حل و علا شانہ ہے تو انکی خاصیتوں کو جاننے تو جھٹے کیونکہ اجمال مناسب کرنا تو ضرور واضع جلت حکمتہ نے مع رعایت خواص مناسب مناسب ہر ایک کی صورت وضع کر دی پس یہاں مدعا البتہ بین البتوت ہو گا کہ الف کی اولیت اور علو اور نے نکلنگی اور عدم عروض حرکات مع ہذا اسکی یہ ا۔

صفا اور ناعلاقہ واسطہ شکل جس میں خم و پیچ کا نام نہیں اس سے ذات بحت خداوند پاک مراد ہونے میں کھلی کھلی  
مناسبت رکھتی ہے کس واسطے کہ درجہ ذات میں وہ وراء الورا، صفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب وہاں نہیں  
پہنچتا کسی مستفیض کا دست تعلق اس پر نہیں ٹھہرا شہر بشرا و اسے جلالت نیافت بہ بصرتہا ہے  
جلالت نیافت بہ جب اشرف المخلوقات بشر اسکی تجلیات سے پرے جو درجہ ذات کا ہے پہنچنے  
نپایا اور اسرع وافقد الاشیا بصیر کو اسکی سرحد جمال پر پہنچنا میسر نہ آیا اور وہ کی کیا ہستی بس اب  
استفاضہ اس وجود باوجود سے بوجہ اس غنی مطلق کی وجوبیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی امرکان کے  
محال تھا اسبواسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہیں بوجہ اپنی قدامت و امرکان و دونوں  
جانب کی رعایت سے واسطۃ فیض ہوئیں اور ہر طرح کا تعلق اور الجماعہ عالم کا ان صفات کے ساتھ  
ہے جس سے رب رازق خالق غفور کریم وغیرہ اسکو کہتے ہیں تو دیکھیے کس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ  
شکل لام۔ ل۔ مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کس واسطے کہ لام الف کے تنزل سے  
حاصل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور آنکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی  
ظاہر ہو گئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسموں کی محبت قلبی  
جو لام میں الف اور الف میں لام پڑا ہوا ہے سوال دونوں باتوں سے وہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت  
کہ صفات نہ عین ہیں نہ غیر کیسا منصفہ کمال پر جلوہ پار ہے اور جیسے اس ذات پاک جل شانہ سے  
بغیر واسطہ صفات کے کیا فیضیاب ہونا نامکن تھا اسطرح بغیر وسیلہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
صفات سے تعلق پیکر کر اپنے آپ مستفیض ہو جانا باقتضاے کو لا ک لما خلقت الافلاک محال تھا  
خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات بابرکات آپ کے کون  
پہنچتا کس واسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اسبواسطے آپ کے  
اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمہ فیوض ہے تو دیکھیے شکل میم۔ ہ۔  
میں ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ میم متناہی لام ہو  
اور یہ شیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بجز  
ذات منبع الکمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کا مقام نہیں سب اس سے نیچے ہیں یہ معنی  
خاتمیت کے ہیں بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر ہا اور اس کے سیمی یعنی ہر کا شکل ارہ

ہونا جسکی نہایت عین ہدایت ہے اور اسکے اسم یعنی میم کے اول و آخر میم ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ جب سے آپکے چشمہ فیض سے عالم پر دہانہ فیضان کا اول سے بہتا ہے آخر تک بہیگا یہی ایسا عدم نسخ شریعت عزائے محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینوں حرف جیسے نے نقطہ ہیں نے نکتہ ہیں اور پھر لام کے ساتھ علاقہ پانے کے لئے یہ حلقہ دہر کیسا کچھ مناسب ہے اور اُس چشمہ سے جو بوسیہ لام الف کے فیض سے پُرس ہے اپنے تحت یعنی جانب عالم میزاب کی طرح کیسا دہانہ فیضان کا روان ہے غرض یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عزائے محمدی جل شانہ جو بمیانگی صفات تقدس آیات زبان پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید و فرقان حمید رب سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارہ بعید ذلک کی مناسبت بھی خوب سمجھہ میں آتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ -

اور یہاں یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ تدیم میں ان حرکات کی کوئی صورت معین نہ تھی چونکہ نفس کو ادائے سخن میں حرکات متنوعہ پیش آتے ہیں کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے ادائے حرکات ثلثہ کے لئے حروف کے اوپر نیچے آگے نقطے و ہر دئے زبر زیر پیش نام کر دئے لیکن نقطہ اصلی سے التباس کو منع کرنے کے لئے رنگ اس نقطہ محرکہ کا رنگ مکتوب سے منفرست ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد عروسی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ منفرست مکتوب ایک عبث و وقت مہل کلفت ہے معہذا جیسی یہ حرکات میلان نفس بہجات ثلثہ کے مشعر ہیں اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہیں تو اس مناسبت سے اسی نقطہ کو جانب متوسلہ حرکت خطی ویدی اور چونکہ پیش میں التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا بلحاظ ہیأت خارج جو اسکے ادا کے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہیں جس وجہ سے ضمہ نام ہے اُس خط نقطہ زاوے کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھ دیا اور سکون کے لئے چونکہ یہاں نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کفایت کیا لیکن پھر بوجہ اُسی التباس نقطہ اصلی و وقت اہتمام رنگ صورت صفردیدی کو واسطے کہ یہ امتداد خطی کا طرف اول ہے اور وہ امتداد سلسلہ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ و صفریہ دونوں طرف کم مطلق کے ہیں لیکن روانی کتاب میں نصف صفر پر کفایت کراتے ہیں چنانچہ اس طرح ۱۰۰ آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم

ہو گیا کہ یہ کل حرکات و سکانات قسم اعراض سے ہیں جنکا وجود مستقل بنفسہ بغیر کسی حرف پر قائم ہونے کے امکان نہیں رکھتا یعنی ہم کسی کو حرکت و سکون میں سے بغیر مد کسی حرف معروض کے ادا نہیں کر سکتے اس طرح یہ امر بھی منکشف ہو گیا ہو گا کہ یہ حرکات باہم علاقہ تضایف رکھتے ہیں جنکا اجتماع ایک حرف پر ایک حیثیت سے ممتنع ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدی ایک حرف پر ایک حیثیت سے جمع نہیں ہو سکتے اور تشدید ایک ہیأت مرکبہ از حرکات و سکون کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری و ترکیب معنوی پاوین ضرور ان میں شدت و ثقل حاصل ہو گا اسی وجہ سے معروض التشدید کا مشدد نام ہے الحاصل چونکہ مشدد و اصل ایک نوع کے دو حرفوں کے ادغام و ادخال صوری کا نام ہے دونوں حرفوں کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی قبل ادغام یک نوع ہوں جیسے دَرَدَ بَرُو شَعَر بَرُو یقین پر دماے خیال نہماند سر ابرودہ الاجلال خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہوں جیسے بَرُو اور چونکہ ادخال اکثر ایک شے داخل فیہ ساکن میں شری داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ تشدید میں اجتماع حرکت و سکون حرف واحد پر نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قبل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض مواضع میں ابتدا بساکن لازم آئیگا جس کا استحالة علم صیغہ میں ثابت ہے اسی واسطے اسکو شکل سکون مابین الحریکتین کی دی گئی۔ یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط محرکہ سے باہم پیوند برائے اشعار وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونوں طرفی حرکتیں حیثیت اطلاق میں تھیں کیا معنی کہ ان حرکتوں کی نہ تعین فتحی ہو سکتی ہے نہ کسری نہ ضمی کو واسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اسکے کہ طرفوں میں فلان حرکت ہو اور نیز اس مطلق کا بغیر تضمن فرد من الافراد متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلامرجح اسکو فرد کامل اسنے فتح کے پیرایہ میں جلوہ ظہور دیا اور کمال جنبش فتحی خود اسکے عنوان عالی سے مترشح ہے لہذا لیکن روانی تحریر میں حلقہ صفر کے دونوں کنارہ ہیں ویسا کہ کو ملا دیتے ہیں اور حرکت ثانیہ کو برقیال حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہیں جیسے لہا مثلا لام اس ل صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر میں ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت صورت تشدید کی ایک خط اور نصف زیرین صفر کی ترکیب سے جو شعر حرکت حرف اول و سکون ثانی ہے جیسے ر یا اسکا عکس یعنی

ایک نصف زیرین صفر جزمی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے در لیکن اتصال خط حرکتی و سکون کا دونوں صورتوں میں برائے اشعار ادغام معروض و وحدت ترکیبی عارض ہے خلاصہ صورت ثانیہ میں دامنہ بوجہ روانی قلم و اختتام نقش ہے۔

فارسی زبان میں  
حروف تہجیس ہیں

خیر حروف موضوع ہوں یا مہمل زبان فارسی میں تیئیس ہیں اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ میں شمار کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزانه اسد اللہ خان غالب نے اپنے استاد ہر فرد سے درفش کاویانی میں نقل کیا ہے کہ سوا سٹے کہ اہل فارس کی طبیعت نازک اور انکا فزاج غایت درجہ کا نزاکت پسند تھا تو اپنے پرانی دشواری کو کہ دو حرف متحد المخرج زبان سے نکالیں گوارا نہیں فرماتے بلکہ قریب المخرج کو بھی زبان پر نہیں لاتے اسی واسطے سین سعفص کو جب لیا ہے ثاے مثلاً و صا د مہملہ کو چھوڑ دیا نئے ترش کو لیا طائے مہملہ کو چھوڑ دیا الف کو لیا تو عین کو چھوڑ دیا غین معجمہ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا بلکہ جٹاخذ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا ہاے ہوز کو لیا تو حاے حطی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زائے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضا د و ظاے معجمتیں کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زائے ہوز کس طرح لیتے اداے فزاج کی وقت پسندیان اہل عرب ہی کا حصہ ہے۔ رہا ہمزہ یہ سوائے الف کے اور کوئی شے نہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے نام سے لفحوائے علمہ اذہم الاسماء کلہا ہر ایک شے موجود کے لئے ایک ایک اہم غایت ہوا ہے تو ان حروف کے لئے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع ہے کہ خواہی حروف ملفوظ ہوں یا منقوشہ انکا سرنام عین مسمیٰ ہوگا یعنی اگر حرف ملفوظی ہے اُسکے اسم ملفوظی کا سر حرف عین مسمیٰ ملفوظی ہوگا۔ اگر حرف منقوشی یعنی مکتوبی ہے اُسکے اسم منقوشی کا سر حرف عین مسمیٰ منقوشی ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ مسروری ملفوظی مقلوبی انہیں اسماء حروف کی تدریج ہے نہ حروف من حیث ہی کی اور کتب قواعد میں جو حروف کو خود مقسم بتایا ہے تسامح ہے وہاں بھی حیثیت اسمی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ و مقلوب کی ظاہر ہے لیکن ان دو حرفی بار اسموں کو مسروری کہنے کے تین وجوہ سمجھ میں آتے ہیں کیا معنی کہ یا تو وہ منسوب ہے بجانب مسرور بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ سے ستر بالفتح سے بمعنی ناف بریدن اے و ستر الصبی ناف برید کو دکرا کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے چنانچہ اُسکا تعلق جسم ولد کے ساتھ مشعر ہے اور ایک شے زائد بھی چنانچہ جسم ولد سے وہ قطع کیا جاتا

معجمہ کا بیان

تسمیہ حروف تہجیس  
اسم

وجہ تسمیہ  
مسروری و مقلوبہ



پس حروف مسروری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع اُن کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارس ایک شے زائد کی طرح گرا بھی دیتے ہیں انکے نزدیک یہ امر کچھ انہیں اسمائے حروف کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ انکے ہاں ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہو جایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر بملازمان سلطان کہ رساند این دعا را کہ بشکر بادشاہی ز نظر مران گدازا پ عری کہتے ہیں شعر اسے برزودہ دامن بلارا ہ سرور پے خویش داد مارا پ شعر اول میں دعا اور شعر ثانی میں بلا جکی اصل دعاء و بلاء الف ممدودہ کے ساتھ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کر کے گدا اور ماکا قافیہ کر دئے گئے یا وہ ماخوذ ہے سرائع البفتح والتشدید والمد سے جو کھوکری شے کو عموماً کہتے ہیں اور کھوکری ہاں کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے مخدوف اور ہمزہ اخیر بحال سمجھا جائیگا لیکن فارسی میں چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑھنے میں کچھ فرق نہیں کرتے دونوں تقدیر پر یہ اسمائے حروف ایک ہی طرح لکھے پڑتے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب مسرور جو مفعول ستر کیسٹر مسروراً کا ہے کیا معنی کہ ان اسموں کو جیسے الف کے ساتھ باتا تا حاکتے ہیں اُسی طرح امالہ کے ساتھ بے تے تے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونوں طرح کی اجازت سے ایک نوع کی تنگی نکلگئی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا مسروری نام رکھنا ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر تقدیر نام ان اسمائے حروف کا مسروری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب ہے مگر توجیہ و علت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزہ اخیر استعمال نہیں کرتے و اللہ تعالیٰ شانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہیں چند حروف کی باہمی ترکیب سے لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم درپے ہیں ورنہ از روئے لغت منہ کی پھونک کو بھی لفظ کہہ سکتے ہیں۔ پس اب جاننا چاہیے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع ہے ورنہ بھل۔ موضوع کی دو قسم ہیں مفرد اور مرکب۔

لفظ مطلق کی تفسیر  
نوع و صنف کی تفسیر

لفظ صنف کی تفسیر

مفردہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے نہو جیسے زید عمرو بکر پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شروان شیوا سے طوس اور ایسی ہی القابی اور علمی ترکیبیں نکل گئیں اس واسطے کہ انکی اصلی وضع ناظم اور شروان شیوا اور طوس کی اپنے جیسے جیسے معنوں پر وال ہے ہاں یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے رہا منطقیوں کا ایسی ترکیبوں کو مفرد کی

قسم میں درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنوں کے ساتھ متعلق ہے۔ اور نحو یون کا انہیں القاب مرکبہ کو مرکبات میں داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نحو یون کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اس طرح نہو جیسے ناظم مشروان وغیرہ۔ اور اس لفظ مفرد بمعنی کو کلمہ کہتے ہیں اسکی تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔

### بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے میں مستقل ہو نہ کسی زمانہ کی قید سے پاگل تو شرف استقلال کی جہت سے اعلیٰ مقام پایا سمو المکانی سے اسم نام پایا اولایہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔

جامد ایک جا ہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔ نکرہ ایک غیر معین شے کا نام ہے جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہیں ایک تو اسمائے اصوات جن سے جانوروں کو بلاوین ہاکنین اٹھاوین بٹھاوین۔ اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسمائے افعال کے معلوم ہوتے ہیں انکو نکرہ اور معرفہ کیا کیئے گا یا جن سے جانوروں کی آوازوں کی حکایت کریں یہ البتہ نکرہ ہیں جیسے کوئے کی آواز کو قاق کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس سرہ العزیز کے معما سے نقل کیا جاتا ہے شعر یک بانگ کلاغ و نیم کبچہ نام بت من دران بگنجد اور قمری کی آواز کی نقل کو کو کی عمر خیام علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر آن قصر کہ با چرخ ہی زد پہلو و برگنبد او شہان نہادندی رو دیدیم کہ برکت گرہ اش فاختہ پنہ شستہ ہی گفتے کو کو کو کو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کریں جیسے ترنگا ترنگ و چقاچق کمان اور تیر اور شیر کی آواز۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر زبیم چقاچق کہ آمد ز تیر و کفن گشت در زیر جوشن حیر و ترنگا ترنگ درخشنده تیغ و زماہ در قہا بر آوردہ میخ و ترنگ کمانہا و بازو شکن و بے خلق را بردہ از خوشن و اور یہ ابیات زبیم النساء کی اس قسم کی صداؤں سے گو بخشی ہیں قطعہ از صدا اے جہانم چار چیز آمد پسند و قفل بانگ صراحی چرچر سیخ کباب و مچ مچ بوس و کنار و سر سر شلوار بند و اسیطرح مصیبت میں انسان کا ہاے و اے کرنا خوشی اور تعجب میں واہ واہ کرنا۔

دوسرے اسمائے ظروف خواہی وہ زمانی ہوں خواہی مکانی۔ اول یعنی زمانی جیسے چون و چو و گاہ شعر گفتہ بودم چو بیانی غم دل باتو بگویم و چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیانی و خاتانی رہ شعر

اس کی تعریف  
اور اس کے اقسام

اس کی تعریف  
اور اس کے اقسام  
مکہ کی نور اور اقسام  
اس کے اقسام  
اور اس کے اقسام

از دور درفشہا نمائی، گاہے نکلی گرہ کشائی، ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و شیب فراز و پیش و پس و زیر و زبر۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا میں فرماتے ہیں شعر چپ و راست پیش و پس زیر و بر زلیخاے بت روے بد سر بسر، اور اسی صورت کا ایک حرف رابطہ ہوتا ہے جسکو عربی والے حبار کہتے ہیں بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول میں خواص اسم اسپر کرتے ہیں جیسے مضام واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی میں یہ بات نہیں ہوتی نظامی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر کہ بسیار ناید بر اندکے، یکے بر صد آید نہ صد بر یکے، اور خاصۃً ظرف زمانی میں اکنون اور اسکا مخفف کمون اور نون فردوسی رحم شعر و لے اسے پسر گاہ آنت نون، کہ سازی یکے چارہ پُرسون، اور زمان اور مکان میں مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہیں اور ایدر اوسے ادھر ہندی کے معنوں میں ہے مثال ایدر زمانیکی شیوے طوس فردوسی رحم کا مشہور شعر ہے شعر بدو گشت ایدر ابی کام تو، بنویم بنویم بجز نام تو، یعنی این زبان مثال ایدر مکانی کی فردوسی رحم جنگ سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بدو گشت ہومان کہ فرمان شاہ، چنین بد کز ایدر بجنبہ سپاہ، یعنی ادھر سے۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر گرایدون در آید فریدون بہن، گرفتار گردو ہمیدون بہن،

تیسرے اسماء کنایات وہ چند اسم ہیں کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چھپا کر بیان کرنا چاہے یا اس سے پوچھے انکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہیں کبھی عدد سے کبھی سخن سے۔ اول جیسے باہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیون کا ہے اور اسکا مخفف بہمان بالکسر اور بہمان بجائے بہمان کاشیون کا روزمرہ ہے کہ اسکو باستار اور امالہ کے ساتھ بیستار بھی کہتے ہیں جیسے عربی میں لفظ فلان استعمال ہے استاد رودکی کا شعر ہے شعر خواجه این ہمہ کہ تو بر مید ہی شمار، بادام ترو سنگی دہمان و باستار، شمس فخری کہتے ہیں شعر باوجودت از شہان باستان، چرخ نارد بر زبان جز بیستار، غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات میں نکرہ ہیں لیکن وقت استعمال لمحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہو جاتے ہیں اور یہ ذوالعقول وغیر ذوالعقول ہر دو سے کنایہ ہوتے ہیں حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے شعر تو بر آوردہ دست بر بہمان، کہ چارو دستے بر آرد آن، مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہے بہین معنی

ایدر زمان و مکانی

اسما کنایات

باہمان و بہمان و باستار کنایات

استاد المحققین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا متبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ لفظ فلان پر بلا مضائقہ مقدم ہو جاتے ہیں چنانچہ مسئلہ سے ہوتا ہے عرفی شعر عرفی چہ احتیاج کہ گوید بدستان بہ کین از فلان مجھے دز بہان فلان مخواه و سنانی رحمتہ اللہ علیہ شعر آواز بر آوردہ کہ اسے قوم تن خویش و دوزخ مبرید از پے بہان و فلان را و انوری شعر و نسبت شاہی تو ہجو شہ شطرنج و نامست دگر ہیچ چہ بہان چہ فلان را و علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے شعر نہ چشم چراگہ کند روے ساقی و نہ گو شم بدزد و حدیث نہانی و زمطرب سرود آرزو ہم نخواہم و نگویم فلانی تو یا بہانی و درویش والا ہروی شعر تا بہ براہین ذوالعقول و محبت و جاے فرود لقین و ہند گمان را و زیر نگین تو باد ملک سر اسر و زان بکنم عرض بہان و فلان را و باو بفعل آمدہ ز قوہ بعدت و ہر چہ توان نام سعد کرد قران را و ان پر یا کی زیادتی سے فلانی و بہانی بھی کہہ دیتے ہیں خصوصاً فلان کو اسے مخفی کی زیادتی سے فلانہ بھی کہہ دیتے ہیں مگر بہان میں یہ دونوں زیادتیان مسموع نہیں۔ سنجہ کاشی شعر بہ تخلص نتوان ہمسری من کردن و چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہانی و غنیمت و شعر ملے باید ز فیض ناتوانی و جواب چشم بیمار فلانی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ شعر صنایا کہ خسرو ز برائے تست ہر شب و در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ در آید و شیخ علی نقی شعر شب کہ یک شہر چو من داشت خرابات خراب و بہمدان بود و فلان بود نے دانستم و ثانی کنایہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کیت منفصلہ عددی کی طلب کے لیے استعمال کیا جاوے جیسے چند یہ لفظ اصل میں چہ اور اندسے مرکب ہے اس واسطے یہ لفظ چند استفہام کے لیے حقیقت اور استخبار کے لیے مجاز سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی میں اند بھی مستعمل ہے۔ مولانا سے روم کا شعر ہے شعر گفت اور اکین ہمہ حلوا بچند و گفت کو دک نیم دینارست و اند و نظیری کا شعر ہے۔ شعر آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم و تکفیر او ہمت ہفتاد و اندکن و اور اندک اسی اند کا صغر ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد و غیر معین کا کنایہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ لفظ دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اسکو بصغ کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض پانچ ہوں یا نو یا دس ان قلیل مقداروں پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے۔ اور اگر اس عدد

میان چندین و چندان

نخست و نخستین کا بیان

چند و چندین و چندان استخاری و استغہای

تیمیز اس کنایہ کی معرفت نکرہ مفرد جمع مقدم و مؤخر

غیر معین کی قلت و کثرت میں مبالغہ منظور ہو تو بزیادتی حروف مبالغہ یا دون چندین کہا کرتے ہیں مثال ہر دو کی بلف و نشر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نشر سے واضح ہے نشر گفت این گداے شوخ چشم مبذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت بر انداخت بر ایند۔ اور مبالغہ کثرت کی مثالیں بہت ہیں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شعر فرو ماندم از شکر چندین کرم ہماں بہ کہ دست دعا گسترم و لہ عجب نیست بر خاک اگر گل شکفت کہ چندین گل اندام در خاک خفت و اور اسطر ح ہر نخست اور نخستین یہاں اس مبالغہ سے ابتدائے حقیقی کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجازاً معنی ابتدائے غیر حقیقی میں متعل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعہ حروف مبالغہ حاصل کیے گئے ہیں الحاق اداۃ جمع سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ سعدی رح فرماتے ہیں شعر تو دروے ہماں عیب دیدی کہ بہت ز چندان ہنر چشم غفلت بہست و چونکہ یہ دونوں لفظ لفظ چند سے ترکیب پاتے ہیں تو اسی کی طرح استفہام و استخبار دونوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی جب سوال کے موقع میں واقع ہوں استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کچھ خبر یہ کی طرح استخاری ہیں مثال استفہامی کی ظاہر ہو استخاری جیسے اوپر کے اشعار میں از شکر چندین کرم ز چندان ہنر وغیرہ اور فردوسی رح کا یہ شعر بھی اسی معنی میں ہے شعر بیاورد چندان ز رو خواستہ ابی آنکہ زو شاہ بد خواستہ یعنی بہت کچھ زرو مال بغیر طلب بادشہ کے لایا۔ ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسماء اشارہ آن و این سے مرکب ہو اور ان میں کثرت و قلت کا مبالغہ تعظیمی و تحقیری قرب و بعد سے لیا گیا ہو اس وقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیے اور یہ مقدار زمانی ہو یا غیر زمانی یعنی چندان و چندین بمعنی اسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد عملہ بیانہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح تر مفہوم ہوتے ہیں۔ نظامی رح شعر بھی چہرہ باغ چندان بود کہ شمشاد بالالہ خندان بود یعنی خوبی چہرہ باغ کی اسقدر یعنی اس زمانہ تک ہوتی ہے کہ انہ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ نہو باعتبار انکی تفہیم و تحقیر کے مبالغہ فی التکثیر و التقلیل سے کنایہ کر لیتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ۔

تیمیز اس کنایہ کی معرفت نکرہ مقدم مؤخر مفرد جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہاں جمع کم متعل ہو مؤخر التیمیز جیسے کہا جاتا ہے آنجا چند مر و بودند۔ مقدم التیمیز سعدی رح شعر با عزیزے نشست روزے چند و لا جرم ہجو اگر امی شد و معرفت نکرہ مفرد مؤخر کی مثال ملا نسبتی شعر چند عمرم با ستر لافش



بسر رفت دهنوز چہ شکل چہ شدت و چند شکل مانده است و مثال جمع کی الفوری شعر خیر و اوسمی  
 و خان بین و ز تاثیر بخار و باد توں ہر دو کنون چند سوم عجب است و نظامی شعر از پس چند چیز ہا و لطیف و  
 واد انعام ہاے با تشریف و کبھی تمیز کو بقرینہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی و شعر ہماں خوردگان  
 ناتراش در و چنین چند را خاک خارید سر و اسے چند کس را۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تمیز مقدم ہو  
 اور سنو کہ اسکی تمیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے شعر چند چند از حکمت یونانیان و حکمت ایامیان  
 راہم بخوان و بعض مقنین نے رحمہ اللہ تعالیٰ لگاتار کے اس شعر کو از تمیز یہ کا شاہد بنایا ہے شعر  
 مؤذن بانگ نے ہنگام برداشت و نئے دانست چند از شب گزشت است و میرے نزدیک یہ خطا  
 فاحش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر میں لفظ چند مجددات التمزیز اور لفظ از تبعیضیہ واقع ہے یعنی چند  
 پاس از پاس ہاے شب گزشت است چنانچہ حضرت نظامی و فرماتے ہیں شعر معنی توئی مرغ ساعتیں  
 بگو تا ز شب چند رفتست پاس و ورنہ شب سے لفظ از کو جو اظہار التمزیز آیا ہے حذف کیجیے تو مطلب خط  
 ہو جائیگا۔ اور اس لفظ چند پر باے زائدہ کا لانا بھی مطلقاً جائز ہے۔ محمد قلی سیلی کا شعر ہے  
 فزون تر ز بخل و فزون تر ز ہمت و نشیب و فرازش بچندین مراتب و اور معنی مقدار کے جسکو اردو  
 میں گونہ کہتے ہیں خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نور او کو سپہر صد چندت و نہ شگاف و سپہر پیوست  
 اور اس پر جیسے یاے تنکیر و وحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہیں یکچند و یکچندے بھی کہا کرتے  
 ہیں فروسی علیہ الرحمۃ شہر بیدار پر رستم کی چڑھائی کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر  
 بہ بنخیر گور و بھی دست برد و از سینگوئیک چند خورد و شمر و مولوی معنوی قدس سرہ شعر آمد الہامش  
 کہ یک چندے بند و کہ درین غم بر تو منکر میشدند و اور معنی تاکے یعنی تعیین زمان کی طلب کے  
 لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر چند زین آتش خپوش بر انگیزی دود  
 اسے بخوش جوہری آئینہ حسن تو شل و اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چہ کی طرح اسکو  
 وصلیہ بنا دیتا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے شعر ازان مے کرو شادمانی کم و اگر چند مستم جوانی کم و  
 ثالث چنان چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہیں اسطرخ غیر حدیث بھی  
 کنایہ کیے جاتے ہیں اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسمائے اشارہ آن و این سے مرکب ہے  
 جیسے عرب کذا کہتے ہیں۔ مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رح شعر چنین گفت باہمن اسفندیار

چند چیز ہا

تمیز کا لفظ از کے ساتھ آنا

چندین پر باے زائدہ کا لانا

بیان چنان و چنین

اگر شکی بکنی کارزار و ظہیر فاریابی شعر گرم سوز و گدانی بخدمت و چنان گفتم کہ گفتہ بود  
 داخل و نظامی رح شعر چنان گفتم از ہر پہ دیدم شگفت و کہ دل راہ باور شدن برگرفت و مثال  
 غیر حدیث کی نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر وزیرے چنین شہر یارے چنان و جہان چون  
 نگیر و قرارے چنان و ولہ شعر مبین سرور و در سر افگندگی و چنان شاہ را در چنین بندگی و  
 اور وقت تکرار لفظ جیسے ویسے کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ درنا تو ان  
 میزیم و چنان کا فریدی چنان میزیم و یعنی جیسا پیدا کیا ویسا جیتا ہوں۔ مولوی معوی  
 قدس سرہ فرماتے ہیں مثلاً شعر تو چنین خواہی خدا خواہد چنین و میدہد حق آرزوے متقین و  
 یعنی تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اقتضائے مشیت ایزدی ہوتا ہے اور انکے جواب میں کان  
 بیانہ کا ہونا واجب ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ تحقیقاً جیسے مثلاً مذکورہ سے ظاہر ہے اور تقدیراً  
 جیسے تاثیر کا شعر ہے شعر گل چنان بے ثمر یہاں چمن سے پوشد و آنچنان عیب ترا حلق  
 حسن سے پوشد و اے گل چنانکہ انہ۔ اور اگر دو شے مجهول الحقیقت کا بیان منظور ہوتا ہے چنان  
 و چنین یہ ہر دو لفظ معاً بیان کیے جاتے ہیں شعر آگہ از خوشتن چونیت چنین و چہ خبر دارد  
 از چنان و چنین و اگر ان کنایات تو ام پر حرف نہ لایا جاوے مفید تحقیر و تذلیل مناد ہوتا ہے  
 جیسے بزبان عوام ہند ایسی تیری بجائے دشنام بولا جاتا ہے انوری کا شعر ہے شعر بانگ برزو  
 مرا خرد کہ خموش و تو کہ باری اے چنان و چنین و اور چنان چون بجائے چنانچہ و چنانکہ مستعمل ہو  
 نظامی رح شعر میں را برافروخت از گرد خیل و چنان چون اویم میں از سہیل و فروسی رح شعر  
 بر خویش بر تخت بنشا ختش و چنان چون سزا بود بنوا ختش۔ چوتھے اسمائے اعداد میں  
 کہ جسے چندگی آحاد اشیاء کی بیان ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے لفظ چند کے ساتھ مثلاً  
 سوال کریں جیسے پوچھیں در اینجا چند کس بودند تو جواب میں جتنی اکائیاں سؤل عنہ کی ہیں  
 بیان ہو جائیں۔ مثلاً جواب میں یک یا دو یا پنج کس بودند فرما دیں معلوم ہو جائے گا کہ پانچ  
 اکائیاں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک اور دو بھی اسمائے اعداد سے ہیں۔ گو کہ  
 بعض حساب نے ان ہر دو کو اور بعض نے فقط ایک کو اعداد میں نہیں گنا ہے یہ بات خلاف  
 تحقیق ہے حالانکہ دو اور ایک تو کیا صفر بھی عدد ہے بلکہ محققین کے نزدیک صفر و رسیان

چنان چنین یعنی جیسے ویسے

چنان او چنین بے کاف بیان کا حذف

ان کنایات کا  
 تمام شعر مجهول  
 الحقیقت کے  
 لیے استعمال  
 ان کنایات تو  
 ام پر حرف نہ  
 لایا جاتا  
 مفید تحقیر  
 و تذلیل  
 مناد ہوتا ہے

چنان او چنین یعنی جیسے ویسے

چنان او چنین یعنی جیسے ویسے



اور آن کے عہد کے موافق مہ آبادیوں کی سلطنت صد زاد سال قائم رہی اور وہ بھی اس طرح کہ سال  
انکا مطابق سال متعارف کے نہیں بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورہ کامل  
ستارہ بلند کو کب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف میں پورا ہوتا ہے  
غرض سیارہ بلند ایوان کیوان کے دورہ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ  
اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صد زاد سال زمانہ قیام سلطنت مہ آبادیان  
بتلاتے ہیں اس طرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد میں سے ہے جسکو درمی زبان میں  
دہ ہزار سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اسکی اظہار نسبت دہ ہزار سے کی جاتی ہے سعدی رح فرماتے ہیں شعر  
ہنوزت سپاس اند کے گفتہ اند ز بیور ہزار ان یکے گفتہ اند اور چونکہ ضحاک کے اصل میں  
دس ہزار گھوڑا خاص بزین و لجام تیار دوام رہتا تھا اسکا بیور اسپ لقب کرتے تھے۔ فردوسی رح  
آغاز داستان ضحاک میں لکھتے ہیں شعر جہان جو سے را نام ضحاک بود و دیو و سبک ساز و ناپاک بود  
ہمان بیور پیش ہی خواندند و چنین نام بر پہلوی را ندند لیکن ان اصول اعداد نے شہرت  
رواجی نہیں پائی جس سے زبان استعمال پر نہیں چڑھے۔ چنانچہ خود فردوسی کو اس زمانہ میں فارسی  
زبانوں کے لئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اس شعر کے خود کہتے ہیں شعر کجا بیور از پہلوانی شمار  
بود و زبان درسی دہ ہزار ز سپان تازی بزین تمام و را بود بیور چو بردند نام و اصول اعداد  
کی تقریب پر بعض شارحین کا طین نکتہ رسالہ عبدالواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہوں نے لک و کرد کو اصول  
اعداد فارسی میں شمار کیا ہے حالانکہ ہندیان فارسی نگار نے اپنے معاملات روزمرہ میں حساب کتاب  
کے وقت سہولت فہم کے لئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لئے اور محمد قاسم فرشتہ نے  
جو اپنی تاریخ میں اسی قسم کے الفاظ برتے ہیں اور طغرائی مشہدی نے آشوبنامہ میں رودکی شاعر  
کی مدح میں یہ جو لکھا ہے نشر تا آخر حرکات رقا ص قلم صوت چندین لک شعر برب خواند ماگزشت  
یہ سب اسی پر محمول ہیں گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہاں کے رواج نے  
ان پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک و عرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہو گئے ہندیوں  
کے اختلاط سے الفاظ ہندیہ داخل ہو گئے۔ سنائی رحمہ اللہ تعالیٰ شعر نہ دران دیدہ قطرہ پانی  
عربی کا شعر ہے۔ شعر آن باد کہ در ہند گراید جگہ آید و سالک کا شعر ہے شعر سیر گشتم

کلت و کرد کا اصول اعداد فارسی

دہ ہزار کا بیور  
دس ہزار کا سپان  
دس ہزار کا بیور  
دس ہزار کا سپان

ز کچھ ہی ایام ہوس خوان سیم در کنتم ملائحتن تاثیر گو کہ وارد ہندوستان نہیں ہوئے مگر یاران ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار میں الفاظ ہندیہ کا رنگ جلاتے ہیں شعر دراز شیوہ ہے راگ رنگش ہر قص آرد فلک راسا ز چنگش ہر طغرا شعر ز پوشیدن آن نگار ختن ہر شدہ پر نیان چیت چلی پتن ہر اے چھینٹ چھلی پٹن۔ غرض میں نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لئے حسن تقریب پایا اپنے احبہ کی فرمانبری میں جو بار بار خواہش کر چکے تھے قلم اٹھایا سنہ التوفیق و سیدہ ازمہ التحتیق ہر نکتہ اختیار بست و ہشت حرف در کلام عرب کہ استیفا سے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ باشد اقتضائے آن میلند کہ ہر گئی سی حرف باشد لیکن عوض دو عقد حاصل ضروری کہ بست و سی باشد دور اکم کردند

جاننا چاہیے کہ نکتہ بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا انگلی سے زمین کریدنے کو کہتے ہیں چونکہ یہ فعل اکثر فکر و سوچ میں آدمی سے وقوع پاتا ہے کما یہ فکر سے ہو جاتا ہے جیسے کہتے ہیں یَنکُتُ فی الارضِ اِیُّ مَتَفَكِّرٍ اَفِیْ اَھَرُ؟ نکتہ بالضم اس کا اثر و نشان ہے منتخب میں ہے نکتہ بالضم نشانہ سر انگشت یا سرچوب کہ بر زمین زند چونکہ سخن باریک و کلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر و نتیجہ ہوتا ہو اسکو نکتہ کہنے لگے اور یہاں انہیں معنی مصطلحہ میں استعمال ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولیٰ ہی ہے کہ مابعد سے مضاف بنایا جاوے ورنہ در صورت عدم اضافت مثل باب فصل مقطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر اور اسکے سرے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لئے موجود ہے اور مخزن کی راہ سے یہ خرابی جدی ہوگی کہ جب اختیار خود مبتدا اور اقتضا اسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس بننے کو مقتضی ہے حاصل اس کلام کا ہو اسو یہ ظاہر البطلان ہے در صورت اضافت یہ خرابی نہوگی کس واسطے کہ اضافت میں تقیید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتہ اختیار بست و ہشت حرف موصوف اور جملہ فعلیہ

کہ استیفا سے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجی و غیر امتزاجی باشد اسکی صفت چونکہ صفت جملہ فعلیہ واقع ہے صفت کو اسکی اصل پر لانے کے لئے جو افراد ہے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت ملکہ مبتدا ہوا اقتضائے آن میکند کہ ہر گئی سی حرف باشد اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب میں اٹھائیس حرف اختیار کر نیک نکتہ جو اسمائے اعداد کی تمامی قسموں کو ملحوظ رکھ کر ہوا ہے کل تیس حرف





مناسبت اور اشتراک لفظی و مشارکت اسمی کافی ہو جاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون ثلثین کو عقود میں شمار کیا عشرہ کو جوہ بھی مقام مناسب عقود میں واقع ہے اور اسکی حقیقت بھی عقد بننے کو پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیلوت بھی اس میں متحقق ہے عقود میں شمار کیا یہاں اس طرح عذر کر سکتے ہیں کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور حد سلسلہ مفردات پر واقع ہونے سے اسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کر دیا لیکن باوجود ان تمام معذرتوں کے کلام ضعف سے خالی نہیں کاٹن مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصول اعداد ہیں اور نو مرکبات امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات نے نہایت تھے اور احصائے لاتنا ہی محال تھا تو ان میں سے ایک کو جو ادنے درجہ ہے لے لیا جبکہ مجموعہ (بحساب ۱+۹+۲۰) تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی کل قسموں کو نظر کریں جو مقیس علیہ حرف ہیں تو حرف بھی تیس ہونے چاہئیں لیکن دو عدد دس اور بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی و غیر امتزاجی کے درمیان حائل ہیں بمشابهت دو عقد حائل راس و ذنب جو باعتبار دے بنیاد و تخمین مخوس میں الگ کر دیا تو کل اٹھائیس رہ گئے اور عشرہ کا اپنی ذات میں شریک مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلہ تعداد مفردات میں واقع ہونا اس کے عقد بننے کے لئے مانع نہیں کس واسطے کہ حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لئے ایک انگلی کا اشارہ کیا اور دو کے لئے دو انگلیوں کا جب دسوں انگلیاں پوری ہو گئیں رک گیا اب گیارہ کے لئے ایک مرتبہ دسوں انگلیاں کھول کر دونوں کھلے ہوئے پنچون سے اشارہ ایک بار کر کر پھر مٹھیاں بند کر کے ایک انگلی کھولے گا اس طرح بیس کے لئے کھلے ہوئے دونوں پنچون سے دو مرتبہ اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے کہ دس ایک بار کل انگلیوں کے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دو بار تیس تین بار تو بیس اور تیس کو عقد کہیں دس کو نہ کہیں اسکی کوئی وجہ نشفی بخش نظر نہیں آتی لیکن ان ہر دو صورتوں میں اتنا شبہ قوی رہیگا کہ اسمی اعداد از قبیل لفظ ہیں جو مرکب حروف سے ہے معہذا ان اسموں کو مقیس علیہ حروف قرار دیا عقل چکر میں مہر و تاویل ششدر میں ہے کہ اسمی اعداد بوجہ مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے مقدم بالذات ہونے چاہئیں اور اسمی اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حروف ہونیکی وجہ سے تقدم ذاتی و طبعی حروف کو مقتضی ہے درحقیقت یوں ہی ہے کس واسطے کہ مرکب کا اپنے اجزائے حیثیت ترکیب میں موخر ہونا ضروری ہے پس اسمین دور اور تقدم الشئ علی نفسه لازم آیا اسلئے کہ حرف موقوف

مضمون این  
ہر طرف سے  
جو توجہ دینی  
خالی نہیں  
توجہ دینی  
توجہ دینی  
توجہ دینی  
توجہ دینی

توضیح غصہ

اسی اعداد کو  
مقیس علیہ حروف  
قرار دینا  
پن تہ قوی

ہوئے اسمای اعداد پر اسمای اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوئے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے خود حروف کے اسم و مسمیات پر وہی شبہ کہ حرف اول مثلاً الف کے لئے جب اسم وضع ہوا اور وہ اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جوا بھی معرض وضع میں نہیں آئے معہذا خود اس حرف سے مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت درپیش ہے تو یہاں بھی دور اور تقدم الشے علی نفسه لازم آیا پیش نہیں چلتا اس واسطے کہ ہم نے پہلے ہی دستور نامہ کے حروف کی تحقیق میں عرض کر دیا ہے کہ جب آواز کیف بکیفیات اربع زیری بھی پہچاک غنگی ہوئی تو اس عارض مع معرض کا نام حرف ہو مثلاً احد کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اور کل کے کل حروف کی وضع اس درجہ میں بسیط ہے اور بعد وضع جمیع حروف مبسوطہ فہم تفہیم کے تیسرے لئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا خیال اور یادداشت کے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جزو اول عین مسمیٰ کو رکھ دیا تا منزل اول میں کوئی وقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بن جائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس بر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلہ حروف ہجا بھی مثل سلسلہ اعداد کے زبان پر روان ہوتے ہیں جیسے احد و اثنان و ثلاث و اربع و خمس و ست و سبع وغیرہ اور الف با تانا جیم حا خا دال ذال وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمای اعداد منقسم بسہ قسم ہیں ویسے ہی اسمای حروف منقسم بسہ قسم ہیں یعنی سروری و ملفوظی و مقلوبی اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ حروف کو جو ان تین قسموں پر منقسم کرتے ہیں من حیث الاسم کرتے ہیں در نہ اپنی ذات میں یعنی من حیث ہوا ان سب تو زیعات سے مبرا ہیں یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے مسمیات اور اسماء کے منقسم بسہ قسم ہیں فتاقل انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان عنقریب آئے گا۔

وتنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد بجهت اشعارست برین کہ مسمیات این اسما از قسم اول ست واسامی از قبیل ثانی وثالث

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد مبتدا بجهت اشعارست برین الخ خبر یعنی استیفاے اقسام اسمای اعداد پر متنبہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لئے ہے کہ مسمیات جو ذوات مبسوطہ مفروہ ان اسموں کے ہیں اسماء اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہیں اور انکے اسموں کا حال اسمای اعداد مرکبات کا سا ہے

اسامی حروف و اعداد پر اس شبہ قوی کا نہ چلنا

اسامی حروف میں حرف اول کے عین میں پیش ہونے میں شک

وجہ قیاس حروف بر اقسام اسمای اعداد

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد

کہ جسکی ترکیب از قبیل المتزاج و غیر المتزاج واقع ہے جیسے سروری بوجہ بریدگی و حذف حرف ثالث یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف و عامہ مشابہت احد عشر سے رکھتے ہیں کسواسطے کہ یہاں بھی عاطفہ محذوف ہے اور باقی دونوں قسم یعنی ملفوظی و مقلوبی غیر المتزاجی کے مشابہ ہیں یا یہ کہ مقلوبی جیسے میم و لون و واو بوجہ وحدت اول و اخیر کے ستر یا ایک ہو کر مرکب المتزاجی بن گیا باقی اسماء حروف کی ترکیب غیر المتزاجی رہیگی یا یہ کہ دال ذال رازا و او اپنے باہمی انفصال تام کی وجہ سے المتزاج سے دور غیر المتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسموں نے المتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسموں کا جزو اول یا اخیر مفصل رہ گیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزاء کے مرکب المتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین اس اختلاف تعلق عاطفہ پر مشعر ہے یا یہ کہ کل مسمیات از قسم مفردات ہیں اور اسماء حروف باعتبار اپنی حقیقت کے مرکب ہیں یعنی ہر ایک اسم دو جزو زبر و بینات سے مرکب ہے لیکن بعض اسموں میں زبر و بینات باہم متصل مثل شے واحد کے ہیں جیسے با تا نا جیم صاد و بعض اسموں میں منفصل جیسے الف وال ذال تو اول کو مرکب المتزاجی ثانی کو غیر المتزاجی کہنا مناسبت تمام رکھتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا حروف کے اسماء و مسمیات پر مشعر ہو نہیں سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ باعتبار ضرورت مثبتہ کل میں ہیں یا باعتبار حقیقت منہ انتہا ہیں اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ اٹھائیس ہیں اور کل حروف اٹھائیس اور اتنے ہی اُنکے اسم جنکا مجموعہ چھپن ہوا پس باوجود اس قدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم و از قبیل کے تقریبی و تخمینی الفاظ اس رخنہ کو بند نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر مصنف محقق رحمہ اللہ تعالیٰ فقط ذوات حروف کو لیتے جو مقیس اقسام اعداد ہیں اور وجہ قیاس بھی اول الذکر پھر انہیں ذوات حروف میں باعتبار اُنکی حقیقت کے بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان میں مفرد محض ہیں جیسے ۵ جو فقط سینے سے ہوا کے اگھڑنے کی کیفیت کو بتلارہا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب میں بعض ایسی ہیں جو فقط مخارج کے دو جزو کے قرع و قلع سے پیدا ہو جاتے ہیں جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہیں جن میں مع قرع و قلع کے شے ثالث کو بھی گونہ دخل ہے جیسے ہر یہاں وہی تصادم شفیتین ہے جو ب میں تھا مگر مع ا کے ہوا ہی خیشوم کو عقیقت کے لئے اس میں ایک جدا دخل ہے اسیواسطے میم کو لون اور بے کی

الانصاف المتزاجی مشہور ہے

جملہ تنبیہ اس طور ہوا کہ اکیلا جالے غالی از شبہ ہو

قوت میں سمجھتے ہیں چنانچہ ہم اور دُنب دونوں مستعمل ہیں شعر بوردست خرے کہ دُم نبودش ہر روزے  
 غم نے دی فزودش ہر سعدی ہر مصرعہ بیان بیند و چو مردان بگیردنب خزن ہر پس اول کو مشابہ مرکب  
 انتزاجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر انتزاجی سمجھیں یا فقط اسامی حروف میں باعتبار جوڑ توڑ ان اسامی کی تنبیہ کا  
 اجر کرتے کیا حتیٰ کہ یکو مفرد و یکو مرکب انتزاجی کی کو مرکب غیر انتزاجی قرار دیتے مثلاً باتا تا جیم حا خا سین تین  
 طا ظا عین فین فایم یا یا کو جو ایک ذات اور ایک جوڑ ہے مفردات عددیہ احداثان ثلاث  
 اربع کا مقیس بناتے اور جنکے دو جوڑ ہیں خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے  
 اتصال نہ ہو جیسے الف رازا صا د ضا و قاف کاف لام نون کو مرکبات انتزاجیہ احد عشر اثنا عشر  
 ثلثہ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہیں مثلاً وال زال داو کو مرکبات غیر انتزاجیہ احد عشر و  
 اثنان و عشرون کا مقیس بناتے یا باعتبار حساب جل کی کو مفرد و یکو مرکب انتزاجی کی کو مرکب غیر انتزاجی  
 محسوب کرتے مثلاً با ما طا میم یا باعتبار حساب جل مفرد ہیں اور واو یا مرکب عزجی اور جیم و آل صا و  
 لام وغیرہ مرکبات غیر انتزاجیہ اور مطابقت مقیس مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضروری  
 نہیں اس بقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر  
 ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ہ

تین اصوات  
کا بیان

آدم ہر مطلب ان کمیتوں کے متصل جو شکم ہے یعنی محدود حقیقت یا حکماً مذکور ہو وہ انکی تمیز کہلاتی  
 ہے حقیقت جیسے پنج مرد پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم تھا معلوم نہیں کہ پانچ اور پندرہ مرد ہیں  
 یا عورتیں آدمی ہیں یا جانور درخت ہیں یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور حکماً  
 جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بودند جواب میں فقط پنج کہہ یا جاے بقریہ سوالیہ حکم میں  
 ذکر کے ہوگا۔ اور یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب میں  
 اسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیے یا اُس سے اخص اُس سے اعم کو تمیز و النابا لکل باطل ہے کہ  
 تحصیل حاصل لا طائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیوں کو دیکھا لیکن نہیں معلوم کہ وہ مرد ہیں  
 یا عورتیں تو ایسے شخص کے جواب میں تمیز بھی اسی درجہ کی بیان کرنی چاہیے جیسے پنج مرد یہاں  
 پنج کس کہنا جائز نہ ہوگا اسطر سے اگر اُسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار نشے ہیں لیکن آدمی ہیں یا جانور  
 تمیز نہیں کر سکتا اُسکے جواب میں پنج کس کہہ سکتے ہیں اور خاص چونکہ عام سے خالی نہیں ہوتا اس سے

تین اصوات  
میں سے  
باعتبار ابہام  
عدد ہونی چاہیے



انھں کو بھی جواب میں بیان کر سکتے ہیں جیسے اسی کے جواب میں بجائے پنج کس پنج مرد کہد یا جاے  
 تو خاص میں جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اسی درجہ کی غیر مترقبہ تمیز حاصل ہوگی  
 اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فارسی میں تمیز ان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دو جهان  
 چہار یا پنج گنج شش جہت ہفت پیکر ہشت بہشت نہ کرسی دوازہ امام نظامی رح شعر رفتی ز سر اسے  
 عرش والا ہفتاد ہزار پردہ بالا ہ ولہ اسے شش جہت از تو خیر ماندہ ہ برہفت فلک براق راندہ ہ  
 ولہ درخانہ دین بہ پنج بنیاد ہ بستی در صد ہزار بیداد ہ ولہ یک عہد کن این دو یوفارادہ یک دست کن  
 چہار پارادہ ولہ نبوشہ بخط خوب خویشم ہ وہ پانزدہ سطر نغز پیشم گلستان میں ہے چنانکہ میدانم درین شہر  
 دو صد ز اہ دست اور سند مجموع کی حسان عجم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر این بام نگہ چشم ابلٹ  
 بازیچہ صد ہزار اطفال ہ ولہ اندر برش از سر فضائل ہ ہر چار کتب شدہ حائل ہ ولہ در دعوت انس ہفت  
 مردان ہ ہر ز او پیاے کوہ بُنان ہ ولہ اشمس و حظیرہ مغرب پاک ہ نہ حجرہ خاک اونہ افلاک ہ۔ اور  
 انکی تمیز اور عدد ہر دو کو بصیغہ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی مخدومی کا شعر ہے شعر سالہا پر م ز پرو بالہا  
 سالہا چہ بود ہزاران سالہا ہ اور تمیز کا اپنے اسمی اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے  
 باب اول کی چوتھی حکایت میں ہے نثر سال دو برین برآمد طائفہ اوباش محلت درو پیوستند ہ فردوسی  
 علیہ الرحمہ کا ہجو میں مشہور شعر ہے شعر بے رنج بردم درین سال سی ہ عجم زندہ کردم بدین پاری  
 اے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرماتے ہیں شعر چوسی سال بردم بشہ نامہ رنج ہ کہ شاہم بخشد  
 بپاداش گنج ہ اور جس طرح یک یا دو یا چار یا اسی طرح کے قلیل مقدار عددوں سے قلت کے معنی حاصل  
 کرتے ہیں اُن سے کوئی تحدید و تعیین عدد مذکور مطلوب نہیں ہوتی جیسے نظامی رح شعر چہ بندی دل  
 خود بران ملک و مال ہ کہ ہستش یکمی رنج ویشی و بال ہ اے کمی آن رنج و زیادتی آن و بال ست  
 اسبطرہ صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد وغیرہ مطلق کثرت کے لیے مستعمل ہوتے ہیں بلا قصد تعیین عدد  
 نظامی رح شعر سکندر بدو گفت یک تیغ تیر ہ کند چرم صد گاوراریز ریز ہ اے چرم بسیار گادان ولہ  
 شعر جو ایش چنان داد خاقان چین ہ کہ اے درخور صد ہزار آفرین ہ اے بسیار آفرین۔

تین ہجرتوں کی  
 اور دو ہجرتوں کا  
 بیان

تین سال کا  
 ہجرت کا  
 سے مقدم ہونا

شہر شریف کے مشہور الحاقیہ شعر  
 دہچو ہزار بارہ رویدہ ام آفرین تان اول

اور اسبطرہ اس مشہور الحاقیہ شعر میں شہر ہجو سبزہ بارہ رویدہ ام ہ ہفتصد و ہفتاد و قالب دیدہ ام ہ  
 بعض مثبتین تناسخ نے اس شعر میں ہمہر حجت در بارہ تناسخ پیش کی ہے حالانکہ ہمارے اصول دین

میں جو قرآن مجید و سنت نبی حمید ہے صلے اللہ علیہ وسلم اسکا ابطال صاف ہے اب اگر کسی بزرگ کا کلام بظاہر مخالف نظر آئے بتا دیں ثالیثہ اصول دین پر منطبق کرنا انصاف ہے نہ اسکا عکس ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عَرَّضَ عَلَى مَقْعَدِهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَتَمَةِ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ هَذَا مَقْعَدُهُ حَتَّى تَبْعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُصُوصًا حَقًّا تَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس اعتقاد کا مبطل ہے تو ضرور قائل کو اس قول کے ان الفاظ سننا رہے ایسے معانی ماوراء مقصود ہونگے جو ذرا بھی اپنے اصول دین سے منحرف نہ ہونگے کیا معنی کہ ہفصد و ہفتاد سے محض کثرت مراد ہے اور کثرت غالب ویدن سے ایسا ہے جانب تجد و امثال جسکے صوفیائے کرام قائل ہیں یا اشارہ اس امر کا ہے کہ علم جمادات و عالم نباتات کے سیکڑوں مرحلے طے کرتے نطفہ بنکر پشت آبا میں آئے پھر شکم امہات میں اور یہاں بھی حکم ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مَضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اتنے رنگ دیکھے یا اس جوگی کے قصہ کی جانب مڑ رہے کہ کسی پر عاشق ہو کر رضائے معشوق کی خاطر کتنے بھیس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اگر یہ تاویل نہ کی جائے بلکہ غالب سے یہی کالبد بدن لیا جائے پھر بھی تناسخ اس شعر میں نہیں ثابت ہوتا کیا معنی کہ جب تغیر قالب میں تاویل جائز نہیں رکھی گئی تو ہفصد و ہفتاد میں بھی تاویل کرنی نہیں چاہیے بلکہ وہی عدد معین محدود مقصود ہوگا اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بحسب اصول قائلین تناسخ ہر ایک روح انادی ہے بوجہ اپنی ازلیت و قدامت ذاتیہ کے خداے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اسکو آزادی ہے تو یہ بات کیسی ظالمیہ و بطلان ہے کہ وہ اس ہفصد و ہفتاد کی تنگ قید میں پابجولان ہے کس واسطے کہ جو شے ازلی و قدیم ہوگی ہفصد و ہفتاد میں کس طرح محدود و محصور ہوگی بلکہ ہر عدد و خاص کے دائرہ تحدید و حصر سے غیر منہا ہی مقدار و دور ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسمای اعداد و دو قسم ہیں یک سے تا وہ اور کل عقود صد تک اور صد اور ہزار اخیر تک باعتبار ہر دو سلسلہ مذکورہ فرسدا جیان چھبیس یا آتیس اسم مفرد ہیں باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہیں یازدہ سے بستی تک مرکب امتزاجی کہلانے ہیں کس واسطے کہ انکے اجزائیں ایسا اختلاط پیدا ہو گیا ہے کہ ظاہر بنون کو تیز بین ہو نہیں سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی ایک تو وہ کہ بواسطہ حروف عطف ترکیب پائے جیسے بستی و یک سنی تو دو وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جمعی

ترتیب امتزاجی و اسمای اعداد کے اقسام  
۱۔ یک ۲۔ صد ۳۔ ہزار ۴۔ اخیر تک  
۵۔ بستی ۶۔ یک ۷۔ صد ۸۔ ہزار ۹۔ اخیر تک  
۱۰۔ بستی ۱۱۔ یک ۱۲۔ صد ۱۳۔ ہزار ۱۴۔ اخیر تک  
۱۵۔ بستی ۱۶۔ یک ۱۷۔ صد ۱۸۔ ہزار ۱۹۔ اخیر تک  
۲۰۔ بستی ۲۱۔ یک ۲۲۔ صد ۲۳۔ ہزار ۲۴۔ اخیر تک

نام ہے۔ دوسرے وہ کہ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے صد و صد و صد ہزار و صد و صد ہزار اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے۔ لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کس واسطہ کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تمیز و تمیز واقع ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جیسے اشلہ مذکورہ سے ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی اُنکے ماوراء بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج ہر ہزار اسپ یہاں ترکیب تعدادی ہے ضربی نہیں سہ صد تین ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہیں اور واضح رہے کہ عربی میں فقط ایک حرف عظیم کے فاصلے نہ ہونے سے اسمائی اعداد کی امتزاجیہ ترکیب بنجاتی ہے لیکن عجمیوں نے امتزاج میں اس کو کفایت نہیں کی کہیں درمیان دونوں جزون کے فقط ایک دعامہ جسکو ہر کن کہنا چاہیئے الف و ز کو بڑ باد یا جیسے دوازہ کہیں حرف اصلی کو اُس میں سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہیں ان دونوں تصرفوں کو جمع کر دیا جیسے یازہ کہیں ان دونوں قاعدوں میں سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدیل بھی اول یعنی تبدیل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازہ ثانی یعنی تبدیل مع حذف جیسے ہزہ کہ ہشہ اسکی اصل ہے بعد حذف تاشین کو ژاے فارسی سے بدل دیا اور ابدال ژا کا شین مجملہ سے راجع ہے جیسے دژ و ژر بالضم بمعنی زشت کہیں صرف حروف دعامہ میں تعلیل کرتے ہیں جیسے سبزہ کے الف کو بھٹ کسرہ قبل یا سے بدل دیتے ہیں اور ہائے مخفی فقط اظہار حرکت اور اتمام کلمہ کے لئے ہوتی ہے اسکا لحاظ نہیں کرتے مثلاً کہ وچہ پرہست لگائیے تو الف کو بوجہ کسرہ ماقبل یا سے بدل کر کیست و چیت کہیئے گا کہیں تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہیں جیسے پانزدہ شانزدہ اول سے نون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کر کے دعامہ کے بیچ میں ایک نون زیادہ کر دیا اور یہ نون اکثر زیادتیوں میں مستعمل ہے جیسے زندین جو مضارع ہے زدن کا بعض محققین کی رائے میں خوابیندہ کا نون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح شہر درین رہ چوین خوابیندہ بسے ست و نیارو کے یاد کا اینجا کے ست و اسکی تحقیق بسط کے ساتھ بیان مصدر میں کیجا یئگی انشاء اللہ تعالیٰ کہیں عرب کے قدم بقدم چلتے ہیں جیسے چاروہ اور یہ اسمای اعداد خواہی مفروضہ خواہی مرکب ان پر سیم قبل مضموم کا زیادہ کرنا تعیین محل پیدا کرنا ہے اور اُس میں معنی فاعلیت پیدا ہو جاتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چہارم و چہار دہم و بست و چہارم یعنی چیزیکہ قائم ست باو و حد و اثینیت و ثلاثیت وغیرہ لیکن بوجہ ثقلالت تو الی ضمات دوم کی میم فتح ماقبل کے ساتھ اکثر مستعمل ہے جیسے

ترکیب  
ضربی  
اسمائی  
اعداد

ترکیب  
ضربی  
اسمائی  
اعداد

اول سے  
اسکی  
کے پانزدہ کی

اس کی

شانتقلی کشند

جو بقیاس سائر

بولیت امتزاجیہ

دعامہ اولی و ثانی

سے بنانندہ مشابہ

ہونا چاہیئے لیکن

اول سے بنی پانزدہ

سے دہ حرف ن

ج اور ثانی سے

یک حرف ش و

گردائی اور ایک

ن حرف و دعامہ

کے بیچ میں بڑا

یازہ و شانزدہ

کھنڈے لگ

اعلم ۱۲ مست

غالب دہلوی کا شعر ہے شعر بالجملہ دگر باخودم از خویش حدیث است و کر صدق و صفا مایہ و ہد صبح  
دوم را و مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں <sup>۲۸۵</sup> شعر ادگمان برودہ کہ این دم خفتہ ام پنے خبر  
زان کوست در خواب دوم و کبھی قبل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت  
اول شب رازدہ بر صبح دوم و ابروت چشم سید کردہ بخون مردم و مولوی معنوی <sup>۲۸۶</sup> شعر زیر آں لطن  
یکے لطن سوم و کہ در گرد و خرد با جملہ کم و کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہیں مائیںہ بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شش محرم زاد آن شہ کرم و تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم و اے در ششم محرم۔

جاننا چاہیے کہ دو اور سہ میں واو اور نا فقط اتمام حرکت و استقلالیت کلمہ کے لئے لائی گئی ہے اصل ان  
دونوں حرفوں کی ان لفظوں میں عدول و اختلاف ہے مثل واو و ہاے چود چہ کے جیسے ظاہر ہے یہ واسطے  
وقت لحوق کلمہ آخر دو گونہ و سگانہ چگونہ کی طرح کہتے ہیں مگر بعض وقت بضرورت ہر دو حرفوں کو  
ظاہر و ثابت بھی کر دیتے ہیں نظامی رح کا شعر ہے شعر دو پیلان خرطوم در ہم کشان و زہر دو یکے  
بر خواہد نشان و فردوسی رح شعر نگوید کہ جز بہ بدنام من و نباشد بہر دوسرا کام من و ولہ نشینم  
ہر دو پیادہ بہم پنے تازہ داریم روے دژم و <sup>۲۸۷</sup> داستان تخت نشینی بہرام میں کہتے ہیں شعر  
ے لعل پیش آور اے روز بہ و چو شد سال گویندہ بر شصت و سہ و الحمد للہ رب العالمین نکرہ کا بیان  
یہاں ختم ہو گیا سر دست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ میں آئی لکھدی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا ہے

هوالملمہ بالصواب

المعنی

معرفہ ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ ضمیر اسماء موصولہ اور جو انکی جانب مضاف ہو  
اور مستند واپر۔

اول علم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخس آور  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسکا مہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

دوم را و مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
زان کوست در خواب دوم و کبھی قبل مضموم بھی آتا ہے۔  
شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت  
اول شب رازدہ بر صبح دوم و ابروت چشم سید کردہ بخون مردم و مولوی معنوی  
شعر زیر آں لطن  
یکے لطن سوم و کہ در گرد و خرد با جملہ کم و کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہیں  
مائیںہ بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شش محرم زاد آن شہ کرم و تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم و اے در ششم محرم۔

معرفہ کی تعریف  
اور اسکا تقسیم

علم کا بیان  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔  
بعض دور اندیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسکا مہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

تکیر سے اُنکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شہر قرہبا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود  
بایزید بی در خراسان یا دیسے در قرن ۴

دوسرا اسم اشارہ یحقیقت میں آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک سے دکھلا دینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہیں اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر اُسکی محسوسیت میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی جیسے آفتاب کی دھوپ چراغ کی لو اور محسوس بالذات بلا واسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نہ کرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے بوسیہ روشنی دیکھے جاتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسی شے جسکی محسوسیت میں اصلاً واسطہ نہ ہو نظر نہیں آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لئے کوئی علت چاہیے قال بحرقمقام العلوم العقلیة والنقلیة لفلاک الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اے مالا یكون فیہ الواسطہ اصلاً) نظر فان المحسوسۃ امر ممکن فلا بد لثبوتہ لشیء من علۃ وہی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کسوا سطر کے ضوے مثلاً جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلاً مانتے ہیں سو وہ بھی جب تک مشیر کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو معہذا ص بصر مشیر یعنی بینائی اُسکی بھی جب تک صحیح نہ ہو وہ ضو جسکو محسوس بالذات جانتے ہیں ہرگز محسوس نہ ہوگی پس اس سے معلوم ہو گیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ناممکن ہے۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ اُن پر حس بصر بالکل واقع نہیں ہوتی چونکہ وہ خارج میں بالاستقلال بغیر کسی کے ضمن میں ہونے کے موجود ہے اور اُسکو محسوس بالذات کے ساتھ علاقہ قویہ اور تلبس خاص ہے اسوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہیں جیسے اجسام کہ بواسطہ الوان مبصر ہوتے ہیں اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضواء کا بھی مطلقاً محسوس بالذات ہونا سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اضواء وغیرہ اضواء میں بدولت اضواء کے الوان ہی مبصر ہوتے ہیں جیسے دھوپ کے وقت محض جو میں بغیر نظر ڈالنے درو دیوار آسمان وزمین کے ہلکو کوئی شے نہیں

اسم اشارہ کی محسوسیت

محسوسیت کی حقیقت اور اس کے اقسام

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بلا واسطہ



دکھائی دیتی ایک خلا ہی خلا معلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درود یوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ میں زرد زرد اور شب کی چاندنی میں سفید سفید دکھائی دیتا ہے۔ خصوصیت ان ستاروں کے انوار کی ہے۔ قمر کی زردی آفتاب کی زردی مرتخ کی سرخی عطارد کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اسی خصوصیت اجرام پر دل ہے جیسے کسی نے کہا ہے قطعہ زحل سیاہ بود صندلی بود برجیس و برنگ لعل بود سرخ گوئے بہرام و چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید کبود رنگ عطارد قمر زمر و قلم پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی ابصار کی طرح ابصار میں سفیر محض ہیں۔ جاننا چاہیے کہ اشارہ حسیہ امتداد مطلق مہوم کا نام ہے جو مشیر سے نکل کر اشاریہ تک پہنچے تخصیص اس امتداد کی خطی و سطحی و جسمی کے ساتھ باعتبار حالات مشیر و اشاریہ ہے جسے اگر جانب مشیر نقطہ مانا جائے اور اشاریہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطہ مشیر حرکت اشاری سے امتداد خطی حاصل کرتا ہو نقطہ اشاریہ پر منطبق ہو جائیگا اور اگر اشاریہ خط ہے اور خط بھی غیر ممتد نقطہ مشیر بوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بن کر اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا ہو اشاریہ کی جانب غیر ممتد منطبق ہو کر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جس کا اس نقطہ مشیر اور قاعدہ خط اشاریہ جانب غیر ممتد ہوگا اگر غیر ممتد جانب نہ لجاوے بلکہ خط کی جانب ممتد اشاریہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا رہیگا کہ امتداد خطی اس اشار کی طرف خط اشاریہ میں نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اسی خط اشاریہ کے پہنچے گی چونکہ نقطہ بعد اور امتداد کسی جہت میں نہیں رکھتا فقط انطباق پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اشاریہ سطح جانب غیر ممتد ہے تو نقطہ مشیر دونوں عرضی و طولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاری سے جسم بنتا جانب غیر ممتد سطح اشاریہ پر منطبق ہو کر شکل مخروطی حاصل کر لیا جس کا اس نقطہ مشیر قاعدہ جانب غیر ممتد سطح اشاریہ اور اگر سطح کی جانب ممتد اشاریہ بنائی جائے تو بعینہ جانب ممتد خط کے اشاریہ کی شکل پیدا ہوگی کس واسطے کہ سطح اپنی جانب ممتد میں سوائے ایک بعد کے نہیں رکھتا البتہ فرق اس قدر ہوگا کہ خط میں بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہیں ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہو جائیگا یہاں سطح میں بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کر لیا اور اگر اشاریہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر ممتد سطح کو اشاریہ بنانے سے ہوتی ہے

زمین دیکھو کادن  
میں زرد اور شب  
میں سفید نظر آتا  
جو خصوصیت  
اجرام ستارگان ہے

اشارہ کے حالات

لیکن فرق یہی ہوگا کہ سطح چونکہ بیدالت یعنی استوا و عمقی نہیں رکھتا ہے فقط انطباق کی جانب غیر مستقیم سطح سے اشارہ ختم ہو جائیگا اور جسم چونکہ البعادثلثہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشارالیه کے جزو جزو میں نفوذ کر جائیگا غرض فقط مشارالیه کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہیں اگر یہی اختلافات ستہ جانب شیر بھی لحاظ کیے جائیں تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتیں پیدا ہوں گی۔

اشارہ چھکے  
سستی پو گیا جو

نہر نیکیان

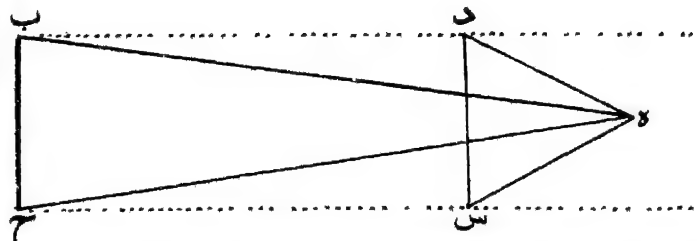
یہ بھی واضح رہے کہ یہاں جس سے مخصوص حس بصر مراد ہے یعنی جس شے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اُسکو چشم بنیاد کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اُسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ حسیہ ہی کہلائیگا اور یہ بھی جانتا چاہیے کہ جس طرح حرکت اشاری سے امتداد پیدا ہو کر مشارالیه محسوس پر منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ امتداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے سے چکر منظور و مبصر پر منطبق ہو جاتا ہے لیکن نظر بنجر شفاف جسموں کے نفوذ نہیں کرتی اشارہ سب جسموں میں نفوذ کرتا ہے اور مدارج محسوسیت کے مدارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور کے جتنے حصہ پر اشعہ نظر کا انطباق ہوگا اُس قدر محسوس ہوگا اسی وجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر اُس میں بھی جب قدر سامنے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہیں ہوتی کس واسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو اُن اجزا کے ساتھ نہیں ہے۔

ایک ہی چیز نزدیک سے  
دُری اور دور سے  
چھوٹی کیون نظر  
آتی ہے۔

اور یہی بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دو شے کا نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آنا زاویہ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہدہ مثلاً ایک مقدار کے دو خط ب ح اور د س کو ایک نقطہ ۴ سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذات میں متوازی کھڑا کر کے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط ۴ ب اور ۴ ح اور ۴ د اور ۴ س ایسے ملا دیں کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہو جائیں اور دونوں خط متوازی متساوی المقدار کے قاعدہ بن جائیں تو مثلث ۴ ب ج کا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث ۴ د س کے جس کا قاعدہ خط قریب ہی اندر آ جائیگا تو زاویہ راس مثلث ۴ ب ج نسبت زاویہ راس مثلث ۴ د س چھوٹا

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مکذا



اسم اشارہ قریب  
اور اسم اشارہ بعید  
کا بیان

اور موجود فی الذہن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہیں جیسے مجردات کی جانب اشارہ کرنا مجازاً ہوا کرتا ہے  
غرض اگر اشارۃ الیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی رح کا  
شعر ہے <sup>۱۹۲</sup> شہر یکے را بر آری و شاہی دہی ۛ یکے را بدریا بماہی دہی ۛ نہ بآنت مہر و نہ بآینت کین ۛ  
کہ بہ دان توئی اے جہان آفرین ۛ بعض اساتذہ سے سموع ہے کہ این و آن میں کوئی فرق نہیں ایک کو  
دوسرے کی جگہ جہاں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من ۛ  
وین منم کا ندر میان خاک و خون بینی سرے ۛ یعنی اگر این نہ من باشم الخ و آن منم کا ندر میان الخ کہہ دیا  
جائے باعتبار معنی کوئی خرابی نہیں انتہا حق یہ ہے کہ نکات معنوی اس واسطے پر مغل ہوئے جاتے  
ہیں کہ واسطے کہ یہاں اسمائے اشارہ میں بعد و قرب کا لحاظ نہ کیا جائے تو اس لیل گلستان فصاحت  
کا چہچہہ بلاغت سے خالی رہ جاتا ہے کیونکہ یہاں آن نے بتلادیا کہ روز جنگ پشت دکھلائی جو ایک  
صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے جتلا دیا کہ خاک و خون میں ملنا سیدان سے  
نہ ملنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعت حمید ہے ثنائی تفرقہ کے لئے یوں کہہ دینا مفید نہ ہوگا کہ شعر مشہد  
بین آن کو بجائے این اور این کو بجائے آن رکھ دین اور آن سے بعد تعظیمی و قرب تحقیری جنس پر  
اہل معانی کے نصوص دال ہیں مراد رکھی جائے وہی خوبی و صفت ثنائی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی  
کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسمای اشارہ ہے نافی اسکا منکر ہے پھر یہ قول نافی کے مفید ہونا  
مخص وہم ہی جانتا چاہیے کہ یہاں قرب و بعد امتداد فاصل بین المشرق و المشرق الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہو  
اور یہ کمی زیادتی امور اضافیہ میں سے ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسکا حال ضمن میں بیان رقم کے بیان  
ہوگا اور اسکی کوئی حد معین نہیں جس سے ہم حکم لگا دین کہ یہاں تک اشارہ قریب ہے یہاں سے  
بعید۔ بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کیا جاتا ہے۔ بعض  
وقت باوجود غایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے آلہ اشارہ قریب پر حرف تصغیر بڑا کر جو برائے اشعار  
صغیر فاصل ہے اینک کہہ دیتے ہیں سعدی رح شعر اگر شہ روز را گویشب ست این ۛ بیاید گفت  
اینک ماہ و پر دین ۛ یعنی کہہنا چاہیے کہ یہ لو چاند اور تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے  
ہیں کہ کوئی شے انکے دیکھنے میں حائل نہیں ایسے قریب ہیں کہ ہتیلی پر دھرے ہیں۔ اور نیز قریب  
و بعد امتداد مکانی و امتداد زمانی دونوں میں ہوتا ہے مثلاً ہمارے سامنے کچھ نزدیک و دور فاصلے

اسم اشارہ قریب

قریب و بعید

سے دو کتابیں الگ الگ رکھی ہوئی ہوں ہکو نزدیک کی کتاب منگوانی منظور ہے لانے والے نے دور کی کتاب اٹھائی تو کتاب کی جانب اشارہ کر کے کہینگے انرا بگزار این را بیاریہ مثال قرب و بعد امتداد مکانی کی ہے اسی طرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام حادثہ جناب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت باہمی بیان کریں تو این حادثہ ازان واقعہ از بس عظیم ست کہیں گے یہ امتداد زمانی کی مثال ہے اس عمومیت میں اینک مصغرہ بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اسکو ذکر مشارالیه سے نیاز کر دیا گو یا بجائے مشارالیه یہی کاف تصغیر ہے پس اتنی بات میں یہ مصغرہ اپنی اصل سے مناز ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ و پروین مثال قرب زمانی کی عرفی کہتے ہیں شعر اینک بزبان رساندم از دل و ناداغ کنم دل سمارا و اسکا مخفف نک بھی مستعمل ہے مولانا سے روم ہدیہ کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان میں فرماتے ہیں شعر گر بہ بطلانست و نحو کرو نم و نک نہادم سر بر بجز از گردنم و یاد رہے کہ اسماء اشارہ اپنے مشارالیه کے ساتھ جمع ہو جایا کرتے ہیں بخلاف ضمائر کہ وہ اپنے مرجعوں کے ساتھ نہیں جمع ہوتے جیسے آن مرد و این زن کہتے ہیں اور مرد نہیں کہتے مان تقدم ضمائر اپنے مرجعوں پر خصوصاً فارسی میں مطلقاً جائز ہے سعدی کا شعر ہے شعر نہ عجب گرفتور و نفش و عند لب غراب قہم شش و اور تعاکس مصرعین مروی ہیں عرفی کا شعر ہے شعر شائل تو نوید بنور سان چمن و زبان کلکش ازان گشت گلستان ز گس و اسماء اشارہ جب اپنے مشارالیه کے ساتھ ہوتے ہیں تو علامت جمع ان اسماء پر نہیں آتی مشارالیه پر لاحق ہوتی ہے جیسے آن کسان و این کتابا اسواسطے کہ جب اشارہ اور مشارالیه ایک جگہ جمع پڑتے ہیں بسبب اتحاد کے بمنزلہ شے واحد کے بجاتے ہیں اگر یہ اسماء اشارہ بغیر مشارالیه کے تنہا ہوں علامت جمع انہیں پر لائی جائیگی جیسے آنان و اینان اکثر ذوی العقول کے لئے آہنا و انہا اکثر غیر ذوی العقول کے لئے شعر شراب لعل کش و رو سے منہ جبینان میں و خلاف مذہب آنان جلال اینان ہیں و اشارہ اور مشارالیه کی ترکیب کو اتصافی کہنا عموماً میری پسند نہیں کسواسطے کہ صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور ترکیب فارسیہ میں خصوصاً کیونکہ اس میں ایک فلک علامت اتصاف کی قباحت اور بڑھکر ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ترکیب کو بدل بدل منہ کہا جاوے یا تمیز منیر کسواسطے کہ اسماء اشارہ مبہمات

اسمائی اشارہ اور  
مشارالیه کے ساتھ جمع  
ہونے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

اسمائی اشارہ اور  
مشارالیه کے ساتھ جمع  
ہونے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

اسمائی اشارہ اور  
مشارالیه کے ساتھ جمع  
ہونے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

نظامی یقین

دی پاد و پاد  
اور کم کا باب الامتياز

سے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ نکات فارسی کے وانا بہار فرزانہ فرماتے ہیں کہ ام بالکسر اشارہ قریب کے لئے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا از منہ ثلثہ روز و شب و سال کے غیر مسموع میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کسی طرح دل کو نہیں بھائی مان یہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ مستقل ظرف ہی دسی و پار و پیر کی طرح جیسے اردو میں آج اور کل اور اب اور پرسوں۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دسی پار پیر جائز الاتصال ہیں اور لفظ ام از منہ ثلثہ سے منع الانتقال اسوجہ سے ضما ئر متصلہ کی طرح تحقق میں غیر مستقل سمجھا جاتا ہے یوں ہی معنوی قدس سرہ شہر اے زنان با طفلکان میدان روید و تاز بخش شہاے شہ شادان شود و  
آنچنانکہ پار مردان را رسید و خلعت و ہر کس ازیشان زر کشید و ولہ رحم شہر بردشا و شہر سوی شہ ہارڈ  
بر امید بخشش و احسان پار و ولہ رحم شہر جنگ سیکر دند حالان پریر و تو مکش تا من کشم حلس چو شیر و  
شاید کہ کو اپنے اردو ترجمہ سے یہ شبہ پڑے کہ امروز و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات  
بھی کہتے ہیں حالانکہ اردو میں جیسے اس سال کہتے ہیں ویسے ہی اس سال بھی کہتے ہیں ورنہ ترجمہ  
انکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظرف ہیں نہ اسم اشارہ  
دوسری خرابی یہ ہے کہ اشارات میں قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو آن سب  
اخیر کے زمانہ کو کہیں بلکہ ہم حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو آن کے ساتھ اشارہ کریں  
پھر حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو بنسبت اُس زمانہ کے قریب جانکر این کے ساتھ  
اشارہ کر سکتے ہیں یہ بات ام میں متصور نہیں خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر  
ہے غرض میں نے ہر نیت تشیخذاذمان بتدیان مقتضای قیاس کو ذکر کر دیا کہ ام کا ان وجوہات  
سے اسم اشارہ قریب ہونا سمجھ میں نہیں آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع النظر  
فاضل ہے اسکی تصحیح قول میں ایک تا دلیل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض اساتذہ قدیم کے کلام میں لفظ  
ایمہ بجائے این یعنی اسم اشارہ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی مشروانی فرماتے ہیں شہر پس گو  
کایمہ ہمہ آدمی اند و آدمی نیست شیطان شیم ست و یعنی پس گو این ہمہ آدمی ہستند الخ ولہ شہر ایمہ گو  
کہ آسمان اہل بیرون نمی دہد و اہل چونامد از عدم چیست گناہ آسمان و یعنی این گو کہ آسمان لایق و شایستہ  
کسان بیرون نمی آرد اے پید انمی کند الخ پس اس لفظ میں جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ میں آتا  
ہے کہ یہ لفظ مبدل و مزید علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدہ تبدیل میم بانون این سی ایم بنا اور اُسپر

ایمہ بجائے این  
نہل چوچلفظ ام کی  
صفت کیا ہے



ہمے تحقی کی زیادتی سے ائمہ کہنے لگے جیسے کام سے کام وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل  
یعنی ائمہ خلاف اصل ہے جہاں تک ہو سکے اس میں تخفیف کرنی چاہیے تو جیسے متقدمین نے اس مبدل کے  
مزید علیہ کو اپنے کلام میں استعمال کیا انہوں نے اسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے ساتھ  
جو بجائے وعامہ زائدہ واقع ہے حذف کر کے ائمہ کو اپنے کلام میں برتاؤ عرض اس مبدل کی دونوں طرفین  
رواج پائیں مگر حالت وسطی یعنی ائمہ تحتانی کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نیز لفظ میں چونکہ تخفیف لگائی  
تھی معنی میں یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ ائمہ کو ازمنہ ثلثہ روز و شب و سال کے ساتھ مقصر رکھا اور حضرت  
بیدل رحمہ اللہ نے شام و صبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت اشب کا اطلاق شب گوشتہ پر بھی  
آتا ہے کس لیے کہ شب گزشتہ آج کے دن کی (جس میں اسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری  
کا شعر ہے شعر تاروز مکیدم سر انگشت حلاوت و زان قند کہ اشب ز شکر خند شکسم و امیر خسرو در شعر  
تو شبانہ می نیائی بر برکہ بودی اشب کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد و جس طرح شب بقرینہ مقالہ  
بمعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے شعر آنکہ شب داد تو بہ ام ز شراب و اشبم باز دیدت و خواب  
اے آنکہ دی الخ۔ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانہ حال مستعمل کرتے ہیں شاپور کا شعر ہے شعر  
ہو ناخوش ست چو طائوس گلستان مست ست و جہان از دست کہ امروز در جہان مست ست و عرفی شعر  
دیوانگی محبت تو و کامروز مسلم ست مارا و چنانچہ فقط روز بمعنی مطلق زمانہ و وقت بولا جاتا ہے صاحب  
شعر شبے کہ جلوہ کندے بجام ماصائب و سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما و سیاہ روز میں اگر روز  
بمعنی مطلق وقت نہ لیا جائے بلکہ روز کو اپنے حقیقی معنوں میں رکھیں پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی  
شب میں کیا مناسب ہوگی۔ اسی طرح آبروے متاخرین شیخ علی خزین کا شعر ہے شعر روزیکہ  
حجت از خلق خواہند و قیامت و روستے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت و ورنہ قیامت کا تو ایک  
ہی دن ہے پھر فریکہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ اسی طرح نظامی نے فرماتے ہیں شعر بروز جوانی و نوزادگی  
و زوم لاف پیری و افتادگی و فردوسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں شعر  
ہمہ مردم مصر پیر و جوان و ہمہ شان بدل در ہمیز و گمان و کہ اے کاش این بندہ بخیرے و شب و  
روز ہر روزے دیدے و اے ہر وقت دیدے۔ واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب و۔

شب کا اطلاق  
شب گوشتہ پر بھی

شب کا اطلاق  
شب گوشتہ پر بھی

روز بمعنی مطلق  
وقت و زمانہ

شب کا بیان اور شب  
تیسرا اور چوتھا

تیسرا ضمیر اور وہ ایک اہم ہے جو بوجب وضع شکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرتا ہے اور نیز ایک اختصاً

کے ساتھ بطور راز اور بھید کے اپنے مرجع کو بتلاتا ہے بسبب اسی اختصار تکرار بیان کے وقت بجائے اس مرجع ماقدم کے اسکیولاتے ہیں جیسے نظامی رحمہ شہر شہ از کار دار او پیکار او پسخن راند و پچید و کار او بعض وقت یہاں تک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کر دیتے ہیں فقط اسکے منوی مراد ہونے پر کفایت کرتے ہیں اور یہ عمل ضماائر مرفوع و منصوب و مجرور سب میں جاری ہے اول جیسے سعدی ج فرماتے ہیں شہر گفتم کہ گلے پچیم از باغ پ گل دیدم دست شد بوی پ  
اسے مست شدم۔ ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی <sup>۱۱۲</sup> شہر وان یکے انشان گرد از رخت او پ  
وان یکے بوسیدتش راورد پ اسے رویش را مثال مجرور کی جیسے سعدی رحم کا شعر ہے شعر دیدہ سعدی و  
دل ہمراہ تست پ تانہ پنداری کہ تنہا ہے رومی پ یعنی دیدہ سعدی دل او۔ پہنے بطریق راز اور بھید  
اسیئے کہا کہ تانے اجملہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو و اصل یہ امر درست ہے کہ سوا سطلے کہ من و تو گو کہ  
اخص الخواص ہیں لیکن بہ نسبت زید عمرو کے ان میں ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ شخص من و تو بننے  
کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجائے نام یہ لکھ دیوے کہ اس خط کا لکھنے والا  
میں ہوں آپ اسکی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا نہوے تو آپ کیونکر تعین کرینگے کہ فلاں ہی  
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا  
بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں انا انا فرمایا یعنی میں تو میں  
بھی ہوں اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہیں کہ تم فلاں ہو، بخلاف اعلام کہ وہ مشترک ہی کیون نہوں  
اسقدر ابہام ان میں نہیں ہوتا والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضماائر اکثر اپنے  
سابق الذکر مرجعوں کی جانب ناظر ہوتے ہیں یعنی منظور و مقصود ضماائر انکا مرجع ہے اور وہ انکے ابہام  
میں ایسا سا گیا ہے جیسے جی میں راز تخم میں درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل  
رکھتے ہیں بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے مان وہم جاتا ہے کہ ضماائر خطاب و تکلم پر اطلاق اس اسم  
کا مجاز و مجاز ہو سوا سطلے کہ لفظوں میں انکا کوئی مرجع نہیں ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو انکے  
کمال حضور و عنیت کے ظاہر کرنے کے لئے مرجع کو ذکر نہیں کرتے ورنہ باعتبار لفظ ابہام میں کوئی  
مفرق معلوم نہیں ہوتا چنانچہ دیکھیے زید میگفت کہ من با خالد موافقت کنم و او با من مخالفت مے ورزد  
اور زید میگفت کہ او با خالد موافقت کند و خالد با دے مخالفت مے ورزد و ضمیرین اور مرجع دونو جگہ

ضمائرین بہ نسبت  
اسما کے ظاہر خفا  
و ابہام ہے

ضمیر کی روشنی  
وجہ

ضمیمہ کی تفسیر  
تسمیہ اور غائب  
کے صیغہ واحد غائب  
کی تفسیر کا  
موضوعات پر مقدم

موجود ہیں مگر ایک جگہ لفظ غائب راجع کرتے ہیں لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام دونوں میں برابر رہے گا والد تعالیٰ اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر میں سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس میں بھی مرفوع اور اسمین بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس میں بھی فعل ماضی کی سب سے بدرجہ اول الاول ہے جب واضح ہے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول المشتقات ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جو وقت مبتدا کے ساتھ (جو دراصل اُس فعل کا سبب اور مصدر یا نائب مناسب اُنکا ہے) ترکیب پاتا ہے ہم اُس فعل میں ایک شے کو پاتے ہیں کہ وہ اُسی فعل کے سبب واحد غائب کو بتلاتی ہے جس کے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کر دیتے ہیں لیکن ظاہر میں اُسکا کوئی وجود معلوم نہیں ہوتا صورت نظر نہیں آتی باطن اور درونہ فعل میں ایسی سمائی ہوئی ہے جیسے دل سینہ میں بلکہ جیسے بھید دل میں پس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسب تامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال نیز تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقی ماندہ جمع غائب و حاضر و متکلم و مطلق کل منصوبات و مجرورات کی ضمیر میں ہی کہلاتی ہیں گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہیں لیکن اسی کی اخوات ساری ہیں نقل کے لئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہاں یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ ضمائر منفصلہ از روئے استقلال و استغناء عن الاتصال مشابہ اسمائے ظاہر کے ہیں لہذا یہ مستحق اولیت ہونی چاہئیں میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن با این ہمہ بیان وجہ تسمیہ میں ضمیر مستتر کو اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینوں نوع میں نوع اسم شرف اولیت و اولیت سے ممتاز ہے بعد از ان اقسام اسم میں اسم منظر کو بوجہ عدم ابہام زیادہ شرف ہے اور ان میں بھی فواعل و مبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیے جاتے ہیں پس جبکہ ہم نے اس قسم خاص یعنی اسم منظر کو مبداء کسی فعل کا بنایا اور اُس کے ساتھ اُس کے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ مبداء کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہونیکے تھا لفظ میں بھی باقی رہے جیسے مَرَدٌ خَرَبَ یَمین پس ہم نے اسی اول مرحلہ میں فعل کے اندر ایک ضمیر مستتر غائب کو رابطہ و منظر مبداء پایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فواعل چونکہ مبادی افعال و مصدر افعال ہیں اپنے افعال پر اُنکا ذاتاً تقدم واجب ہے اسی طرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہو گئے ربط و تعلق کے لئے ایک ضمیر ان افعال منورہ میں ضرور لاتے ہیں تا معلوم ہو جائے کہ یہ

جو ایک شبہ کہ ضمائر  
منفصلہ بوجہ منشاء  
بالاسماء ظاہر  
تقدم اور اولیت  
کے مستحق ہیں

فعل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و متکلم و غائب میں سے کون اس فعل کا مبدا بنا ہے خصوصاً جب مبادی متقدمہ جس کو اہل عرف مبتدا کہتے ہیں غائب ہوں اُس ربط مضموم کو جو منظر صنف فاعل تھا غیبیوت صیغہ کے سوا غائب عن الحواس یعنی مستتر لاتے ہیں تا غیبیوت مبتدا بخوبی متحقق ہو جائے کہ اس واسطے کہ اس سے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہیں اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب ہیں نہ حاضر نہ متکلم ایک درجہ اطلاق میں ہیں البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہوگا اسی وجہ سے بندہ مے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے ہیں شرف خطاب میں ہونے ہیں چنانچہ جواب ندا کی خطابیں ضمیر میں اس امر کو مبرا کرتی ہیں لیکن استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہنسنے اپنے رسالہ زرشست افشارین مدلل کر دیا ہے اُن بیانات کی یہ مختصر گنجائش نہیں رکھتا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع و مآب ضرور ہوگا مثلاً ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کی طرف اور ضمائر مجرور عام ہیں خواہ فاعل کی جانب انکار جوع ہو خواہ مفعول کی جانب لیکن ترکیب میں مضاف الیہ یا مداخل حرف جار بنے رہتے ہیں چنانچہ امثلہ آتیہ سے انکا حال بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے۔ لیکن فارسی میں تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو اضمائر قبل الذکر کہتے ہیں عمدہ میں ہو یا فضلہ میں مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ میں جائز نہیں رکھتے۔ سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر چو بام بلندیش بود خود پرست و کند بول و خاشاک بر بام پست و ولہ شکم تابنافش بر بند مشک و قدح را برو چشم خونی پر لاشک و عرنی شعر نظر بہ بخت حسودت کشادزان او یافت و سپیدی مژہ در بد و غنفلان گرس نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہو جاتے ہیں اس باب میں تخصیص ضمیر واحد متکلم کی کوئی سمجھ میں نہیں آتی شعر صلاح کار کجا و من خراب کجا و بین تفادیت رہ از کجاست تا کجا و نظامی شعر چو برستی تو من سست راے و بے حجت انگیختم و لکشاے و کبھی علامت انصاف کو بطور حذف بھی کر دیتے ہیں خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر بادشاہ در بہار دولت من بینوا و ہستم آن بلبل کہ چو غنقا ست مثل من عدیم و حیاتی گیلانی شعر چنانچہ بخش دیوانہ بہت بر جاہش و بخاک پایش من بندہ آرزو مند و مثال ضمیر جمع کی عبدی اشتر خانی کا شعر ہے شعر عشق گلشن

اس سے ظاہر غائب قرار دینے کے ہیں واصل نہ غائب ہیں نہ حاضر نہ متکلم

ضمیر جمع پر مقدم ہو جاتی ہو

ضمیر مطلقاً صحت واقع ہو جاتی ہے تخصیص راجع کی کیچہ نہیں

رسوائی باید نامان و یک گل داغ جنون بر سر مجنون زده است و مولوی معنوی قدس سرہ شہر ذرہ  
 از بانگ تو بگزاشتم و من تو خرا آدمی پنداشتم و نظامی و شہر چہ باید رصد گاہ دارا شدن و  
 بجز یہ دہی آشکارا شدن و شماریرکان از سر یادسی و چہ گوئید چون باشد این داور سی و اور  
 شاہنامہ میں جو اوشوز نخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرہنگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک  
 جمع ہونے سے او بمعنی آن کہد یا یہ ساخت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ گریوز و افراسیاب کی  
 تجہیز و تکفین کے بیان میں لکھتے ہیں شہر بخوابانڈش پس برافراز نخت و بگریہ فراوان براوشوز نخت و  
 اے برافراسیاب کہ شوز نخت است۔ بعض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہیں یا تو  
 اس لئے کہ مطابقت کا خیال نہیں کرتے یا اس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہیں  
 فیضی فیاضی کا شعر ہے شہر از کنہ کمال او چہ یابیم و ماہ محمدان آفرینش و حیاتی گیلانی۔ شعر  
 یاد آن وقت کہ باد شدہ رایارے بود و ہر کے را بسر کوے کے کارے بود و اور یہ متصل متفصل پر قسم  
 ہوتی ہے متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر متعل ہوا سیوج سے اسکو غیر مستقل کہتے ہیں۔  
 متفصل وہ ہے کہ علیحدہ بھی متعل ہو کس واسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان میں سے تین  
 قسم پر ہے اسواسطے کہ ضائر یا مسند الیہ اور مسند رافع ہوتے ہیں یا مفعول یا کسی جار کے تحت میں  
 اگر اول ہے مرفوع کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور۔ واضح ہو کہ یہ نام مجوزہ اہل عرب میں ایسے  
 کہ ان کے مان مسند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہو

### جدول المضمرات المرفوعة المتصلة

جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ن د	می	می د	م	می م
مثلاً گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

ضمیر واحد غائب کہیں مستتر رہتی ہے جیسے ماضی کی بحث میں کہیں بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع  
 میں اور وہ دال ہے قبل مفتوح جیسے کند و گوید میں اسکو اسلئے مستتر کر دیا کہ ماضی کا خاتمہ دال یا تا پر  
 ہونا واجب ہو پس اگر یہ دال ضمیر غائب بھی اس پر اسلئے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع  
 کی وجہ سے جو ثقلالت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی۔ جانتا چاہیے کہ ہم نے ثقلالت عامہ کو محذور

ضمیر جمع غائب کو  
 صفت لفظ  
 جمع میں مطابقت  
 شرط نہیں

متصل کی تعریف

متفصل کی تعریف

ضمیر واحد غائب  
 مرفوع متصل کا  
 استعارہ و بروز



شعر ایسا ہے نہ ثقات مطلقہ کو تا مختصر شدن کے ماضی شد و گشتن کے مضارع گردو کو بطریق لفظ  
پیش نہ کرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ ثقات برسی تھی تو ستمین جو ماضی شدن کی ہے اور گردو  
میں جو مضارع گشتن کا ہے کس لیے اختیار کی گئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو زبردست افشار کی بحث مطلق  
میں ملاحظہ کریں۔ اور جاننا چاہیے کہ ان ضمیروں کو بقدرینہ مقام مقدر بھی کر دیت ہیں۔ سعدی رح شعر  
گفتم کہ گلے پیم از باغ و گل دیدم دست شد بوی و نظامی رح شعر نیا در دم از خانہ چیزے نخست  
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست و شعر القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود و در باز کرد و باز بہ بست از بس ستواڑ  
ہاتنی رح شعر اگر من ہر اسان شدی از سخن و نامدی مرا در جہان ہیچ بن و جامی رح شعر بجائے نیل من  
بودی چہ بودی و زبا پوشش من آسودی چہ بودی و اگر غور کیجئے تو تسلیم حذف جز و مقدر بہ سے بلا ضرورت  
کلام میں نقصان مانتا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت الثفات ہے رہا بعض شرح گلستان کا  
غیبت اور الثفات میں عاطفہ کو فارق رکھنا بالکل بے اصل ہے۔ تہطوح ضمیر اور مرجع میں باعتبار افراد  
وجہ اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کمی کا لحاظ نہیں کرتے۔ حزن کا شعر ہی  
شعر شکر چہ گویم اے مرزا ہے دراز دست و نگزاشتی بدست کسے اختیار من و شفائی کہتے ہیں شعر  
خوبان صفہاں چو شفائی پسند نیست و خیزم ازین دیار بشہر دگر روم و جامی قدس سرہ فرماتے ہیں  
شعر پرستاران پرستاریش کردی و ہوا داران ہوا داریش کردی و نظامی رح شعر  
ملوک طوائف بہر مان او و کمر بستہ بر عہد و بہمان او

### جدول ضمائر منصوب و مجرور متصل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ش	شان	ت	تان	م	مان

جاننا چاہیے کہ تا قبل ان ضمائر متصلہ کا در صورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش  
وکت کو کسور الادل پڑھنا جیسے اکثر ہندوستان میں مروج ہے قول مرجوح ہے راجح یہی ہے  
کہ فتح کے ساتھ پڑھیں اسلئے کش اور کت اصل میں کہ اش اور کہ ات بقیاس سائر ہمزات مضمرات  
جو بعد ہائے مخفی کے تحمل حرکت کے لیے لائے جاتے ہیں بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسوے  
کات ہمزہ کو اگر اس ضمیر پیش یا تا یا ہم کو چہ دکہ کے ساتھ وصل کریں تو وہ ہائے مخفی جو بضرورت اتمام

ضمائر و فہم متصلہ کا  
بقدرینہ مقام مقدر ہونا

بیان الثفات

ضمیر و مرجع میں  
بھی مطابقت کی  
کا لحاظ نہیں ہونا

ضمائر متصلہ کے  
جہاں قبل ہو  
حتیٰ فتح کو بھی

کلمہ مثل داو تو کے کلمہ پر لاحق ہو گئی تھی ساقط ہو جائیگی چش اور کش اور کت اور کم بالفتح رہ جائیگا نظامی  
 شعر بہر چش رس ساز گاری کند فلک برستیزندہ خواری کند پد خسر و شش شعر این قدم عرصہ دزن  
 ملک ہست پد کم نرد سوسے دگر پایہ دست پد اے کہ نرد و ستم امیر خسر و شش شعر بیشتر از جنبش این دار و گیر  
 باعث بود مرا در ضمیر پد کم زچہ رودست بران در شود پد کین شرفم نرد میسر شود پد اے در ضمیر من کہ مرا از چہ  
 بران در رسیدن میسر آید۔ غالب شعر منم کم بود و طراز کلام پد شہنشتہ پیمبر سپہد امام۔ یہ تعلیل تخفیف  
 بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور لون نافیہ لایا جاتا ہے تو کراؤ  
 نز بالفتح پڑہتے ہیں۔ سعدی رح شعر عزیزے کہ ہرگز درش سر بتافت پد بہر در کہ شہر عت نیت  
 خسر و شش شعر گر سہ زانی کہ درین تنگناے پد نان ز ملک مے طلبی نر خداے پد چنانچہ مخفف نیز اور  
 نافیہ میں مابہ الامتیاز یہی فتح قابل و کسر قابل ہے پھر کش اور کت اور کم مین کسرہ کی وجہ تشفی بخش نہیں  
 نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع میں جہان کہین یہ ضمیر مین وصل پاتی ہیں انکے  
 قابل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلمش قلمت قلمم کتابش کتابت کتابم وغیرہ چنانچہ  
 بعض مقنین نے شین مصدری اور شین ضمیری مین مابہ الامتیاز کسرہ قابل و فتح قابل شین کو رکھا ہے  
 دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کش و کت بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس  
 خیر اولی ہے لیکن گیزہ بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اس واسطے کہ یہاں سے کوئی ہمزہ مفتوحہ حذف  
 نہیں ہوا تبض وقت اس ہمزہ کو بحال رکھ کر بوجہ کسرہ قابل یاے تحتانی سے بدل دیتے ہیں جیسے حسیت  
 و کیت مین لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رہ جاتی ہے اور بعض وقت کیت و حسیت  
 کے ہمزہ کی طرح ساقط ہو جاتی ہے ہر دو کی مثالین حضرت مولوی معنوی کے اشعار سے واضح ہے  
 شعر مادرش از خشم گفتش مین خموش و کیت افگندہ این شہادت را بگوش پد ولہ این کیت آموخت  
 اے طفل صغیر پد کہ زبانت گشت و طفلی جریر پد واللہ تعالیٰ اعلم۔ اشلہ منصوبہ متصلہ ضمیر مکے مولانا جانی  
 شعر بد ہقائیش اگر داری مسلم پد بدان ماند کہ کوئی روح اعظم پد ولہ مدہ شان قرض وستان نیم جبہ پد  
 فان القرض مقرض الحجبہ پد ولہ مے عشقت دہر گرمی وستی پد دگر انفسر دگی و خود پرستی پد فردوسی رح شعر  
 اگر راستستان بود گفت گو پد بہ نزدیک منتان بود آبرو پد دگر ہیچ کڑی گمانے برم پد بزیر پے پستان بسپر م  
 سعدی رح شعر در بلخ آدم زان ہمہ بوستان پد ہی دست رفتن سوے دوستان پد او دین آدم را۔ ترکیب نجوی اس شعر

کلمہ مثل داو تو کے کلمہ پر لاحق ہو گئی تھی ساقط ہو جائیگی چش اور کش اور کت اور کم بالفتح رہ جائیگا نظامی

نظامی نامہ فارسی

شین ضمیری و مصدری

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل کر لیا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل کر لیا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل کر لیا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل کر لیا

کی یون ہے۔ آمد صیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو منجملہ افعال ناقصہ ہے۔ رفتن مصدر معروف مضاف۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم پہ ذوالحال۔ تہی دست۔ حال۔ سوئے دوستان مضاف مضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول بہ ز۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ سبیل منہ۔ ہمہ بوستان مضاف مضاف الیہ ملکر مشار الیہ بدل اسم اشارہ مع مشار الیہ یعنی بدل مع سبیل منہ کے ز کے ساتھ مربوط ہو کر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول بہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آمد کا۔ دریغ اسکی خبر تم۔ آمد کا مفعول بہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہیں گلستان میں ہے۔ دشمنان اسیر آمدند۔ یعنی دشمن قید ہو گئے۔ دشمن اسم۔ اسیر۔ اسکی خبر مثال جمع کی فردوسی رح شعر بایران بمر دان نخواند مان و زنان کمر بستہ داند مان و مثال مجرور متصل ضمیر ون کی جیسے کتابش قلت کا غزم۔ جانا چاہیے کہ کبھی ان جمع کی متصل ضمیر ون کو جمع کی منفصل ضمیر ون سے استعارہ کر لیتے ہیں یعنی یہ متصل ضمیر ون لفظاً و معنی منفصل ضمیر ون کے قائم مقام متعل ہو جاتے ہیں۔ فردوسی رح سورہ یوسف کی شان نزول میں لکھتے ہیں شعر پیر چنین گفت کاین استان و کہ شان میں شفیع برغیب دان و اسے اوشان رامن شفیع۔ اور محتمل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہو اسی من شفیع شان ہستم۔ مولوی معنوی رح شعر از سود وزخ بزنجیر گران و میکشم تان تا بہشت جاودان و در نہ رسم لحظ میں اپنے قبل سے منفصل لکھا جانا درست نہ ہو گا کش کطیح کشان من شفیع الخ اور می کشت کی طرح می کشتان لکھنا چاہیے تھا غرض یہ مسئلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تئیں جو بجائے منفصلہ متعل ہوئیں اور ضمائر مجرورہ متصلہ کی مثالیں جو بجائے منفصلہ متعل ہوئی ہیں ہم آگے بیان کرینگے جیسے بیان شان بدیدہ فرقہ لک کیا معنی کہ انکے مضافون پر کمرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال میں لیجانے یعنی متصلہ کو منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مجرورہ متصلہ کے اسلئے کہ واحد کی متصل ضمیر ون یک حرفی ہوتی ہیں بلا استناد کسی کلمہ کے انکا تنہا آنا ممکن نہیں اسقدر استقلال ان میں پیدا ہونہیں سکتا کہ وہ بجائے ضمائر منفصلہ اپنی جمعون کی طرح متعل ہوں اسد واسطے در صورت اضافت ان کے مضافون پر سے علامت اضافت و جوباً ابداً اٹھا لیجاتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ جب کسی دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر انکا بروز و ظہور نہیں ہوتا تو یہ دوسری شے کیلئے خود سہارا اور استند کی بن سکتے ہیں پس تست اور نش کو تو است اور تواس کا مخف سمجھنا چاہیے

آمدن کے فعل ناقص ہونے پر شواہد

مجرور متصل ضمیر ون کی مثالیں

ضمائر جمع متصلہ کا بجا منفصلہ ہونا

ضمائر منفصلہ کی مثالیں

تست اور نش کو تواس کا مخف سمجھنا چاہیے

جیسے ترا تورا کا اور مرا من را کا مخفف ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان ضما ئر منفصلہ میں آئیگا۔  
 ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانا سے روم کا شعر ہے شعر نے خودی  
 نامہ بخودش خواندہ و اختیار از خود نشدش خواندہ۔ اسے تو اور خواندہ۔ اور کبھی یہ شین ضمیر متصل  
 منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی رح پیغام سلم و تور کا فریدون کے پاس پہنچانے  
 کے داستان میں کہتے ہیں شعر بگفتش بدان شاہ کشتہ پسر و پیام دوست زند بیدار گز  
 اے بگفت بدان شاہ۔ ولہ چو اور ابدیشش جهان شہریار و نشاندش برخویشتن نامدار و  
 چو اور ابدید ولہ چو شاہ آچنان دید برپاے جت و گرفتش سر و دست رستم بدست و اگر گرفت  
 سر و دست رستم۔ اسی طرح ضمیر تکلم مع الغیر منفصل بھی زائد آتی ہے۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ  
 اخیر میں آئیگا۔ اور یہ ضما ئر متصلہ منفردہ اپنے مضاف سے ایسی ملجاتی ہیں کہ گویا جو ہر کلمہ مضاف  
 بنجاتی ہیں بخلاف ضما ئر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہیں جیسے  
 مولانا جامی کا شعر ہے شعر کنیزان را بہ پیش او پیا کرد و بچہ دست سر و بالا شان دو تا کرد ولہ  
 ز شیرینی دما نشان در شکر خند و ز لعل در رہمہ بر مو کمر بند و جنگ سکندر و نورین فردوسی  
 فرماتے ہیں شعر نوازش کنون من با فزون کنم و ز دلتان غم و ترس بیرون کنم و سنائی شعر  
 از دست توشت برو دمانان خوردن و خوشتر کہ بدست خویشتن نان خوردن و مولوی معنوی رح شعر  
 آتش گوید ہر دو عالم آن تست و جملہ جاہانمان طفیل جان تست و کبھی انکے مضاف پر علامت اضافہ  
 لے آتے ہیں یعنی انکو بجائے منفصل استعمال کرتے ہیں۔ مولانا جامی شعر میان شان چو دیدہ  
 فرق اندک و بعینہ ہر یکے چون آن در یک و کبھی تنہا بلا استناد مستقلاً نائب مناب ضمیر مرفوع منفصل  
 مستعمل ہوتے ہیں۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ز چینی بخوید کسے مودی و کہ جز صورتے نیست  
 شان آدمی و اے او شان آدمی۔ امیر خسرو رح شعر درو متاع من و با من بخوش و شان بزبان  
 آوری و من خموش و اے او شان بزبان آوری۔ غالب دہلوی شعر با من این خشم و کین  
 در بے در بے و من چنان تان چنین در بے در بے و اے من چنان شمشا چنین۔ دائرۃ لغت  
 اعلم بالصواب۔

جدول ضما ئر مرفوع و مجرور منفصل

ضمیر  
را کبھی لائے ہیں

ضمیر جمع متکلم بھی اپنے اتصال پر رہتا ہے  
تو بلا علامت اضافت مستعمل ہوتا ہے

کبھی علامت اضافت منفصلات کی طرح  
انکے مضاف پر داخل ہو جاتی ہے

مع ضما ئر منفصلہ مجموع  
تنبیہا استناد مستقلاً نائب  
مناب ضمیر منفصل مستعمل  
ہوئے ہیں لیکن مولوی معنوی  
کے شعر (صدیہ زبان دفتر  
اشعار و دہ پیش عزت  
ای ایش عابدی) میں  
ای ایش بجائے ای ایش  
بجائے مرفوع و مجرور  
ضمیر ہے۔

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
او - وے	اوشان - ایشان	تو	شما	من	ما

جیسے گفت اور یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت میں ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر مجرور۔

### جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اورا - ورا - وکورا	اوشانرا - ایشانرا	ترا	شمارا	مرا	مارا

جانتا چاہیے کہ وے مرادف او ممکن ہے کہ ایک مستقل ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُوسی کا مخفف ہو اور اُوسی میں یاے تختانی اُسی قسم کی ہے جو بعد مدّ تین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت میں آئیگا فروسی رح فرماتے ہیں شعر ہر آنکس کہ از راہ یزدان بگشت و ہمان عہد اُوسی وہمان باد وشت و یعنی عہد او باد وشت ہر دو برابرست۔ ایضا در حمد سراید شعر از و شادمانی و زو مرموی ست و ازویت فروئی زویت کمی ست و سعدی رح شعر چنویے خرومند فرخ نہاد و ندار و جهان تا جہانت یاد و اسواسطے کہ ازویت مرکب ہے از اُوسی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنویے مخفف ہے چون او کے غرض اُسی اُوسی میں سے جب الف حذف کیا گیا و اوساکن رگیا تو بوجہ تعذر سکون ابتدائی اُسپر حرکت فتح کی دیکھی کیونکہ وہ اخف الحركات ہے۔ سعدی رح شعر بگفت انچہ دید از کر مہاے وے و شہنشہ ثنا گفت برآل طے و اہل توران بہ نسبت او کے وے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں اسبطرح جب ضمیر منصوب اُورا پر سے الف گرا دیا جاتا ہے ورا بالفتح کہا جاتا ہے اسکو ویرا کا مخفف ماننا تعلیل در تعلیل تخفیف در تخفیف ہے راثر این جو مخفف تور ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اُوسی میں جیسے الف حذف ہو کر دمی رگیا اُسی اُوسی میں سے و او حذف ہو کر انمی بالکسر رہ جاتا ہے۔ لیکن الف کا ضمیر بجاوت یاے تختانی کسرہ سے بدل دیا گیا چنانچہ اُسکی جمع ایشان مستعمل ہے۔ جامی قدس سرہ شعر نبی دہم کہ با ایشان چہ کین دشت و کہ زیر خاکشان آسودہ نگزشت و یعنی ان دونوں قسموں کے تخفیفی صیغوں میں یون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف میں آگیا ہے اُسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جبکا اخیر تخفیف میں آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص ہو یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرا جائے اور کاف نقصان۔

ضمیر و لغت غائب دی  
کی تخفیف لفظی اور  
اسکی ضمیر جمع غائب  
ایشان کی تخفیف  
لفظی کی کہیں  
بجھنی چاہیے

ضمیر جمع غائب  
ایشان کا بیان



حرف اول کمالیت افراد سے غرض اول میں تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی میں تکمیل لفظی ہے  
حذف واو کو حذف انحراس لیے قرار دیا کہ یہاں یا سے بعد دراصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ  
ان دونوں تخفیفوں میں بمنزلہ جو ہر کلمہ اسکو وجوب عارض ہو گیا اور نیز اشترک الہند پر نظر کریں یہ  
امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے جیسے عربی میں ہو اور ہی پس او اور ای اوسی ہو وہی کا بدل ہو  
اور مے ہو زکا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اسطرح ہندی میں وہ اور یہ اوسی ہو اور ہی کا قلب  
ہے ہاں امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہو اور ہی میں فرق ہے اور او اور ای  
میں اس قسم کا فرق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضمائر منصوبہ مفردہ میں سوائے او و اویرا کے حاضر و شکم میں صیغہ خفہ کا استعمال اکثر ہے  
صیغہ اصل شاذ و نادر برتے جاتے ہیں۔ سامعانی ہمدانی کا شعر ہے شعر بسکہ حادث دل من  
بجوت باشد و نگزم گر ہمہ انگشت نداشت باشد و آگاہ ہو جائیں کہ ضمائر منفصلہ فائز بحسب اصل  
ذوی العقول کی ضمیر میں ہیں لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لیے استعارہ کر لیتے ہیں  
نظامی رح کا شعر ہے شعر می کو مرارہ بمنزل پرد و ہمہ دل برند او غم دل برد و لیکن میرے نزدیک  
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اساتذہ اہل زبان سے دونوں موقعوں پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت  
ثابت ہے معہذا قیاس بھی اسکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح شعر مہندس بسے جوید  
از رازشان و نداد کہ چون کردی آغاز شان و مگر جب انہر کوئی رابطہ وغیرہ آجاتا ہے تو اسکے اتصال  
کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر متقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہیں پس ان متصل ضمیروں کی طرح ذوی العقول  
وغیر ذوی العقول ہر دو میں بالاتفاق انکا استعمال جائز رکھتے ہیں۔ سعدی رح شعر ترسد خرومند  
ازین بحر خون و کز دس نبردست کشتی برون و ولہ جو خرما بشیرینی اندودہ پوست و چوباش کنی  
استخوانے در دست و مثال وے کی ولہ در خرمی بر سر اے بہ بند و کہ بانگ زن از وے بر آید  
واضح ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ ان مواضع میں متعلی ہوتے ہیں کہ جہاں زبان اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے یہ اپنے اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اول کو معنی خود کہہنا  
میں پسند نہیں کرتا اس پر طرہ یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہیں یہ خلاف تفحص ہے ظہوری شعر  
ہند غور ہر طرف داسے ز تارش و کران رو پر تو سی گرد شکارش و سعدی رح شعر ترا کے می شود ہنیم

اشترک الہند  
اور ای اور او  
ہی اور وہ اور مے

من رازشان  
ضمائر منفصلہ کا  
غیر ذوی العقول  
لئے استعارہ کر لینا

ضمائر متصلہ  
کا ایسی جگہ استعمال  
جہاں اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے

کہ بادوستان خلاف ست و جنگ پے سعدی رح شعر چمن نام مردم بزرشتی برم پے گویم بحر غیبت مادم پے  
 اسی معنی میں ضمائر منفصلہ بھی متعل ہوجاتی ہیں۔ نظامی فرماتے ہیں شعر چو خاقان خبر یافت از کار او پے  
 کہ آمد سکندر یہ پیکار او پے ولہ بدانت مانی کہ در راہ او پے بدان حوضہ چینیان چاہ او پے خسرو علیہ الرحمہ  
 فرماتے ہیں شعر چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست پے از در گے پرس کہ عیب تو چیست پے نظامی رح شعر  
 چنان گرم کن عزم را یم تو پے کہ خرم دل آیم چو آیم تو پے فردوسی رح بہرام کی بہن سے خاقان کی منگنی  
 کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہ از من ندیم ترا کتھڑاے پے بیارائے این پردہ مادرے پے  
 غرض اس معنی میں تخصیص ضمائر متصلہ کی بجائیں کبھی بحکم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہیں  
 مولوی معنوی قدس سرہ الغریز کا ارشاد ہے شعر گفت پیغمبر صبا ہے زید را پے کیف صحبت اے  
 رفیق با صفا پے گفت عبد امو منا باز او ش گفت پے کو نشان از باغ ایمان گر شگفت پے ولہ او گر زان واکا  
 اندر پیش پے مید و دچو دید ویرانی ویش پے ولہ روغن اندر دوغ پنهان میشود پے ہر چہ می سازی  
 تو اش آن میشود پے ولہ کہ اگر حق ست او پیدایش کن پے در نباشد حق ز لون ماش کن پے ولہ دیدہ  
 عقلت بد و بیردن جہد پے طعن اوت اندر کف طاعون نہد پے سعدی رح شعر اکیہ شخصے سنت حقیر نمود پے  
 تاد رشتی ہنر نہ پنداری پے اور بعض مواضع میں لفظ خود پر ضمائر متصلہ بنظر تاکید مزید لاحق کرتے  
 ہیں جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر سخن بر بد یہ نیاید صواب پے بوقت خودش دادہ باید جواب پے  
 اسکا بیان بحث حرف میں آویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ شانہ پے

ضمائر منفصلہ  
 متصلہ کا لا بابت  
 جاننے

لفظ خود پر ضمائر  
 متعلقہ کی

مطلقاً ضمائر  
 زائدہ کا لاحق

خاص خصوصیت کے ساتھ  
 علی الخصوص ضمائر متعلقہ کا لاحق

جہاں سے ملے ہوئے

ضمائر پر خواہ وہ متصلہ ہوں یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہیں فردوسی رح بشرن کے بحیثیت مجرمانہ  
 افراسیاب کے روبرو ہونے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر نہ بینی کہ این بد کنش ریمت پے فرونی  
 سگالہ ہی ہر منا پے اے بر من ولہ من از بادشاہیت آباد ما پے بزرگان فرخندہ بنیاد ما پے  
 اے آبادم اور ضمیر جمع متکلم در صورت مضاف الیہ زائد بھی لائی جاتی ہے۔ فخر المتاخرین علی حین  
 کا شعر ہے شعر صف مرگان تو گر سایہ بدیر یا فگندہ پے خار قلاب شود در بدن ماہی ما پے او در بدن ماہی  
 چوتھا موصول یہ وہ اسم ہے کہ اسکے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل پناے جس میں ایک ضمیر  
 اسی موصول کی طرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہیں بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ تو مبتدا  
 کہہ سکتے ہیں نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضاف الیہ وغیرہ اور اس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ملا ہوا ہے صلہ اور اُس کے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب بھرتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اُس اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عائدہ در رابطہ کہتے ہیں۔ اسمائے موصولہ کہ وہ جیسے عربی میں مَنْ و مَا سعدی رح کا شعر ہے شعر اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی، مگر این پنج روز دریابی ولہ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت بہ رفت و منزل بد گیرے پر دخت، یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے مصرع میں مرکب فعل ہیں لیکن ان کے بیچ میں فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہو گیا ہے اور ان کے درمیان سے ایک حرف وصل کہیئے یا عاطفہ محذوف ہے اور وہ واو ہے یا اے مخفی ایسا واسطے اصل اس کی ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمدہ ساخت عمارت نور ہے اس کی نظر بہت سی ہیں نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ معراج میں فرماتے ہیں شعر تن او کہ صافی تر از جان ماست، اگر شد بیک لفظ آمد و روست، اسے بیک لفظ شد و آمد یا شدہ آمد یہاں فاصلہ ظرف کا ہے ولہ در نشان یکے تیغ چون چشم گور بہارک در رفت چون پائے مور، براہیخت آمد بران تند شیر، نشاید شدن سوے شیران لیر، لیکن واو اور کا مخفی کے موضع استعمال میں فرق ہے در صورت واو دونوں فعلوں میں مطابقت شرط ہے یعنی اگر اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع چاہیئے اسی طرح غیبت و خطاب و تکلم میں باہم موافق ہونے ضرور ہیں اور اے مخفی اس قید مطابقت سے پاک ہے لیکن فعل ملحق بہ ہا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان میں نسبت عموم من وجہ کی متحقق ہوگی ملازمی کا شعر ہے شعر سینه واکردہ بگلشن چو خرامان گزرد، بلیل از جان گزرد گل زگر بیان گزرد، جیسے زید نزد من آمدہ نشست یعنی بیٹھنا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی فعلوں کے فاعل کا اتحاد واجب ہے اگر فاعل مغائر ہونگے ترکیب باقی نہ رہے گی۔ اس قسم کی تفریع اردو میں بھی مع الفاصل و غیر فاعل دونوں طرح متعمل ہے جیسے کہتے ہیں کھا چکا لے بھاگا لادیا آگیا یا یہ سب بلا فاعل کی مثالیں ہیں اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر وہ آئی تو فاعل اُس کو پایا، آغوش میں آگے لگایا، آدم بر سر مطلب ہر کا لفظ عموم افراد کے لئے۔ وہ مضاف ہے جانب کہ موصولہ۔ آمد معطوف علیہ۔ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ۔ ساخت معطوف بتقدیر حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ ملکہ صلہ۔ اور دونوں فعلوں میں جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عائدہ در رابطہ۔ اور صلہ معہ موصول مضاف الیہ ہر کا اور مضاف مضاف الیہ ملکہ مبتدا۔ رفت فعل لازم۔ اُس میں ضمیر فاعلی

حرف وصل یا عاطفہ  
بینی واو اور کا  
مخفی کا باہمی  
فرق امتیازی

عائدہ کا مستند رکھنا  
اردو میں بھی ملتی ہے  
اور عاطفہ اور اصل کے  
ساتھ بھی جیسے لکھنا  
جا کر لیا دھرم، لکھنا



مین کس غضب کی بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہے چونکہ یہ شعر اپنے ماقبل و مابعد سے مربوط ہے  
 بغیر تشریح اشعار ماقبل و مابعد لطف حاصل نہوگا۔ مختصر عرض کرتا ہوں **س** خدایا جہان پادشائی ترست  
 ز ما خدمت آید خدائی تراست \* خدایہ صیغہ فاعل ترکیبی کا ہے از روئے لفظ مرکب ہے خود اور آ سے  
 جو امر ہے آمدن کا چونکہ کثرت استعمال تخفیف کو مقتضی ہے واد حذف ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ الف  
 اور و او مدہ کے بعد خاص کر افعال میں یاے تختانی جوازاً بڑا دیا کرتے ہیں اور ترکیب کے وقت  
 تحمل حرکت کے لئے **س** وجوہا جیسے آئی و گوی اور آگو اور آید و گوید اور یہاں بھی بوجہ ترکیب حرف ندا  
 زیادتی وجوبی ہے اور اسکے جزو ثانی صیغہ امر کی فعلیت سے حدوث کا شبہ محض وہم ہے۔ قابل  
 التفات نہیں معہذا جب تک کہ اسکے فعلیت کا لحاظ بلکہ لحاظ اسکی ترکیب سے اٹھا کر شے واحد نہ کر دیا  
 جائے معنی فاعلیت ترکیبی کے پیدا نہیں ہوتے اسبواسطے یہ ترکیبی صیغے صفات کے مساوی  
 سمجھے جاتے ہیں اور اسماء صفات میں کوئی حدوث کا قائل نہیں ورنہ واجب بھی اسم صفت ہے  
 والہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور ندا کے لئے فارسی میں اسی بالکے کثیر الاستعمال ہے تو ما سوا اور  
 حروف ندائیہ کے الف کا اختیار کرنا حدیث شریف کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فهو اقطع  
 کی امثال میں جھپٹنا ہے اسواسطے کہ جو لفظ پہلے زبان سے نکلے وہ نام خداوند عظم شانہ نکلے بخلاف  
 اور حروف ندائیہ کے کہ ان میں بوجہ تقاضا سے صدارت یہ بات ممکن نہ تھی معہذا چونکہ شیطان  
 انسان کا عدو مبین ہے ہر طرح سے اسکے اہلاک اور نجات کی راہ زنی کے درپے ہے تو سوا  
 اسکے کہ اس خداوند غالب و قاہر جلّ و علا کے حریم حمایت و حملے حضور میں ہو کر پناہ گزین ہوں  
 دشمن سے امن پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پہلے ہی بصیغہ حاضر افتتاح کلام کیا اور  
 دعویٰ جہان بادشاہی کو بلباس خطاب جو جواب ندا ہے بیان کیا اور یہ مصداق تعوذ ہے  
 سبحان اللہ العظیم کس بلاغت سے ان ہر دو مضمون تعوذ و تسمیہ کو ایک عبارت میں بیان فرمایا۔ جہاں  
 بالفتح بمعنی عالم و روزگار تحقیق اسکی صفت مشبہ کے بیان میں آویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پادشائی  
 بقاعدہ تبدیل بادشاہی سے پادشائی کر لیا یا بقاعدہ حذف گیا و گیاہ گواہ و گوا جیسے سعدی **شعر**  
 پسران وزیر ناقص عقل \* بگدا ئی بروستار فتند \* روستا زادگان دانشمند و بوزیری بادشاہ افتند  
 فردوسی **شعر** چو دستور باشد مرا بادشا \* ازیشان سوارے نہانم بجا۔ بعد حذف ہا وقت الحاق

شیخ اشعار سکندر نامہ  
 جہاں پادشائی ترست

واضح ہو کہ لفظ خدا کا  
 استعمال باعتبار یہ کہ ترکیبی  
 صیغہ واجب الوجود ثانی  
 ہے جسے نظائری کہے گئے  
 شیعین اور صاحب حکم  
 کے معنی بن سکا استعمال  
 علیٰ کی کسی وجہ سے  
 معنی ثانی میں بلا اضافت  
 نہیں لایا جاتا غرض یہ  
 شعر بر وزن مفعول  
 کامل خراسانی کے  
 ذیل ذیل خلاصہ و کمال  
 تنقید ۱۲ مسد

مین عالم مذہب و مباحث  
 مسئلہ مذہب و مباحث  
 ردت یا ایسے پان  
 لایت اور عبادت  
 چوتے بار عبادت  
 شانی ہیں ۱۲ مسد

اسم و رسم و  
 پان شان گزیر و  
 سستی ہر بیت کوئی بد  
 ۱۲ مسد



یہ مصدری تخیل حرکت کے لئے ہنرہ بڑا دیا غرض یہ جملہ جہان پادشائی تراست دعویٰ ہے اور  
لفظ تراست میں راجحہ لام جارہ کے تخصیص کا کلمہ ہے اب اس دعویٰ پر دلیل لاتے ہیں چنانچہ  
آخر میں خود فرمایا ہے۔ چو شد حجت بر خدائی درست و زما جار مجرور متعلق آید کے اور تقدم ظرف کا  
اپنے متعلق پر مفید حصر آید فعل ناقص بننے ہونے کے یا فعل تام بننے مشہور۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ  
اس موقع میں اظہار خدمت جو عین عبادت ہے بجا ہے معہذا علت یعنی اثبات دعویٰ جہان پادشائی  
میں اسکو کیا دخل اور اسے اکثر اپنے بنی نوع مراد ہوتے ہیں کیلئے کہ وہ قریب ہیں تو حصر خدمت  
یعنی عبادت در نوع انسان کب روا ہے جب ماخلقت الجن والانس الا ليعبدون آیا ہی اگر شرک کا  
جنس عالی مراد ہیں تو بیشک کل مخلوقات کی خدمت گزار ہی ظاہر ہو گئی لیکن فقط سب مخلوق کی  
خدمت گزار ہی دلیل بادشاہت نہیں ہوتی جواب ان باتوں کا یہ ہے کہ جب انسان سب اشرف ہو کر  
خدمت گزار ہوا تو جمیع مخلوق اس کے ضمن میں تبعاً و قہراً آگئی اور زما کا تقدم متقاضی حصر ہے اور حصر مطلق  
یعنی حصر کلی وہی ہے جو لزوم مساوی کے درجہ میں ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور ہیں ویسے  
ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلے گا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور  
ہم عبودیت ہی کے لئے ہیں تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہو گا۔ مولوی محسنی  
شعر تاج ازان اوست و آن ماکرہ و اسے اوکر خدمت خود دارد گزرے پس ظاہر ہے یہاں مقصود اظہار  
عبادت نہیں بلکہ اظہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہیں لیکن  
اس سے بالکل الگ خارج بھی نہیں غرض یہاں تک قیہ بات معلوم ہوئی کہ شرک اسے جنس عالی یعنی مخلوقات  
میں سے کوئی لائق پادشاہت و حکمرانی نہیں۔ حکمرانی اور پادشاہت کے لائق ایسی ذات چاہیے  
کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہ ہو سوسب سے پہلے اور سب احسانوں کا مشکول اعطا  
و جود ہے اس واسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اس کے وسیلہ سے ہیں تو بیشک وہی پادشاہ ہی  
جو خود آئندہ ہے اپنے وجود با جود میں وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست  
پر اکتفا کیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسکو کیا اس واسطے کہ حکمرانی اور پادشاہت جاب  
محکوم توجہ قومی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات میں جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو  
ان تجلیوں کے الوان میں ملون پاتا ہے جیسے رنگین آنون کی قندیل کا عکس بحسب رنگ آئینہ ہوتا ہے

اس لفظ کا خدا اور آسمانی  
ہونا اور اس سے ان معنی  
قریبی کا استفادہ کیا  
اسناد سے مستفاد ہوا  
چونکہ اللہ تعالیٰ  
شعر آدھے درجے سے  
و منشا نہیں ملے  
اور خود آید خدائی نسبت  
اور خدا ہے بن کی نسبت  
نیز فیکر اگر خود آست  
و نہ پائے سے روئے  
ہوئے

یعنی جس شے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اسی رنگ میں نظر آویگا پس اپنی غفلت اور قصور اور اک سے یقین کر بیٹھتا ہے کہ یہ اسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ارباب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کر لی تاہر وقت ہمیش نظر ہے لیکن اُس خداوند جل و علا شانہ کا خود موجود ہونا اور ونکے وجود بخشش کو مستلزم نہیں تھا تو فرماتے ہیں ۵ پناہ بلندی و پستی توئی ۶ ہمہ نیستند ہرچہ ہستی توئی ۷ پناہ سے یہاں ماہہ القیام مراد ہے یعنی ماہہ القیام پستی و بلندی توہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی و بلندی کا تجھی سے ہے اور بلندی و پستی سے عطف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد ہوتے ہیں یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کر کے جمیع افراد مراد لیتے ہیں۔ غرض ہر ایک کا ماہہ القیام وہی ذات پاک ہے اسکا کوئی ماہہ القیام نہیں وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے۔ اور پناہ کے ظرف کو حذف کر دیا یعنی کس امر میں وہ پناہ ہے نہیں بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لئے ہر امر وجود و بقا وغیرہما میں وہی پناہ ہے یعنی ہر شے کا ہر امر میں وہی ماہہ القیام اور محتاج الیہ حقیقی ہے تو خود بخود آنیوالا بھی ہی ہوگا اور سب اُسکے وجود باوجود سے مستفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ حقیقی پس جب ہر شے ہر امر میں اس درجہ کو اسکی محتاج ہوئی تو پھر اسکو ہست ہی کیا کہیئے حقیقت میں وہی ہست ہے تمام اُسکے آگے نیست ہیں اب ہمہ اوست کہیئے یا ہمہ از دست سب درست ہے یہ جادہ نہایت اسلم ہے بڑی بات آئین ہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لئے تخصیص بلندی و پستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت و عبدیت یعنی خدائی و خدمت ادائی سابق الذکر ہے اور ہستی ایک صیغہ نہیں بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ستی۔ ممکن ہے کہ ہستی حاصل مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف یعنی ہستی ست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکہ وصلہ موصول کا اور موصول وصلہ ملکہ ہر دو تقدیر پر ہستدا اور توئی اسکی خبر کان اتنا شبہ باقی رہیگا کہ تقدیر اول پر وصلہ اور خبر کے دونوں عائد خطابی ہیں اور موصول غائب ہو تقدیر ثانی میں عائد خبر خطابی ہے اسکی نظائر بہت سی ہیں۔ اس قسم کے طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے زمانہ میں ہوئے ”یاران شعر مراد در کہ برد فرمایا لیکن اس ثانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باری تعالیٰ کو عین ذات مانتے ہیں

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تو لف و نشر معکوس کی طرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر مفاد لفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہیں تا طبلع وقت پسند و سہل طلب ہر دو لطف اندوز ہوں ۵ ہمہ آفریدی زبالا و پست ۶ توئی آفرینندہ ہر چہ بہت ۷۔

آفریدن کسی شے کو عدم سے وجود میں لانیکا نام ہے پناہ کی تحقیق میں معلوم ہو چکا کہ ہر شے کا ماہہ القیام وہی ہے تو وجود و بقا کی پناہ بھی اُسی سے ہے اور جو ماہہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا تو اسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شے اُس شے کے اور حالات سے اقدم اور اصل عظم ہے۔ زبالا و پست سے ہمہ کے بیان ڈالنے میں اُسی عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہیں کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے اُنکے موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اسکو توئی آفرینندہ ہر چہ بہت کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض و جوہر سب کا جن جن پر بہت کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندہ ہر چہ بہت خدائی تراست کے مساوی ہے اور زبالا و پست میں زکو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہیں اس صورت میں ہمہ کی عمومیت بقریئہ زبالا و پست مقصر ماسوائے بالا و پست میں رہیگی اور بالا و پست سے آبا ئے علمی و امہات سفلی مراد ہونگے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلاثہ کا ذکر ہوگا لیکن پھر کلام آفرینش ابون و عالم مجربات و مرکبات ناقصہ میں رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہہ یا توئی آفرینندہ ہر چہ بہت اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقوبی ڈھکوسلے نہ سمجھے جائیں سو برعایت اسی بالا و پست کے مشاہدات سے متمیلاً ثابت کرتے ہیں ۵ توئی برترین دانش آموزناک ۶ زدانش قلم رانده بر لوح خاک ۷ برترین صیغہ تفضیل صفت دانش کی آموزناک میں لفظ ناک نسبت فاعلی کے لئے بمعنی آموزگار لیکن محقق استادیہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغہ فاعلیت کے لئے آتا ہے جیسے زار و ستان مبالغہ ظرف کے لئے آتے ہیں یعنی بہت دانش سکملانیوالا زدانش یا تو یون کہئے کہ بیان قلم ہے یا بیان قلم رانده جو ضمن میں قلم رانده کے ہے۔ دانش حاصل مصدر دانشن بمعنی علم بقریئہ آموز اور یہ اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل و علا شانہ عکلم ادمہ الآیہ جو باعث برتری و تفوق بر ملک تھا پس لفظ برترین کا پاؤ اسواسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے۔ برترین میں یا ونون مبالغہ صفت کے لئے یعنی اُس علم کا مادہ اور اصل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن

برتری ہو گیا اور پھر یہ برتری رتبہ کیفیت میں ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کیت و تعداد میں یا کیت  
 و کیت ہر دو میں یعنی اور ول کو چن چیزوں کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام  
 کو بہت سی چیزوں کا اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از  
 خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب الہی سے کیونکر شرفیاب ہوتے معلوم ہو کہ علم تھا مگر جیسا او  
 جتنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم حقائق و معرفت ذوات و خواص و اسماء اشیا  
 و اصول علم و قوانین صناعات و کیفیات آلات القا کیا گیا تھا نہ کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا  
 تو ہر چیز کی معرفت و علم دیا گیا تا کار خلافت سر انجام پاوے بلکہ تعالیٰ شانہ نے اپنے دست قدرت  
 سے اس کا لبد خاکی کے ایسے قواسم متباہنہ و اجزائے مختلفہ رکھے کہ جو متعدد الادراک معقولات  
 و محسوسات و تخیلات و مہومات کا ہوا یہاں تک کہ ہنوز روح پائین بدن میں نہیں پہنچی تھی  
 کہ بحر عطسہ شکر الہی میں احمد شد فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علیہ السلام  
 لینا بقرینہ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار  
 علم عالی ہے اور تو نے ہی لوح خاک پر حرف علم کے لکھے اس سے وہی اجزاء قومی متباہنہ  
 و مختلفہ متعدد الادراک مراد ہیں یا یہ کہ علم آموزی و لوح خاک میں تخصیص حضرت آدم علیہ السلام  
 کی نکرین بلکہ بوسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لئے یہ حکم ثابت کر دین۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 بالصواب غرض اس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جزو دلیل خدائی تر است کا مفاد ہے  
 حجت پوری ہو گئی تو دلیل پوری ہو گئی پس دعویٰ اسی کے ساتھ پادشاہی جہان کے خصل  
 کا ثابت ہو گیا تو کہتے ہیں ۵ چو شد حجت بر خدائی درست ۶ خرد داد بر تو گو اہی نخست یعنی  
 جب حجت تیری خدائی پر پوری ہو گئی تو عقل نے تسلیم کر لیا پہلے تیری گواہی دی کہ بیشک  
 پادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے تخصیص خرد اس واسطے کہ وہ مدرک کلیات و جزئیات ہے  
 تطبیق دلیل و تصدیق دعویٰ اسی کا منصب ہے گواہی صفات و ذات خداوندی کی عین ایمان  
 ہے موجب سعادت و جہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ نے شک قابل شاباش  
 و آفرین ہے دوسرا ساتھ ہی اسکے پیشہ گزرتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ  
 شے ہے جو دلائل و حجج پر نظر کر کے اسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرور ہے

کہ وہ قابلیت بھی عطا کردہ لم پزلی ہو تو کس خوبی سے دونوں مضمون کو ایک عبارت میں ادا کرتے ہیں ۵ خرد را تو روشن بصر کردہ ۶ چراغ ہدایت تو بر کردہ ۷ یعنی ایک تو خرد کی صحت روشن بصر کے ساتھ۔ دوسرا روشن کنندہ بصر خرد اسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی و صورت اولی بصر مضاف خرد مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کردہ اور جب کہ خرد کو تابل مرج پایا اسپر توجہ تام کی صدر نشین بیت اسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہیں دیتی۔ جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے حکیم شہادت سے محروم مگر گمراہی کی اندھیری میں سفہا سے بدتر گزر گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانیہ ہدایت کے ہر دو معنی مشہور یعنی راہ مطلوب نمودن یا مطلوب رسانیدن یہاں ممکن۔ بر کردن بمعنی بلند کرنے کے مجازاً اسکو مطلق روشن کرنا کہہ دیتے ہیں اس واسطے کہ جو چیز جب قدر بلندی پر روشن ہوگی اسقدر دور دور تک پر تو افگن ہوگی اسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہیں ہوتی ستاروں کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تو نے ہی اوپر سگادیا کہ مثل آفتاب کے عالمتاب ہے چاہے کوئی شہر چشم اسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہوئے کہ خرد کو تو نے روشنی بصر دی اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی۔ یا بمعنی نزدیک بقدر مضاف الیہ یعنی برش کردہ یا براد کردہ۔ یا بر کردن بخیر تاویل مطابقت روشن کرنے اور چراغ سگنانے کے معنی جبکہ ترجمہ مطابق ہندی میں بالنا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہیلی میں فرماتے ہیں ۵ جب بالا تھا سب کو بجایا ۶ جب بڑا ہوا کام نہ آیا ۷۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے شہادت توحید میں جو عین ایمانی اعتقاد ہے حکم یقینی ضروری ہے ایسے موقع میں ندامت چہ بمقابلہ ہمہ نیستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ شانہ انکلمہ بالصواب ۵

جانتا چاہیے کہ لفظ ہر کو موصولیت میں کچھ دخل نہیں محض تعمیم کے لئے آتا ہے یہ بات شیخ شیراز کی شعر سے صاف ظاہر ہے شعر درگشور آباد بیند خواب ۶ کہ دارد دل اہل کشور خراب ۶ ولہ حرامش بود نعمت بادشاہ ۶ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ۶ اور جس موصول پر کہ ہر داخل ہوتا ہو اسکے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونوں جائز ہے۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ہمہ آفریدی زبالا دہست ۶ توئی آفرینندہ ہرچہ ہست ۶ ولہ اے کارکشائے ہرچہ ہستند ۶ نام تو کلیہ ہرچہ ہستند

پہل لفظ ہر کو  
ہوئے عائد نے ہر کو  
کا مفرد و جمع  
لانا جائز ہے۔



عائد کے صیغہ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ صیغہ جمع کا خود افراد ہی ہے اور جمع افرادی میں ہر ہر فرد جدا جدا ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ عرض تکبر کا فائدہ دیتا ہے فرد و سی۔ جنگ افراد سیاب و کخیسرو کے بیان میں پشتگ کی ستایش کرتے ہیں شعر <sup>۱۲۸</sup> بلشکر جنو نامدارے نبود بہر جاے چون او سوارے نبود اے دریغ جا۔ اور یہی کہ وجہ استفہام کے لیے بھی آتے ہیں صیغہ عزلی میں من و ما استفہامیہ قرار پاتے ہیں انور سی کا شعر ہے شعر کہ ہر فرد د ہر بامداد مطلع صبح کہ ہر فرد د ہر شب بصد صبح شفق اور لفظ چہ کبھی استخبار کے لیے بھی آتا ہے اور یہ استخبار کبھی کثرت کے لئے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ نحری کے سبب نظم کتاب میں فرماتے ہیں شعر زیک قافیہ چند زائد سخن چہ خرمائید زیک نخل بن اسید وجہ سے لفظ چند حقیقت میں چہ و اند سے مرکب استخبار کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے کنایات کی بحث میں مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذو العقول کے لیے اور چہ کا غیر ذو العقول کے لیے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجاز اس کا خلاف بھی آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمۃ کا نیک نخت کیست و بد نخت چیت فرمانا اسی بنا پر کسی نکتہ کے لئے مجاز استعمال ہے یعنی بد نختوں کو لا عقل شمار کیا نہایت ذلیل و خوار کیا کیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے اند وختہ مال و متاع سے بغیر نفع اٹھائے نخت کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مر گئے۔

اور نیز چیت حقیقت شے کے سوال کے لئے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی  
اول جیسے یہ شعر ۵ چیت دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے حسن را پروردگارے عشق را پیغمبر ہے  
اس واسطے کہ مصفا جوہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعہ نہیں اسکی ادعائی ماہیت ہے ثانی یعنی ماہیت  
حقیقی جیسے انسان چیت زندہ گویا اور اصل اس بلے تختانی کی جو چیت و کیفیت میں ہے ہمہ مقصود  
ہے اور مانے مخفی جو انہا می حرکت و اتمام کلمہ کے لئے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دی گئی  
اور کبھی بحکم ضرورت حرکت مخفی ہمزہ کی اس یا سے مبدلہ پر بحال رکھتے ہیں۔ مولانا سے روم قدس سرہ  
فرماتے ہیں ۳۹۹ شعر این دران حیران شدہ کان بر چیت ۶ ہر چشندہ آن دگر رانانی ست ۶ ولہ رب  
اعلیٰ کر وئیت اند جلوس ۶ بہر یک کرمی چیت این چالوس ۶ اور چہ ہست بھی یہاں بن سکتا ہے  
لیکن یہ مروی نہیں۔ اور یہی کہ وہ اسماء اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ نظامی رحمہ اللہ علیہ کا  
شعر ہے ۵ پناہ بلند می و پستی توئی ۶ ہمہ نیستند انجہ ہستی توئی ۶ بمعنی ذلک الذی

جمع افراد کی کا  
بیان  
کا وضع  
استعمال  
کہ وہ کیا  
کے لیے  
استعمال  
کہ اور  
تقصیری  
استعمال

سبحانہ تعالیٰ کہ اور بھی ہے

کہا کہ حضرت ہنزہ کی حرکت  
خاک دیکھ دیکھ پر حال کرنا۔  
کہ اور حج کا اسماء اشارہ  
کے ساتھ بھی استعمال

اور بعض متقنین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماء موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہیں یہ شرط ظاہر لفظ الیٰ ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف۔ اور بعض مہرباش خجستانہ تحقیق کی رائے جہاں آراء اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اُس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ رہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئینگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ یکہ عاقل ست سخن ما گوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا سے کہ جان آفرید میں لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائیگا پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یا سے ملحق ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اُس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کر باز گو نہ بود پیر ہن و نہ حاجت بود باز گشتن بہ تن و کر بمعنی لیکن۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اگر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے ۱ کرا جاودان ماندن امید نیست و کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست و یہاں دو بات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لئے بھی ستمل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمعے کہ از تو نور گیر و از باد بروت خود بمیر و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہادہ تست و باہفت فرس پیادہ تست و ولہ دولت کہ نشاندہ مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ غیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسماء اشارہ کے بعد ملاحظہ فرمائی کہ شعر ہے ۱ ہر کس کہ گشت عریان در پیر ہن نگنجد و نظامی متہ شعر آن مے کہ چو اشک من زلالست و در مذہب عاشقان حلالست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو جواب کہہ دیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ۱ ہر نیک و بدے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کا رست و ولہ برہنہ رہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران زرہ نمازد و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ۱ بان موئے کہ سیگوئی میانش و بان سرکہ مے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا از جینست و کہ دارد ماہ را سر بر زمینست و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

کو موصول قرار دینا بہین  
بعض متقنین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماء موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہیں یہ شرط ظاہر لفظ الیٰ ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف۔ اور بعض مہرباش خجستانہ تحقیق کی رائے جہاں آراء اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اُس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ رہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئینگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ یکہ عاقل ست سخن ما گوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا سے کہ جان آفرید میں لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائیگا پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یا سے ملحق ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اُس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کر باز گو نہ بود پیر ہن و نہ حاجت بود باز گشتن بہ تن و کر بمعنی لیکن۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اگر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے ۱ کرا جاودان ماندن امید نیست و کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست و یہاں دو بات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لئے بھی ستمل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمعے کہ از تو نور گیر و از باد بروت خود بمیر و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہادہ تست و باہفت فرس پیادہ تست و ولہ دولت کہ نشاندہ مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ غیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسماء اشارہ کے بعد ملاحظہ فرمائی کہ شعر ہے ۱ ہر کس کہ گشت عریان در پیر ہن نگنجد و نظامی متہ شعر آن مے کہ چو اشک من زلالست و در مذہب عاشقان حلالست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو جواب کہہ دیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ۱ ہر نیک و بدے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کا رست و ولہ برہنہ رہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران زرہ نمازد و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ۱ بان موئے کہ سیگوئی میانش و بان سرکہ مے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا از جینست و کہ دارد ماہ را سر بر زمینست و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

دیکھ اسم موصول  
الذی اور ان پر بیان  
کے خلاف کی تحقیق

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

شعر ہے ہر فن کے کہ گند پیر وی اہل خرد بہ پیچ وجہ ملائے بحال اور رسد بہ اسی طرح ہمہ کے مدخل پر یالاتے ہیں اسوقت اس ہمہ کو کل افرادی کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے سعدی فرماتے ہیں شعر چودست از ہمہ چلتے در گست و حلال ست بردن شمشیر دست و جب طرح ہر کجی کل مجموعی کے معنوں میں بولا جاتا ہے سعدی فرماتے ہیں شعر وقتے افتاد فتہ در شام بہ ہر کس از گوشہ فراغت نہ و لہ ہمہ کس بمیدان کوشش در اند و لے گوئے بخشش نہ ہر کس بر زندہ اور ہر کو موکہ ہمہ کے ساتھ بھی کہتے ہیں امیر خسرو شعر عالم بر حق نہ تعلیم کس و ہمہ زویافتہ تعلیم و لہ تخت پدر کز پئے پائے مست و ہمہ دانند کہ جاے مست و نظامی شعر بجز مرگ ہر شکلاتے کہ ہست و بچارہ گرے چارہ آید بدست و کبھی اظہار کلیت افرادی کے لئے ہر کے مضاف کو مکرر بھی لاتے ہیں فردوسی شعر زہر گونہ گونہ درخشان درفش و جہانے شدہ سبغ وند و بنفسش و البتہ بعد ضمائر کے ابد آیا نہیں لاتے۔ نظامی شعر ہے شعر تو کہ جو ہر نہ نداری جاے و چون رسد در تو وہم شیفتہ رہے و شعر من کہ طرف کاہنکستم و حیدریم قلندرم مستم و نظامی شعر مالکہ جزوے ز شمع گرد و نیم و باتواز ہفت پردہ بیر و نیم و ہمارے اس دعویٰ کو کہ موصول یہی کاف ہے اردو کا لفظ جو قومی کرتا ہے چنانچہ خزانہ کش مصطفیٰ تحقیق آرائی سیہ مست بادہ ذبیقہ کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اردو قواعد میں لفظ جو کو اسمائے موصولہ میں شمار کیا ہے یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب توصیفی جملے ہیں چونکہ اوصاف میں اصل افراد ہے یہ کاف جملہ وصفیہ کے سرے پر ایسا واسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت میں مفرد کے ہو جائے اور درمیان خبر اور وصف کے ممیز بن جائے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور اس کاف کو موصولہ کہیئے یا موصولہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ میں آیا ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر میں شعر مابلبلان بلند نہ سازیم خاند را بہ خوش کردہ ایم خاندان یک آشیانہ را و اے مابلبلان کہ بلند انحر۔ سراج المحققین آرزو نے جملہ نعتیہ کو بدون کاف کے اوپر سمجھا اسکو بیان مت در دیا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ مابلبلان مبتدا۔ بلند سازیم خبر ہو اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر بعد خبر۔ عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہو گیا۔ اور ایسی وجہ سے صاحب مجالس النفایس نے ریاضی کے اس شعر کو شعر ستارہ است در گوش آن بلال ابرو و رو

میں نے یہاں پر ایک کتاب لکھی

ہر کام کی جو عی  
کے معنوں میں استعمال

اور مفتی بیابانہ  
ہر کے تہذیب کا کیڑا ہونا

ضمائم کے بعد ابداً  
یا تو صیغہ نہیں لائے

اس کاٹ ہی کے  
موصولہ ہوئے پر ازرو  
کے لفظ جو سے رائیہ

۵  
معاونت و سرپرستی بنیادین به کات  
معاونت و سرپرستی بنیادین به کات

ان عربی میں من مرقہ خلیفہ  
وہی ہوئے اور یہاں تک  
ہجیرہ ہوئی تا کہ وہ  
پہلے مطلقاً حاکم و صغیر  
کے پاس آئے۔

کبھی اس کاٹ  
کو حذف بھی  
کرتے ہیں۔

ریاضی کے شعبہ میں  
صلاحیتوں کی اصلاح

حسن بخورشید سے زندہ پہلو پہ ناپسند ٹھہرایا اس طرح اصلاح دی **س** زر وے حسن در گوش  
 آن ہلال آبرو پہ ستارہ است کہ با ماہ میزند پہلو پہ مین عرض کرتا ہوں کہ جب اساتذہ کے  
 کلام میں اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات و تسویلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسیؒ  
 فریدون کے محل کی تعریف بزربان قاصد سلم و تور فرماتے ہیں **ش** شعر چو رستم بنزدیک ایوان فراز  
 سرش با ستارہ ہی گفت راز پہ اسے ایوان کہ سرش **ش** الخ اور ان اشعار مذیلہ میں امام فن تحقیق  
 صاحب قول فصیل کی یہی رائے ہے **ز** حزن شعر زہر بلبل صدائے برنجیز و صید زاع اولیٰ پہ  
 ہمارے کو نہ بخشد دولتے ازوے گس بہتر پہ اسے ازہر بلبل کہ الخ صائب شعر ہر کس نشانہ برین  
 پر شور پشت دست پہ از جہل زدنجانہ زنبور پشت دست پہ اسے ہر کس کہ نشانہ الخ مولوی معنوی قدس  
 شعر از جنون مے گشت ہر جا بد جنین پہ از جہل آن کو رچشم دور بین پہ اسے ہر جا کہ بد الخ۔ تان  
 جب کہ اس کا کاف کو موصولہ نہ کہیں بلکہ آن مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا ماول تسلیم کر لیا  
 جائے وہ اشعار مشہدہ مزبورہ متاؤل یعنی محذوف الموصوفات سمجھے جائیں گے جیسے  
 شعر اے کہ بچاہ رفت میں مناد محذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اُسکے قائم مقام اسی طرح شعر  
 کہ دارد دل اہل کشور خراب میں بادشاہی کہ دارد الخ اسی طرح شعر کہ ہنگام فرصت نذر دنگاہ میں  
 ندیے کہ ہنگام فرصت الخ اسی طرح شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساحت۔ میں ہر کس کہ آمد الخ محذوف مانا  
 پڑے گا۔ اور علی الخصوص ادب کے دونوں شعروں کے کافون کو تعلیلیہ تدرار دینا اور ارجاع  
 ضمیر فاعل کو سیاق و سباق کے حوالے کر دینا یعنی یہ معنی کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ  
 رعیت کا دل دکھانا اور نصرت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع و محل کا نہ دیکھنا از قبیل تاویل  
 مالا یرضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبہ کہ در صورت موصولیت کاف ہر کس کہ گشت عریان الخ اور  
 دوران کہ فرس نہادہ الخ اور اسی کی امثال میں در میان موصوف و صفت کے باعتبار تنکیہ  
 و تعریف باہم مطابقت نہ ہے گی سو یہ کچھ نہیں کہ سوا سطر کے یہ امور اور یہ دقائق خصوصیات کلام  
 عرب سے ہیں اور در صورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ وصفیہ کو ماول بمفرد بنانے  
 کے لئے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جائے تو کوئی یہ شبہ کرے کہ مثلاً شعر اے کہ بچاہ رفت و  
 در خوابی۔ میں منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اُسکی صفت میں جملہ جوقوت میں

فردوسیؒ کا کاف  
 قافان میں قافہ  
 میزدان میں میزدان  
 سران سواران  
 اسے آن تاب دادہ کند  
 کہ سران سواران باد  
 سے بست ۱۷ صفت

کاف کو کاف الخ موصول  
 مے گشت ہر جا بد جنین  
 اشعار مثالیہ میں تاویل

کاف سے موصول  
 ماننے کی صورت  
 میں اختصار  
 مطابقت موصوف  
 و صفت میں  
 و تعریف و تنکیہ

نکرہ کی ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو در صورت موصولیت کا بیان ہوا معہذا یہاں سرے سے وہ شبہ ہی نہیں پڑتا کہ اس واسطے کہ درود بعد الحوق وصفت ہے یعنی موصوف مع الصفت مناد کیا معنی کہ اس شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصفہ غفلت ہے یعنی کہتے ہیں اے غافل منقل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجھ کو مہلت ملجائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یاد رہے کہ اسماء اشارات اور اسماء موصولہ اس لئے مبہمات کہلاتے ہیں کہ جب تک انکا مشار الیہ اور صلہ بیان نہ ہوگا سامع پر صاف طور سے عیان نہ ہوگا۔

پانچواں وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چاروں معروفین میں کسی ایک کی طرف ہو اور افاضہ تعریف کا مضاف الیہ سے مضاف میں بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن مرد اور ثانی یعنی بواسطہ جیسے غلام کہے کہ بابا دوش گفتگوے داشت۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر توئی آنریندہ ہرچہ بہت و ولہ اے کارکشائے ہرچہ بہتند نام تو کلید ہرچہ بستند جب اضافت کا نام درمیان آگیا اور نیز میرے استاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کردن سوا سوقت امتثالاً لامر الاستاد علیہ الرحمۃ جو امر اپنے نزدیک محقق ہے مختصر سایہاں لکھ دیا جاتا ہے۔

### الاضافۃ المعنویۃ

جانتا چاہیے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن اس اضافت اور نسبت سے دو جدے جدے اجنبی کلموں کو متعین اور سیکدر مستحکم کرنا اور حکم یگانگی کا لگانا منظور ہوتا ہے اس واسطے معنوں میں بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کر لیا اور احکام لفظی میں بھی امتزاج کو شمار کر لیا معنوی اتحاد و مثلاً اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرفہ ہے مضاف میں بھی اسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہیں نہیں گیا ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃً یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی

وجہ اسماء موصول  
اور اسماء اشارات  
کے مبہم ہونے کی

اس کی پانچویں قسم

معنوی اضافت  
کا بیان



اضافہ یعنی آوردہ

اضافہ یا تشبیہ

اضافہ تشبیہی میں  
من حیث الوجود والادوار  
مطابقت شرط ہےایک جنس کے  
دوسری جنس کی  
میں نامی

ثابت نہوگی تو وہاں اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو میں نسبت تباہی کی تحقیق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہیں۔ مضاف الیہ یا تو مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اس اضافت کا اضافت بمعنی برودر نام ہے جیسے سوار اسپ و آب کوزہ و سخن امروز و وعدہ فردا اور اگر باہم ظرف و مطروف کا علاقہ نہیں ہے تو اضافت بمعنی برائے و مرہے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہونگے یا نہوگے۔ اگر اول ہیں یعنی باہم علاقہ تشبیہ کا رکھتے ہیں تو چاہیے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف میں اضافت ہیانیہ کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جائے جیسے گل رخسار چشم زگر۔ مثال اول میں جزو انانی مشبہ ہے ثانی میں مشبہ بہ اور نقارچی رعد میں انسان بہما مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس میں اور زیادہ ہے کہ رعد خود نقارہ اور خود نقارچی اور یہاں اضافت تشبیہی میں اضافت جمع کی جانب مفرد من حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع متنع ہے لیکن استادوں کے کلام بلاغت نظام میں جو وارد ہے جیسے ملاظہوری کہتے ہیں شعر گل ترانہاے تر بر شاخار صوت و صد دمایندہ۔ بلبل شیراز گلستان میں چبکتی ہے شعر کلاہ شکوفہ بر سر اطفال شاخ نہادہ۔ سو وہ مفرد یعنی گل اور شاخ ان امثلہ میں اسم جنس ہیں انکی یہ شان ہے کہ واحد اور کثیر سب بولے جاتے ہیں اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسموں کی اضافت میں کی جاتی ہے جب کہ وہ افراد و جمع میں اختلاف رکھیں جیسے مردان مرد و جانان و بانو بانوان صورت اولیٰ میں مضاف الیہ اور ثانی میں مضاف اسم جنس ہے یعنی مردان مردان و جانان جانان فردوسی علیہ الرحمہ کا شعر ہو شعر بگردان لشکرش آواز کرد کہ اسے نامداران و مردان مرد و افراسیاب کا فارمین چھپے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہیں شعر کجا آن دلیران و مردان مرد بہ پیش ستادہ بروز نہر دہ فرہیز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو راضی کرنے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر دزان پس گویندین پہلون چنین گفت کاے بانوے بانوان بہ معنی باعتبار اس تاویل کے ظاہر ہیں کہ یہ لوگ اپنی شیریں اور دلی کی وجہ سے مردوں کے مرد بن گئے۔ یعنی اور مرد انکی گرمی شجاعت کے آگے ہنر نہ عورتوں کے سرد بن گئے جیسے نخل آفاق کہتے ہیں۔ نظامی شعر عروسی چنین شاہ را بندہ باد و بران نخل آفاق فرخندہ باد و

اسی طرح اور جانین بہ نسبت ان جانوں کے کثیف ہیں تو یہ جانین باعتبار ان جانوں کے جان اور وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ میں ہو گئیں ایسے ہی بانوسے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر لفظ جمع کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ وسلم نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ذات واحد پر ائمہ کا اطلاق آیا۔ نظامیؒ سکندر کے دعوے پیغمبری کے سفر کے بیان میں فرماتے ہیں حجر گزین کرد ہر مردے از کشورے و مردانگی ہر یکے لشکرے و اور ایک طرح بھی تاویل کر سکتے ہیں کہ مضاف مفرد جمع کے معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ مضاف الیہ جمع کے تعدد سے سمٹ کر شے واحد بن جائے پھر پاس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ میں اگر شخص واحد بن گئیں۔ اور یہ اس شخص واحد کے لئے بمثابہ جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا واضح کرتا ہے شعر عقل عقل و جان جان اے جان توئی و عقل و جان خلق را سلطان توئی و گویا یہاں اضافت مجازی ہے۔ دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانوں سے بنی ہے پس معلوم ہو گیا کہ باعتبار معنی ان میں محل بالمواطات درست نہو گا گو کہ باعتبار صورت محل مواطاتی تو کیا عین عینیت ہے خصوصاً جان جان میں در نہ جب کہ اضافت در صورت مساوات بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہیں در صورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبوں میں موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت میں ایراد موصوف سے وجود مہتمم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اُسی کی تاکید کر دیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط صورت کے مرد نہیں واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جان جان وغیرہ یہاں ان باتوں سے کچھ بحث نہیں اور اضافت حقیقی میں یہ تکلفات نامنتظر ہیں اسکی ترکیبیں ایسی تاویلات سے دور ہیں جیسے غلامان زید و فلک ثابت بلا تاویل درست ترکیب انکی دلچسپ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر مضاف مضاف الیہ باہم مشبہ بہ نہوں بلکہ مناسبات مشبہ بہ کی اضافت جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پائے فکر ناخن اجل یہاں فکر کو جی ہی جی میں حیوان کے ساتھ تشبیہ دیکر مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤں اُسکے لئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ دل ہی دل میں تشبیہ دے کر اُسکے لئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو استعارہ تخلیلیہ کہتے ہیں اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متباہن اہمون میں

اضافہ تلبیہ  
اضافہ ابیہ

اضافہ واقع ہو۔ جن میں تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہوا سکو اضافہ بمعنی مرو برائے کہتے ہیں یہ کئی قسم پر ہیں۔ اول تلبیہ کی یہ بھی یا تو اضافہ ملک کی ملک کی طرف ہوگی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے غلام زید و خداوند خانہ و خداوند مرخانہ را۔ دوسری اضافہ ابیہ سعدی کا شعر ہے شعر علی الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش ۛ بنام سعد ابو بکر سعد بن زنگیست ۛ اسے سعد بن ابو بکر بن سعد بن زنگیست۔ فردوسی شہر از ایران بیامد کہ گوپیلتن ۛ فرہیز کاؤں مان انجن نظامی ۛ شعر نو آئین ترین شاہ آفاق بود ۛ نیازادہ عیص اسحاق بود ۛ اسے عیص بن اسحاق بود۔ اس سے کوئی یون نہ سمجھ جائے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا محذوف یا مقدر ہے بلکہ اضافہ کی تخصیصات میں سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافہ بمعنی مرو برائے اضافہ حقیقی کے لقب سے اس واسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب میں علیٰ درجہ کی اور اصل اضافہ ہے اور جو مقصود کہ اضافہ سے ہے وہ اس میں پورا پورا حاصل ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ غلام زید میں مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اسی وقت ہوگی کہ جب متکلم اور مخاطب میں وہ غلام معہود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہیں چلتا اس واسطے کہ ممکن ہے زید کے ہزار غلام ہوں پھر بغیر معہودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کر سکتے ہیں کہ فلان غلام ہے۔

اگر مضاف مضاف الیہ میں باہم حل درست ہوگا تو ان دونوں میں چار نسبتیں متحقق ہونگی اول مساوات خواہ مرادفت میں جیسے مردم آدمی و زر طلا و طلا سے زر۔ خواہ صدق میں جیسے مردم گویا و دریائے آب و پستان شیر۔ دوسری اضافہ خاص کی عام مطلق کیطرت جیسے شنبہ روز چو نہ کہ امر مہتم اور مقصود اہم اضافہ کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف میں پیدا کریں اور در صورت مساوات یہ امر ممکن نہیں۔ بصری میں اضافہ کی ان دونوں قسموں کو متمتع جانتے ہیں لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا شعر وجود مردم دانا مثال زر طلاست ۛ کہ ہر کجا کہ رود قدر و قیمتش داند ۛ نظامی ۛ شعر بفرمان او زر گر چہ دست ۛ طلا ہاے زر بر سر نقرہ بست ۛ ولہ بحر جان ز سپر وزہ بنشانگرد ۛ طلا سے زر افگند بر لاجورد ۛ اور یہ شعر فردوسی کا شعر

پس آگاہی آمد با فراسیاب کہ آتش برآمد ز دریائے آب و ولہ چنان دیدم اے سرو زمین خوب  
 کہ بودی یکے بیکران رود آب و نظامی و شعر چنان پشہ را جنگ عقاب و کم از قطره دان پیش  
 دریائے آب و فردوسی کیخسرو کی داستان میں دنیا کی بیوفائی بیان کرتے ہیں شعر چنین است  
 کردار این چرخ پیر و ستاند ز فرزند پستان شیر و متاول ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ ز طلا و طلاے زر  
 سے یا تو زر و طلاے خالص مراد ہے اس واسطے کہ نسبت جمیع فلزات کے سونا قیمتی شے ہے اور سونا  
 بھی باعتبار باغلی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زریا طلا میں جو مضاف واقع ہے اور اس زریا طلا  
 میں جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ مطلق زر کو سیم و مس و آہن کے ساتھ ہوتی ہے  
 تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زر طلا سے در صورت اضافت زر جانب  
 طلا سکہ طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول و فلوس کو کہتے ہیں محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر کو ذیل  
 کہنہ و نو جمع در دلم و ہمجوزر قمار سفید و سیاہ و سرخ و اور طلاے زر در صورت اضافت طلا  
 جانب زر سونے کے ورق مراد ہیں۔ چنانچہ یہ معنی کتب لغت میں مصرح ہیں اور اسی طرح دریا و رود  
 کبھی خشک بھی ہوتے ہیں کبھی جاری بھی رہتے ہیں یہاں مضاف الیہ کی ملابت سے اس  
 بات کا جملہ دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن میں آب موجود ہے اس طرح پستان کبھی دودھ سے  
 پر ہوتی ہیں کبھی دودھ ان میں نہیں ہوتا چنانچہ شیخ علی حزمین خرابات میں قحط کا حال بیان  
 کرتے ہیں شعر بطے چو پستان نے شیر شد و ز خشکی چو بیکان گلو گیر شد و تو حضرت کے قبل  
 انہیں پستانوں کا چھنجانا ہے جن میں بچہ کے لئے دودھ موجود ہے حتیٰ کہ یہ ہے کہ یہاں دعوای  
 مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہیں جسکی تاویل کی جائے ہاں اس شعر کی تقریب پر ایک بات  
 یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب عالی نے جہاں آبروے متاخرین حزمین کی خرابات اور حضرت  
 سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ  
 حزمین نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہیں ہے بوستان سے پانسو  
 برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے  
 نتیجہ میں صرف کی ہے کوئی کرشمہ اسکی ثنوی میں ایسا نہیں پایا جاتا جسکو دیکھ کر جی پھڑک اٹھے  
 پہلا شعر شنیدم کہ در عہد بہرام گور و نمود از قضا قحط سالی تلہور و ہموار اور صاف ہے اس میں

اضافت ان و در  
 میں جو مرادست اور  
 صدف میں ساوی  
 میں متبع ہے  
 ز طلا و طلاے زر  
 و دریائے آب  
 وغیرہ مشاویل ہیں

صاحب حیات سعدی کے  
 محاکمہ پر جو دریاہ بوستان  
 و خرابات کی ایک ہے  
 موقوف کتاب کی راہ

کوئی خوبی قابل ذکر نہیں۔ دوسرے شعر (چو صحراے محشر زمین تفت گرفت بہ دروینہ آسمان کت گرفت) میں زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف لٹے بالجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر میں قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادات خود تمثیل کے محتاج ہیں اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہیں کھل سکتی۔ تیسرا شعر (سحاب سیہ دل نشد مہربان بہ بحال لب تشنہ خاکیان) بوستان کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جو ذالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان میں شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے شعر خبر شد بدین پس از روز بیت کہ ابر سیہ دل برایشان گریست بہ مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے اب کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسناد دون باتین ٹپکتی ہیں اور حزمین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونوں معنی ویسے صاف نہیں نکلتے۔ چوتھا شعر (بخیلی نمود ابر بر کائنات بہ بہد زمین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے ۵ چنان آسمان بر زمین شد بخیل بہ کہ لب تر نکردند زرع و نخیل بہ مگر شیخ کے بیان میں اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرت ناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی حل جاے۔ پانچویں شعر (ز خشکی در اندام خاک دو توہ بہ عروق شجر شد چور گہاے کوہ) کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہیں شعر کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ زمین کی خشکی کے سبب درختوں کی رگیں پہاڑ کی رگوں کی طرح سوکھ گئیں تھیں پس اندام اور دو توہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کچھ دخل نہیں ہے۔ چھٹی شعر (ز تاب فرو زندہ مہر بلند بہ زین مجمر و دانہ بودش سپند بہ) میں صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگلیٹھی کی طرح جلتی تھی اور تخم جو اسپرڈا لاجاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فرو زندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتیں لانی بلاغت کے خلاف ہیں۔ ساتویں شعر (بطرے چو پستان نے شیر شد بہ ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضای مقام ہے۔ نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کر دے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے۔ انتہی۔



میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار میں غور و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس محاکمہ میں انصاف کیا گیا۔ بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زد کلام بہ نسبت اجنبی اور کبھی ایک آدھ وقت کے سنے ہوئے سخن کے دل پر بھی چڑھتا ہے پسندیدہ اور ابلغ نظر میں آتا ہے اس میں شک نہیں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں کتابوں کی مقبولیت یعنی گلستان بہستان کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو ان کے مقابلہ میں تصنیف ہوئیں ہرگز نصیب نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کسی کلام مایہ بلاغت و پائے فصاحت میں اس حد کو نہیں پہنچا بلکہ باوجود ان تمام خوبیوں کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی میں بلا زور رعایت نہ کی کسی خوشامدی تمنا نہ لوم لائم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ۔ نہ سبقت لیجانے کی آرزو۔ محض صدق عزم و خلوص نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہاں تک کہ خوشامدی شاعروں کی طرح اپنے پادشاہ کی مدح میں مبالغہ کرنا پسند نہیں کیا اور صاف کہہ دیا شعر مرطبیج زین نوع خواہاں نبود و سرمدت پادشاہان نبود پس ایسے شخص کے لئے قبولیت عالم بالا کی استقبال کرتی ہے ستارہ اسکی نریرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے اسکی تاثیر کی کشش سے کیا دل سرتابی نہیں کر سکتا اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کلام اسکے مقابلہ میں ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے۔ اب ہم خرابات کے ان سات شعروں کی نسبت یہی کہیں گے کہ بغیر معان نظر محاکمہ کر دیا گیا چنانچہ ہم نے اوپر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ سے بلفظہ اس محاکمہ کی نقل کر دی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جائے ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتوں کے آغاز میں ہے شعر شنیدم کہ در وقت نزع روان و بہ ہر مرچین گفت نوشیروان و دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین صحرائے محشر کی طرح تپنے لگی سب نباتات جو اُس پر تھی جگر خاک سیاہ ہو گئی زمین ہتیلی کی طرح (جو بال سے خالی ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہو گئی زمین کی اس حالت سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتیلی پسار رہی ہے اور زمین تفتہ کو صحرائے محشر سے تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جسکے دل میں حشر و نشر کا اعتقاد ہنگامہ رستخیز کی دہشت راسخ نہیں قیامت کے شداؤد سننے سننے ایسا خیال پک گیا ہے کہ برائے العین مشاہدہ ہو

عوام تک نے ساختہ اپنے روزمرہ میں کہتے ہیں قیامت کی گرمی بڑھ رہی ہے یہاں تک کہ بمعنی شدت  
و بمعنی امر غریب یہ لفظ کناہ ہو گیا ہے خود شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شعر دی زانی بہ تکلف بر سر نشست  
ۛ فتنہ نشست چو برخاست قیامت برخاست ۛ کسی استاد کا شعر ہے شعر آفتاب از آتشم انگارہ ۛ  
صبح محشر از گریبان پارہ ۛ اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا شعر مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ  
ہجران کا ۛ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا ۛ پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف اللہ بالشہجول  
قرار دینا غضب ہے قیامت ہے۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ  
جب گد اگر کسی کے آگے ہاتھ پیارے وہ شخص اگر سخی کریم ہے مہربان ہوگا اُس پر رحم کھائے گا  
یہی مہربانی اور ترحم سبب عطا و بخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ سبب سبب کا تابع ہوتا ہے  
اور جہاں سبب کا وجود ہی متحقق نہ ہو وہاں سبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس میں بڑی بلاغت ہے  
کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کر دی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پیارے پر رحم تک نہ کر نیکو بتلانا  
بہت دل دکھاتا ہے زیادہ افسوس میں ڈالتا ہے یہاں ہی مناسب ہے نہ گریہ و عطا کی نفی اور  
کلام شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں جہاں مندرمایا ہے ”اگر سیہ دل برایشان گریست“ اگرستین و عطا کا ثبوت  
اسب ہے کیا معنی کہ یہاں شہر مدین کے قحط زدوں پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل  
سخت جانوں کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکھ کر روینے کے ساتھ اُس برسنے کو تعبیر  
کرنا بڑا بلیغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترحم ہے تو مقام نفی میں سرے سے  
علت شے کی نفی کر دینی جیسے حزن کہتے ہیں البلیغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ عطا  
کی نفی کرتے نفی ترحم کی بخوبی سمجھ میں نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اُس کو رحم آیا ہو مگر ناداری یا کسی  
وجہ سے عطا نکلیا۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کا کلام مقام موجب و اثبات میں ہے وہاں اگر فقط ثبوت علت  
یعنی بیان ترحم پر کفایت کرتے نے شک اتنا بلیغ نہوتا۔ چوتھے شعر کا حاکمہ تو غضب ہے یعنی یہ  
فرمانا کہ شیخ کے بیان میں اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرتناک ہے  
بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جلجلیائے ”مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر جلجانا استفاد  
ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے ”بہد زمین سوخت طفل نبات ۛ نبات تخم کو نہیں کہتے جس لغت میں  
چاہیں دیکھ لیں ہر درخت اور ہر بادل کو جو زمین پر جم آوے نبات کہتے ہیں تو کھڑی کھیتی بھی

اطلاق نبات کا ہو سکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلادیا کہ نام تمام نارسیدہ درخت اور کھیتیان  
 مراد ہیں گویا اسی نے رحمی اور نامہربانی کا ثبوت دیتے ہیں کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلائے کے  
 ایسی سیدہ دلی کہ در رحم نکلیا یہاں تک کہ ننہ ننہ واجب الرحم بچے جنہر ہر کوئی ترس کھاتا ہے فسوس  
 ہے کہ گہوارے میں جگر خاک سیاہ ہو گئے۔ مان البتہ تخم کا زمین میں جلجانا چھٹے شعر سے مستفاد ہے  
 جہاں کہا ہے "زمین مجھ و دانہ بودش سپند" انشاء اللہ تعالیٰ اُس موقع پر عرض کیا جائیگا۔ اور اسکا پہلا  
 مصرعہ "بخیلی نمود ابر بر کائنات" اسکے قبل کے شعر کی توضیح اور بیان ہے کیا معنی کہ سحاب کی دلی  
 اور نامہربانی کا ظہور کس رنگ میں اور کس صورت میں ہونا معلوم تھا یا اسقدر بر سے کہ گاؤں بہ جائیں  
 کھیتیان گل سٹر جائیں یا اس درجہ بارش بند ہو جائے کہ تخم زمین میں جل جائے جسے ہوے پودے  
 جگر خاک ہو جائیں اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشنہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما  
 ہو سکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کر دی کہ وہ نامہربانی بخل کی زئی میں نمودار ہوئی مان شیخ علیہ الرحمۃ  
 نے بخیلی کو خوب نبھایا کہ ابر بخیل نے زرع و بخیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا حلق انکا  
 تر ہوتا۔ اور حزمین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوخت لازم لازم تشنگی ہی کیون نہ بخیلی کے  
 ضلع کو نبھانے میں قاصر ہے ایسے تصور تو سب میں موجود ہیں۔ پانچویں شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب  
 ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودھے اور ہر باول جگر خاک ہو گئے کوئی یہ خیال نہ کرے  
 کہ بڑے بڑے درخت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے  
 خشک نہوئے ہوں اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھنچ جانے سے بڑے درخت  
 سوکھا نہیں کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کر دی اور کہہ دیا "ز خشکی در اندام خاک دودہ" عروق شجر  
 شد چور گہائے کوہ "یہاں عرق سے اصل اور بیخ اور جڑ اور ہے گین اور پتون کی نسین مراد نہیں چنانچہ  
 اس معنی میں اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اصل السوس کو کہتے ہیں عروق الصفر بھی اس طرح  
 عروق الاصف۔ بیخ کبر عروق الطیب زر نباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ بھی  
 اُسکا بیخ خوشبو ہے عروق بیض بوزیدان کو کہتے ہیں وہ بھی سفید سفید جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ  
 بھی اُسکا بیخ سفید ہے۔ اور رگ کوہ وہ پہاڑوں کی جڑیں کہیے یا رگین جو زمین کے اندر اندر  
 پھیلی ہیں بعض جگہوں پر کنواں وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہیں جیسے

۴  
 اے فعل لازم بالذم  
 بخیلی اور ز خشکی سوخت

رگ ابر پارہ ابر کو کہتے ہیں جو بادل سے مستطیل اور دراز نکلے ہوئے ہوں۔ اندام جسم کو کہتے ہیں جو ذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شے کا بطرح کثیف اور گاڑ ہے جسمو نہیں دیر پا ہوتا ہے اجسام لطیف میں نہیں ہوتا بوجہ لطافت اجزا کے بہت جلد متحیل ہو جاتا ہے چنانچہ عطرت کسی شے کی بطرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے روغن میں شریک کرنے سے اُس مدت تک نہیں ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اسقدر پانی کی شرکت سے نہیں ٹھہرتی اسی طرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہد اور قوام شربت کے متفاوت ہے اسی طرح پانی کی رطوبت کا طول مکث بطرح خاک کی آمیزش سے ہوگا ہوا وغیرہ میں رکھ دینے سے نہوگا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے میں رکھتے ہیں تا خشک نہو اگر زیادہ دنوں تک رکھتا ہو ریت کو پانی میں ترک کے بانوں کو اُس میں دبا دیتے ہیں پس لفظ اندام سے اسی امر پر تنبیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دو تہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے یاریگ کی ایک تاہ جسقدر دیر ایک شے کو تر رکھے گی دوہرا کپڑا یا دو تاہ ریت سے زیادہ دیر تک وہ شے تر رہے گی تو اس شعر میں بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہیں کہ درختوں کی جڑیں جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہنچ گئی تھیں جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پہاڑ کی رگوں کی طرح خشک اور ہم رنگ خاک ہو گئی تھیں اب انصاف کرنا چاہیے کہ اندام اور دو تہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کیونکر کہا جائے کہ دخل نہیں غرض بڑے بڑے درختوں کی جڑوں کا جو زمین کی تہ در تہ میں ہیں سو کھسک سخت پتھر بن جانا فقط بارش کے بند ہو جانے سے نہیں دہوپ کی تیزی آفتاب کانے نقاب زمین کو انگلیٹھی کی طرح تپانا اسپر اور غضب کر دیا اور بارش کی امید پر جو تخم زمین میں ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل بھن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ میں یہ فرمانا کہ ”فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتیں لانی بلاغت کے خلافت ہیں“ حیرت میں ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح بلکہ اور زیادہ اس کے لئے بلندی اور اوج گرانی ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اُسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار

آنے کو کہتے ہیں۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہنچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے بہ نسبت دن کے حصوں کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ جانتے ہیں اور اوج گرائی اس معنی میں نیچے کی معمولہ متداولہ کتب میں موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روزمرہ میں دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہو گیا کہتے ہیں کیونکہ کہیں علم ہیأت میں دائرہ نصف النہار کی تعریف میں غایت ارتفاع الشمس ان وصولها اليها مصرح موجود ہے۔ ہاں اگر مطلقاً بلند کی کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجائش بھی تھی حالانکہ بلندی کو البعدیت لازم نہیں طول مسافت اور شے ہے ارتفاع اور شے یہ امر برہان اور دلیل کا محتاج نہیں اور تخم کا سپند کی طرح جل جھن جانا اس امر پر دال ہے کہ بالکل بارش نہ ہوئی اور بہت عرصہ سے نہ ہوئی پس جس قدر بارش سے بعد ہوگا قحط بھی اُس قدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکسالی کو تخم کا زمین میں جل جانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں کہ شدت خشکسالی میں کم و بیش پیش آتے ہیں اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہوئے ایسا بڑا زمانہ نہیں گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہ ہوئی دیکھئے زمین پر تخم جم آئے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر محکم ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور خورگ ہو جاتے ہیں اُنکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہیں کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ اناج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چمڑے کی صراحیان جو بسبب تخم و تسد و انجڑہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھیں خالی پڑی رہیں چونکہ چمڑے کی تھیں سوکھ سوکھ کر بوڑھی ہو گئیں کی سوکھی ہوئی پستانوں کی طرح جا بجا سے سکڑ گئیں گلے اُنکے تنگ ہو گئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلافت مقتضی سمجھی جائے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلافت مقتضی سمجھنا چاہیے کس واسطے کہ یہاں بھی یون کہہ سکتے ہیں کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے ہاں جب تک کہ اس مقدمہ کو یہاں مسلم نہ کر لیں کہ عشق



کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے "این خمار از خوردن گندم بود" جب خشک سالی کی وجہ سے اناج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادہ عشق فنا ہو گیا اب صورت عشق کا فیضان باطل ہو گیا یہ امر علوم حکمیہ میں ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر مادہ کے ممکن نہیں۔ اور یہاں عشق سے عشق حقیقی مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اُسکو قحط زائل نہیں کر سکتا اُسکا مادہ تجلیات ذوالجلال والجمال عراسمہ ہیں جو قلب بشر میں چمک جاتی ہیں باقتضا کشمکش جمالیہ و جذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود رفتہ بلکہ از ماسوا گستہ با جمیل حلیل پیوستہ کر دیتی ہیں کہ سوائے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہو جاتا ہے پس وہی وہ اُسکی نظر و بینن سما جاتا ہے ہمہ اوست کہنا اُسکے لئے درست آتا ہے پس خشک سالی تو کیا ہے قیامت بھی اُسکے مادہ کو فنا نہیں کر سکتی چنانچہ مسلم ہے شعر عشق آن باشد کہ کم نگر دو ۛ تا باشد از ان قدم نگر دو ۛ عشق کہ نہ عشق جاودانیست ۛ بازیچہ شہوت جوانی ست ۛ معہذا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یار ان فراموش گرد عشق۔ یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے۔ گو کہ آپ نے الحقیقت مکمل تھے مگر مکمل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمل نہیں کہتا بلکہ رند اور بزرہ کا رہی سمجھتا ہے غرض جیسے وہاں ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا نہونا ہے یہاں خشکی صراحی کا سبب میوہ اور اناج سب کا گم ہو جانا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہے لطیف ادا و طرز بیان دو وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَأَنَّهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ کجا بود مطلب کجا تا ختم ۛ میں اپنے مقصود سے کس قدر دور جا پڑا اور پرہی بیان تھا کہ اضافت اُن دو اسموں میں جنہیں باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ بہ نسبت مضاف کے عام مطلق ہو بصریٰ بین کے نزدیک متنوع ہے اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اضافت اُسجگہ متنوع ہے کہ جہاں مقصود اضافت کا حاصل نہواں ظاہر ہے کہ جہاں مضاف مضاف الیہ سے خاص مطلق ہو گا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہوگی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ اُلٹا تخصیص سے تعمیم کجا بن جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کھولینا ہے یہ قلب موضوع ہے پھر اس صورت میں تصحیح اضافت کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے رہا دو مساویوں میں اضافت کا امتناع اس میں مجبواً کلام ہے اس واسطے کہ جب تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا سہی فقط توضیح کا حاصل ہو جانا صحت اضافت کیلئے

کافی ہے ان جہان کہین یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت نے شک و شبہ متنع ہے اس واسطے کہ تعریف و تخصیص و توضیح میں جو صحت اضافت کے شروط ہیں عطف منع خلو کے لئے مانا گیا ہے۔ تیسری عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہوگی جیسے روز جمعہ علم فقہ کتاب گلستان پیل محمود جانب غری۔ نظامی در شعر عراپیل بارازو مقصود نیست کہ پیل تو چون پیل محمود نیست کہ یہ اضافت بھی بمعنی مرو براسے ہے لیکن عرف میں اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہیں اور بعضے توضیحی و تخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ یہ موثکافیان زبان عرب کا حصہ ہیں چونکہ عربی میں موصوف و صفت کے درمیان باعتبار تعریف و تنکیر مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعۃ و علم الفقہ و جانب الغری میں مثلاً وہ مطابقت مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی میں ترکیب اتصافی و اضافی کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارہ غری روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہو کہ بنی بنائی اتصافی ترکیب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائیں و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر بزرگی و عفو و کرم پیشہ کن و زخردان اطفالش اندیشہ کن و چوتھی مضاف مضاف الیہ میں باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت میں یا تو ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا در صورت اول یعنی اگر مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی بمعنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیو مردم یعنی دیو یکہ از مردم خیزد۔ نظامی در شعر ہے شعر زماند ران ناید الا دو چیز و یکے دیو مردم دگر دیو نیز و لہ ازین دیو مردم کہ دام و داند و نہان شو کہ ہم صحبتانت بند و چنانچہ عربی میں شیاطین الانس کہتے ہیں جیسے اس آئے وافی ہدایتین و کذا لک جعلنا للکل نبی و اشیاطین الانس و الجن یوحی بعضهم الی بعض نہ خراف القول غر ورا۔ اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زر انگشتر و فولاد و خنجر و سنگ صنم اضافت حقیقی بمعنی براسے و مر ہوگی حزن کا شعر ہے شعر از بتکہ تا کعبہ رہے نیست برین و سدرہ خود

اضافہ موصوف  
جانب صفت

محمود نام پیلست کہ  
سراپیلان بود و از  
اور ای خراب سخن  
کعبہ ہر او برود بود  
در شرح سکنہ

اضافہ صفت  
جانب موصوف

اضافہ بیانیہ  
منع از

بیان اس اضافت کا  
جس میں مضاف مادہ  
مضاف الیہ کہتے



اضافہ صفت  
کی جانب صفت  
اس امر میں اپنی تحقیق

کی اضافت صفت کی طرف جیسے نماز پیشین مسجد جامع - آسمان دنیا -

مگر یہاں بھی میری وہی گزارش ہے کہ ان مثالوں میں باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت کا قائل ہونا اور پھر تکلف متاؤل کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرور و محلی باللام ہونے یعنی عدم مطابقت در اعراب و تعریف و تنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب میں یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے جیسے مسجد الجامع صلوٰۃ الاولیٰ سماء الدنیا غرض فتنان مطابقت نے جو شرط ترکیب وصفی ہے نحاۃ عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متاؤل کرنے پر مجبور کر دیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متاؤل یعنی در میان ایک اسم کو جو واقع میں مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا جیسے صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ مسجد الو الجامع اور جانب العزیزی اس آیہ وافی الہدایہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْعَرَبِیِّ مِّنْ جَانِبِ الْجَبَلِ یعنی الطور العزیزی۔ پس غور کرنا چاہیے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اور ان شروط سے معرا ہے اس زبان میں ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنوی ہے کیا معنی صرف لحاظ معنی ایک دوسرے کے لئے جدا شناس بنا ہوا ہے پھر ضرورت داعیہ اور کون سی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑ کر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے حالانکہ خود کلام عرب میں جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلی باللام ہوتا ہے تو اسکو بغیر تاویل مرکب توصیفی مانتے ہیں چنانچہ لفظ دنیا بروزن فعلی مؤنث ادنیٰ جو دونوں معنی نزدیک شدن سے مشتق ہے دونوں طرح کلام عرب میں متعل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے الحیوة الدنیا والعدوۃ الدنیا والجمرة الدنیا والسماء الدنیا ووسرا بمقابلہ آخرت کے اس جہان فانی کا نام رکھ لیا اسوقت اسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہو جائیگا اگرچہ یہ نام بھی نظر قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہوگا جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدنیا حَسَنَةً + وَاکْتِبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدنیا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ مِیْن اور اسی غلبہ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی بلا تاویل درست ہو جاتی ہے جیسے ثواب الدنیا وحث الدنیا وسماء الدنیا وجمع البحار میں ہے الجمرة الدنیا ای القریۃ الی منافع علی من الدنو وہی اسم لهذه الحیوة لبعدها الاخرة عنها والسماء الدنیا القریۃ من ساکنی الارض ویقال سماء الدنیا بالاضافة - شہی الارب میں ہو والسماء الدنیا

این اسمان لغزها من ساکتی الاض و کذا اسماء الدنيا بالاضافه اسی طرح و مکر السی و کلا  
یحیی المکر السی۔ اول اضافت کے ساتھ بتاویل مکر العمل السی دوسرا اتصاف کے ساتھ آیا ہے  
غرض جب زبان فارسی میں ترکیب توصیفی کے لئے کوئی جدی شرط نہیں بلاتا بل ان مرکب کو موصوف  
صفت کہنا چاہیے اور بلا ضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف میں پڑنا صواب نہیں  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنوں میں استعمال  
کیا ہے نظیری کا شعر ہے شعر ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت و دیدہ نے معرفت  
را در دو دنیا نور نیست و اسے در دو عالم۔ یہ بھی سن رکھو کہ جس وقت ترکیب اتصافی اور اضافی ایک جگہ  
جمع پڑتی ہیں۔ اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہیں توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضاف سے  
منفصل کر کے بعد مضاف الیہ کے ملتی کرتے ہیں اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے  
ہیں جیسے نام فرخ نوشیروان سعدی شعر زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل و کز ہستیش  
بروے زمین یک نشان نماند و اور کبھی تابع عرب کے ہو جاتے ہیں سعدی شعر پسران وزیر  
ناقص عقل و بگدائی بردستارفتند و روستا زادگان دانشمند و بوزیری پادشارفتند و اسے  
پسران ناقص عقل وزیر۔ اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کر دیتے ہیں تا اتصال مضاف  
کا مضاف الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے۔ فردوسی جلد دوم شاہنامہ کے اخیر میں بیان  
کرتے ہیں شعر کہ این نامہ شہر یاران پیش و بہ پیوندم از خوب گفتار خویش و یعنی از گفتار خوب  
خویش۔ سوائے اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضاف مضاف الیہ کے  
بیچ میں جائز ہے۔ اول یعنی فاصلہ در میان موصوف صفت کے جیسے نظامی کے اس شعر میں  
شعر سپیدہ برد رومی از چشم درد و برد تیغ من سرخی از روے زرد و اسے سپیدہ رومی۔ ان  
مواضع میں صاحب مہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک یہ کلام ہے  
دوسرا یعنی فاصلہ در میان مضاف مضاف الیہ کے اور اس فصل کے بارہ میں کوئی خصوصیت  
است رابطہ کی نہیں است رابطہ کے سوا دوسرے الفاظ بھی فاصل بن جاتے ہیں۔ فردوسی پشتک اور  
افراسیاب کی گفتگو کے بیان میں لکھتے ہیں شعر چہ دستور باشد مرابا دشا و از ایشان سوارے نامجا  
اسے دستور بادشاہ مرابا شد سعدی شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار و ہر قدر فقریت معرفت کو دکا

دینا یعنی سلطان عالم

ترکیب اضافی و  
اتصافی ایک جگہ  
جمع ہو جائیں تو  
اتصال لکھو و تا



اے دفتر معرفت۔ وحید شعر اے وحید از مرہ چون ابر بہ ہنگام وصال پہ گل بہار آمدہ وقت ست  
سے آشا میہا پہ اے وقت سے آشا میہا۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ  
کو باقی رکھتے ہیں جیسے سعدی کے اس شعر میں شعر سنگ بد گوہر اگر کاسہ زرین شکند بہ قیمت سنگ بفرزاید  
ز کم نشود بہ اے قیمت زر۔ نظامی رح شعر میں رنگ طاؤس و پرواز او پہ کہ چون گر بہ زشت آمد آواز او پہ  
اے چون آواز گر بہ۔ کبھی بقرینہ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہیں جیسے شعر دیدہ  
سعدی و دل ہمراہ تست بہ تانہ پنداری کہ تنہا میروی پہ اے دل سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف  
کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سراپردہ۔ یہ امر سماعی ہے اس میں  
قیاس کو دخل نہیں یعنی جس مضاف الیہ کو چاہے اُسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت میں  
مخل ہوگا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فصحا میں عیب اور عجز کا  
قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استادوں کے نثر کلام میں یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی موصوف  
پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہیں جیسے کوتاہ خرد مند گلستان کی تیسری حکایت میں منثور ہے  
نثر گفت اے پدر کوتاہ خرد مند بہ کہ نادان بلند۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احکام لفظیہ میں امتزاج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی میں کل کلمات مبنی علی سکون ہیں اور یہ بھی  
ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت و مستقل جدے جدے اسم تھے سکون پر  
مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علی سکون رکھے جائیں لفظوں میں امتزاج ہی کیا حاصل ہو  
جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسی طرح اب بھی رہتی تو بناے سکون مضاف کو  
جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اٹھا کر بجائے اُسکے جنبش کسری رکھ دی جبکہ علامت اضافت  
کہتے ہیں تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے کی قدر لفظی اتحاد بھی ہو جائے جیسے عربی میں حذف تنوین اور  
نون کا اس امتزاج کے لیے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں تصریح کر دی ہے  
فَلَمَّا ارَادُوا اَنْ يَمْرُجُوا الْكَلِمَتَيْنِ فَمَرَّ جَانِبُهُمَا الْاُولٰى مِنَ الثَّانِيَةِ التَّعْرِيفُ وَالتَّخْصِصُ  
حَذْفُ اَوَّلِ الْاُولٰى عِلَاقَةً تَمَامِ الْكَلِمَةِ گویا اس وقت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ  
کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بن گیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شد و مستثنیٰ ہیں اور ان میں بھی دو طرح  
کے ہیں ایک تو وہ کہ جنکے مضاف پر علامت اضافت نہیں لائی جاتی جیسے چون دہر و ہرہمہ سعدی

بیان حذف مضاف

بیان حذف مضاف الیہ

مضاف الیہ کی  
مضاف پر تقدیم

اسی طرح صفت  
کی موصوف پر تقدیم

اسی طرح بیگانگی پر  
دو جانب تعلق اضافت مستقل  
ہو رہی شعر خواندہ نہ  
آواز او پہ کہ چون گر بہ زشت آمد آواز او پہ  
بجست و نیک و خلاق  
شعر باہم نظار گان  
نیک و نیک و نیک و نیک  
ہر و خاک و ہر و خاک

بیان ان مضافات کا جن پر  
علامت اضافت نہیں لائی جاتی

کاشعر ہے شعر من تکسیر ملک دنیا و پشت کہ بسیار کس چوتو پرورد و گشت و ولہ ہر کہ شاہ آن  
 کسند کہ او گوید و حیف باشد کہ جز نکو گوید و لیکن یہ شعر اسد اللہ خان غالب کا شعر ساز از دم نایست  
 چون نے زمزمہ ماہ اسے ماہمہ بیچ تو واسے تو ہمہ ماہ متاؤل ہے۔ اور آن مضافون پر بھی علامت  
 اضافت نہیں لائی جاتی جنکے مضاف الیہ میں فصل واقع ہو گیا ہو جیسے دستور باشد مرا بادشاہ و وقت  
 می آشا میہا و دفتریت معرفت وغیرہ میں اور یہی حال موصوف و صفت کے فاصلہ اور حذف  
 علامت اتصاف کے بارہ میں سمجھنا چاہیے جیسے سپیدہ برد رومی میں۔ دوسرے وہ مضاف ہیں  
 کہ جنکو اکثر بغیر علامت اضافت کے استعمال کرتے ہیں یہ امر بھی مضاف کی خصوصیات سے  
 ہوتا ہے جیسے لفظ صاحب اور سر اور ابن اور نبیرہ اور سپر اور میر اور عاشق اور نیم اور پس اور ولی  
 سعدی شعر مگر صاحب دلے روزے ز رحمت و کند در کار درویشان دعاے و ولہ زبان درد بان  
 خرمند چیست و کلید در گنج صاحب ہنر و ولہ ز صاحب غرض تا سخن نشنوی و اگر کار بندی  
 پشیمان شوی و امثلہ سر کے جیسے سرمایہ۔ سر چشمہ۔ سر حلقہ بمعنی سردار جماعت سر داستان  
 بمعنی عنوان داستان سر دفتر سر سورہ سر طوق اس حلقہ کلان کو کہتے ہیں جو سرے پر زنجیر کے  
 ہوتا ہے اور کلس کو بھی کہتے ہیں جو لمع کر کے گنبدون پر نصب کرتے ہیں۔ کلم کا شعر ہے شعر  
 گر حلقہ دامست و گر حلقہ زنجیر و سر حلقہ کد امست بغیر از من دیوانہ و میرزا رضی دانش شعر  
 تا ہست حرف زلف تو سر داستان ماہ پیچیدگی برون نرود از زبان ماہ میر محمد افضل ثابت شعر  
 بخون رقمزدہ طغرای خط پیشانی و بزرگ سرخی سر سورہاے قرآنی و سعید اشرف دریای کی تعریف میں  
 لکھتے ہیں شعر خروشان موجہایش چرخ تسخیر و در گرداب چون سر طوق زنجیر و طاہر وحید سی کے  
 گنبد کی تعریف میں کہتے ہیں و شعر ز سر طوق گنبد بگردون رسید و چوپیرے کہ اور اپر اند مرید و  
 لفظ ابن کا جیسے شعر علی الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش و بنام سعد ابو بکر سعد بن رنگیت شعر  
 خدیو عرصہ عالم محمد شاہ بن تعلق و کہ در بزم جہاندار می سکندر زبیدش چاکر و اور لفظ نبیرہ فردوسی علیہ الرحمہ  
 کے اشعار میں شعر نبیرہ فریدون شبان پرورد و زلف بلند این کے اندر خورد۔ شعر نبیرہ فریدون  
 پیوند شاہ و کہ ہم تاج دارند ہم جاگاہ۔ شعر نبیرہ سماعیل پیغمبرست و کہ پور براہیم نیک اخترست و  
 شعر نبیرہ شنگے فریدون نژاد و نباید کہ پیچے تو سر راز داد و اور لفظ پس جیسے پس عمر و پیشیرہ وغیرہ

بیان ان مضافات کا جو کثر  
 علامت اضافت نہیں لائے

مضافات کی علامت

مصاب میرزا نظامی  
 شعر گویش خواند  
 مصاب میرزا دلایت  
 ستان بک آفاق میرزا  
 ہمنہ

ملک شرفی شعر دیرینہ ہمدے کہ دلم ز خمدار او ست ۛ مارا برادر ست ترا گر سپر عم ست ۛ کسی استاد  
 کا شعر ہے شعر آن سپر ہمشیرہ سید عمار خوشنویس ۛ آن برادر زادہ شمس الحق شیرین ادا ۛ میر معر  
 فطرت شعر دلم بردہ ز کف باز آن سپر نے رحم بزانے ۛ متلع آرزو از ان کے مطلب گران سازے ۛ  
 اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجن میر بار میر چپان میر دہ میر دیوان میر سامان میر سپاہ  
 میر سلاح میر شب میر شکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کاروان میر لشکر میر مجلس میر منزل  
 میر میدان اساتذہ کے کلام میں متعل ہیں چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک میں بحیثیت  
 وزن عروضی کچھ فرق نہیں تو ان الفاظ میں فک و مثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان  
 کے لہجہ سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدر بہ الف ہو تو الف کے گرجانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے  
 جیسے میر آب بمعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے شعر خضر نتواند باب زندگی از ما خرید ۛ منصب  
 میرابی سرچشمہ آئینہ را ۛ اسی طرح میر آتش داروغہ تو پچانہ ۛ آرزو کا شعر ہے شعر لشکر اہل سخن را خرم  
 آرزو میر آتشم شیخ آذرست ۛ اسی طرح میر آخر داروغہ صطبل ۛ محمد سعید اشرف شعر بکہ در طلبش  
 آمد باخت اسب خویش را ۛ در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار ۛ امیر خسرو شعر رفت امیر آخر و آرد زود ۛ  
 ہرچہ در اطراف جہان باد بود ۛ اسی طرح میر آتش بمعنی خوان سالار ۛ اسی طرح میر انجن ۛ اور لفظ عاشق  
 کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بنا گوش عاشق بلاؤ عاشق جماع عاشق سخن عاشق صحبت  
 عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نعمہ عاشق نیام ابو طالب کلیم شعر میر ساند خوشہ اش  
 خود را بہ ابراز شوق برق ۛ مزرع امید ما از بسکہ عاشق آفت است ۛ صائب اصفہانی شعر چون سبزو  
 تاہست نم از زندگی در پیکرت ۛ دستگیری کن مے آشا مان عاشق بادہ را ۛ ولہ ندارد صفحہ دور ان  
 چون من عاشق بنا گوشے ۛ ندارد حسن خط چون من خلائے حلقہ در گوشے ۛ فوقی یزدی شعر بدین  
 خسیان عاشق بلاؤ ۛ ز خرپلوے شان ہمہ حرص گاؤ ۛ ولہ چون عاشق جماعے کو در ان روز کہ  
 بر فر باد او میرود و صد گوز ۛ ظہوری شعر درین انجن کبیت عاشق سخن ۛ کہ عشقے نورزید باشعریں ۛ  
 صائب شعر سرخی پیچہ بترک سر ز تیغ آبدار ۛ انقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا ۛ ولہ عالم  
 روشن بچشمش زود میگردد سیاہ ۛ ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست ۛ ظہوری شعر بنازک  
 دیہاے خواری کشان ۛ بلبہاے خاموش عاشق فغان ۛ ولہ بعضیان عشق باز بہاے ماچیت ۛ

چرا عفو ت چنین عاشق گناہ است + شفائی شعر گلین مہر و وفار امرغ عاشق نالہ ام + لب بے بندم  
 ز افغان تا گلے بر شاخ ہست + صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمہ ماتازہ کرد + نالہ بلبل کجا تنہا  
 بفریادم رسد + کلیم شعر ز دستش آنچہ ناید انتقام ست + کہ تیغ کینہ اش عاشق نیام ست + اور لفظ نیم کا  
 جب مضاف ہوتا ہے ہمیشہ کے لئے مقطوع الاضافت دیکھا گیا اور یہاں بھی میر کی طرح لفظ  
 نیم کا موقوف الآخر ہے لہجہ اہل زبان سے اسکی فک علامت اضافت کا حال دریافت ہوگا جیسے  
 نیمروز نیمشب نیمقطرہ نینان نیمرخ - سعدی رح شعر ظالمے راختہ دیدم نیمروز + گفتم این فتنہ است  
 خوابش بربوہ بہ + نظامی رح شعر چو در نیمشب از تو جویم پناہ + بہت تاب فضلہم برافروز راہ + عنی شعر  
 بہ نیم قطرہ شرابے کہ باز میماند + پس از پیا کہ کشیدن بساغر از لب یار + سعدی رح شعر نیم نالے گر  
 خورد مرد خداے + بذل درویشان کند نیمے دگر + اور لفظ اول کا ہر دو طرح مستعمل ہے جیسے اول  
 شب یعنی پاس اول شب - نظامی رح شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم + بہ تسبیح نامت شتاب آورم +  
 حاجی محمد جان قدسی شعر چون سز زلفش بدستم افتد از خود میروم + ہچو طفلان اول شب خواب  
 مے آید مرا + اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا - میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چرا نندیشی امروز +  
 ازان فردا کہ پس فردا ندارد + اسی قبیل سے ہین پدر زن برادر زن شاہجہان - ولی نعمت  
 ولی دولت کافر نعمت ولی عہد مالک رقاب - نظامی رح شعر زیارتگہ اصل داران پاک + ولی نعمت  
 فرع خواران خاک + ولہ دگر بارہ دولت درآمد بکار + ولے دولے باغن گشت یار + میر صبحی زندی  
 شعر تو کافر نمتے صبحی دگر نہ + بخون دل تنعم مے توان کرد + صائب شعر اگر بر زخم کافر نعمتان  
 باشد گران پیکان + زبان شکر گرد زخم مارا در دہان پیکان + نظامی رح شعر بزرگان لشکر نمودند جہد +  
 کہ با آن ولی عہد بند عہد + جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ + آفتاب مکرمیت  
 طل آلہ +

۱۔ کتب اضافت کے ساتھ  
 ۲۔ غیری فارسی شعر  
 ۳۔ غیری فارسی شعر  
 ۴۔ غیری فارسی شعر  
 ۵۔ غیری فارسی شعر

۱۔ ولی عہد اضافت کے ساتھ  
 ۲۔ غیری فارسی شعر  
 ۳۔ غیری فارسی شعر  
 ۴۔ غیری فارسی شعر  
 ۵۔ غیری فارسی شعر

۱۔ غیری فارسی شعر  
 ۲۔ غیری فارسی شعر  
 ۳۔ غیری فارسی شعر  
 ۴۔ غیری فارسی شعر  
 ۵۔ غیری فارسی شعر

یہاں تک وہ امر بیان ہوا کہ فک علامت اضافت جو خصوصیت مضاف سے ہوتا ہے اب ادون  
 مضاف الیہ کا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسرہ اضافت تخفیف میں آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب  
 یہ دو لفظ جب مضاف الیہ واقع ہوں انکے مضاف پر سے اکثر کسرہ اضافت کو گرا دیتے ہین - جامی رح  
 شعر بنامیزو چہ زیبا صورتے بود + کہ صورت کاست اندر معنی افروز + نظامی رح شعر چو ایزد بن نمتے

در فردوس سپاس ایزدم چون نباید نمود و اور لفظ آب سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ میں  
 دول بالضم کوزہ آب کو کہتے ہیں کمال اسماعیل شہر چو دول این یکے ریسمان در گلو و چو چرخ آن  
 یکے کندہ بر ہر دو پا و۔ اور یہ بھی جان لیسا ضرور ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام  
 رکھ دیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اس وقت مخلوب ہو جاتا ہے اسمیت غالب ہو جاتی ہے اس حال  
 میں اس کا مقطوع الاضافہ ہونا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ میزاب سیلاب تالاب اور جامہ غوک  
 جامہ خواب شب خون جو مقابل روز خون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہیں کمال اسماعیل شہر خشک کیسکہ  
 رات کو پہن کر سونے کے بستر سے  
 ازین بادہ مست و بیخبرش و بغل گرفتہ مجلس بجامہ خواب کشید و ابوالبرکات منیر شہر شب چو دل سر  
 میکنند حرفے زور و ہجر دوست و گریہ شب خون میزند افسانہ در خون میرود۔ ملاشانی تنکو شہر راسے تو  
 رایتے ست کہ گیسوے پر غمش و شب خون روشنی لبشب تار میزند و اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہوں وقت  
 علامت اضافت ظاہر کر دیجاتی ہے فردوسی سکندر اور فور کی جنگ کے بیان میں لکھتے ہیں۔ شہر  
 خروش آمد از دشت کاے دستان و سرمایہ مرز مہندوستان و باقر کاشی شہر در دول ماشینی  
 نیست و مکشاسر دستان مارا و قلی میلی شہر دوران بکلید مرہ نوشا نگہ عید و بکشاد سر طوق اسیران  
 رہا کرد و امیر خسرو شہر میلے نجسرت نشد اسے آب زندگی و بانگہ سیل آب جزا ندر شب نیست و  
 طغرا شہر بہ پہلوے مسجد یکے تال آب و بود پاک چون چشمہ آفتاب و سعدی شہر نگونید از سر  
 بازیچہ حرفے و کران پندے نگیرد صاحب ہوش و حافظ شہر اسے صاحب کرامت شکرانہ سلامت و  
 روز می تفقدی کن در ویش بینوارا و بابا فغانی شہر چہ عیش از مستی یک ساعت شب تیرہ روزان را و  
 کہ آتش از غم فردا بود و جامہ خوابش و سعدی شہر سپر نوح بابدان بنشت و خاندان نبوتش گم  
 شد و نظامی شہر ازان پیش کار و شب خون شتاب و چو دراج در وہ صلاے کباب و اسکا مقابل  
 روز خون بھی آتا ہے۔ حکیم نزاری قہستانی شہر کم ایک خبر دارت کہ چونت و شب خون مصلحت یاروز  
 خون ست و ان امثلہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض موقعوں میں ان الفاظ میں اثبات کسرہ اضافت کا  
 ہوتا ہے مگر کم ایسا سطر ہم نے پہلے کہہ دیا ہے کہ فلک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر استعمال  
 کیے جاتے ہیں اس طرح جب ضمیر متصل کیسے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتابم کتابان  
 کتابتان کتابان اسکی تھتق ضمیر کے بیان میں گزر چکی۔ اب منوجب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکب غنائی ہے  
 وینغ ناوی بین سی  
 شے کا نام مرکب کا  
 بعض غلویت کا کہتے ہیں  
 جیسے کو مقطوع  
 الاضافہ کر دیا جاتا ہے  
 مر  
 شہر یک از دہالہ ہری  
 وینغی حق تھو  
 وینغی واد شہر  
 از دہالہ ہری  
 انبار ۱۲

جن الفاظ کو کہتے ہیں  
 کہ فلک علامت اضافت  
 کے ساتھ استعمال ہوتا  
 ہے کتابا تھا نہیں کا  
 کہی کسرہ اضافت  
 کے ساتھ استعمال  
 اور تالاب و سیلاب  
 کو بحیثیت اسمی سے  
 قطع نظر کر کے اضافت  
 کے ساتھ سیل آب  
 و تال آب کہتا



مرکب اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر متعل ہوتے ہیں تو یہی کثرت استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولے۔ اور جن مضافوں کے اخیر میں نون بعد مدہ ہو جیسے شبان کمان یا ہائے مخفی یا یاے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے ساتھ بھی متعل ہو جاتے ہیں مگر اکثر نہیں بہت کم تو یہاں بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت اضافت میں ہوگی۔ خاقانی شعر ضمیر من امیر آب حیوان ۛ زبان من شبان وادی امین۔ بدر چاچ شعر روے زمین چو تیر شد راست ز نوک کلاک تو ۛ جز کچی کہ در کمان ابر و طاق دلبرست۔ سعدی شعر بماند سالہا این نظم و ترتیب ۛ ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے ۛ اے ذرہ خاک۔ نظامی شعر گر فتم ہمہ آہن آری ز روم ۛ در آتشکہ ماچہ آہن چہ موم ۛ اے آتشکہ ما۔ خاقانی شعر جملہ بدین وادری برد غنقا شد ند ۛ کوست خلیفہ طیور و اور مالک رقاب ۛ اے خلیفہ طیور۔ مولوی معنوی قدس سرہ شعر گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۛ میلش اندر طعنہ پاکان برد۔ اے پردہ کس۔ سعدی شعر اے کہ شخصے منت حقیر نمود ۛ نادار شتی بہر نہ پنداری۔ اے درشتی بہر۔ مولوی معنوی شعر پیر پیر عقل باشد اے پسر ۛ نے سفیدی موے اندر ریش سر ۛ اے سفیدی موے نظامی شعر بھی چہرہ باغ چندان بود ۛ کہ شمشاد بالالہ خندان بود ۛ بہ بھی سن رکھو کہ اگر مضاف کا اخیر حرف الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یاے تحتانی تحمل کسرہ کے لیے زیادہ کیجاتی ہے جیسے دانائے راز۔ اس بارہ میں الف مقصورہ اور مدودہ ایک حکم میں ہیں۔ عربی شعر مصر ویران کرد رو در وادی امین نہاد ۛ رود نیل شوق یعنی گریہ موسائے سن ۛ شعر بخدا کہ جرعدہ تو بحافظ سحر خیز کہ دعائے صبح گاہ ہے اثرے کند شمارا ۛ مگر جسوقت جانب ضمیر متصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق یاے تحتانی کا واجب نہیں رہتا جیسے عصاش دعاش مصرعہ حسن زیباش خیل عشق آورد ۛ انیسر و شعر مور کہ بر سقف و دہے قیاس ۛ پاش بلغر و چو در افتد بطاس ۛ در صورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح دیجائیگی اور باوجود جانب ضمیر متصلہ اضافت نہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فاریابی کے اس شعر میں شعر نثار مجلس از چرخ گوہرے باو ۛ کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ بحکم ضرورت ہی نیاید آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضاف کا واؤ مدہ کلمہ ثنائی کے اخیر میں واقع ہو جیسے بوخو رو و وغیرہ بامتوالی الحركات کے جیسے رفو سیو گلو نگو وغیرہ تو یہاں بھی الف والے

مضامون کی طرح جنکا بیان ابھی اوپر گذرا تحمل کسرہ اضافی کے لئے یاے تختانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوے گل۔ روے زمین۔ موے سر۔ اور سوے آب۔ گلوے صراحی وغیرہ۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت کیجاتی ہے یا کے ساتھ اور بغیر یا کے یہ دونوں امر جائز ہو جاتے ہیں۔ جیسے بوش روش بولیش رولیش اور سبوت گلوٹ سبوت گلویت۔ حافظہ شعر لطف باشد گریوشی از گدا ماروت را پتا بکام دل بہ بیند دیدہ ماروت را ہاے روے ترا۔ اگر کلمہ غیر ثنائی متوالی الحركات نہو جیسے ابرو۔ بازو۔ پہلو۔ گیسو۔ ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضامات کی طرح کسرہ اضافی پر کفایت کریں جیسے رفیع کے اس شعر میں شعر تو ان بمعنی وحدت حسن یار رسید ہلال ابرو او مطلع است در توحید۔ مصرعہ در پہلو من نشست آن شوخ پشاہی سبز واری شعر دوروزہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی پچو عمر بالب ساغر گزشت و گیسو جنگ خواہ کلمہ ثنائی اور متوالی الحركات کی واؤ کی طرح یا تو صرف یاے تختانی ملتی کریں جیسے خواجہ کرمانی کے شعر میں شعر برآندہ تیغ صبح از نیام پکشائندہ چین ز ابروے شام حکیم زلالی شب کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر ز تنگی آن چنان پیچیدہ در ہم پکہ موئیدہ بر و گیسوے ماتم یا بعد الحاق یاے تختانی بوجہ عدم تعذر ثقلت توالی ماقبل یا کو اذ احرک حرک بالکسر و مبناسبت یا کسرہ دیتے ہیں پس یہ کسرہ کسرہ اضافی اور یا یاے اشباعی نہ ہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر میں شعر طلب کرد خاقان آفاق را گرہ باز کرد ابروے طاق را پتا نظامی شعر درم پہلوے پہلوانان بہ تیغ پخورم گردہ گردان بید ریغ پصائب شعر بید مجنون گیسوے ماتم پریشان کردہ است پتا کر قسمت شہید سنگ طفلان کردہ است۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادتی یاے تختانی و بغیر یا دونوں طرح مستعمل ہے لیکن سائر مضامات متصلہ کے قبل کی طرح اسکو بھی حرکت فتح و بجائیگی جیسے ابروش ابروت پہلوش۔ پہلوت ابرولیش پہلولیش۔ ابرویت۔ پہلویت۔ اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثلث دفع کرنے کے لئے اخف الحركات یعنی حرکت فتح و بجائے جیسے پہلوش ہندوش۔ حافظہ شعر اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا پتا بحال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را غرض یہ واؤ واؤ مدہ ثنائیہ و متوالیہ سے احکام لفظی میں ممتاز ہے مگر لفظ سنو حکم شذوذ جمیع احکام میں شریک و متوالی الحركات

ہے جیسے مصرعہ۔ زمان زمان سو من کن بعین لطف نگاہ بہ نظانی ہر شعر سوے مخزن آوردم اول  
 پیچ کہ سستی نکردم دران کار پیچ و ولہ تو اسے پہلوان کا مدی سوے من و نگہدار پہلور پہلور من  
 واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ اور اگر حرف اخیر یاے تختانی مدہ ہو بوجہ عدم تعذر ثقلالت کسر اضافی  
 پر کفایت کرنا اور نظر بر اخوت الف و واؤ مدقین یاے تختانی کا بڑا ناہیہ دونوں امر جائز ہیں اول جیسے  
 حافظہ کے اس شعر میں شعر ساقی بہ نے نیازی یزدان کہے بیار بہ تابشوی ز صوت مغمی ہو لغنی  
 طالب آملی۔ شعر آہم کن اسے شرم بہ نزدیکی آن کو شاید بلفظ یار ز من دست بشوید بہ دوسرا امر  
 یعنی یاے تختانی کا زیادہ کرنا اس میں پھر دو باتیں ہیں ایک تو بوجہ اجتماع ساکنین یاے اول کو  
 بموافقت یاے مابعد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اس کے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہیں نظامی ہر  
 شعر کسے را کہ قہرے تو از سر فگند بہ بہ پامردی کس نگر و دلبند بہ اسکو اشباع نہ سمجھیں۔ دوسرا یہ کہ  
 یاے اول کو اسی حالت سکون میں رکھ کر یاے ثانی کو بحکم اذا حرکت بالکسرہ دیتے ہیں اور  
 اور پھر چونکہ اسمین قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کر دیتے ہیں۔ حافظہ شعر خنک چو گانی چرخ  
 رام شد در زیرین و شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوے بزن بہ اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس  
 قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضاف ہوتا ہے تو ماقبل اس ضمیر کا متحرک بحرکت فتح رکھا جاتا  
 ہے جس طرح اُن ضمائر کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم ضرورت اس یاے  
 ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کر دیتے ہیں مولوی معنوی<sup>۱۳۵</sup> ہر شعر صد گمانت بود در پیغمبریم و باچنین بڑا  
 ابن خلق کریم و مگر یہ کم آتا ہے۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا یاے مخفی ہے تو چونکہ اس میں صلاحیت  
 کسرہ قبول کرنے کی نہیں تھل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے بندہ خدا  
 مجھ سے پوچھیے تو وہ یاے تختانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یا بھی ہمزہ کی شکل  
 میں آتی ہے اسوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تختانی کا واقع ہو جاتا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہو  
 شعر لیک میگوم حدیث خوش نہی بہ برا امید آنکہ تو کنعان نہ بہ ہستی دبیر شعر باروے چو نہ بہار  
 باخوے دئی بہ با ما چو خار و باد کر کس چوئی بہ بخت بد ما ہی کند سست پئی بہ ورنہ تو خین سخت کمان نیزہ  
 ایک لطیفہ ذرا غور کر نیکی قابل اور حظ لینے کے لایق عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں کہ واضح حرف  
 و صورت حکیم مطلق جلت حکمتہ نے معنی لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت قویہ

ایہ حروف مضاف کا آخری ہوتا  
 علامت اضافت کی ہوتی ہے۔

مخفی پایا جاتا ہے

مخفی ہمزہ ہلکے  
 یعنی ہمزہ دیکھو  
 فارسی قرآن در بعض  
 قریباً ہی کہتے ہیں  
 ہمزہ خواندہ اند ہمزہ

رکھدی جس طرح تہہ میں اس رسالہ کی مہر بن ہو چکا ہے پھر شکل حروف میں کیونکر اہمالِ تناسُب کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پوچھتا کہ ہمیں یہ شکل کیوں ملی وہ کیوں نہ ملی اور حکم آیہ وافی الہدایہ لَا یُسْعَلُ عَمَّا یَفْعَلُ سے یہ نہ سمجھنا کہ مالک مختار نے جس طرح چاہا بنا سبت و بلا سبت وضع کر دیا بلکہ اُسکا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہم کو اپنی سب سے سمجھی سے مناسبت پر پئے نہ لیجا کر خواہ مخواہ اعتراض میں مَنہ نہیں کھولنا چاہیے پس اُن حروف کی یہ خاص خاص شکلیں اور صورتیں بھی ضرور خاص خاص مناسبتوں کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان وقائق غامضہ پر ہمازی نظر نہ ہوئے مثلاً اس شکل (د) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہ نصف بالائی حصہ یا کا ہے بلکہ کامل یا ہے صرف ایک دامنہ جو روانی قلم میں نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اس کے بالائی سرے کو نکال دیجئے دیکھیے (د) کامل واو ہے۔ اور جو اس کے انحناء کو لحاظ نہ کریں ایک مثلث کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہو چنانچہ غالب فرماتے ہیں مصرعہ الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس میں کیفیت ان تینوں حروف علت کی بالقوة موجود ہے تو حالت فتحی میں الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمی میں وا کی شکل لیتا ہے حالت کسری میں یا بنجاتا ہے جیسے مامون مومن ایمان۔ آدم بر سر مطلب اور وہ گڑ کی سی شکل جسکو ہائے مخفی کہتے ہیں میرے نزدیک کوئی حرف جو ہر کلمہ کا نہیں بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر کی ہے۔ اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگاروں نے کلمات فارسی میں باقبل ہائے مخفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میا بنجیوں نے مکتبوں میں اسیکور واج دیا ہے یہ خطا ہے چنانچہ کلام اساتذہ اُسکے فتح پر دال ہے۔ میرزا غالب کا شعر ہے شعر شورش آمادہ رفتہ اندہمہ ہم برین جادہ رفتہ اندہمہ در نور دگزارش زدہ ہا کردہ انداز نشاط عربہ ہا لیک در بعض جا نہ در ہمہ اش لفظ ماری ہوی ست ترجمہ اش دیکھیے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ گا جادہ اور عربہ اور ترجمہ کوڈ الا ہے۔ یہ الفاظ عربی کے ہیں انکا ماقبل اخیر مفتوح ہے اور یہاں اختلاف روی کا قائل ہونا محکم ہے۔ ان ہائے ظاہر کا ماقبل البتہ مکسور بکسرۃ اصلی رہتا ہے لیکن اس ہائے اور حرف ماقبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رُہ بمعنی طریق بفتح ماقبل و کُہ بمعنی جبل بضم ماقبل و دُہ بمعنی قریہ بکسر ماقبل عارضی اسواسطے کہ اول سے الف ثانی سے واو ثالث سے یاء تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے۔ راہ و کوہ معروف ہیں مگر دیہ اخیر و

مثال دہی کی  
بے نشانہ کے ساتھلفظ نہ لغت میں  
موجود ہےلفظ نہ کی تحقیق  
موجود و معروف ہےمیں جیسے اجنبی  
زبان میں بھی آتا ہےمیں اور یہ کہ اس  
تصویر سے کیا فائدہ

کے اس شعر میں شعر قدر سے چون برین نطاشتافت و راہ اندر سواد دیہے یافت و میر حسن دہلوی  
 شعر سلامت از دل دوین حسن چہ میسر سی و نہ دیہ ماند نہ دہقان چہ واجب ست خراج و غرض جہان  
 حرف علت حذف نہ ہوگا ضرور قبل اس کا مکسور یکسرہ اصلی ہوگا مثلاً یہ و کہ و مہ و گرہ و فریہ و زہ -  
 سعدی کا شعر ہے شعر چو از قوس یکے بیداشی کرو و نہ کہ رانشرلت ماند نہ مہ را و نہ بینی کہ کا و  
 و علف زار و بیالاید ہمہ گادان دہ را و ولہ آن شنیدی کہ لاغرے وانا و گفت روزے با بلہ فریہ و  
 اسپ تازی اگر ضعیف بود و ہچنان از طولیہ خربہ و فردوسی اشکبوس پرستم کے تیر چلانے کی تعریف  
 کرتے ہیں شعر تضا گفت گیر و ت در گفت دہ و فلک گفت احسن ملک گفت زہ و اور لفظ زہ بفتح ز  
 مجسمہ جیسے مولوی معنوی قدس سرہ کے ان اشعار میں شعر تا نگیر دما دران را دروزہ و طفل در زادن  
 نیا بدیج رہ و کہ پیش مے آمد پیش میرفت شہ و جملہ شب ہچو حال وقت زہ و اصل اس ہاکی الف  
 ہے یعنی یہ زہیدن کا حاصل مصدر ہے اور زہیدن زادن سے مجہول ہے معنی میں اسی زادن  
 کے ہے جیسے شرط اس جہل کی ہے بحث مصدر میں اسکی تحقیق آجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ مولوی  
 معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر زہرا ز قہار ز قہا امید ہ و ورنہ گندم نے خدائے کے زہد  
 اسے کے زاید۔ اور زہ بمعنی زادہ یعنی بچہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسے آفرینش حاصلہ  
 یعنی آفریدہ یعنی مخلوق مستعمل ہوتا ہے اور اسی سے زہدان بچہ دان یعنی رحم کو کہتے ہیں۔ و لفظ  
 دہ کا جو معدوم معروف ہے سو وہ لفظ ہندی دس کا مفرس ہے جیسے ماس سے ماہ بمعنی قمری پر  
 ہمزہ نفی کا لگا کر اس کہتے ہیں اور ہمزہ نفی کے لیے جیسے ہندی زبان میں آتا ہے فارسی زبان  
 میں بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اکثر جگہ دساتیر میں لفظ اخواستی بمعنی غیر ارادی و اجنبان بمعنی  
 غیر متحرک آیا ہے اسی طرح امیر بمعنی نامیرندہ یعنی حتی غرض اس وہ شب جس میں چاند بالکل  
 نہیں نکلتا بلکہ اس لفظ دہ کو مفرس ہی کیا کیئے توافق و اشتراک دو زبانوں کا سمجھنا چاہیئے۔ رہا  
 مبادلہ سین کا ہا سے ہوز کے ساتھ اکثر ہے جیسے راہ بمعنی طریق اس معنی میں لفظ راں جیسا کہ علیہ  
 راستہ زند پازند یعنی لغت باستانی فارسی میں مستعمل ہے اور آماں و آماہ بمعنی ورم اور جستن و رستن  
 بالفتح بحث مضارع میں جہ و رہ ہو جاتے ہیں۔ شرف شرفہ کا شعر ہے شعر خصمت ارفز ہی فیت  
 و معجون غور و چہ شود فرہی طبل ز آماہ بود و مگر خہ اور خہ خہ اور پہ پہ یہ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ الکا



ما قبل اخیر مفتوح ہے۔ حکیم زلالی ایاز محمود بن لکھتے ہیں شجر صراحی بر قدح چون کبک قہقہہ ۛ  
 زد و گفتش کہ اے گلستانہ خدہ ۛ اور پُہ ۛ وہ وہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہ واہ  
 کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے شجر بودت فرو نادرسی ہیچکہ سر ۛ چو حلاوا  
 خوری زود گوئی کہ پُہ ۛ شجر چہ میگفتم و در چہ پردا ختم ۛ کجا بود اشہب کجا تا ختم ۛ آدم بر سر مطلب چونکہ  
 نامے مخفی نامے ظاہر کی شکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے  
 علم ہیأت میں جب دو اُروقی کی پیمائش کرتے ہیں ساٹھ پر اگر سہ لکھ دیتے ہیں حالانکہ باعتبار حساب  
 جمل فقط اس کے ساٹھ ہوتے ہیں اگر یہ شکل واقع میں مستقل حرف سمجھی جاتی پینسٹھ بنجاتے لیکن مادہ  
 تاریخ میں اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت و شکل مکتوبی پر ہے اصلیت  
 اور واقعیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے مشد جو کہ اصل میں دو حرف ہیں یہاں ایک ہی اعتبار کیا جانا اگر  
 اسی بنا پر تا عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل میں لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی میں نا بنجاتی ہے اسکے  
 اعداد میں فضلاء مومنین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی میں اس  
 طور پر واقع ہو کہ تلفظ میں بھی تا ہی پڑھی جائے اسوقت اسکے عدد چار سو ہی لئے جائینگے اور وہ جملہ  
 تاریخی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہ ہو مگر وہ کلمہ جس میں یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے  
 رحمۃ للعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے شجر نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۛ و زحومان چرا غافل  
 نشینی ۛ اسی طرح جنة النعیم و کعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس صنعت میں فقط مکتوبی  
 کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملفوظ کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اسیوجہ سے خدائی پادشائی میں اگرچہ ایک  
 ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بلحاظ صورت مکتوبی دو یا شمار کی جاتی ہیں اور انکے عدد بیس لئے جاتے ہیں  
 اور عبد الرب عبد الرحمن میں الف لام اگرچہ ملفوظ نہیں مگر بلحاظ مکتوب انکے عدد اکیس لئے جاتے  
 ہیں راے مشد و ایک ہی شمار کی جاتی ہے فقط دو سوا اسکے عدد لئے جاتے ہیں اگرچہ بولنے میں  
 دو رہے بولی جاتی ہیں۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی وغیر عربی میں ہا کے لئے مختص ہے  
 میری سمجھ میں نہیں آتا البتہ غیر عربی کے لئے یہ اختصاص ثابت کر لوں گا ہے مگر عربی میں یہ شکل تا اور  
 ہا دونوں میں مشترک ہے لیکن ماہہ الامتیاز اور جدا شناس اوپر کے دو نقطوں کا وجود اور عدم ہے جیسے  
 حا اور خا اور ذ اور ظ شکل میں مشترک نقطہ سے ممتاز ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی میں ہا

تا و در جو حالت  
 وقفی میں نا بنجاتی  
 ہے بحساب جن  
 کے عدد کی تحقیق

خدائی پادشائی کی  
 ہمزہ کی عدد دیکھا  
 یعنی چالیس ہے۔

بنجاتی ہے تو اس وقت اسپر لفظ بھی دیے نہ جائینگے اور عدد بھی پانچ ہی لئے جائینگے جیسے علیہ الرحمہ  
 ورب الکعبہ اور آیات کریمہ قرآنی میں جو باوجود وقف لفظ دیے جاتے ہیں باعتبار ما کان حالت  
 اصلی کے لئے ہے تا نو آموزوں کو تہجی کے وقت دقت نہ پڑے غرض نظم الفاظ تاریخ عبارت عربی  
 ہو یا غیر عربی مگر وہ کلمہ جس میں یہ تلمے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ  
 وفات جو یگانہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنة منوالہ سے نکالی ہے اور اس تاریخ جنت کے  
 چار سو عدد لئے ہیں بہت درست ہے اور اسپر غلام علی آزاد جیسے نے بدل اویب بلند اندیشہ فضل  
 نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ سخت ہٹ دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت  
 کی عبارتوں میں جیسے فیضی کی موارد الکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تاکا لانا اور  
 اسکو مہملہ سمجھنا بوجہ تنگی مقام و ضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی میں واقع ہو مجب  
 الما سے عجی دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چار سو لئے جائینگے جیسے صاحب خبر الواصلین  
 حضرت شیخ اشیرخ عقد سلسلہ الاولیاء رحلۃ العلماء والفقراء صاحب النسبۃ العلیا الشیخ شہاب الدین بہروردی  
 قدس سرہ کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شہر آنکہ شیخ اشیرخ عالم بود و زبکہ اولیاء اعظم بود و  
 عمدہ واصلین شہاب الدین و قد وہ کاملین شہاب الدین و سال نقلش بگفت ارض و سما و ساکن اوج  
 جنیت والا و ملا حیدر ذہبی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شہر تاریخ وفات فایضا  
 مرحوم و کرندہ تم کہ شد پیر حجت و اصل و اور اگر حرف قوی حرکت کے لئے جو بہ نسبت حرف کے ضعیف  
 ہے علامت بننے کو کوئی متعین سمجھے تو عربی کا فون اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حروف کے علامت  
 حرکات ہونے کے امتناع کو اٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ  
 قواعد نگاروں کے کلام سے بھی اشارہ یہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جو اہل الحروف بہت  
 کے استعمال کے بیان میں تحقیق کرتے ہیں کہ است الف کے ساتھ اُس جگہ پر آتا ہے کہ جہاں کلمہ  
 متحرک الآخر جواب اگر بے محنتی بھی کوئی حرف مستقل جو ہر کلمہ سے مان لیا جائے پھر کلمہ متحرک الآخر ہی  
 کہاں رہا۔ فارسی کے استاد فخر المتاخرین نواب اسد اللہ خان غالب و ہلومی درفش کاویانی میں ضمیر خطاب  
 ت کے بیان میں لکھتے ہیں جبکا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اُس جگہ وصل پاتا ہے جہاں کلمہ ہمزہ غیر اصلی  
 مختفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لئے لایا گیا ہے تا پدید آید کہ لامی انہامی حرکت را وجود

حرف حرکت سیلئے  
 علامت بن گیا ہے

اعتباری ست نہ وجود حقیقی لاجرم جزو سلطت ہمزہ بحرف دیگر نمیتواند پیوست، اور ہفت فلزیم کی ساکنوں جلد میں مصادرجعلی کے بیان میں لکھتے ہیں ”از اندیشہ اندیشیدن وہاں سے منظر حرکت را حذف کردند“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہا منظر حرکت و علامت کلمات متحرک الآخر ہے غرض میری پریشان تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ ہائے مخفی قائم ہے وہ متحرک الآخر دائم ہے اور اضافت کا اتفاق ہے کہ اسپر کسرہ اضافی ضرور ہو تو ہم اسکی حرکت لازمی کو چھیر نہیں سکتے مگر حروف لازم الحركت پر ایک الف متحرک زیادہ کرتے ہیں جو کہ حروف علت میں سے ہے جسے ہمیشہ دعا مومن اور زیادتیوں میں کام لیا جاتا ہے وہ پہلا حرف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ماقبل اس ہا کا مفتوح ہوتا ہے اور فتح کے بعد بہ نسبت اور حروف علت کے الف کا زیادہ کرنا انسب ہے پھر اس الف زائدہ پر کسرہ اضافت لایا جاتا ہے اور اس قسم کے الف متحرک کو عرف میں ہمزہ کہتے ہیں اور اگر یاء وحدت یا تنکیر یا تعظیم یا خطاب کی اس پر لائی جاتی ہے تو رسم الخط میں کوئی صورت اسکے لئے الگ نہیں ہوتی یہی ہمزہ اسکے ادا کی خاطر کفایت کرتا ہے جیسے لفظ بندہ کا سعدی کے اس شعر میں شعر علت محض ست اگر لطف جہاں آفرین خاص کند بندہ مصلحت عام را یعنی کسی ایک بندہ کو خاص کرے۔ اور یہ وہی یاء مجہول ہے جو اور اسموں پر ان معنوں کے لئے دخل ہوتی ہے لیکن ہمزہ ماقبل یا صرف تخیل کسرہ کے لئے واجب کی گئی اور نیز صیغہ واحد حاضر سے اس فعل کے جس کو ماضی قریب نام دے رکھا ہے اسکا پتہ لگتا ہے اسواسطے کہ کردہ مثلاً واحد حاضر کا صیغہ ہے اور واحد حاضر کی ضمیر یاء معروف ہے اور است والی گردان میں ایک الف متحرک قائم مقام فعل ناقص کے چلا آتا ہے تو یہاں بھی ایک الف متحرک اور یاء ساکن صورت ہمزہ کے لئے ہوئے ہیں۔ اور عربی کی تاوات جو حالت وقفی میں ہا رنگینی ہیں گو اس قسم کی علامت حرکت نہیں ہیں لیکن عمومیت احکام کے لئے انہیں کے تابع کر دیا جیسے روضہ رضوان ترجمہ قرآن اور ان چار حرفوں یعنی الف اور واو اور یا سے مدہ اور ہائے مخفی کے سوا سب جگہ مضاف پیکرہ واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الحمد للہ والمنۃ اضافت معنوی کا مختصر سا بیان لکھ چکا اب اضافت لفظی کا کچھ تھوڑا سا پتہ بتلا دیتا ہوں ملاحظہ فرمائیں گا۔ کیا کیا جائے خاطر کی تشویش اور طبیعت کی کاہلی یہ دونوں امر ایسے ماتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرماوے۔

۲  
اور اسکی سبب  
جس اس ہا  
کے بعد بھی آتا ہے  
جیسے  
جس کے بعد بھی آتا ہے  
تخلی حرکت کیلئے  
ہمزہ زیادہ کرنا  
اضافی کا ک  
اسکی میں مدخل  
نہیں ہوتا ہے  
اسکے علی کسرہ  
بکفایت نہیں  
کرتے۔

## الاضافۃ اللفظیۃ

صیغہاے صفت کو اُنکے معمولوں کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضارع کے معنوں میں ہونا شرط ہے جیسے نویذہ نامہ و کشہ ثغم اور غیر معمول کی طرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہیں بنتی جیسے خواہندہ مغرب و دانا سے طوس سعدی رح فرماتے ہیں نشر خواہندہ مغرب و وصف بزازان حلب مے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا انھیں بعض نخون میں یا بے نسبت کے ساتھ خواہندہ مغربی آیا ہے اب ترکیب اقصانی ہوگی اور جو لوگ کہ مغربی یعنی زر مغربی کے لیے ہیں اسوقت البتہ اضافت لفظی ہوگی مگر یہ معنی لینا مجاز ہے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہاے صفت معنی مضارع کے نہ رکھیں بلکہ دوام و استمرار اُنکے معنوں میں پایا جائے بحکم اذا فات الشروط المشروط اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ اُنکی اضافت اپنے معمولوں کی طرف ہو جیسے۔

مصرعہ آفرینندہ ہر چہ بہت۔ غرض ان دونوں صورتوں میں اضافت معنوی ہوگی سمجھنے یہاں اضافت لفظی میں اس امر سے بحث نہیں کی کہ اُسکے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی میں تخفیف ہے اس واسطے کہ زبان فارسی میں معرفہ اور نکرہ کے احکام بخوبی نہیں کھلتے یہ تمام و زبان عربی میں خدا داد ہے جیسے رجل اور الرجل میں تعریف و تنکیر کا فرق ہو گیا بخلاف فارسی کے اس میں ایسا کوئی تفرقہ اور جدا شناس نہیں اور ہم نے فقط اپنی تحقیقات میں میں و برکت حاصل کرنے کی نیت سے اتباع زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی توزیع کی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معرفوں میں سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر میں شعر

اے دوست اگر جان طلبی جان تو بخشم ۛ از جان چہ عزیزست بگو آن تو بخشم ۛ۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے متعین ہو گیا فلان دوست ہے کس واسطے کہ دانا بینا جسوقت ندا کرتا ہے تو اُسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے تاں اگر کوئی اندھا نہا کرے اور کہے اے جانو اے میرا ہاتھ پکڑ لے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار میں گھرا ہوا یا کنوئین میں گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچانے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہنچو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کس واسطے کہ یہاں کسی کی تعین نہیں۔ اب سنو کلمات ندا کے معاملہ میں جنکا بیان بحث حرف میں آئیگا میں ابوعلی کا تابع ہوں اُنکے حرف ہونے میں مجھے کلام ہے میرے نزدیک اُنکا اسماء افعال ہونا تحقیق مقام کو

معنی اسم فاعل و مفعول  
مفعول و صفات و غیرہ  
نام لفظیہ

لا اے تعین  
نکرہ یا ندا  
معرفہ نہیں بنانا

نکرہ یا ندا

اور اس کے معنی اُفقیل یعنی متوجہ شو کے ہیں۔ رہی یہ بات کہ افکا فاعل انہیں اسماءے منادا کو  
 مابین یا کوئی ضمیر اسماءے افعال میں مستتر سومیرے نزدیک انہیں اسماءے منادا کو اسماءے افعال  
 کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی استعارہ ضائر وغیرہ تکلف سراسر ہے۔ اب کلمہ مذکور کو بخوانم کے قائم مقام  
 کرنے کی ضرورت رہی نہ اس کے مفعول کہنے کی احتیاج۔ گو کہ نحوین میں اس کا رواج ہے کہ واسطے  
 کہ خات عوب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو انکو کہیں فاعل اور  
 کہیں مفعول کھینچ تان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی میں نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی  
 اُن سے دور پڑا۔ واضح رہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہیں تو منطوریہ ہوتا ہے کہ اُن غائبوں کو  
 مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کر لیں اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر  
 ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظروں سے مستور ہو یا منہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن  
 آواز نہ کرنے والے کی اُس تک پہنچتی ہو تو اُسکو تعین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی وہ ہے  
 جیسے کوئی سامنے رو برہا ہے بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیون نہ ہو یہاں خوب ہوشیاری اور توجہ  
 دلی کے ساتھ اُسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیبت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال  
 ندا کا ہے یعنی حقیقتہً ندا اسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اسکی پکار کو سنے اور  
 جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اُسکو پکارنا مجازا ہوتا ہے جامی فرماتے ہیں  
 شعر دریا سے فلک با من چہ کردی ؟ رساندی آفتابم را بزدی ؟ اس سے معلوم ہو گیا  
 کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سن نہیں سکتا اُسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر  
 بیٹھے ہوئے اپنے شوق میں مطلوب کو ندا کرتے ہیں گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کی جانب  
 ندا ہوتی ہے شوق و عشق میں منادا سے حقیقی کو اپنی ندا کا سُنانا کچھ مقصود بھی نہیں ہوتا فقط اُس  
 تصور اور خیال کے ساتھ دل پر دازی کی جاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق میں حاضر رہتی ہے ایسی طرح  
 منہ منہ میں پکار لینا کہ اسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہنچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آہ  
 ندا کا لفظوں میں مذکور ہو ندا تحقیقی کہلاتی ہے جیسے یازید۔ اگر مذکور نہ ہو ندا سے تقدیر می کہتے ہیں  
 جیسے شعر نظامی بسا صاحب آوازہ ؟ کہن گشتی و ہجران تازہ ؟ یعنی اے نظامی الخ ایسی طرح  
 کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اُسکو ذکر نہیں کرتے ذکر کرنا تو اُسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

غائب حقیقی

غائب مجازی

ندا حقیقی

ندا مجازی

ندا غائبہ  
تقدیری کا بیان



ذکرین نکتہ

آئندہ اس کے مقدار  
کے میں نکتہکی نکتہ کی غرض تو  
منا و کا عدم ذکریعنی حالت مذاہن وہ اسم جسکو مذکر ہے جنہ کا ذکر ہے  
بتا اور باعتبار استعمال عرب کے صیغہ فاعل ہے اور فاعل میں یہ صیغہ حاضر ہے

نکتہ اسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے شعر  
اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست + یارب بہ بنیم آنرا در گردنت حامل + کبھی جل جہنم  
اپنے خشم و غضب کا مورد بنانے کے لئے جیسے کہتے ہیں شعر شاہد معنی عیان و ما بصورت  
ملفت + اے درون جہل خون اے روے نادانی سیاہ + یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی  
پر غصہ اُتارتا ہے اور کہتا ہے اے جہل تیرا دل خون ہو جاے اے نادانی تیرا کالامنہ کبھی  
اس غصہ اور ملال میں ایسا مضطرب اور عجول ہو جاتا ہے کہ آگہ نڈا کے ذکر کیے تک صبر نہیں ہوتا  
خان آرزو کا شعر ہے شعر گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردہ تو با من + بفلک ترا رساندم کہ گے اثر کردی  
اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعظیم مناد منظور ہوتی ہے تو بھی مناد کو ذکر نہیں کرتے اسکی جگہ اسکی صفت کو قائم  
کرتے ہیں تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہو جاے اور عذر ترک مناد ابھی مسموع صاحب کا  
شعر ہے شعر چہ بخونا خدا گردیدہ اے از خدا غافل + چونکہ یہ صفت جملہ نہیں مصدر بکاف رابط  
نہیں سعدی رح شعر اے پسندیدہ حیف بردر ویش + از براے قبول منصب خویش + تا دل باو  
بدست آرمی + حیف باشد کہ حق بیازاری + یعنی اپنے نفع کے لئے غریب مسکینوں پر ظلم کرنا پوشا  
کی خوشامد میں حق جل و علا کو ناراض کرنا نے شک تذلیل و تحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ  
میں ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کیسی غطت اور بزرگی کی وجہ سے بھجواے نامش بزبان گفتیم از  
بخیر دیت مناد کو ذکر کرنا جیسے سیاوش اپنے قتل کے وقت خدا سے عذر و جل سے التجا کرتا ہے۔  
شعر سیاوش بنالید بر کردگار + کہ اے برتر از گردش روزگار + اے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا بُرا  
یا بھلا اثر تیری ذات پاک تک نہیں پہنچتا تیری ذات پاک اس سے برتر ہے بجائے مناد اس  
خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایسا کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ ایطرح  
تعجب و تحسرت و تمنائی محویت میں مناد کا ذکر کرنا بھولتا ہے انکے مسئلہ آگے آتے ہیں غرض اس قسم کے  
نکات معنوی بیان کیے جائیں یہ دستور نامہ کا ہیکیور مہیگا بستان خیال بنجائیگا فقط آپ کی لطف اندوزی  
کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کر دیا حاصل کلام یہ ہے کہ ندا سے غائب معرض خطاب میں آتا  
ہے اسبواسطے بعد ندا کے یعنی جواب ندائیں وجوباً صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر ہو  
لیکن یہ نکتہ فریاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت مذاہن وہ اسم جسکو مذکر ہے میں بزرخ یعنی

مین میں حاضر و غائب کے رہتا ہے نہ تو اسکو پوری طرح غائب ہی کہیئے نہ حاضر اسواسطے اس حالت  
توسطی میں استعمال ہر دو صیغوں کا غائب ہو یا حاضر جائز ہے یہ امر اسوقت بخوبی مہربن ہوتا ہے  
کہ موصول یا موصوف پر جسکی صفت جملہ ہوا واقع ہو لیکن عربی میں صیغہ غائب کا استعمال اکثر  
ہے حاضر کا کثیر اسواسطے کہ جب کو ہم پکارتے ہیں وہ غیبوت حقیقی یا مجازی میں ہو گا اگر یہ بات  
نہوتی نہ کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی پس اسکو نہ کرنا غیبوت سے نکال کر خطاب میں دخل  
کرنے کے لیے ہوتا ہے توجیب تک نہ پوری نہوگی وہ غیبوت سے شرف خطاب میں نہیں آسکتا  
یعنی عین حالت نہ امین وہ پورے طور سے مخاطب نہیں بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نہ رہا  
لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کر کے احکام غائب کے اسپر جاری کئے جاتے ہیں یا یہ کہ مسادا  
اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسماء ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہیں تو یہاں بھی لفظ کے اعتبار سے مسادا  
غائب ہوا پھر اب غائب کی طرف ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ جان کر استعمال حالت نہ امین غائب ہی کہتے  
ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب مسادا حالت نہ امین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گویا ایک اطلاق کے درجہ میں  
آگیا تو اس کے لیے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہیئے اور خارج میں مطلق کا کوئی وجود نہیں تو ناچار اسکو  
فرد کامل کی زمری میں لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا سالہ زمرست افشار میں ہمنے مہربن کر دیا ہے  
یہ مختصران توطیہ اور تمہیدوں کی گنجائش نہیں رکھتا جیسے ارشاد و ہدایت بنیاد ہوتا ہے یا اِنَّهَا الَّذِیْنَ  
اٰمَنُوا اٰمَنُوا تَبٰی کا شعر ہے **شعر** یَا لَمَنْ تَحْكُمُ فِيْ نَفْسِيْ فَعَدَّ بِنِيْ ۙ وَمِنْ فَوَادِيْ عَلٰی قَتْلِيْ  
یَضَافِرُہ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولی کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہ غائب  
کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبوت سے حیز خطاب میں کامل طور سے نہیں داخل ہوا تو گویا اب تک غائب  
ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی یہ وجہ ہے کہ وہ غیبوت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب  
پورا غائب نہ رہا گویا مخاطب بن گیا اور یہ کلام عرب میں بہت کم ہے شاعر کہتا ہے **شعر** مِنْ اَجْلِ  
یَا اللّٰہِ تِمَمْتَ قَلْبِیْ ۙ وَاَنْتَ بِخِیْلَةٍ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ ۙ مگر فارسی میں صیغہ حاضر ہی کا بیشتر استعمال  
ہے جیسے شعر ہے کہ یہ کہ از خزانہ غیب ۙ گہر و ترسا و طیفہ خور داری ۙ مولوی معنوی فرماتے ہیں  
**شعر** گوش نہ اسے تو طلب گار صواب ۙ بشنوائن اشکال و بہت راجواب ۙ اور غائب بھی استعمال ہے  
مگر کثیر جیسے نظامی رحمتین فرماتے ہیں **شعر** اے جہان راز، ہیج سازندہ ۙ ہم نوا بخش دہم نوازندہ ۙ

وہاں غیبوت بنانا

وہاں غیبوت بنانا

وہاں غیبوت بنانا

وہاں استعمال حاضر بنانا

غنیو بت مناد  
کہ ایسا کہ بہتر  
لغات میں مناد  
اور مناد کا اشتقاق  
تو بتا کر اگر وہاں ہی  
جائے تو مناد ہی  
کہلاتا ہے۔  
دعائے غنیو بت مناد و دعائے غنیو بت مناد۔

اور نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ عربوں نے لفظ اور معنی دونوں کی رعایت کی معنوں کی رعایت  
یہ ہے کہ پہلے سے اسکو غنیو بت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غنیو بت  
اسکی ناقص رہ گئی تو اسکو ابھی سے بہ نسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت  
لفظی یہی ہے کہ مناد اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صورتی کی جانب ضمیر خطاب  
کا پھیرنا مکروہ سا ہے۔ یا یہ کہ عربوں نے ماکان کا اعتبار کیا فارسیوں نے مایول کا واسد تعالیٰ شانہ اعلم  
بالصواب۔ کلمات ندائیہ یا وایا وایں بالکسر وائرے یہ سب صدارت کو مقتضی ہیں جیسے یارب۔ اہل  
فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر بمعنی ہاے وائے کے لیتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ درود مصیبت کے  
وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اسکو معنوں میں ہاے ووائے کے کر لیا اسی بنا  
پر صائب ہمنہانی نے اپنے شعر میں اسکی جمع یاربہا تراشی ہے شعر چہ مخونا خدا گردیدہ اے از خدا  
غافل و ندارد این سفر باد مرادی غیر یاربہا و اور یاے تنکیر کا ایسوجہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا  
مولوی معنوی رح فرماتے ہیں شعر نیز روزے با خدا زاری نکرد و یاربے نامدا ز روزے بدرود سوئی  
شعر ترسی کہ پاک اندرونی شبے و برآرد ز سوز جگر یاربے و مثال ایکی فردوسی کا شعر ہے شعر ایاشاہ  
محمود کشور کشاے و گراز من ترسی ترس از خداے و اوراے بھی بوجہ توافق لسانین عرب و عجم میں  
مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہیں اور عجم بالکسر جیسے اے کریم اوراے تھمیر کے موقع میں مستعمل ہوتا  
شرف شنائی کا شعر ہے شعر اے گیدی تو کجا شعر کجا درک کجا و لاف چیزے کہ ندانی چہ زنی پیش کسان  
اور الف ندائیہ منادا کے اخیر میں لاحق ہوتا ہے جیسے شعر کریم یا بختاے بہر حال ما کہ ہم اسیر کند ہوا و  
اب سنو کلمات ندا کو ایک سے زیادہ ایک منادا پر لانا بعلت حصول استغناء ممنوع سمجھا گیا ہے چنانچہ فردوسی  
نخاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہیں الممنوع اجتماع الکی التعریف الاستغناء حاصل یا خدا لیکن بعض وقت  
استماع مح کے موقع میں زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یا کمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و افسوس  
جتلانے کے لئے جو ندا پر ندا کیجاتی ہے متاؤل ہے یعنی یہاں یہ نہیں ہوتا کہ ایک ہی منادا پر ادا نیت  
دوبار لائے جاتے ہوں بلکہ حسب طرح کلمہ ندا کر رہے تکرار منادا بھی مقدر ہے فردوسی رح جنگ بثرن و ہون  
میں لکھتے ہیں شعر بدادار گفت اے جہان داورا و سنو گر بدین خستہ دل بنگرا یعنی اے دادار احو  
جہان داور۔ بثرن کا محل شہا ہی میں منیزو کے ساتھ داخل ہو کر گھیرا جانا بیان کرتے ہیں شعر چنین گفت

مناد و بیکلمات  
ندائیہ کا مکرر لانا  
ہے  
اس قول سے صرف  
چند اس امر کی تصدیق  
ہے کہ استغناء ممنوع  
ہے قطع نظر کے کہ  
ایک منادا پر دوبارہ  
ندائے جادین بجا

کالے کردگار امرا و رانیٰ نخواستہ بدن اید را یعنی اسے خدا سے کروگار۔ چنانچہ کلمہ ندا اسے کاجوہدار کو مقتضی ہے مناد با حرف ندا سے موخر واقع ہونا اس امر کو محقق کرتا ہے جیسے عربی کے اس شعر میں شعر اور اسے نہ سزا ہے تو ہمیں تعریف ست و کہ عذیم ست عدلیت چو خداوند عظیم و یعنی اسے داور اسے شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق میں الف کو جو منادا کے اخیر میں ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہیں بلکہ ایک زائد محض سمجھیں جب طرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگرا میں ہے یا اس قسم کا زائد سمجھا جائے جو مذہبہ اور استغاثہ کی خصوصیات سے مدصوت کے لئے لایا جاتا ہے یا جب طرح عرب یا غلاہی کی یاے متکلم کو الف سے بدل کر یا غلاہا کہتے ہیں اور فارسی میں بھی بعض مقنین نے ملاذا معاذ کے الف کو متکلم کا مانا ہے اگر فارسی میں الف متکلم کا ثابت ہو جائے یہاں مناد پر الف متکلم کا خاصہ کہہ سکتے ہیں یعنی اسے کروگار اسے کردگار میں پس بہر حال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارہ تکرار کلمہ ندا صاحب موت فاروقی کا اعتراض نے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب و تہدید و استغاثہ و مذہبہ کا دربارہ استعمال آلات ندا خصوص استغاثہ و مذہبہ کے لئے واجب بھی لاتے ہیں میر غیث ہمدانی محوی کا شعر ہے شعر وافر یاد و عشق وافر یاد و کارم بیکے شوخ نگار افتاد و گرداد من شکستہ داد داد واد ورنہ من و عشق ہرچہ باد ابادا۔ اور مذہبہ کے وقت یعنی کسی نعمت کے زوال و فوت پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے پر ان ندائیہ حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ میں سیاوش کی خبر موت سنکر پیران و سیکا زاری کرنا شعر ہمگفت زار اسے سزاوار تاج و کہ چون تو نہ بیند در تخت عاج و مقتل میں سیاوش کو موئے کشان لیجاتے ہوئے دیکھ کر فرنگیس مذہبہ کرتی ہے شعر بگفت این در و سیاوش بدید و دورخ را بکند و فغان بر کشید و کہ شاہاد لیر اگوا سرور و سرفراز شیر او کند آورا و بایران برو بوم بگذاشتی و سپہدار را باب پنداشتی و کنون دست بستہ پیادہ کشان و کجا افسر و گاہ و گردن کشان پرستم کا مرگ سیاوش پر زاری کرنا شعر بھی گفتم رستم ایانا مدار و ندیدست دوران چو تو شہر بارہ اسطرح اظہار تعجب و حسرت و آرزو و استغاثہ و تہدید کے لئے بھی ندا کرتے ہیں جیسے قتل سیاوش کے بیان میں فردوسی کہتے ہیں شعر بزدوست و ریش شہنشاہ گرفت و بخواری کشیدش خاک اشک گفتم نظامی شعر شہ ارملک عالم گرفت اسے شگفت و من آزا اگر فتم کہ عالم گرفت و حسرت میں جیسے مصرعہ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ و تمنا اور آرزو میں جیسے شعر مرا اسے کا شکے مادر نرادرے

تجید حسرت آرد  
استغاثہ کیلئے ندا

اگر زادے کے شیرم نہ اڑے : در حقیقت خصوص ان مواقع میں منادا محذوف ہوتا ہے معلوم ہو جائے کہ مشکلم اپنے تعجب و تحسّر و تمنا میں ایسا محو ہے کہ اُسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کا بھی دھیان نہیں رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندا ہے مثلاً اے شگفت یعنی اے مخاطب تعجب ست رہا تو اے عربیہ میں ان پر لام وغیرہ کا لانا اور استغاثہ کی بحث میں درج کرنا اُس زبان کی ترکیبوں کی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے شعر بدادار گنت اے جہان داورا : سز و گریہ بدین خستہ دل بگرا۔ اور تہدید جیسے شعر ایا شاہ محمود کشور کشاے : گرا ز من نترسی بترس از خداے :

### المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار و عدم اعتبار و حاصل مصدر کا جدا شناس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہوں جیسے رفتن و زدن یا صادر نہوں بلکہ اُس غیر کے ساتھ شخص اتصال و قیام کا علاقہ رکھتے ہوں جیسے رستین و مردن و بودن و شدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہیں کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہیں بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہ صفت اُس سے نکلتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے۔ میں اپنے اکثر خیالات کو اس مقام میں بعض فضلاء کے خلاف پاتا ہوں لہذا امر اپنے نزدیک محقق ہے وہی معرض عرض میں لاتا ہوں۔ ذرا نظر غور سے دیکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر میں تین درجے ہیں ایک مطلق مصدر جو درجہ میں لا بشرط شے کے ہے یعنی اُس میں نہ اعتبار وجود و ساخت حدث کا ہے نہ اُسکے عدم کا۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لاشے کے درجہ میں ہے یعنی اُس میں از روئے وضع حدث سازج معتبر ہے یعنی اُس میں نسبت جانب فاعل کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر میں ماخوذ نہیں بتخلات فعل کے ایسوجہ سے فعل کو از روئے عمل اصل قرار دیتے ہیں اور مصدر کو فرع مان از روئے اشتقاق اسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس میں نسبت فاعل تا ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف و مجہول یہ درجہ بشرط شے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا جاتے ہیں وہ مصدر مطلق ہے جس میں از روئے وضع حدث سازج معتبر ہے چونکہ مطلق خارج میں اپنا ذاتی اور اصلی وجود

مصدر میں تین درجے

فعل از روئے عمل  
مصدر کے لیے اصل  
ہے اور مصدر از روئے  
اشتقاق فعل  
کے لیے اصل

نہیں رکھتا تو ضرور مصدر مقید کے ضمن میں ہو گا جیسے آراستن زید و ستودہ شدن یکہ اور اگر وہ کسی سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور وضعی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جعلی وغیرہ وضعی لیکن مصاد جعلی ہوں یا اصلی اُن سے اشتقاق افعال کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال و صفات کا ہو تو کامل التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن و کردن جسے گفت گفته گوید گوئی گویندہ اور کرد کردہ کنند کن کنندہ مشتق ہیں ورنہ ناقص التصریف و مقضب کہلاتا ہے جیسے آخن و سخن اسکی بحث مضارع مسموع نہیں مگر فارسی میں کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہیں دیکھا گیا البتہ عربی میں موجود ہے جیسے أَفْكَلُ أَحْمَدُ کے وزن پر کانپ اُٹھنا اُسکے معنی ہیں جیسے کہتے ہیں أَخَذَ أَفْكَلٌ إِذَا إِذْ قَعَدَ مِنْ بَرٍّ أَوْ خَوْفٍ اسی لئے تعریف مصدر میں اشتقاق افعال کو جو ضروری مانا گیا ہے تحقیقی و تقدیری ان دونوں میں عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر معدوم المشتقات کو بھی شامل رہے یہ امور سماعتی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں۔ مصدر کی علامت فارسی میں نون ہے بعد تا کے یا وال کے بشرط حصول صیغہ ماضی بعد از الہ نون جیسے گفتن و کردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن و آبتن بوزن دانستن و خوشتن بوزن رشتن مصاد نہیں گو کہ ان کے اخیر میں نون بعد تا یا <sup>بے نون کردن و دانستن</sup> دال ہے مگر بشرط (حصول صیغہ ماضی بعد حذف نون) نہیں پائی جاتی تو بحکم اذافات الشرطیات المشروطہ یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ اور مصدر کے تین حال ہیں لازم یا متعدی یا مشترک لازم جیسے آمدن و رفتن متعدی جیسے کردن و گفتن مشترک جیسے سوختن و کشادن <sup>شعر</sup> آخر ویدم کہ در وفا و مہرت ہر دول سوزم نسوزد دمانے <sup>لذم</sup> اے دل را سوزم <sup>شعر</sup> در خم زلفش دل دیوانہ دار و پیچ و تاب <sup>تعدی</sup> چون کشاید زلف کشاید گرہ از کار ما <sup>لذم</sup> اے کشاید زلف را۔ اور متعدی کی دو قسم ہیں۔ معروف و مجهول۔ معروف وہ ہے کہ جس میں فاعل کی جانب اشارہ کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن و گفتن صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردن زید کا را و گفتن او سخن را۔ مجهول وہ ہے کہ صلاحیت اسناد و مفعول کی رکھے جیسے ترکیب مشہور کردہ شدن و گفته شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردہ شدن کا و گفته شدن سخن۔ یہاں یہ بات بھی مد نظر رکھیں کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو معروف و مجهول کے لئے استعمال کرنے میں اہل عرب کے ہم قدم بھی ہو جاتے ہیں جیسے نظامی جہ دارا کے مارے جانے کے داستان میں لکھتے ہیں <sup>شعر</sup> چو در نسل ما کشتن آید نخت ہ کشدہ نسب کرد ہر مادست ہ

مصادر ناقص التصرف

مصادر معدوم الاشتقاق

فارسی میں علامت مصدر

مصادر مکمل حال لازم متعدی مشترک

مصادر معدوم

مصادر مجهول

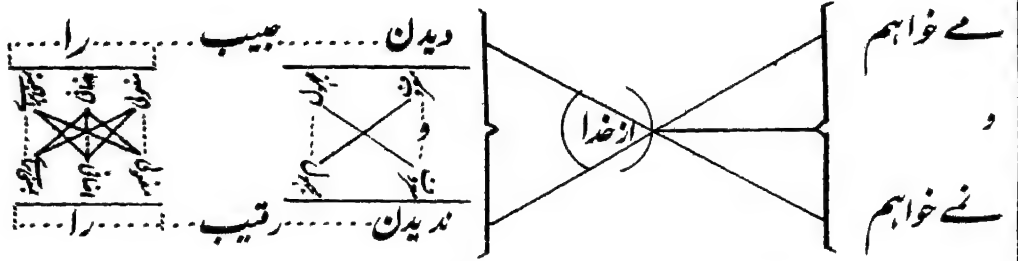
فارسی میں فعلی کچھ معروف و مجهول کے لئے ایک ہی صورت



نئی شعر مشہور ہو گئی  
اور خداوند کی خواہم اور خدا

سعدی در شعر اگر عاشقی خواہی آموختن و زکشتن فرح یابی و زسوختن و اسے کشتہ شدن۔ نظامی  
شعر بخود گم شوم خلق را رہنماے و ہمایون ز کم و دیدن آمد ہماے و اسے کم دیدہ شدن۔ اسی طرح لفظ  
دیدن کا اس مشہور شعر میں شعر می خواہم از خدا و نمی خواہم از خدا و دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را و  
لیکن یہ سدا سوت واقع تر سمجھ میں آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لغت و نشر غیر مرتب لائے جائیں یعنی شعر  
کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ رقیب کو نہ دیکھوں اور خدا سے میں نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو  
یعنی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کو دیکھے اس شعر کے معنوں میں اور بھی احتمالات ہیں چونکہ وہ اکثر  
بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہیں اسوقت جو کچھ میری سمجھ میں آئے لکھ دیتا ہوں اگرچہ بعض معنی  
مفید استناد نہ ہوں غرض شاعر کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ حبیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
مجبور دیکھے (اس صورت ثانی میں را اضافی ہوگا یا بمعنی برائے) اور رقیب کو میں نہ دیکھوں یا رقیب مجبور  
نہ دیکھے یا حبیب رقیب کو نہ دیکھے یا رقیب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونوں صورتوں میں را اضافی  
یا بمعنی برائے ہوگا) اور یہ کل معنی دونوں مصدر و ن کو معروف قرار دینے کی تقدیر پر ہیں اگر دونوں  
مصدر مبنی للمفعول یعنی مجہول بنائے جائیں یہ معنی ہونگے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں دیکھے جانے  
حبیب کو یعنی میں اس کو دیکھوں اور رقیب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی رقیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
نہ دیکھے اور خدا سے نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی رقیب کا یا کسی غیر کا حبیب کو دیکھنا اور  
نہ دیکھنا رقیب کو کسی غیر کا یا رقیب کا کسی غیر کو اسوقت بھی اضافی یا بمعنی برائے ہوگی یا نہ دیکھے  
جانے رقیب کو یعنی کوئی غیر شخص اس کو نہ دیکھے یعنی یہیں کوئی غرض نہیں کہ کوئی غیر شخص رقیب کو  
دیکھے یا رقیب اس غیر کو یا نہ دیکھے۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ مصرعہ ثانی می خواہم کے متعلق کر دیا جائے  
اور می خواہم کا مفعول مقدم مانا جائے یعنی می خواہم غیر ازین چیز سے دیگر۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ  
خواہم و می خواہم کے دو متضاد مضمون سے جو تعینم مفہوم ہوتی ہے اس سے یا تو اپنی تمام آرزو اور  
کل خواہش یعنی مقصود و محض مضمون مصرعہ ثانی کو ٹھہرا لیں تقریر اسکی اس طرح کی جائے کہ میں چاہتا ہوں  
جب اور نہیں چاہتا ہوں حبیب مطلوب یہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے بیر۔ اسکے سوا خدا سے کچھ  
نہیں چاہتا۔ یا اس تمیز سے مستغاث کا محض مطلوب ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اپنی مراد جو مصرعہ ثانی  
میں مذکور ہے چاہوں تو اپنے خدا سے اور نہ چاہوں تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

ہنیں چاہتا۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لغت و نشر مرتب و غیر مرتب و غیر اس جدول  
مذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔



پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا  
گیا ہو یعنی وہ اپنی وضع اولیٰ میں مصدر ہو اسی سبب سے اسکو وضعی بھی کہتے ہیں جیسے  
کردن و رفتن وغیرہ۔ جعلی وہ ہے کہ وضع اولیٰ میں بذات خود مصدر نہیں وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب سے  
وضع ثانویٰ میں جا کر وہ مصدر بن گیا ہو اسی وجہ سے اسکو غیر وضعی بھی کہتے ہیں اور وہ ترکیب بحسب استقرا  
اسم پر علامت مصدر و آن کی لگانی اور انکے بیچ میں ایک دعامہ یعنی پرکن یاے تختانی دخل  
کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہیں اس سے کہ جامد ہوں یا مصدر ہوں یا مشتق۔  
اور اسمائے جامد بھی عربی کے ہوں خواہ فارسی کے پھر اس میں بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم  
جامد سے ترکیب مسوع نہیں اگرچہ قیاس اسکو بھی متقاضی ہے اول جیسے مکیدن و مدیدن و ابابکرین  
و عمریدین یعنی انکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطری کا شعر ہے شعر مدنییم پس از  
مکیدن نہ کبس حیلہ و نہ مکیدن نہ مرقد پاک نبی طوفیدییم و عمریدییم و ابابکریدییم و ثانی یعنی فارسی  
کے اسمائے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن ویر کرنا۔ پرہیز سے  
پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی شعر شکوہید دارا ز زری چنان و  
صدر ابرو تیر ترشد عنان و ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی شعر سپاہی کہ سکار خواندشان  
و پلنگان جنگی گماندشان و اسطرح چراغ سے چراغیدن بمعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے  
جو آواز شمشیر و تیر و کمان وغیرہ ہے ترنگیدن بنالیتے ہیں اشیرالدین اومانی کا شعر ہے شعر زکوب  
گر ز ترنگیدن حسام بود و فضا سے معرکہ بھون و کان آہنگ و اور مصادر بھی خواہ عربی کے ہوں خواہ  
فارسی کے خواہ ہندی کے اول جیسے طلبیدن و فہمیدن و طلوعیدن و سیریدن میر تقی شیرازی کا  
شعر ہے شعر شد مو سے سپید و خبرم نیست ز غفلت و چون خفته کہ غافل ز طلوعیدن صبح ست و طاشانی

تعیین مصدر  
اسکی وضعی  
تعیین مصدر جعلی

مصدر جعلی کے  
اعلام سے ترکیب

مصدر جعلی کی اسکا  
جامد فارسی کی ترکیب

مصادر عربی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

شعر جهان در سایہ خورشید میں معمور و من محروم : بکام غیر سے سیر و عجب سیارہ دارم : ثانی  
یعنی ترکیب مصادر فارسی سے لیکن وہ مصادر صورت میں امر حاضر کی آتے ہیں جیسے روئیدن و  
کوبیدن و خسیدن و کاویدن و گسلیدن و کاہیدن و آویدن و درہیدن و آگنیدن - نظامی رح  
شعر چو ماشورہ ہندوانی بزرگ : میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ - ظہوری شعر نکاسیدہ یک جواز بود خوار  
ز خلوت نشینی بگو سود خویش : جامی رح شعر بکوہ قاف رفتن پابرہنہ : وزا نجاشک صدین آویدن  
سعدی رح شعر بگوشش فروگفت کاے ہوشمند : بدانگے ز جانے رہیدم زبند : ثالث یعنی مصدر  
ہندی کے ساتھ ترکیب یہاں بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہوں جیسے ماریدن و چلیدن -  
استاد عنصری کا شعر ہے شعر اگر مارے و کڑوے بہت طبعش : بصحراش چون مار و کڑوم ہارے :  
خسرو شعر از چل چل تو پائے من زار شد کچل : من خود نمی چلم تو اگرے چلی پچل : میر خجالت صبا  
گل کشتی کا شعر ہے شعر عالمے را بکشی گز بچفامے چلدت : ہرچہ خواہی بکن اسے شوخ ہامے چلدت  
لیکن الفاظ ہندی کی ترکیب اکثر مطالبہ میں مستعمل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی الاصل  
نہ ہوں بلکہ توافق و اشتراک سائین کی وجہ سے فارسی میں بھی مستعمل ہو گئے ہوں مثلاً چل چال کا  
مخفف ہو جبکہ حاصل مصدر چال آتا ہے سعدی رح شعر بیانا درین شیوہ چالش کنیم : ہر خیم را  
سنگ بالش کنیم : جبطرح فعل رابطہ ہے ہیند زبان درسی اور ہندی میں مشترک ہے حافظ رح کا شعر  
ہے شعر ساتی اگر ت ہواے ماہے : جز بادہ میار پیش ماشے : مولانا سے روم قدس سرہ القیوم  
فرماتے ہیں شعر گفت یارب گر ترا خاصان ہیند : کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند : اور یہ مصداق  
فارسی کے ہوں خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہیں اگرچہ جداگانہ مستقل افزائی  
حالت میں کل کے کل بمعنی مصدر مستعمل ہوتے نہیں دیکھے گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن بمعنی مصدری  
مولوی معنوی کے شعر میں شعر بر جہید و سنگ پران کر دو چوب : جملگان بگر نختند از بیم کوب :  
اسی طرح لفظ ہندی کی ترکیب میں جیسے ماریدن میں مار چنانچہ کہا جاتا ہے خدا کی مار سخت ہے  
اگر کوئی پرشب کرے کہ جب پہلے ہی سے ان میں معنی مصدری موجود حاصل تھے پھر اس تکلف  
سے اس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے میں عرض کرتا ہوں  
کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع صلاحیت اشتقاق نہیں رکھتا اب اس ترکیب خاں

مصادر فارسی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر ہندی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

بیان آن مصادر  
جو ہندی اور  
فارسی میں مشترک  
ہیں

اس کا مخفف  
ہندی میں اسے لفظ  
شعر اور کچل  
شکل و عاجز شود  
پیش خورندہ اور  
غیر میں نیز ہر جزو  
بیان خورندہ ہند  
ہند

کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس میں صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس تحصیل امر جدید ہونی نہ تحصیل حاصل اس صورت میں کہ یہ خود مصادِر امر صورت سے مجہول ہیں تو انکو مصادِر مضارعی کہنا خوب نہیں۔ اسماء مشتق کے جعل میں سوائے مشتقات فارسی سموع نہیں آئیں بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگہداشتن و کشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہیں اگرچہ ہم نے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بنسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی کیا سنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی تہی دن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائیں کوئی معنی و لفظ نہیں بنتا فقط اس جعل خاص کی علامت ہے۔ تجلات نگہداشتن و کشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ یہ دونوں اسم مصادِر ناقصہ جزو مرکب کی خبر ہیں فافہم ولا تغفل۔ غرض صیغہ حالیہ کی ترکیب جیسے خورائیدن گریانیدن خندانیدن خوابانیدن۔ لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت یک مفعول کی حاصل ہوگی۔ سعدی رح شعر بہ نرمی و آہستگی کردہ چیرہ طعاش خورائید درویش سیر و اور شہر شعر ہے ع بخدا نم بگرایم جہاں راہ سائب شعر بہ بیداری چہ خواب کرد یارب بالنظر بازان کہ خوابانیدن تیغست خوابانیدن چشمست و اور اس میں تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یا سے دعامہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے روانیدن و رواندن جسکا مخفف راندن مستعمل ہے و نشاندن و رماندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف میں دعامہ جو ایک حرف زائد ہے محذوف ہوا ہے اکثر بھی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف ماقبل لون کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے خوابانیدن سے خوا بنیدن اور اس سے خوابنید و خوابنیدہ وغیرہ مشتق ہے۔ فردوسی رح روداہ دختر مہراب اور زال زر کے عشق کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سیہ مرہ برزگسان ورم و فرو خوا نند نزد پیچ دم و اے فرو خوابانید نظامی رح شعر درین رہ چو من خوابنیدہ بسے ست و نزار و کسے یاد کا بنجا کسے ست و لیکن خاص اس مصدر میں جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جامہ خواب سے مجہول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا۔ واضح ہو کہ لفظ خواب میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار سے وہ اسم جامہ ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور مادہ خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے اصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے فرع خوابیدن کی ہے یہ فرعیات و اصلیت باعتبار لفظی اشتقاق کی ہے ورنہ اصل بالمصدر کی

صنعتی کارپس  
محکم دلائل سے مزین

سپاہیہ - مصدا علی بن شہد  
ہفت فلوں کے پاس  
و شکری اور صاحب  
مگر صاحب تو این  
مصدا علی بن شہد  
نگہبان سر نشین  
سپاہیہ -

اس جمل غرض  
کے لیے جو عالم  
سے حاصل ہو گیا  
تعمید جدید  
شرط ہے۔

بحث میں یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ حامل بالمصدر اصل اور منشاء سے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔

صہبائے کاش مصطفیٰ نازک خیالی دریا نوش خستہ ان نکتہ سرالی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خوابینہ کے نون کو نازنین کے نون کی طرح زائد مانا ہے۔ آپ غور کریں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جب جعل خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہیں یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی کے لئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جعلیہ میں عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت لزوم کے باب میں پہلے سے تھی بعد جعل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابینہ کا زائد مانا جائے تو بمعنی ولفظ عین خوابینہ ہوا جس کا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابینہ کو کہیں متعدی متعلی ہوتے نہ سنا دیکھا۔ اگر بحسب رائے بعض متقنین اس کو خفتن کے امر سے مجہول کریں تو بھی اس میں بقائے حالت اصلی مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذافات الشرط فوات المشروط خوابینہ کا خوابینہ کا ایک جعل نہ ہوگا ایسے نازک خیال لغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چو من خوابینہ بے ست) کوئی اور مثال جس میں اس مصدر کا کوئی فعل متعلی ہو شاید نہیں ملی جس سے امر تعدیت لزوم بخوبی آپر واضح ہوتا خوابینہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ مجہول کا ہے اور مجہول قوت میں لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر ہوا الحمد للہ والممتہ میں نے اس امر کے ایضاح کے لئے شعر فردوسی رکھا سیہ مُرّہ بر نرگسان دژم ۛ فرو خوابینہ و نزد ہیچ دم ۛ پیشکش نظر تحقیق جو بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصدر رون پر بائے زائد بہت کم شاذ و نادر آتا ہے افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی ہے سعدی رح کا شعر ہے شہر تہ چوں برآرد دہات کس ۛ کہ نتواند از خود براندن گس۔ ولہ چہ پنخوای از طارم افراشتن ۛ ہمیت لبس از بہر بگزاشتن ۛ فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں شعر کنون چارہ بایدم ساختن ۛ دل از کار گیتی بہر داختن ۛ ہاں شاہنامہ میں کاؤس کو سودا بہ کے فریب دینے کے داستان میں جو لبودن کا لفظ آیا ہے اُس میں باجوہر کلمہ ہے اور وہ مخفف ہی بیسودن کا یعنی چھونا شعر نذیر از سیاوش چنان نیر بوی ۛ نشان لبودن نذیر اندر دے۔ دوسری جگہ اس کا مشتق بھی مستقل ہے شعر بتان را بشاہ نوائین نمود ۛ کہ بودند چون گوہر نابود۔ اور بیسودن میر معری کے شعر میں شعر سینہ نرزش چو بیسودم نریر پر نیان ۛ گفتم این سینہ ہنری پر نیانی دیگرست ۛ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ

تقریباً صہبائی نے  
نونا بینہ کے نون کو  
نازنین کے نون کے  
نوں کی طرح زائد  
مانا ہے

مصدر سیہ  
زائد چو من  
کے ہوتے ہیں  
لاحق ہوتے ہیں

بے نون میں با  
جو ہر کلمہ کی ہے  
زائد ہیں

مصادر کے اخیر  
میں الف زائد بھی  
حسن کلام کے  
لیے لایا جاتا ہے

جو بیان مصادر کے لئے خاص ہوگا بخوبی کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ بھی سن لو جیسے افعال میں  
الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر میں الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رفتنا و کشتنا۔ فردوسی بزم  
و گرگین کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہر گین چین گفت پس بیزنا کہ من پیشتر سازم این رفتنا  
و کہ چہ با شد مر گفت ازین کشتنا مگر کام بد گوہر اہریمنا

## الحاصل بالمصدر

بیان حال المصدر

واضح ہو کہ مصادر مثلاً زدن زید و کوفتن بکر میں معنی مصدری یعنی اتصاف زید و بکر کا حالت زدو  
کوب کے ساتھ امر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جس کا منشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و بکر کے ساتھ  
قائم ہے اسی حالت کو جو منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہیں اور یہ حالت  
دوسری شے یعنی زدہ و کوفتہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ متعلق ہونیکا نام  
مصدر مجہول ہے جیسے زدہ شدن و کوفتہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے  
ساتھ اعتبار کر لے جائیں یعنی زندہ و کوبندہ کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اس  
زندہ و کوبندہ کی ذات متصف یاں حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل  
کہتے ہیں جیسے زندگی و کوبندگی۔ مولوی معنوی رحمہ شعرا و بفرمودست مان این بندگی نیست مارا  
از خود این کوبندگی اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی  
زدو کوب کو زدہ و کوفتہ پر نظر کر کے اسکی ذات کے محل وقوع زدو کوب ہونے کو عقل انتزاع کرے  
تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زدگی و کوفتگی لیکن در صورت اضافت مصدر معلوم بسوے  
فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے  
پس زدن زید و کوفتن شدن بکر اور زندگی و کوفتگی کا (چونکہ اضافت میں قید خارج اور  
تقسید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان میں فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار  
کرین باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکون تغائر ہے۔ غرض حاصل بالمصدر میں بھی دو اعتبار  
معروف و مجہول کے کئے گئے ہیں معروف جیسے گفت عالم و آفرینش خدا و جنبش افلاک و رفتنا  
اسپ اور مجہول جیسے دوخت جامہ و تراش قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یوں کہا جائے دوخت  
جامہ و تراش قمیص زیباست تو دوخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کی معنی

بیان مصدر  
معروف و مجہول

حاصل بالمصدر  
معروف و مجہول کا اعتبار



کہ دوزندہ اور تراشندہ تو درز می ہے جامہ اور قمیص، دوختہ اور تراشیدہ ہیں توہ وختگی، تراشیدگی  
 اُسکا نام دوزندہ یا جامہ مصدر مجہول ہے اور یہ بات نفس مسامحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر و ن یا  
 ت نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدر می دیوے اُسکا حاصل بالمصدر نام رکھیں حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی میں  
 جسکو ہم حالت کہہ آئے ہیں اور وہ منشاء انتزاع معنی مصدر می ہے پس یہ معنی جس صورت میں پائے جائیں  
 وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت میں مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیوں نہ ہو مان اُس حالت کے لئے اُس مرتبہ  
 میں تعلق القاعی و وقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی  
 تعلق القاعی حاصل بالمصدر کا ز می مصدر حقیقی میں ظہور می کے اس شعر میں شعر خطش سرمہ پر چشم دیدن  
 و ز سازش حلقہ در گوش شنیدن یعنی چشم دیدن ناظر کی سرمہ پر یعنی منور ہوتی ہیں۔ ثانی یعنی تعلق  
 وقوعی حاصل بالمصدر کا ز می مصدر حقیقی میں جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر نشست از بار بارہ کوہ دش بدید  
 ہمایون بر رفتار خوش یعنی دیدار بارہ منظور کا ہمایون یعنی از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب سہی مگر اس حالت قائمہ کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر میں ہماری  
 تحقیق کے خلاف ہوگا کیا معنی کہ حاصل بالمصدر میں سے توسل اور آلہ متبادر ہوتا ہے اور وہ اس امر کا شعر  
 ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل  
 بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدر می یعنی علت اسبب مصدر ہے تو وہ محصل مصدر ہونا حاصل بالمصدر  
 بنا بران فرزانہ فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے حاشیہ میں لکھا ہے والحاصل بالمصدر  
 الهيئة القارة المترتبة عليه اي على المصدر انتهى۔ اول تو حاصل بالمصدر کا  
 مصدر پر مترتب ہونا صواب ہے چنانچہ ہم نے عنوان بیان میں اتباعاً لاصدر الشريعة  
 و بحر العلوم بیان کر دیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاء انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارہ ہونا بھی  
 باطل ہے اور بعض فضلاء نے اُسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولہ کیف میں داخل کیا ہے وہ بھی  
 باطل ہے۔ کہو اسطے کہ بعض حالات میں سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی میں  
 حركۃ کہتے ہیں سو علوم حکمیہ میں مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیف پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی  
 سمجھ میں آتی ہے کہ حاصل بالمصدر میں باعدیہ کی قرار دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
 واضح ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیأت اور کئی ترکیبوں میں رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیأت

حاصل بالمصدر  
کی تسمیہ

حاصل بالمصدر  
کی تسمیہ  
مستقل ہونا  
ہے

ہیأت میں جیسے فردوسی نبرد سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شہر میاں دیکشت  
 بہ آورد گاہ بہ مسازید جستن سوے رزم راہ بہ تہوری شہر بہ ادایش اور سپید نہا بہ عاشق گفتش  
 شنید نہا بہ اور اس صورت میں حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زمی میں آتا ہے یعنی مفعول بھی  
 مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں گفتش کا لفظ بمعنی گفتار لے لے سخن اور نظامی شہر بہ خون  
 خامست نوشیدنم بہ ہمہ چرم خامست پوشیدنم بہ اے چیز کیہ فعل نوشیدن من براہ واقع ست  
 آن خون خامست و لباس من چرم خامست۔ دوسرا صورت میں مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تنہا ایک  
 مفروضہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف اللفظ متجانس المعنی بترکیب عطفی ہوں۔ اول جیسے نظامی  
 حمد میں فرماتے ہیں شہر بکلم آشکارا بکلمت نہفت بہ شناسندہ حیران از وقت گفت بہ امیر خسرو شہر  
 آنکہ بہ بدگفت گرفت خو بہ نیک نگوید کہ نیاید ازو بہ سعدی شہر گفت عالم بگوش جان بشنوہ ورنہ نہ  
 بگفتش کردار بہ یہ حاصل بالمصدر بمعنی مفعول کے ہے یعنی گفتہ عالم اسے سخن عالم اور نیز بیان ہا  
 مفعولی کی تخفیفاً حذف ہو جانے کا احتمال بھی ہے جیسے انست کی اسم فاعل ماندہ پر سے لے  
 فاعلی کو تخفیفاً حذف کر کے ماند کہتے ہیں اور بعض وقت لے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہیں  
 فردوسی فریدون کی داستان میں لکھتے ہیں شہر بہ بالاچو سر و برخ چون بہار بہ بہر چیز ماندہ  
 شہر یار بہ مثال مذکور میں اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی  
 اضافت کر سکتے ہیں۔ فردوسی شہر زشب نیمہ گفت سہراب بود بہ دگر نیمہ آرمش و خواب بود یعنی  
 بزم رستم میں آدھی رات تک سہراب کا ذکر رہا۔ اس طرح حاصل بالمصدر خورد اس معنی میں مستعمل  
 ہوتا ہے جس پر خوردہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام۔ نظامی شہر بفرمود کارند خوانہاے خورد بہ  
 ہمیں نقلد انہاے ناویدہ گرد بہ اسے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ یہاں خورد حاصل بالمصدر اپنے  
 معنوں میں ہے اور اضافت کے لئے اونی ملابت کفایت کر جاتی ہے۔ ثانی یعنی دو صیغے جو  
 بصورت ماضی مرکب بترکیب عطفی ہیں جیسے سعدی فرماتے ہیں شہر انگشت تعجبی جہانے بہ  
 ازگفت وشتو ماہندان بہ ایسا ہی آمد و رفت یافت و آمد نظیری شہر جز رفت و آمد نفی نیست  
 بود ماہ جاوید زیت ہر کہ ازین یک دو دم گوشت بہ اور نیز ان دونوں ماضیوں میں فصل روابط  
 کا بھی جائز ہے نعمت خان عالی شہر عالی تو از کدام طرف حرف سے زوی بہ روزے کہ دادو

حاصل بالمصدر  
 ماضی کی زمی میں  
 آتا ہے یعنی  
 مفعول بھی  
 مستعمل ہوتا  
 ہے اور اس کا  
 اضافت

حاصل بالمصدر  
 دو ماضیوں کے عطف میں

حاصل بالمصدر  
 رابطہ کے ساتھ

بستد ناز و نیاز بود و شعر زو سخن بر لب نظیری خوش و عشق در گفت و در شنود آمد و تیسر امر واحد  
 حاضر کی صورت میں اور اسکا حال بھی افراد و ترکیب کے بارہ میں بالکل اُن مصادِر کا سا ہے جو بصورت  
 صیغہ ماضی آتے ہیں اول یعنی افراد جیسے نظامی فرماتے ہیں شعر گریزندگان را دران رستخیز و نہ رو  
 ربائی نہ راہ گریز و سعدی شعر اگر گنجے کنی بر عامیان بخش و رسد بر کتدے را بر سنجے و یہاں مصدر  
 بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق۔ نظامی رح در بیان مناظر  
 حکماء ہند با سکندر فرماتے ہیں شعر دو پر کار برز و جہان آفرین و درین آفرینش دران آفرین و  
 اے درین آفریدہ و دران آفریدہ اے دو جہان اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اے مقبول و مختار و  
 برین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قاش خریزہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے سعدی شعر تو اضع کند ہوشمند  
 گزین و ہند شاخ پر سیوہ سر بر زمین و مولوی معنوی شعر چون برید اوداد اور ایک برین و ہچو  
 شکر خورش و چون انگبین و لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ بریدین کی بحث امر بقیاس گزیدین بالضم  
 و آفریدین برین آتی ہے یا نہیں سو عرض کرتا ہوں کہ اسکے امر میں بر و برین دونوں قاعدے  
 جاری ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان بحث فعل میں آجائیکا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس  
 بریش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ طاہر و حید قاش فروش کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ شعر  
 مرا نیست غیر از غم تو خورش و ز دنیا مرا بس بود یک بریش و اے یک قاش اور ثانی کم مستعمل ہے  
 جس سے برین و بریش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ نظامی شعر ولے باید اندیشہ را تہ و تہند  
 بریش نیاید شمشیر کند و اے برندگی نیاید الخ اسی طرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر  
 آگدن بمعنی پکڑدن سے۔ فردوسی داستان دفن سہراب میں لکھتے ہیں۔ شعر ہمگفت اگر خنجر  
 زین کنم و ز مشک سیہ گردش آگین کنم و ثانی مرکب بترکیب عطفی عالم نشین کشور نظم فرماتے ہیں  
 شعر اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکین و از شمع سپر سید کہ در سوز و گدازست و اسی طرح  
 در سوز و گداز فصل رابط کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت میں جامی  
 شعر بظاہر باہمہ گفت و شنوداشت و ولے دل جاے دیگر در گرد و داشت و یہاں شنود کا مخفف  
 مرخم کہہ نہیں سکتے۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واقع ہوا ہے جس کا واد مفتوح الماقبل ہے ایسا  
 گفتگو یہاں بوجہ کثرت استعمال واد فاصل حذف کر دیا گیا اور ایسے ہی شست و شو بخت و پز

ماضی بالصدر امر  
عاطف ماضی میں

ماضی بالصدر مفعول  
عاطف مفعول  
کے معنون میں

بریدین بمعنی قطع کا  
امر برین بمعنی آگدن

حاصل بالمصدر  
ماضی اور امر  
کی صورت میں

حال المصدر حاضر  
ہنی مطلق کی صورت  
چمک  
بالمصدر  
کے الحاق سے

اور بعض وقت اسکا عکس یعنی امر اور ماضی کی صورت میں مولوی معنوی <sup>۱۳۵۰</sup> شعر اندین اندیشہ  
تشلشش فرود کہ جز اور نیست اینجا باش و بودہ پانچوان صیغہ ماضی کے اخیر میں الف و را کا  
لحق جیسے رفت سے رفتار گرفت سے گرفتار کبھی اس ترکیب میں مصدر بنی للمفعول بھی آجاتا ہے  
جیسے غزالی مشہدی کے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں شعر کس بخوان پر چہرہ گرفتار مساو پچپکن ا  
برچنین قوم گرفتار مساو اے گرفتہ شدن مساو۔ اور محتمل ہے کہ الف و را نسبت کے لئے لایا گیا ہو  
اور صیغہ لمحق بہما حاصل بالمصدر ہو اور وہ حاصل بالمصدر کبھی تو بنی للفاعل آتا ہے کبھی بنی للمفعول  
یہ دونوں امر لفظ دیدار میں مثلاً بخوبی متحقق ہیں اور جب اس نسبت کو مصدر مجہول پر مانیے دیدار سے  
منظورات مراد ہونگی جیسے چہرہ وغیرہ جسکو طلعت کا ترجمہ سمجھئے مثلاً ماہ طلعت ماہ دیدار نیزہ ویزن  
کی عاشقی کی دہستان میں فروسی کا شعر ہے شعر فرستاد مردایہ را چون نوند کہ روزیر آن شاخ  
سر بلند و نگہ کن کہ آن ماہ دیدار کیست و سیاوش مگر زندہ شد یا پرست و اور جب اس نسبت کو  
مصدر معروف پر مانیے تو دیدار سے ناظر مراد ہونگے جیسے چشم وغیرہ۔ فروسی پیران کے قتل  
کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بدیدند کشتہ بدیدار خویش و سپہبد را در جہاندار خویش و  
اور اس لفظ گرفتار سے جو غزالی مشہدی کے شعر میں مذکور ہوا ہے شبہ میں نہ پڑ جائیں کہ اس  
میں الف اور را نسبت کا نہیں کس واسطے کہ وہ لفظ متاؤل ہے کیا معنی کہ وہاں مصرعہ ثانیہ میں  
لفظ گرفتار مخم واقع ہے یعنی اس کے اخیر سے یاے مصدری محذوف ہو گئی ہے جیسے  
تلاؤن و نادار سے الف فاعلی حذف ہو کر مخم ہی اکثر متعل ہوتے ہیں بعض وقت بلا ترخیم  
الف بھی آتے ہیں اسکا بیان مشتقات میں بالتفصیل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکی  
نظائر بلا ترخیم یاے مصدری خریداری وغیرہ موجود اور خود لفظ گرفتار می بھی متعل ہے اور یہ  
کل ترکیبیں سماعی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں اور اسماءے جاہد پر اکثر اس کلمہ نسبت میں  
سے بہ نظر تخفیف فقط رالمحق ہوتا ہے جیسے انگشت وزیور۔ اور زیور میں واو باے موحده کا مبدل  
ہے جیسے سیب سے سیو۔ بعض مقننین نے زیب اور کلمہ نسبت و را کے ساتھ مرکب مانا ہے  
جیسے ہنر و مگر بوجہ قرب مخرج بقاعدہ بتر باے موحده حذف ہو گئی۔ میرے خیال میں یہ بات  
آتی ہے کہ ہنر و میں و کوئی نسبت کا کلمہ نہیں بلکہ و مخفف آور کا ہے جو امر ہے آوردن کا

الف و را وال  
چمک بالمصدر  
بنی للفاعل  
و للمفعول ہوا جاتا ہے

پس ہنر و سرور و آور صیغہ فاعل مرکب از اسم و امر ہے یعنی ہنر آور و آور سر اور چنانچہ سر آور دہ  
 بھی کہتے ہیں اسکی مثال بلا تخفیف دل آور اور دلاور موجود ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔  
 چھٹا صیغہ ماضی کے اخیر میں یاے معروف کا لاحق جیسے کاستی و پند آشتی۔ پیشواے سخنوران شیولے  
 طوس فرماتے ہیں شہر و نیکین نہ ہنگام پند آشتی ست و نہ ہنگام مہر و گہ آشتی ست و نہ تو شاہی  
 کنی کے بود راستی و پدید آید از ہر سو کاستی و اسی قبیل سے ہے کشادی بمعنی کشادگی مرشد یزد  
 جروی قلعہ کی تعریف میں کہتے ہیں شہر کرد تخی قلعہ در دلی و کاسمان ہست ازویکے منظر و در بندگی  
 چودست شاہ جہان و در کشادی چودست این چاکر و سالتوان امر کے اخیر میں الف کا بڑھانا  
 جیسے رہ بالکسر سے را بمعنی رستگاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان میں لکھتے ہیں شہر  
 گراید و نکہ از جنگ این اژدہا و بریدہ پے و پوست یا بم رہا و نہ اگر یا بم از جنگ این اژدہا و بدین  
 روزگار جوانی رہا و آٹھوان امر کے اخیر میں شین مجہد ماقبل مگسور کے لگانے سے جیسے دانش و  
 و کنش و آفرینش۔ کنش بمعنی کردار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلا  
 فرمایا۔ فردوسی گودرز کے ہاتھ سے پیران ویکے قتل ہونے کی داستان میں فرماتے ہیں شہر  
 سرش را ہی خواست از تن برید و چنان بد کنش خویش تن را ندید و اور آفرینش نظامی کا شعر ہے  
 شہر ہر اندیشہ کان بود در ضمیر و خیالے بود آفرینش پریر و اے خلقت پریر۔ اس ترکیب کا  
 حاصل بالمصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے جیسے ہی آفرینش بمعنی آفریدہ اے مخلوقات۔ سنائی و  
 شہر آفرینش نثار فرق تو شد و بر مجین چون خسان ز راہ نثار و یہاں آفرینش بمعنی آفریدہ مراد  
 اس سے دینا ہے اور سعدی کے اس شعر میں شہر و گرنغز و پاکیزہ دارد و خوش و شکم بندہ خوانند و  
 تن پرورش و صرف خور حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیر مجرور مضاف الیہ یعنی  
 خوراک خود اگر نغز و پاکیزہ دارد اور اچنان و چنین خوانند اب تن پرورش کا قافیہ بلا تکلف درست  
 بنجاتا ہے اس سے میری یہ غرض نہیں کہ خورش بمعنی حاصل بالمصدر نہیں آتا یا شین مصدری  
 شین ماقبل مفتوح کا قافیہ نہیں بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلا تکلف معنی لفظ کے بن سکے  
 پھر تکلف میں کیوں پڑیے اور خورش اس معنی میں بھی آتا ہے جس پر فعل خوردہ کا واقع ہوتا ہے  
 یعنی ماکول و طعام نظامی شعر بٹہ گفت نوشا بہ بکشاے دست و بخور این خورشہا کہ در پیش ہست

حاصل بالمصدر صیغہ  
 ماضی مطلق کے اخیر  
 میں یاے معروف  
 کے لگانے سے

حاصل بالمصدر امر حاضر  
 اخیر میں الف کا بڑھانا

امر حاضر کے اخیر میں  
 شین ماقبل کو  
 کا الحاق

شین ماقبل کو  
 حاصل مصدر  
 مفعول کے معنی  
 میں بھی آتا ہے

شین ضمیری کا  
شین مصدری کو  
ساتھ قافیہ واقع ہونا

زندانِ سخن  
میں سے سخن  
اور سخن کو سخن  
رہنے مجاز ہیں

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لئے یہ کسرہ ماقبل  
شین ماہ الامتیاز جہاں شائس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور  
علامت اور لازمہ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر ضمیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا  
لازمہ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اس کا مشروط و ملزوم ہے ہرگز متحقق نہ ہوگا۔  
مگر استادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے  
گئے ہیں یہ کفر گیر و کالے ملت شود چیسے طغرائی مشہدی نے اپنے شعر میں مثلاً لفظ  
دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہاں کہا ہے شعر روز و شب دریچہ مشرق و مغرب  
بازست و در نہ از تنگی این خانہ نفس میگیرد و اور نظامی نے صحف متحرک الاوسط کو اپنے  
اشعار میں ساکن باندھا ہے جہاں فرمایا ہے شعر کہ از لوح ناخواندہ عبرت پذیرد کہ از جھن  
پیشینیان درس گیرد اور میر معزی نے نصر بمعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر  
میں متحرک باندھا ہے شعر تاکہ بیگیتی مدوست از طرب و تاکہ بجام نصرت از ظفر از طرب آباد  
مدد برمد و و ز ظفر آبا نصر بر نصر ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلہ بلاغت بیانی خاقانی  
اور دیگر اساتذہ کلام نے شین مصدری کسور الماقبل کو اپنے اشعار میں مفتوح باندھا ہے خاقانی  
شعر حاتم کرم و نظام بخشش و بل ہر دور کا بدار بخشش و نظامی شعر سنان کش یکے نیز  
سی ارش و بہ آب جگر یافتہ پرورش و لیکن یہ امر کہ کسرہ شین مصدری تالیف فتح شین ضمیری  
کے ہو گیا ہے یا فتح ش ضمیری تالیف کسرہ شین مصدری کے ہو گیا ہے اہل زبان کے لہجے سے  
واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح ایک ہے کہ حرکت مصدری میں تصرف کیا جائے اس لئے  
کہ ایک اور موقع میں بھی اسی حرکت مصدری میں تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذہ سخن نے  
اپنے اشعار میں بحکم ضرورت شین ضمیری کسور الماقبل کو ساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیولے  
طوس فردوسی کے اس شعر میں شعر تو این را دروغ و فسانہ مخوان و بیک سان تو فوش زمانہ مدان و  
یا سرے سے یہ بحث عیوب قوانی کے حوالہ کر دی جائے مگر اس میں اتنا نقص ہے کہ استادوں کے  
کلام میں عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہر حال اس عیب خاص کو جو بسبب اختلاف  
فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہیں چنانچہ نور الدین احمد عروسی نے مثال اصراف کی



شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کر کے دکھلایا ہے اسی قبیل سے ہے قافیہ باند کا بہ  
 ساتھ خلاق معانی خاقانی کے اس شعر میں شعر و مفت خراس نیست باندہ روغن گری از زبان بن بہ  
 اور عالم مفتوح الام کو ظالمے کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے شعر چو خواہد کہ ویران  
 کند عالمے ۛ ۛ ہند ملک در پنچہ طلے ۛ اور اس عیب خاص کا نام سدا اشباع ہے۔ مگر یہاں بھی میری  
 وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتح سے بدل کر مقوس  
 کر لیا گیا جیسے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ میں برابر مفتوح المعین کے قافیہ واقع ہیں اور تفریس کے  
 لئے یہ ضرور نہیں کہ حروف ہی کی تبدیل ہو کرے تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس  
 اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہیں لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے  
 اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی کہ یک فنی در ہر فن صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ  
 اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعر وں کو شاید اپنے مدعا  
 کا بنایا ہے فردوسی شعر بر فتنہ شادان دل و خوش منش ۛ پراز آفرین لب زینکی و ہش و لمہ زداوار  
 نیکی و ہش یاد کرد ۛ بدم پوشتہار پراز باد کرد ۛ و ہش کانش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل ہے قافیہ  
 واقع ہونا دھوکے میں ڈالتا ہے اگر غور کیجئے دھوکے کی کوئی بات نہیں چنانچہ ہم نے اوپر ثابت  
 کر دیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہاں بھی  
 برعایت لفظ منش و ہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہئے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل  
 ہے جسکو قواعد نگاروں نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی  
 دینے والے خداوند کی تعریف میں تر زبان تھی۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی و ہش کی شین  
 زائد سمجھی گئی اس لئے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہیں ہوتی اور مصدری معنی بھی یہاں  
 درست نہیں بیٹھے تو دوسرے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع میں نہیں ہے کہ خواہی نخواستہ اس شین کا  
 ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ اداسے مطلب  
 میں اس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہیں ہوتا اسی پر قیاس کر کے زائد  
 فرمادیا اگر بغور ملاحظہ فرمائیے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہر بار ہر ذکر میں  
 اپنا انتساب کیے جانا بندہ کے لئے موجب غایت سعادت و سبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی  
 کفایت کرتا ہے

مین بین مصدری کو زائد  
 حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ

ۛ  
 سرانجام تحقیق آرزو  
 ایچے سالار و عظیم  
 قیام عالم غلط و عوام  
 سر حق سے نقل ہے  
 مین یکے از شاعرین  
 بالفتح کیفیت پرست  
 سرایت چاق و چوبانی  
 گفت فنی شاد و میان  
 غلط الام و غلط العوام  
 از ہی و غلط العوام  
 ہے ہی ہی ہی ہی  
 اثبات تفریس سے ہے  
 فتح عیب سے ہے  
 جس طرح ہے متن  
 عرض کیا واللہ تعالیٰ  
 تخلص یا بصو

فخروعت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ یہاں تکم اپنی ذات کو متشبہ نہیں کرتا جسکی حکایت کرتا ہے  
 اسکا انتساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت و سعادت لذت حاصل  
 کرتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوۡبِ۔ تو ان اسم اور صیغہ ماضی واحد غائب کی صورت میں نظامی شعر  
 بجان برو خود ہر کسے گشت شاد و کس از کشتن کس نیامد و باد و دسوان اسم اور امر حاضر کی شکل میں نظامی  
 شعر بخون ریز من لشکرے ساختی و بشیخون کنان سوسے من تاختی و گیار ہوان جو اسم جامد کہ معنی صوفی کہتا  
 ہو اسپر الف کا پڑانا جیسے ہین سے پہنا فراخ سے فراخا۔ ظہوری شعر در کمالات اسے خرو پینا بین و  
 کم زرشحہ پیش او دیا بین و بار ہوان اسمی جامد و غیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔  
 لیکن اگر وہ اسم ملحق مصدر عربی ہے تو اسکو صفت کے معنوں میں لیکر پھر یاے مصدری لاحق  
 کرتے ہیں جیسے صفا و سلامت خود مصدر تھی انکو بمعنی صاف و سالم کے لے کر زیادتی یا صفا  
 و سلامتی کہتے ہیں اور مصدر عربی کو صفت کے معنوں میں لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا  
 بمعنی صاف صائب کا شعر ہے شعر بصد خون جگر دل را صفا کردم نہ انتم و کہ چون آئینہ روشن شد  
 برو شکر نے ماند و اسیطرح سلامت بمعنی سالم دانش کا شعر ہے شعر بزم ما نور عکس مئی روشن داد  
 شمع اگر مرد سر شیشہ سلامت باشد و اے سالم باشد اسکو از قبیل ذی عَدْلٍ سمجھنا چاہیئے۔  
 اسواسطے کہ یہاں عدل اپنے حقیقی مصدری معنوں میں ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض  
 اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنوں میں لیکر اسپر یاے مصدر لے آتے ہیں۔ سعدی شعر  
 تا تل در آئینہ دل کنی و صفائی بدرجہ حاصل کنی و امیر خسرو شعر دوپ تاش دولیمون پر ز نورست  
 و بسختی و صفائی چون بلورست و ملاشانی نکلو شعر چہ فراغ بالی آنرا کہ تو سر دہی ز بندش و چہ سلائی  
 کسے را کہ تو نشنوی سلامش و اسیطرح خلاص بمعنی رستگار محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر عقل نگار د  
 مرا یکدم زور و سر خلاص و رہزنی کو تا مرا سازد ازین رہبر خلاص و در قیامت کن خداوند اسلیم ختم را و  
 ز آتش و وزخ باب روے پیغمبر خلاص و پھر اس صیغہ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے  
 معنی مصدری حاصل کرتے ہیں۔ جلی خراسانی کا شعر ہے شعر زفر طریم حمت شاہ دین عجب نبود و  
 کہ در خلاصی ما کرد و فاذ بخیر و ولی دشت بیاضی شعر راضی بخلاصیم نہ مرگ و مردیم و لے  
 نیاز مندیم و صائب شعر نیت نے سر گشتگی ممکن خلاصی زین محیط و تابا سائل از و صد گرد آ

چون المصدر  
 نہیں ملتا  
 چوں المصدر  
 نہیں ملتا  
 پراگت کا الحاق

چوں المصدر  
 نہیں ملتا  
 غیر جامد یا معروف  
 کے الحاق

اہل عجم مصدری  
 صفت کے معنوں  
 میں لیتے ہیں

سے باید گزشتہ اگرچہ یہ صیغہ عربی کے مصادر ہیں اور استعمال انکا عربی میں معنی مصدری ہیں ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم معنی صفت کے اُس سے لیے گئے ہیں اب اسپر بایے مصدری کا الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی میں بمعنی صفت نہیں مستعمل ہوئے اُن پر یامی مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے انتظار می - حضور می - زیادتی - غلطی - فضولی نقصانی وغیرہ ہیں اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اُسکو باطل سمجھتی ہے۔ چونکہ کلام فصحاے عجم کا اس قسم کے تصرفات سے ملو ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متادل سمجھنا چاہیئے۔ ظہوری شعر در انتظار می اشک حنائی بودم و رسید وقت رشوق نگارے گریم و شعر حضور می گرہمی خواہی ازوغائب مشو حافظ و متی ماتلق من تھوی دع الدنیا و امہلھا و صائب شعر برخاک غنی را بمر دم درویش و اگر زیادتی بہت حسرتے تا چند و ولہ بر جسم اُن قدر کہ فردیم ہچو شمع و شد مایہ زیادتی اشک آہ و حافظ شعر مژہ سیاحت ارگرد بر خون ما اشارت و ز فریب او میندیش غلطی مکن نگار و شعر از فضولیہا خود صائب نجالت مے کشم و منکہ باشم تا کنم تلقین کہ رحمت کن مرا و نظامی شعر گہر خیر چہار اندو گوہر چہار و فرو شدہ را با فضولی چہ کار و خاقانی در شعر بہر ناسازی در ساز و دل بہر ناخوشی خوش کن و کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی و درویش والہ ہروی شعر زنگ عسکی فکر جز بہت تو بہ غیر بطن ارتنگناے نقصانی و پس بنظر ظاہر عربی کے اس شعر پر بعد جلوہ حسن کلام من اندو خست قبول شاہد نظم کمال نقصانی و طاہر البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنا نہیں تو اور کیا کہا جاے محقق فرزانہ بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیے اس یا کو نور مانی ارمنغانی فلانی بہمانی زبانی کی یا کی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ میں معروف و مجہول کا امتیاز نہیں رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جس کو بغیر لہجہ معروف پڑھا کرتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ متادل ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا مدخل جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو صفت کے معنوں میں لے کر یاے مصدری اُس پر دخل کرتے ہیں جیسے خلاصی وغیرہ میں اور کبھی اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجدید کر لجاتی ہے جیسے زیادتی و نقصانی وغیرہ میں اسکی نظیرن موجود ہیں جیسے حور خور کی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرد کر کے بطریق فارسی الف و نون جمع کا اسپر لاحق کرتے ہیں جیسے شعر حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الہ فصحاے عجم اس قسم کے

۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

تصرفات کے مجاز سمجھے گئے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیْبِ اگر وہ اسم مصدر نہ ہو تو اس کے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغہ صفت قرار دے کر یاے مصدری اُس پر لائق کرتے ہیں جیسے خرو بوم کا مشہور وصف حماقت و نخوت ہے تو اس لفظ بوم و خر سے احمق و منحوس مراد رکھ کر خری و بومی سے احمقی و منحوسی کے معنی لئے جاتے ہیں مولوی معنوی رحمہ اللہ شعر نم نہ بار و ابراز شومی او ہ شہر شد ویرانہ از بومی او ہ اسید طرح جسوقت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی علمیت کا انصلاح کیا جاتا ہے فقط انکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتمى بمعنی سخاوت۔ رستم سے رستمى بمعنی جو انمردی زلیخا سے زلیخائى بمعنی معشوقی۔ جامی رحمہ اللہ شعر زلیخا از زلیخائى رمیدہ ہ و زان صورت بمعنی آرمیدہ ہ اور اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہیں انکی دلالت عام ہو جاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہیں غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہوں یا غیر اعلام اُن میں عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خر و شیر دو مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُنکے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب مختصر اُسی نوع میں نہ بلکہ جن میں یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اس اسم کا اطلاق نے غائلہ درست ہو گا اور اعلام کی تنکیر میں بھی یہی سر ہے جیسے شعر چونکہ نے رنگی اسیر رنگ شد ہ موسیٰ باموسیٰ در جنگ شد ہ شعر قرنہا باید کہ تا ز فضل حق پیدا شود ہ بایزیدے در خراسان یا او یے در قرآن ہ اگر وہ خود صیغہ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہیں جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہائے مخفی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاد الاساتذہ اذکی الجہابذہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائی رحمہ اللہ اور صاحب قوانین دستگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہائے مخفی جیسے ولسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ میں زائد محض بھی مانا، اپنی تحقیق پر ان اشعار سے شاہد گزارنا ہے فردوسی شعر مرا پوئیدہ کم بود خواست ہ بدل سوزگی جان بھی رفت خواست ہ انوری شعر انوری اگر خرد گیہا میکند ہ تو بزرگی کن برو خردہ گیہ ہ سعدی شعر برو تا ز خوانت نصیب و ہند ہ کہ فرزند گانت نظر در رہند ہ میر معزی شعر اندر وہن قمریگان ساختہ بر لب ہ و اندر گلو سے فاختگان دوختہ طنبور ہ یہ امر پسند نظر تحقیق نہیں کیا معنی کہ ولسوزگی ولسوزہ اور بابے مصدری سے مرکب، ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اسمعیل کا گواہ عاقل ہے شعر مجر آسا سوز دار پائے کشد در دامن ہ زانکہ ولسوزہ خلق ست مدوچون مجر ہ پس کاف عجمی اسی ہ مخفی

اعلام غیر اعلام  
سے جتنی بھی  
رہا ہے جائے ہیں  
ان کی دلالت  
عام ہو جاتی ہے

جن اسمائے تین  
ولسوزگی و خردگی  
و فرزندگان و قمریگان  
کے کاف کی تیسرا  
از استاد اساتذہ

کا بدل ہے اور دلسوزہ دراصل دلسوز یعنی اسم اور امر کی صورت میں آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ عمومیت خاصہ صیغہ صفت ہے اس پر اے تسمیہ لگا کر معنوں میں یک گو نہ خصوصیت حاصل کر لی پس دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہو سکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اس شخص کو کہیں گے جو اوروں کے حال پر رحم کھاوے غیر دنگی مصائب پر اپنا دل جلاوے جس طرح خود مراد سے خود مرادہ امیر خسرو دہلوی شعر فرمان نبرد زانکہ ہستند ہ از غایت ناز خود مرادہ ہ اس طرح خودگی میں کاف فارسی ہائے مخفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ بمعنی ریزہ ہر چیز و اسباب فرومایہ و عیب ان سب معنوں میں مستعمل ہے معنی اول بیسے خردہ قلم اے ریشہ قلم خردہ مینا اے ریزہ مینا سے شکستہ اور معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازار بند وغیرہ کم بہا چیزوں کے بیچنے والے کو کہتے ہیں اور معنی ثالث یعنی عیب اس شعر کے مصرعہ ثانی میں خردہ گیر موجود ہے اور انتساب شے کے لئے اونیے اور نے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت میں مذکور ہوا پس باعتبار معنی اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرہ ہم مقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اس پر اے نسبت کے لگانے سے یہ معنی ہوئے کہ انوری حقارت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرمائیں اس کے عیب سے درگزر میں باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومانگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کریں اور باعتبار معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو منتسب بہ عیب ہیں یعنی معیوب ہیں آپ بزرگی کریں اور عیب گیری نکرین غرض خاصہ طور پر خردگی میں کاف فارسی خردہ کی ہائے مخفی کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شبہ پڑا ہو کیا معنی کہ خرد و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ اگر غور کیجئے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہیں یہاں بزرگی عمر کی نہیں باعتبار خلق کے ہے اسکے لئے تقابل خرد کا ضروری نہیں۔ امیر خسرو شعر خردہ نگیرند بزرگی کنندہ و دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنندہ شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے شعر اگر من ناجو ان مردم بکردار تو بر من چون جو ان مردان گزر کن ہ اور فرزند گان میں کاف عجبی نہیں کاف عجبی تصنیف و ترجمہ کے لئے لایا گیا ہے یعنی بقیاس طفلک فرزندک مصغر پر الف و نون جمع کا لگا کر طفلکان کی طرح فرزندکان کہدیا۔ صاحب درفش کاویانی مرزا غالب دہلوی ریدک و کودک کے کاف کو بھی اسی قسم کا تصغیر فرماتے ہیں فقط رید و کود کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

رید و کود  
کاف تصغیر





تیرہواں بعض اسماء جامد بغیر کسی ترکیب وغیرہ کے مفید معنی مصدری ہوتے ہیں جیسے شہسارو  
مہمان مرزار فوج واعظ شعر زلف اور از بردن دل غیرہ موبو شہسار بایستی و اسے شہر منگی محفل ہے کہ  
یہ مرخم ہوا سولے کہ شہساری بھی مستعمل ہے شاہی سبزواری شعرے کشد سرو پیش بالایت و شہساری  
زقد کو تہ غلیش و لفظ مہمان فارسی اور ہندی میں مشترک ہے ہندی میں بمعنی ضیافت آتا ہے اس واسطے  
کہ اسکے اصلی معنی ہندی میں تعظیم و تکریم کے ہیں اور ضیافت میں بھی ضیف کی تعظیم و توقیر ہی منظور  
ہوتی ہے اور فارسی میں ضیف اور ضیافت دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اول یعنی بمعنی ضیف مشہور ہے  
ثانی یعنی بمعنی ضیافت جیسے سعدی کے اس شعر میں شعر کہ باشندہ شہے گدایان خیل و بہمان  
دارالسلام از طفیل و نظامی و شعر بہمان شہ بود خاقان چین و دو خورشید بایکدگر ہم نشین و  
امیر خسرو شعر دل رفت در مہمان او گفت آن اویم آن او و گریست این دل آن او آخر از آن بن  
کجا و اور یہ لفظ جب ضیف کے معنوں میں ہوتا ہے اس پر اسے مصدری بھی لے آتے ہیں۔ نظامی  
شعر کہ شہ را وہ پائے فردی شگرت و بہمانی شہ کند گنج صرف و ملوکا نہ مہمانیہ سازدش و بہمان  
در رسم کرب اندازدش و واللہ تعالیٰ شانہ اعلم۔

الحق

مرا و ہماری یہاں مشتق سے اسم مشتق ہے اور وہ مصدر سے نکلا ہوا اسم ہے اور اپنے مصدر کے معنی حدیثی پر تضمناً اسکی ولالت بھی ہوتی ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور حالیہ۔ اسم فاعل وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لئے وضع کیا جاتا ہے جسکے ساتھ وہ فعل یعنی معنی مصدر سی حدیثی قائم ہوتے ہیں جیسے کندہ۔ اور کبھی یہ معنی بعض خاص ترکیبوں سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو اسم کو امر واحد حاضر کے ساتھ ترکیب دینے سے جیسے جان آفرین۔ اور اس اسم و امر کے درمیان کبھی کوئی فاعل بھی آجاتا ہے اور وہ فاعل یا اس اسم کا مضاف الیہ ہوگا جیسے سعدی فرماتے ہیں ع نہ بینی کہ چون بار مردم کش است یا اسکی صفت جیسے ع اصم بہ کہ گفتار باطل نیوش یا ظرف جیسے ع حکیم سخن بر زبان آفرین و فور و پنجہ شیر شکن اور بعض اساتذہ کے کلام میں اس ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول یعنی اسم پر یا سے مجہول اور جزو ثانی امر پر لفظ می بھی زیادہ کیا جاتا ہے یعنی فاصلہ ان دو لفظوں کا مابین اسم و امر اسم فاعل ترکیبی

معنی حال بالمصداق  
بعض اسماء و جامد  
غیر مرکب سے بھی  
مستفاد ہوتے ہیں

لفظ مہمان کی شکر مسدا  
الرحمن اس لفظ  
یعنی ان کے لئے  
میں نے قصود کے قصد  
سے ہیں لائی گئی ہے  
بھاری مراد ترکیب سے  
نئی ترکیب سے جو لفظ  
میں قصودی وضع  
کی گئی ہو۔

بیان مشق ۱۱

بیان اسم فاعل

[illegible]

ترجمہ کے جواول  
میں نام پر یاد رکھوں  
اور ہر وقتانی میں یاد رکھوں  
نعتی کی یاد رکھوں

جائز رکھا گیا ہے سید حسن اشرفی کا شعر ہے شعر من غزلے سے سرائے سوے گلے سے نگرہ او طرح  
 سے فرلے شاخ گلے سے شکن پہ بعض قواعد نگاروں نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو اسم فعل  
 کے معنوں میں فرما دیا۔ اور بعضوں نے مطلق فاصلہ کو جائز مانا ہے اور ہر دو فریق نے شعر حکیم سخن  
 بر زبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم اور نہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پیدا  
 ہوتی ہے جیسے ہچمان و ہچمنگار و ہچمیز۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جز اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب  
 وہ افعال متعدیہ سے ہو مفعول بہ ہوا کرتا ہے جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آلہ ہوتا ہے  
 جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چراغے آنکہ چریدن اور شب بست ایسے ہی شب و زورات  
 میں چوری کرنے والے کو اور شب گزرات میں کلاٹنے والے یعنی کٹھن کو کہتے ہیں اور کبھی جزو ثانی کے  
 معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار خوش کیسکہ بخشیدن اور بسیار ست و سخت کش  
 اے کوشیدن او سخت ست اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہوگا جیسے خدائے  
 یا صفت ہوگا مگر اسکا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہوگا جیسے تیز رولے کیسکہ سیرا و سرعیت۔ و  
 زود خیز و نظامی ہر شعر و شاقان موکب رور و زور و خیز + بدیدار تازہ بر رفتار تیز + یا بلا واسطہ جیسے بیا خیز  
 اے کیسکہ خاستن او مثل بیمار است۔ نظامی ہر شعر فریبندہ چشے جفا جوے تیز + و دابخش بیمار و  
 بیمار خیز + یا ظرف واقع ہوگا خواہ مکانی ہو جیسے مسند نشین و تارک نشین و خانہ خیزے جائے نشستن  
 مسند و تارک است و جائے خاستن او خانہ است۔ نظامی ہر شعر زمین را منم تاج تارک نشین +  
 ملرزان مرا تانلر زوزین + ولہ گہے باچان گو ہر خانہ خیز + چوبو طابے را کنی سنگریز + خوہی نامانی  
 جیسے شب افروز و صبح خیز اے زماں روشن شدن او شب بست و وقت خاستن او صبح ست نظامی  
 شعر شب افروز کر میکہ تابد ز دور + زبے لوری شب زند لاف نور + دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی  
 ترکیب سے جیسے ہم نشست سعدی شعر بشوے خردمند زان دوست دست + کہ با دشمنانت بود ہم  
 تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا دار سے دارا  
 خلص کاشی شعر دلا بصرہ قدم نہ کہ در طریق معاش + سکندری خور و از فاقہ ہر کہ دارا نیست + چوتھا  
 صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و زیادہ کرنے سے جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار  
 بمعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت میں بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

اسم اور نہی کی ترکیب بھی  
 معنی فاعلیت پیدا کرتی ہے

اس ترکیب کا جزو اول  
 کبھی مفعول بہ ہوتا ہے  
 کبھی ظرف ہوتا ہے  
 کبھی فاعل ہوتا ہے

تیسرا امر واحد حاضر کے  
 اخیر میں الف زیادہ کرنے سے

چوتھا ماضی مطلق کے  
 اخیر میں الف زیادہ کرنے سے

معنوں میں کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسی کی کاؤس کے قتل سیاوش پر مطلع ہونے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر بریدند از تن سرشاہوار ۛ نہ فریاد رس بود نہ خواستار ۛ اے نہ کس فریاد رس بود نہ کے شفیع۔ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ الف و ر نسبت کے لئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدر میں محقق ہو چکا ہے۔ یہاں سے اُن اسماء غیر مشتقہ کا بیان ہے جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے ہیں گو کہ وہ مانحن فیہ سے نہیں ہیں اس واسطے کہ ہکومتقتات کا بیان منظور ہے لیکن تبعاً انکا ذکر بھی ضرور ہے تاہیندہ کو نے الجملہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامد ہو خواہ مصدر عربی معنی میں فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامی ۛ شعر مگر جادوان از من آموختند ۛ کہ از موم خود خواب را دوختند ۛ اور مصادر عربی جیسے رضا و کرم و ضامن بمعنی رخی و کریم و ضامن حیاتی گیلانی شعر عطیہ فیض رسانست و جرم عفو پزیر ۛ بہر چہ بہت رضائیم غم چراواریم ۛ سعدی ۛ شعر بگریست گیاه و گشت خاموش ۛ صحبت نکند کرم فراموش ۛ احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہو خصوصاً مثال ثانی میں یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقتہً جانب کرم ہی ہو اس واسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق صحبت ملحوظ رکھتے ہیں تو اُسی کرم کا اقتضا ہے گو کہ وہ وصف ذی شعور نہیں مگر نسبت کے لئے ہقدر اصلیت کافی ہے۔ لفظ ضامن شعر دو شمع نوید داد و بشارت کہ حافظا ۛ باز آ کہ من لبغونگناہت ضامن شدم ۛ اے ضامن شدم اسی طرح خبر بمعنی خیر۔ ماقفی ۛ شعر خبر شد از ان قصہ والی مصر ۛ کہ اندخل در حوالی مصر ۛ استاذی قلند حسین اطہر رحمہ اللہ اکبر اپنے مرشد واعظ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر واعظ نہ سحر کر کہ اینست ۛ در علم خبر خبر کہ اینست ۛ دوسرا اسم پر پیاختانی زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی میں جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی میں صفت کا صیغہ ہو جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامی شعر عجب ماند زان کار نظارگی ۛ بعبرت فرو ماند یکبارگی ۛ کس واسطے کہ فقط نظارہ بھی بدون یا سے تحتانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کجسر و اورا فراسیاب کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سپہر اندران جنگ نظارہ بود ۛ ستارہ شمر سخت بچارہ بود ۛ میرے نزدیک یہ یا سے تحتانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً از زندہ بمعنی قہیتی اسب طرح نسبت کو معنی فاعلیت میں دخل ہے چنانچہ اسکی نظیر ہائے مخفی نسبت فاعلی و مفعولی کے لئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مح رسم بزبان سہراب فرماتے ہیں شعر

اس الف و ر نسبت کا احتمال بھی ہے

اسماء غیر مشتقہ کا معنی فاعلیت میں استعمال

یا صرحتاً اسم جامد ہو

زیادہ کرنے سے اسم پر پیاختانی

از زندہ بمعنی قہیتی

بہشت کی حالت

کہ بہت و دین و اقلید

از ان شعر نسبت بمعنی فاعل

گمانے برم من کہ اور ستم ست بہ کہ چون او نبردہ بگیتی کم ست بہ اسے نبرد کنندہ جس طرح گاروناک کا  
لفظ آموزگار و آموزناک میں نظامی شعر توئی برترین دانش آموزناک ولہ نبوشندہ خواہم از  
روزگار بہ کہ گویم بدور از آموزگار بہ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو متضمن ہے  
اور لفظ گار میں یہ بات نہیں جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ نظامی سبب نظم کتاب سکندر نامہ بحری  
میں فرماتے ہیں شعر مرا کا دلین پرورشگار بود بہ ولی نعمتے دروہش یار بود بہ اور یہ لفظ پروردگار کا  
مطلق مرئی کے معنوں میں متعل ہے فردوسی فرماتے ہیں شعر چوستان کہ پروردگار من ست  
بہ تہمتن کہ خرم بہار منست بہ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں شعر شما پاک پروردگار میند بہ ہمان از پدر  
یارگار میند بہ خواہم کہ آید شمار اگر ند بہ مباحثید با من بہ بدیار مند بہ بعض قواعد نگاران تحقیق ہمیشہ  
نازک خیالان نغز اندیشہ نے یاسے فاعلی کو مصاد فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامی کا اپنے  
دعوی پر شاہد گرانا ہے شعر توانا و دانا بہر بودنی بہ گنہ بخش و بسیار بخشودنی بہ میری را  
مین بودنی اور بسیار بخشودنی در صورت فصل وہی یاسے لیاقت ہے جو مصاد فارسیہ پر آتی  
ہے اور واور رابطہ حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے مبتدایے محذوف کی اور مبتدایہ  
واو رابطہ حالیہ سے ملکر حال ہو اگر گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بمنزلہ علت کے ہے کیا معنی کہ وہ گناہ بخش ہے  
اسلئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخالیش بسیار کی رکھتا ہے۔ اور لفظ بسیار کا مبالغہ بخشائیش کے  
اظہار کے لئے لایا گیا ہے جس طرح عربی میں لفظ مرجم مبالغہ کے لئے غرض یہ یاسے  
لیاقت ایسی ہے جیسے کشتنی گردن زدنی سوختنی میں۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاسے لیاقت مصد  
بنی للفاعل پر لاحق ہوگی تو اس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی میں موجود کی ہتی  
کی اور بخشودنی میں بخشائندہ کی بخشائندگی کی لیاقت کا اثبات ہے۔ اور اگر وہ یاسے لیاقت مصد  
بنی للمفعول پر آوے گی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کریگی جیسے کشتنی و سوختنی میں قاتل و حریق کے  
کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامی دوسری جگہ مناجات میں  
اسی بخشودنی کو بنی للمفعول فرماتے ہیں شعر توئی خالق بود ہر بودنی بہ بخشائے بر حال بخشودنی  
اور در صورت وصل یعنی بغیر واد بسیار بخشودنی میں وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر  
لاحق ہو کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرتا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

گار آموزناک  
شعر میں ناک

پروردگار یعنی  
مطلق مرئی

صاحب تحقیق القواعد  
مصاد فارسی  
فاعلی کے ماننے پر  
پہنچا ہے۔

واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کیت کی یہی  
 بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر بیاساقی از باوہ بردار بند نہ بیاس پیمودن باوہ چند  
 بعض نسخوں میں پیمودن باوہ چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جداستقل ہوگا۔ مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ  
 کا شعر ہے شعر بجنید جنیدن باشکوہ نہ چو از زلزلہ کا لبد ہائے کوہ نہ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا  
 شعر نگہ کرد شوریدہ درین فقیہ نہ نگہ کردن عالم اندر سفیہ نہ مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظہ ہوگا  
 اسکی نظائر بہت سی ہیں۔ نظامی رح سفارت سکندر بنوشاہ کی داستان میں فرماتے ہیں شعر جو ہم  
 بفرمے گفتن برانہ کہ تارہ نور دم سو خانہ باز نہ مولانا سے روم قدس سرہ شعر قاصد از ابر عصایت  
 دست نے نہ تو نجب اسے شہ مبارک خفتے نہ دونوں مثالوں میں مفعول مطلق بغیر لفظہ منظر کیفیت  
 فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ میں زائدہ مجہول ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر  
 مولانا سے روم کے شعر قاصدان را بر عصایت الخ میں نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے  
 بخوبی واضح ہے۔ اور جن لوگوں نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے  
 معنوں میں خاص کر لیا ہے درست نہیں ان دونوں معنوں میں وہ دونوں لفظ استعمال ہیں مگر اول  
 بمعنی ترحم و ثانی بمعنی اعطاکثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدی شعر کریمیا بخشاے  
 بر حال ماہ کہ ہستم اسیر کند ہواہ اسے رحم کن بر حال ماہ ولہ خور و پوش و بخشامی و راحت رسان نہ  
 نگہ سے چہ واری ز بہر کسان نہ اسے بخور و پوش و بدہ الخ میرزا محمد طاہر وحید اعتماد الدولہ محمد بیگ کے  
 خط میں لکھتے ہیں نشر بخشائندہ پیرایہ وجود و کسوت پوش آراستگان بزم شہود الخ اسے عطا کنندہ  
 پیرایہ وجود الخ امیر خسرو شعر نہ من زان فکندم درین کو چہ رخس نہ کہ یا ہم ز بخشایش شاہ بخش و نیم زان  
 حرلیان بسیار جوے کہ در کار خویش کنند آہر و سے نہ مولوی معنوی رح شعر توشب و روزانہ  
 تلے ان قوم عمر نہ چون شب دروزے بدو بمثلے عمر نہ اور ثانی جیسے سعدی رح کا شعر ہے شعر بخشید  
 بر حال مسکین مرو نہ فرو خورد خشم سخنهاے سرو نہ اسے رحم نہ کہ نظامی شعر کہ شامہ را یکدم درخوست نہ  
 اگر بخشی از کشوری بہترست نہ اسے عطا کنی الخ اور اسطرح رستی بمعنی نامی میں یاے لیاقت مصدر  
 مبنی للفاعل پر لائی گئی ہے۔ نظامی رح فرماتے ہیں شعر سرنامہ نام جہاندار پاک پیر آئندہ رستنیہا  
 ز خاک نہ گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی صیغہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و  
 کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے

مفعول مطلق  
 بغیر لفظہ

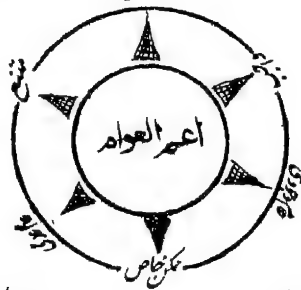
مفعول مطلق پر یا زائدہ  
 مجہول بہ معروف

بخشودن و بخشیدن  
 کے معنی

رستی بمعنی لیاقت  
 ہے نہ فاعلی

جب ہی ہونگے جب وہ کسی نسبت کی صفت ہو اگر استعداد و قوت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہاں بھی بیان نسبت کے لئے ہو جائے جیسے قوت نامیہ۔ اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اس یاے ملحقہ سے مستفاد ہوتی ہے بمعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا معنی کہ بود بمعنی ہستی جسکو زبان عربی میں وجود کہتے ہیں اور جو چیز لیاقت وجود کی رکھے وہ ممکن الوجود ہوتی مگر شدنی و بودنی مثلاً جو واجب الانقضایہ جیسے فردوسی سہراب کے رستم کو خود کشی سے روکنے کی داستان میں لکھتے ہیں شہر ازین خویشی کشتن اکنون چہ سودہ چنین رفت و این بودنی کار بودہ اور ناشدنی کا حاصل ایک اتساع پر جا پڑتا ہے ہماری تحقیق کے کوئی سنائی نہیں اس واسطے کہ امکان سے وہ امکان علم جسکو اعم العوام کہتے ہیں مراد ہے جو واجب اور متمنع اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان هو سلب الضرورة اما عن الجانبین فخاص و اما عن الجانب العدم فوجودی او الوجود فعدمی واحد ہما فقط مباہلن او بلا تقييد فقط فاعلم العوام

ہكذا



کذا افادہ الاستاذ العالم الامجد مولانا سیدنا المولوی سید احمد قدس سرہ اللہ الاحد الفرد الصمد۔ اور غالب و بلوی کے اس شعر میں شہر بودنی بخش خوب وزشت توئی + رونق کعبہ نش توئی + اور نظامی رح کے اس شعر میں شہر نخوردہ خورشید ہے بالیستی + ہم از گو سپندان شایستی یاے معروف نسبت کے لئے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شایستی و بالیستی کا بالیستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جا پڑے گا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زدہ و کردہ۔ اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہیں جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعرے کند لیل گمان باغبان صیاد را + مرغ دست آموز شاخ گل چہ داند دام حیت + لفظ دست یہاں آموز کا ظرف واقع ہے۔ اور بعض قواعد نگاروں نے فقط صیغہ امر واحد حاضر کو بمعنی مفعول کہا ہے اور مثال میں لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سند گزرا نا ہے شعر تواضع کند ہوشمند گزین + نہد شاخ پر میوہ سر برین

یہ بیان نسبت  
لیاقت کا بمعنی امکان  
اور اس امکان سے  
اعلم العوام مراد ہے

اعلم العوام واجبہ  
متمنع ممکن خاص  
وغیرہ کو شامل ہے

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول اسم  
وامر کی ترکیب  
سے بنتا ہے

فقط صیغہ امر واحد  
حاضر کو بمعنی مفعول  
کہا ہے





اسی قسم کی ترکیبوں سے حاصل ہو جاتے ہیں اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج خیز یعنی جاے  
 خاستن موج۔ آب خیز جاے خاستن آب امیر خسرو شعر دید بہ کشتیش بدانگونه تیز کاٹتے برخاست ادا  
 آب خیز اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہیں سکتے اسواسطے کہ خاستن بمعنی متعدی مسموع نہیں اس ترکیب میں  
 جزو اول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسی طرح دو اسموں کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ  
 چاروں طرف سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان و زار و سار و بار و لاج و لان و کند و دان۔ پس ستان  
 جیسے ہندوستان و میستان و دیوسفستان و بلبلستان و فردوسی شعر نخن رود گفستی میستان شدہ است  
 زنیہ ہوا چون نیستان شدہ است و مولوی معنوی شعر آب را در غور باہنہان کم و چشمہا را خشک و  
 خشکستان کم و صائب شعر این چہ لطف است کہ بر خود نظر اندازد و دیوسفستان شود از پر تو عارض بزش  
 اوستان کی سین کو متحرک رکنا بھی جائز ہے فردوسی گنگ در کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر بہر گوشہ  
 چشمہ و گلستان و زمین بہن شاخ بلبلستان و خاقانی شعر سازی پے نہ بہت روانہا و در ولف  
 سمنستانہا و آو اسکا مخفف سان بھی مستعمل ہے فرخی شعر گرز بود تو نیسے بگز و برزنگبار و ور  
 زخمیے تو سمن در و زو بر ہند سان و ہندوان را آتش سوزندہ روید شاخ شاخ و رنگیان را  
 شوشہ از مسکن بر آید خیزان و فردوسی شعر بے شارسان گشت بیمار سان و بے بوستان نیز  
 شد خار سان و شارسان مخفف شارسٹان اور شار بمعنی عمارت اور یہ مبدل شہر ہے اور شہرستان  
 بمعنی شہر کلاں یعنی ایسا شہر کہ اور شہر دکنے لیے بمنزلہ ظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہروں کو  
 مشتمل ہے یہی معنی نہادند کے ہیں کسواسطے کہ نہ بالکسر بمعنی شہر ہے اور زار جیسے کار زار یوسف زار  
 ہندوار۔ گلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابا زار ہے اسواسطے کہ بازار میں اکثر  
 کھانے پینے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں پھر بعد میں مطلق سوق کے معنی میں اس لفظ کو استعمال کر نیلگے۔  
 سعدی شعر اے تہیدست رفتہ در بازار و ترسمت بر نیار می دستار و ولہ چہ مردی کند و صفت  
 کار زار و کہ دستش تہی باشد و کار زار و عرفی شعر بر برق مہ کنعان کہ بہت حسن آباد و بچلہ گاہ لیجا  
 کہ بود یوسف زار و البوطالب کلیم شعر نر وید سبزہ در ہر جانمک زار بیت حیرانم کہ خط چون سبز و خرم  
 میکند لعل لب اورا و عرفی شعر فردغ شعلہ قہر فتد چو در ارحام و بچشمہ زار بزیاسند را زخچنگ  
 زلالی شعر چو آتش سوے ہندو زار بگزشت و بخار سوختہ خیل شر گشت و آو سار جیسے چشمہ سار

اسم اور امر کی ترکیب ہے

چندوں کی ترکیب ہے  
 مستی طریقی تفسیر ہے  
 سبب غایت و کثرت ہوتے ہیں

ستان کی سین کو حرکت

ستان کا مخفف سان

شارسان کی تحقیق

زار کا بیان

نظارہ کی تحقیق

نظارہ کا بیان

وچا ہسار کو ہسار صائب شعر سے رویم چو مایہی بچشمہ سازندہ چو تیغ جو ہر ذاتی بس ست جوش ما +  
 فردوسی شعر کشان بیزن گیوا از پیش دار + بسر دند بستہ بدان چاہ سار + آور ساران اور سارہ اسپکا مزید علیہ  
 جیسے کو ہساران کو ہسارہ و کف سارہ صائب شعر راہ رورایال دیر بہت سختیہاے و ہر + کو ہساران  
 سے شود سنگ فسان این سیل ما + فرخی شعر بر کشیدند کہ سارہ غزنین دیبا + بر زوشتند ز کہ سارہ غزنین بلیم +  
 حکیم مختاری شعر بکتف سارہ بر آوردہ زانو ازاد بار + بچشم خانہ فرورفتہ دیدہ از نا مار + اور اسکا مخفف  
 سر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فردوسی شعر منیرہ بیامد بدان چاہ سر + دوان خوردنیہا گرفتہ بسر + ممکن ہے  
 کہ یکلمہ جو لفظ سار سے مرکب ہے مقولہ ہو اور لفظ سار مزید علیہ سر کا ہو جیسے گلو سار سر گلوں کا مقولہ  
 اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شعر میں جو رستم اور شنگل کی رزم میں مذکور ہے شعر از ایران بیامد و لاور  
 ہزار + زرہ وار با گرزہ کا و سار + گا و سار مزید علیہ گا و سر ہے کوا سٹے کہ گزر رستم کا بشکل سر کا و تھا  
 چنانچہ اس گرز کی گا و ہر بھی صفت کرتے ہیں اسی داستان میں فردوسی فرماتے ہیں شعر چنگیدن  
 گرزہ گا و ہر + تو گفٹی بہن سنگ بار و سپہر + بلکہ گا و سر و گا و سرہ بھی اسکی صفت واقع ہوئی ہے۔  
 اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلمہ اور بار جیسے جو بار رود بار و زنگبار و ہندو بار و گنجبار اور یہ  
 دونوں لفظ زنگبار و ہندو بار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہیں نظامی یہ شعر زبں رود  
 خیزان لب رود بار + فشانہ ز رخسار گیتی غبار + کمال اسمیل شعر بخاتم تو کہ دریاش تا کمر گاہ است  
 بخامہ ات کہ بسر میر و دہندو بار + اور جو بار کو تخفیف یا سے تحتانی جو بار بھی کہتے ہیں ملامفید  
 بلخی کا شعر ہے شعر نصیب صاف دلان ست عیش این گلشن + ہمیشہ سر و سہی در کنار جو بار است +  
 فردوسی شعر ہیارم نشانش بر تخت یار + وزان پس کشایم در گنجبار + اور لاخ جیسے سنگلاخ و  
 دیولاخ۔ صائب شعر روشن دلان ز سختی ایام خوشدل اند + کز سنگلاخ آب سبکتر کند گرز + لہ  
 دیولاخ ست جہان در نظر وحشت من + تا مارارہ بہ پر سخاۃ عیلت داوند + اور لان جیسے تریاق  
 لان مولوی معنوی شعر سروری زہرست جزآن روح را + کو بود تریاق لانی زابتدا + اور کند جیسے  
 نار کند بخنے نارستان یعنی باغ انا و واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغیت کو متضمن ہیں یعنی اپنے  
 مدخل کی کثرت اور انہو ہی کا افادہ کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب بعض محققین لفظ لان  
 کو اسی قبیل کا فرماتے ہیں مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ جن اسم کے تسم

ساران و سارہ  
 مزید علیہ سارہ

سار کا مخفف  
 سار

لفظ بار کا بیان

جو بار جیسے ہیں  
 جو بار کو تخفیف یا

بیان لاخ کا

بیان لان کا۔

بیان کند کا۔

لفظ لان کا بیان  
 لفظ لان کا بیان  
 لفظ لان کا بیان







حالیہ اسم فاعل کی  
اور اسم مفعول  
ترکیبی کی ترکیب

روئے برخاک عجزی نام میں  
عدم رابطہ کا الزام ہے نہیں

دست بدل ہو گیا  
جس کا دل قابو سے بچے  
جانا ہوا درہ باد بود  
عدم قدرت اوسکو  
بکلفت تھا جسے جان  
پہننے

حال فاعل کی ترکیب

جمل حالیہ میں  
رابطہ عائد کی ضرورت

وبنگہ صبر گداز ہے اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عفت مکن عذر خواہ  
آمدہ ہے اور کبھی صفت مشبہ کے صفیہ مطلقا کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے مردہ  
مشقتات میں سے سعدی کے اس شعر میں شعر یاز رہ بہر دوست کند خواہ در کنارہ یا موج روز سے  
افگندش مردہ بر کنارہ اور روسیہ دو اسموں کی ترکیب نظامی شعر عفت مکن عذر خواہ آمدہ ہے  
برگاہ تو روسیہ آمدہ ہے اور روسے برخاک عجز اسم اور ظرف کی ترکیب سے یعنی توسط حرف جار  
یہ تینوں صفیہ صفت مشبہ کے ہیں سعدی شعر روسے برخاک عجز مے نالم ہے ہر سحر کہ باد مے آید  
بیان عذر خواہ دروسیہ دروسے برخاک عجز آمدہ مے نالم کی ضمیر مرفوع متکلم سے اور مردہ افگندش  
کی ضمیر غائب منصوب حال واقع ہے بعض محققین نے روسے برخاک عجز کو جملہ قرار دیکر بلبل گلستان  
فضاحت پر عدم رابطہ کا الزام لگایا ہے سو یہ محض نے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روسے برخاک عجز  
دست بدل و دست بر سر و دست بسر کی طرح جو کنایہ عاجز اور حیران سے ہیں اور چشم بر در و  
چشم بر راہ و گوش بر آواز و گوش بر راہ کی طرح جو کنایہ منتظر و مترصد سے ہیں صفت مشبہ ہے بیدار  
شعر چہ سلیمانیت اسے خافل ہے دانہ گیری ز مورد دست بدل سعدی شعر آن سرور کائنات  
و آن فخر بشر ہے بہر تل امین ز قرب او دست بسر صائب شعر اے جاوہ سودائے تو ہر رشتہ آہ ہے  
در ہر گز ز چشم براہ تو نگاہ ہے کسی استاد کا شعر ہے شعر اور فت و دلم باز دنیا مذہر بش  
من چشم بدر گوش برہ بر اثرش ہے معہذا ضمیر متکلم کا ظرف میں موجود ہونا نحو یوں کے نزدیک  
مسلم ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالت کے لئے چونکہ کسی اسم کا دال برہیات ہونا کافی ہو جاتا  
بعض جاہل غیر مشتق بھی حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے لفظ یار مصرعہ اوسے میں فردوسی شعر نحو ہم  
ز ایرانیان یار کس ہے پئے رخس وایز و مرایا بس ہے واضح ہو کہ جب جملہ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ  
فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس میں عائد و رابطہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذوالحال سے مربوط کر دیوے  
اور یہ رابطہ کبھی صرف واؤ ہوتا ہے کبھی ضمیر فقط۔ کبھی واؤ اور ضمیر ہر دو جملہ فعلیہ جیسے محمد قلی  
میلی شیرازی کا شعر ہے شعر مردم و بر زندگانم رحم مے آید کہ تو پے خون آن بیداد داری کہ با کردہ  
و بر زندگانم رحم مے آید۔ مردم کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اس میں واؤ اور ضمیر دو رابطہ ہیں  
اور فعل بھی ہشت ہے اور فردوسی فریہ ز کی کوہ ہما یوں پر لشکر لہجانے کے داستان میں لکھتے ہیں



شعر شب تیرہ راتا سپیدہ دمان بیاید بخوید برہ بر زمان بہ بیان بخوید فعل مضارع غائب منفی  
 حال ہے اور رابط صرف ضمیر متر ایک ہے اور وہی فاعل بھی ہے بہرہ بظرف مستقر متعلق فعل باشد فعل  
 محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال در حال کہتے ہیں۔ زمان بمعنی  
 توقف ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ بخوید کا بخوید فعل اپنے فاعل رابط اور مفعول سے مل کر  
 حال ہوا بیاید کی ضمیر غائب متر کا ضمیر غائب مرفوع مستر ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوئی  
 بیاید کا اور مصرعہ اولیٰ شب تیرہ راتا سپیدہ دمان مفعول فیہ۔ یا تا غائیہ۔ سپیدہ دم مضاف شب تیرہ  
 الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مجرور۔ جار و مجرور متعلق بیاید۔ سپیدہ دمان مین الف ونون مزید تان جیسے  
 بامداد بامدادان اشب اشبان۔ مولوی معنوی شعر درکہ باور نیست نیز اشبان بہ تا بہی فسق  
 شیخت راعیان بہ ای طرح الف نون ہستان مین مولوی معنوی شعر لکھن جہان نیست چون ہستان  
 شدہ بہ وان جہان ہست بس نہان شدہ بہ یعنی فرید علیہ سپیدہ دم بہ را اضافی لے تاجع اشب  
 بیاید۔ یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جبل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے ہیں یا انکے کسی متعلق سے  
 دوسرا حال واقع ہو جاتا ہے اسکو حال در حال یا حال متداخلہ کہتے ہیں جیسے اوپر بیان ہوا اور کبھی  
 ایک ذوالحال کے چند حال متساوی الرتبہ واقع ہوتے ہیں انکو حال مترادفہ یا حال بر حال کہتے  
 ہیں فردوسی رزم رستم و شنگل مین لکھتے ہیں شعر بیک زخم صد نیزہ کردی قلم بہ خروشان  
 جوشان چو شیر و زرم بہ خروشان و جوشان کردی کی ضمیر مرفوع سے متساوی الرتبہ حال مین  
 اور جملہ اسمیہ جیسے سعدی کا شعر بہ شعر بہ بدختی و نیک سختی قلم بہ بگرد و ماہچمان و شکم بہ دہچان  
 و شکم بگرد کی ضمیر مرفوع مستر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت نخل بہ تو مخلوق و آدم  
 ہنوز آب دگل بہ ان دونوں مین فقط ایک رابط ہے کہنہی بنظر تا کیہ صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے  
 ہیں اسوقت اول پر سے الف ونون حالیہ کا تخفیف اخذ کرنا بھی جائز ہے تا دونوں صیغہ ملکر بمنزلہ  
 ایک صیغہ کے ہو جائیں جیسے پرس پر سان و کش کشان و خند خندان مولوی معنوی شعر پرس  
 پر سان میکشیدش تا بصدر بہ گفت گنجے یافتہ اما بصبر کہ فکر در سینہ و آید نو بہ نوہ خند خندان  
 پیش او تو باز رو بہ جنب جنبان فردوسی شعر زمین جنب جنبان شد و روز تارہ پس اند فر از آمد و  
 پیش غار بہ اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے موخر بھی جیسے اسئلہ بالاس ہویدا ہے

حال متداخلہ

امشبان

حال مترادفہ

نظر تا کیہ صیغہ حالیہ کا  
مکرر اول مین بنظر تا

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کبھی اسم اور امر کی ترکیب لفظ وار کی طرح قدر اور اندازہ کو بتلاتی ہے نظامی  
 شعر ہوران دہد کو بود مورخوار دہد بیل را طعمہ بیل وارہ صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم  
 سے اُس شے کے لئے اشتقاق کیا جاتا ہے کہ جسکے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اُس شے کے  
 ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجد و اکثر کی قید اس لئے ہے کہ تاخفہ و رفہ و مرد  
 وغیرہ اس سے خارج نہ ہوں اس واسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا اسکے فاعلون میں امر حادث ہے نہ ثابت  
 کیا معنی کہ سونا بعد بیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے۔ اسکے صیغے سو صوت  
 اسم فاعل کے کئی طرح مستعمل ہیں۔ ایک تو جسطرح عربی میں فیصل جیسے اسم مفعول (مثلاً قتل و مرجع)  
 کی میزان ہے صفت مشبہ (مثلاً رحیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسبطح فارسی میں خفہ  
 و رفہ و مردہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ میں مشترک ہے سعدی شاعر بطلست  
 آنکہ مدعی گوید ہ خفہ و رفہ کے کند بیدار ہ و لہ نام نیک رفتگان ضائع مکن ہ تا با ماند نام نیک  
 برقرار ہ انکی صورت ظاہری پر نظر کر کے انکو اسم مفعول کہہ دینا بے توجہی کی بات ہے اس واسطے  
 کہ اسم مفعول اُس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا اب یہاں خفہ پر کس کا خواب اور رفتگان  
 پر کسکی رفتار واقع ہوئی۔ دوسرا اسم حالیہ کی شکل میں جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے  
 آب روان و عہد درخشان و پیل دمان و برق جہان اضافت کے ساتھ تا معنی حال کا شائبہ نر  
 سعدی شاعر نہ مروست آن بہ نزدیک خرومند کہ یا پیل دمان پیکار جوید و لہ بگفت احوال برق  
 جہانست ہ دے پیدا و دیگر دم نہانست ہ فردوسی کا موس کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں  
 شہر چینست رسم جہان جہان ہ گہے باغم و دروگہ شادمان ہ اردشیر کے خاتمہ کار میں لکھتے ہیں  
 شہر بیتا ہمہ دست نیکی بریم ہ جہان جہان را بید نہریم ہ اسے روزگار بے ثبات ناپائدارا۔  
 جانتا چاہیے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکل جانے والا یعنی بے ثبات غیر قرار کیونکہ جہتین بالفتح سے  
 مشتق ہے اور وہ معنی میں کوونے کے ہے لیکن جب نام ایک شے کا رکھ دیا اسکے کسرہ حرف اول کو  
 فتح سے بدل دیا تا معنی صفت سے ذہول ہو جائے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جائے جس طرح  
 ہلے تسمیہ صیغہ صفت پر بڑھائی جاتی ہے جیسے دلسوز سے دلسوزہ ایو جہ سے جیسے دنیائے  
 ناپائدار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہیں نظامی کا شعر ہے

اسم اور امر کی ترکیب  
 سے قدر اور اندازہ

صفت مشبہ  
 بوزن اسم مفعول

صفت مشبہ  
 اسم حالیہ کے وزن

نظامی جہان کی خفہ

شعر جهان خوش بدان نیست کارے بدست و بزنجیر و قفلش کنی پائے بست و اور کبھی دو اسموں کی ترکیب سے معنی صفت مشبہ کے حاصل کرتے ہیں جیسے سرو بالا و گلزار۔ میر خجالت صاحب گل کشتی کا شعر شعر سرو بالا صنمے آمدہ خوش بر سر بایہ از سر صدق بگوئیم ہمہ نام خدا و اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معنی صفت کے فقط اس ہیئت خاص ترکیبی سے کہ مشکلم نے دو کلموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے قرار دیا ہے پیدا ہوتے ہیں اور درحقیقت یہ ہر دو اسم آپس میں ایسی نسبت رکھتے ہیں کہ اگر ان سے لحاظ افراد اٹھا دیا جاوے تو یا تو ترکیب اضافی متحقق ہوگی اور اضافت بھی۔ یا تشبیہی حکم یا تشبیہی کہتے ہیں جیسے خورشید چہرہ سرو بالا یا حقیقی جیسے جامہ یار سا۔ سعدی فرماتے ہیں شعر ہر کرا جامہ یارسا بینی و پارسا دان و نیکم دان گار و اور کبھی یہ دونوں ترکیبیں متغلب بھی ہو جاتے ہیں اول یعنی قلب تشبیہی جیسے ابرش سپہر بد چاچ کا شعر ہے شعر مہر منو چہرہ چہر آرش ابرش سپہر چہر فغفور فرحیدر احمد شکار و ثانی یعنی قلب اضافت حقیقی جیسے چور پیشہ سپاس اندیشہ سعدی فرماتے ہیں شعر نکند چور پیشہ سلطانی و کہ نیاید ز گرگ چوپانی و یا ترکیب <sup>عطف</sup> اضافی متحقق ہوگی جیسے روسیہ لب خشک زبان دراز سینہ صاف جامی شعر تو آب رحمتی آن بہ کہ گاہے و کنی بر حال لب خشکان نگاہے و اور اکثر اس ترکیب کا قلب بھی مستعمل ہے جیسے سیاہ روی نیک خوی مرغولہ موسیٰ تہ لب جیسے۔ مائشہ لبانیم توئی آب حیات و یا باہم ظرف و منظور کا علاقہ متحقق ہوگا یعنی ان دونوں اسموں کے درمیان میں بریاد و نکالنا پڑے جیسے اژدہا و دوش لے کیلکہ اژدہا بردوش دار و در حمل لے کیلکہ در دل اور جمست فردوسی شعر سخا ہم بر گاہ خنک را و مران اژدہا دوش ناپاک را و اب انہی صیغہ صفت کی ترکیب اور ڈھنگ سے ضبط کی جاتی ہے تا ناظرین لغز خیال بلند اندیشہ لطف اندوز ہوں اور اس اختراع نادر کی داد دین۔

صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں سے اگر کاظ و صفت اٹھا لیا جائے تو تضاد و تشبیہی ہوگی یا حقیقی یا تشبیہی ہوگی  
صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں سے اگر کاظ و صفت اٹھا لیا جائے تو تضاد و تشبیہی ہوگی یا حقیقی یا تشبیہی ہوگی  
صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں سے اگر کاظ و صفت اٹھا لیا جائے تو تضاد و تشبیہی ہوگی یا حقیقی یا تشبیہی ہوگی

گوہر ازین بیش ز کانیکہ زاد	نادرہ چندین ز زبانیکہ زاد
ہر خرفش ز یور معنی ستین	گر شناسی لغرامت نشین

و ہو ہذا جن دو اسموں کی ترکیب اسنادی سے معنی و صفت حاصل ہو کر متعلق مسند الیہ کو موصوف بنانا چاہیں اس مرکب کو میں صفت مشبہ ترکیبی کہتا ہوں ان میں مسند مقدم ہو تو اکثری اور مؤخر تو اقلی پھر ہر ایک میں مسند مسند الیہ بلاتاویل بنے تو صغری جیسے اکثری میں پاک نظر تو آئین سیرتھم

ایک نادرہ چندین  
ایک صفت مشبہ ترکیب کا



فعل کی دلالت کرتی ہے لیکن مادہ اور ہیأت کے جدی جدی معنوں پر دلالت کرنے سے فعل مفرد سے خارج ہو کر مرکبات میں داخل نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ ہیأت اجزائے مترتبہ فی الشکلم و لیسع نہیں ہے صرف مادہ کی تبعیت میں ملحوظ و مسمع ہو جاتی ہے اور مرکب کے لئے لحاظ تبعیت کفایت نہیں کرتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جیسے کرو زید یا عمرو و کند زید یا عمرو یعنی کرنا زید یا عمرو کا زمانہ ماضی اور حال مستقبل میں پس دلالت فعل کی ان تینوں معنوں کے مجموعہ پر دلالت مطابقی ہوتی اور اس مجموعہ میں نسبت فاعلی ایک ایسا جزو ہے کہ وہ غیر مستقل بالمفہومیت ہے اس واسطے کہ وہ آلہ اور واسطہ ارتباط فعل با فاعل ہے اور آلات و روابط معنی حرفی غیر مستقل بالمفہومیت ہیں اور ظاہر ہے کہ مجموعہ مرکب میں ایسے جزو کی غلت جو معنی حرفی غیر مستقل ہو اس مجموعہ مرکب کو غیر مستقل بنا دیگی تو فعل مستقل بالمفہومیت نہیں رہ سکتا پھر معنی فعل کا محکوم واقع ہونا محال ہو جائیگا اسی وجہ سے حضرت جامی قدس سرہ العزیز نے کافیہ کی دلیل حصر مادل علی معنی و نفسہ میں دلالت کو اعم یعنی مطلق رکھا ہے اور مطلق کا تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہوا کرتا ہے تعریف اسم میں مطابقی کی اور تعریف فعل میں تضمنی کی ضمن میں متحقق ہوگا مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیا معنی کہ یہ امر محقق و مسلم ہے کہ تضمنی بغیر ضمن مطابقی کے نہیں پائی جاتی تو تضمنی کے استقلال او مطابقی کے عدم استقلال کا کیونکر حکم لگا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ اجمال و تفصیل کا فرق کر دینے سے کچھ بات بنجائیگی یعنی معنی فعل کو اگر بنظر اجمالی دیکھا جائے ایک گول مول مستقل بالمفہومیت ہونگے اور اگر بنظر تفصیلی ملاحظہ ہوں عقل تو بال کی کھال کینچ ڈالتی ہے تو اسکے کل اجزا نسبت حدث وغیرہ سب کو الگ الگ بکھیر کر رکھ دیگی پھر معنی فعل کے مستقل بالمفہومیت نہ رہینگے چنانچہ میرزا بدرجۃ اللہ تعالیٰ شیح مواقف امور عامہ کے موقف ثانی وجود و عدم کی بحث میں فرماتے ہیں دھکذا ینبغی ان یفہم معنی الفعل فان معناه معنی اجمالی مستقل بالمفہومیت تجلله العقل الی الحدیث والزمان والنسبۃ الی الافعال المعین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

افعال دو قسم کے ہوتے ہیں لازم اور متعدی لازم وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہو جائے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اس فعل کا فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچنا تقدیر یا تحقیقا کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم میں اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا افادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہیں مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑیں ہماری تعریف کے منافی نہ ہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

مادہ حدث پر  
ہیأت اقوان پر  
دلالت کرنے سے  
فعل مرکب میں

مجموعہ معنی  
میں نسبت  
میں غیر  
نہیں کے مستقل  
میں حرفی غیر  
مولا جامی کا  
معنی دلالت کو دلیل  
کی وجہ سے  
اس میں  
معنی تضمنی  
میں مطابقی  
میں فاعلی  
میں فاعلی

تعریف فعل لازم

تعریف فعل لازم  
اعتبار عدم ضرورت  
کا افادہ ہے



فعل لازم کا بلا حروف جار فعل  
حرف جار فعل  
زبان عربی میں  
زبان فارسی میں  
زبان اردو میں  
تعریف فعل متعدی

سب میں عام ہے جیسے آرشا دفرآنی ہے وَجَاءَتْهُمْ الْمُرْسَلُونَ اور حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْمَلَايِكَةُ دیکھئے  
یہاں ضمیر جمع غائب بلا توسط حرف جار خاصہ مفعول بہ ہے اور شعر در لُغِ اَمَدِ زان ہمہ بوستان  
تہی دست رفتن سوے دوستان ہ مصرعہ اول میں ہم تکلم اور مصرعہ ثانی میں سوے دوستان بلا واسطہ  
رابطہ آمد اور رفتن کے مفعول بہ ہیں اور اردو میں جیسے کہتے ہیں مجھ کو بخار آیا۔ میر تقی کا شعر ہے شعر کس  
دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا یہ متعدی وہ فعل ہے کہ فاعل سے  
تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچا تحقیقاً یا تقدیراً اسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زوزید عمر و را تقدیراً جیسے لفظاً  
کا شعر ہے شعر زمین ناور و ناگلوئی بیار ہ نہار و ہونا ناگلوئی بیار ہ اسے نیار و دزین رستینہارا  
و نہار و ہونا باران را۔ اب طریقہ اشتقاق ملاحظہ فرمائیے۔

## الماضی

لازمہ ذات مصدر لون کے گرا دینے اور حرف انہی کو ساکن کر دینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا  
ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد۔ ہم اس ماضی مطلق کو بمقابلہ ماضی ناقص کے حکم  
اذا اطلق اطلق الفہم الکامل ماضی کمال کے ساتھ مقب کرتے ہیں۔ اگر اسکے اول میں لفظی  
یا ہی یا اخیر میں یاے مجہول زیادہ کیجائے ماضی ناقص جکو تمنائی۔ بشرطی ناتمام دوامی استمراری  
کہتے ہیں ظہور پائے جیسے گفت سے می گفت یا ہی گفت یا گفتی مگر حروف تمنا کا اقراران جیسے کاش  
کا شکے و کالج ان ماضیوں کی تمنائیت پر قرینہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے شعر  
از خدا قرب تو آن روز کہ می خواست رقیب ہ کاش آزاد می مانیز تمنائے می کرد ہ فردوسی <sup>مثلاً</sup> شعر  
نزدادے مرا کا شکے مادرم ہ و گرداد مرگ آمدے بر سرم ہ اور ادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا  
اتصال انہی شرطیت پر دل ہے سعدی شعر نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے ہ کسے بحال  
خود از دست کس نیا سودے ہ اور ان ہر دو یعنی ادات تمناء و شرط سے خالی رہنا دوایت و استمرار  
کے معنی دیتا ہے۔ اور کبھی سیاق و باق کلام قرینہ مقام بنجاتا ہے فردوسی شعر مرا کاش ہرگز  
نہ پروردہ بود ہ چو پروردہ بودی شبانم ربود ہ اسے نہ پروردہ بودے۔ نظامی شعر بیدار انداد  
انچہ داد از نخست ہ ہمان دادہ را نیز از دواز بست ہ اسے انچہ می داد یعنی سکندر نے دارا کو نہ دیا  
جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا۔ اور کبھی یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیے بھی لائی جاتی ہیں جیسے

بیان فعل متعدی  
اشتقاق

ماضی ناقص کی ادات تمناء و شرط سے  
خالی ہر دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے

بشرطی ناتمام دوامی استمراری

علامات بلا قصد و تمناء و استمرار  
محض حسن کلام کے لیے  
بھی لائی جاتی ہیں



فردوسی رح فرماتے ہیں شعر زرومی و مسیری و از بربری و سواران شایسته و لشکری و گزین کر قیہ  
 وہ دو ہزار و ہمہ رزم جوئے و ہمہ نامدار و زانتر شناسان و از موبدان و جہان دیدہ و نامور بخردان  
 ہمیں برد باخویشتن شصت مرد و پڑو ہندہ روزگار نبرد و اسے گزین کرد و باخویشتن برد و لہ اگر خست  
 شاہ بودی کہ من و بیایم بنزدیک این انجن و نمی ماند می زندہ از لشکرت و ہمیں بر سر نیزہ بود سرت  
 مولوی معنوی شعر بچنین در گریہ و در نالہ او پے شمر دی جرم چندین سالہ او و یہاں یا تومی و ہمیں کو  
 زائد ما نین یا یایے تختانی کو جس طرح اس شعر میں می اور ہمیں ہر دو جمع ہو گئے ہیں ان میں سے ایک کو  
 زائد ماننا چاہیے۔ مولوی معنوی شعر آن ولی حق چو پیدا شد ز دور و از سر پالیش ہی می تخت لوز  
 اور ماضی کامل ہو یا ناقص انکے اخیر میں ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھہ صیغے پیدا  
 ہوتے ہیں جیسے ان جدولوں سے واضح ہے۔

### جدول تصریف ماضی کامل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفت	گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

### جدول قسم اول تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گفت	می گفتند	می گفتی	می گفتید	می گفتم	می گفتیم

### جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفتے	گفتندے	.	.	گفتے	.

یہاں چونکہ صیغہ واحد حاضر میں دو یاے مہول کا اجتماع ایک ناموزون ساختہ تھا تو وہ صیغہ بہت  
 کم مستعمل ہوا اور ایسی متابعت سے صیغہ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر  
 کو فصاحت نے اپنے کلام میں بہت کم استعمال کیا جس سے عوام انکو متروک الاستعمال تصور کرنے  
 لگے مگر حقیقت ایسا نہیں جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شذوذ مستعمل ہو بھی جاتے ہیں  
 چنانچہ صیغہ حاضر فردوسی کے اس شعر میں شعر مر اکاش ہرگز نہ پروردیے پو پروردہ بودی  
 بعد وفات سکندر آسمان سے شہرہ کرتے ہیں

داستان لشکر الی  
 سکندر و جنگ و  
 شاہ ازندان کے ہیں  
 دستم کے پیام نجات  
 کی داستان

جہاں سے فطری نقط  
 بھی کا لانا اسی معنی  
 کا افادہ کرتا ہے  
 بخلاف طوالت و  
 ملالت اسکو طوالت و  
 بین نہیں بیان کیا  
 ہوتا

یا جو جدول والی  
 نہیں ہے میں نے  
 واحد جمع حاضر اور  
 جمع متکلم  
 میں شہرہ کر کے  
 نہیں

نیاز روئے بہ مولوی مخنویؒ شہر شاد گشتی ہر کہ رویت دیدیئے بہ دینت ملک جہان از دیدیئے  
 و لہ در نماز استادہ بدر بر سے ریگ بہ ریگ کز نقش بچو شد آب دیگ بہ گتئے سرست برسزہ و گلست  
 یا سوارہ بر براق و دل دلست بہ اسے میگفتی۔ اور صیغہ جمع متکلم علیہ مولانا سے روم کے اس شعر  
 میں شہر پس زمستہا بگفتندے در یغ بہ بر زمین باران بدادیمی چو یغ بہ گتہر یہیمی دران بدادواجہ  
 عدل و انصاف و عبادات و وفا بہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیئے کہ اگر کسی امر متوقع پر  
 دلائل خارجیہ سے ایسا ثبوت ہم پہنچ جائے کہ اُسکے وقوع متوقعہ میں کسی نوع کا شک باقی  
 نہ رہے تو ایسے متوقع بلکہ یقین الوقوع کو بجائے صیغہ مضارع صیغہ ماضی کے ساتھ بیان کرتے ہیں  
 سعدیؒ شعر گزشت آنچہ در ناصوابی گزشت بہ درین نیز ہم در نیابی گزشت بہ اسے اگر اس باقی عمر  
 نیز بخلت سپاری مثل عمر گزشتہ بگزد بہ مولوی مخنویؒ شہر پیش شیخ آمد کہ اسے شیخ دشت بہ یقین  
 دان کہ مرا استاد گشت بہ گر بر استاروم دست تہی بہ او مرا بکشد اجازت میدہی بہ اسے یقین دان  
 کہ استاد مرا بکشد الخ۔ فغانی کا شعر ہے شہر تو لے گل بعد ازین باہر کہ می خواہد دلت بنشین بہ کہ من  
 چون لالہ باداغ جفایت زین چمن رفتم بہ دے مے باید و صبرے کہ آرد تاب دیدارش بہ فغانی گروے  
 داری تو باش اینجا کہ من رفتم بہ بس میں فارسی میں ان دو کامل و ناقص ماضیوں کا اور ان تین  
 تصریفوں کا قائل ہوں۔ تصریف تین ہیں ایسے کہ می اور ہی کو ایک ہی سمجھتا ہوں۔ پس است و  
 بود و شاید و باید و توانست و تواند و توان کی ترکیب سے میرے نزدیک فعل مفرد نہیں رہتا جملہ جملات  
 ہے پھر ان حمل فعلیہ کو بیط صغہ ماننا ماضی قریب ماضی بعید ماضی متشکی ماضی مع القدرت وغیرہ  
 کے ساتھ ملقب کرنا بڑی مساحت ہے اسکی کچھ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان مستقبل کے ضمن میں عرض  
 کروں گا اگرچہ اس میں ایک جمہور قواعد نگاروں کا خلاف ہے مگر خدا داد کے نزدیک جو امر محقق ہو  
 پیش کروینا انصاف ہے۔ خیر یہ حمل فعلیہ ہوں یا فعل مفرد یہاں ایک امر جو بڑے بڑے فاضل  
 انشا پر دازوں کا منزلۃ الاقدام بنا ہوا ہے واجب العرض ہے عرض کرتا ہوں ذرا توجہ کے ساتھ  
 ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ تو اند اسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں اُسکا فاعل عبارت میں مذکور ہو  
 جیسے قطعہ بندہ ہماں بہ کہ زلفیہ خویش بہ عذر بدر گاہ خدا آورد بہ ورنہ سزاوار خداوندیش بہ  
 کس نہ تواند کہ بجا آورد بہ اس میں لفظ کس فاعل نتواند کا مذکور ہے بر خلاف توان کے کہ اوسکی

صیغہ ماضی کو بجا  
 مضارع لائے ہیں  
 بہت

است و بود و شاید و  
 باید و توان و توانست  
 کی ترکیب سے وہ  
 مرکب کا نام بناتا  
 ہے کہ یہ نہیں رہتا  
 توان و توانست  
 کا ماہر لائے ہیں

فاعل کا عدم ذکر واجب ہے جیسے شعر توان در بلاغت سبحان رسیدہ نہ در گنہ بچون سبحان رسیدہ  
بعض وقت اسکے مفعول کو جو حامل بالمصدر صورت میں ماضی کی ہوا کرتا ہے حذف کرتے ہیں فردوسی  
شعر کے انکے از ناداران گوان پو سپرن بہتہ تو این کے توان ہلے کے توان کرد۔ اس کے فاعل کا عدم ذکر اسوجہ  
سے واجب ہے کہ یہ لفظ توان در اصل صیغہ جمع غائب تو اند کا مخفف ہے اور صیغہ ہائے جمع غائب بجا  
مجهول مستعمل ہو کرتے ہیں جیسے اس شعر میں سعدی شعر چو دارند گنج از سپاہی دریغ و دریغ آیدش  
دست بردن بہ تیغ یعنی سپاہی سے خزانہ دریغ رکھا جائے لفظ پوری شعر خبر از راز نہانیش دادند  
سواد خط پیشانیش دادند و لہ گر اکسیر سرور و سور سازند و ز خاک پاک بجا پور سازند یعنی مجموع  
کو اسرار نہانی کی خبر دی گئی ہے لہ اگر سرور و سرور کے لئے اکسیر بنائی جائے بجا پور کی خاک سے  
بنائی جائے سعدی شعر مشو تا توانی ز رحمت بری کہ رحمت بر ندت چو رحمت بری و اسی طرح  
آغاز حکایات میں اکثر مستعمل ہے جیسے بوستان میں ہے شعر حکایت کنند از جفا گسترے کہ فرما بجا  
داشت بر کشورے و چنانچہ عربی میں حکلی ان کے ساتھ حکایت شروع کرتے ہیں مدخل ان  
یعنی تمام حکایت تاویل میں مفرد کی ہو کر فعل مجهول حکلی کا مفعول مالم یسی فی فاعلہ بنجاتا ہے۔ یہ امر  
کچھ فارسی کی خصوصیات سے نہیں ہے اردو میں بھی یہی بات ہے آخر حکایات میں جیسے  
کہتے ہیں کہ کسی شہر میں کوئی بادشاہ تھا یہاں بھی مدخل کہ یعنی تمام حکایت تاویل میں مفرد کے  
ہو کر حکایت کنند اور کہتے ہیں کا مفعول مالم یسی فی فاعلہ ہے۔ مترجم شمشیر خانی صاحب سرور سلطانی  
خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں نشر آورد و القرنین جو لقب ہوا اسکی کئی وجہیں لکھی ہیں اور ممکن ہے  
کہ ان افعال سے جیسے حکایت کنند سے حکایت کنندگان اور دارند گنج از سپاہی دریغ سے دریغ  
دارندگان مفہوم ہوتا ہے انکی جانب یہ جمع کی ضمیر (جو فاعل اس فعل کی ہے) راجع ہو۔ اور یہی  
تاویل صیغہ مفرد معلوم محذوف الفاعل میں کیجاتی ہے چنانچہ میرامن دہلوی باغ دہبار کی آغاز و پائے  
میں اسی تاویل کی مطابقت کی ہے جہاں لکھا ہے کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک  
میں لہ جیسے آفرید مولوی معنوی کے اس شعر میں شعر زندہ شد او چون پیمبر را بدید و گویا اندم  
مراور آفرید و غرض اگر صیغہ جمع غائب تو اند بلا تخفیف سالم مذکور ہو تو اسکے فاعل کو ذکر کرنا اور صرف  
دونوں امر مساوی ہیں در صورت حذف وہی دو تاویلین یا بمنزلہ مجهول قرار دین یا اس فعل سے

توان کی تحقیق  
کا بجا ہے  
استعمال

چنانچہ توان  
استعمال کی تحقیق  
کا بجا ہے  
استعمال

جو صیغہ اسم فاعل کا مفہوم ہوتا ہے اسکی جانب ضمیر جمع کو راجع کر دین اور اگر صیغہ تین تخفیف کر کے تو ان کہا جاتا ہے تو عدم ذکر فاعل کا بہتر لہ شرط کے ہو کر واجب ہو جاتا ہے تا تخفیف لفظ تخفیف معنی پر وال ہو جائے اب تو ان کے ساتھ فاعل کا ذکر ناخطا ہوگا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب اسکی نظیر لفظ خواہی اور اسکا مخفف خواہ عنادیہ ہے چنانچہ بیان حروف عناد میں عرض کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ الحاصل فرق تولد و تولد میں معلوم ہو گیا کہ ذکر فاعل تو ان میں واجب اور عدم ذکر فاعل تو ان میں مشروط ہے پس محقق صاحب طبع رسالہ سنجی و قیقہ رسی میں نے نظیر لکھا۔ استاد فن۔ امام سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ تحقیقات غوامض سخن میں جو فرمایا ہے تو ان در محل تولد نیز آید نظیری گویدے نگارے تند خود ارم قمر ہیکل فلک شیوہ بہر کس بد کند خاطر نباشد رو ہے ہیویش مزاج نازکی دارد کہ بہر تیج مے رنجہ بہ چوے رنجہ کے نتوان لصد جان کر خوشنودش بہ غلط نسخہ پر اعتماد کر لیا الحق غلط نویں کاہون کے تصرفات بجا ایسے ہی دھوکے میں ڈال دیتے ہیں در نہ یہ شعر اسطرح ہے شعر مزاج ناز کے دارد کہ بہر تیج مے رنجہ بہ چوے رنجہ از کے نتوان لصد جان کر خوشنودش اور نسخہ مطبوعہ بھی یوں ہی ہے پس تو ان کا تولد کی جگہ استعمال ثابت نہ ہوا واللہ تعالیٰ اعلم اور مطلق ماضی پر الف زائد بھی لایا جاتا ہے اس میں خصوصیت صیغہ واحد غائب کی کچھ نہیں جیسے گفتا گفت صیغہ غائب سے گستر دیا گستر دی صیغہ حاضر سے آبا و آبا دم صیغہ متکلم سے سعدی شعر بگفتا من گلے ناچیز بودم و لیکن مدتے با گل نشستم و فردوسی شعر نگہ کن کرین بد کہ گستر و اباشاہ ایران چہ بر خور دیا و ولہ زہر نیکوئی بہر زور بودیا چنان کر دلم زنگ بزدو دیا و ولہ زنا مردی خویش تر سید یا زجان در و انم تو بریدیا و ولہ من از یاد شایست آبا و از بزرگان فخر خدہ بنیادما

## المضارع

حال اور استقبال کے دونوں زمانوں میں شرکت رکھنے والے صیغہ کا مضارع نام ہے اور لغت میں ایک ہستان سے دو دودہ پینے والے بچوں کو آپس میں مضارع کہتے ہیں تو مناسبت ظاہر ہے کہ حال اور استقبال کے دونوں زمانے اسی ایک صیغہ کے ساتھ جبکہ مضارع نام ہے وابستہ ہیں تو صیغہ مضارع کو حالی و استقبال ہر دو معنوں کے وضع میں مشترک ماننا بہ نسبت ایک کو حقیقت دوسری کو مجاز کہنے کے اولی و اصوب ہوگا بلکہ معنی امر کے لیے بھی صیغہ مضارع کا مشترک ہے اس واسطے کہ امر چاہے

صانع مضارع  
حضرت صہبائی  
توان کہ جاکے تولد  
شمال کرنا جائز  
فرمایا ہے غلطی کتاب  
بوجہ ہے دو کلمہ

عہ اور سید سید  
سے چران کے نسخہ کرے  
کے داستان میں

عہ یون کو قید جاہ  
رسم کے تحت  
والہ کے داستان  
سے بہر اوقات  
ایسے خیال میں  
کیا نہیں کرنا ہے

مضارع کا بیان  
مضارع کا مفہوم ہے

حال اور استقبال  
مضارع کا مفہوم  
مضارع کا مفہوم  
مضارع کا مفہوم

غائب ہو یا حاضر یا مستحکم اس میں یہی ہوتا ہے کہ آمر کو اپنے حکم کرنے کے بعد مامور سے ایقاع فعل  
مطلوب ہوتا ہے غائب جیسے نظامی شہر چین واد فرمان بہ سالار بارہ کہ باماندارد کس امر و کارہ ولہ  
بفرمودتازین برابرش نہند ولہ فسوں نامہ ژندراترکسندہ وگر نہ بزند ان دفتر کسندہ  
حاضر جیسے فردوسی پیران کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں شہر گزیشان دہی تابوران شونہ  
برایشان نہ سازسی بکینہ گزندہ اسے ایشان رارہ بدہ تابوران روندالہ پھر اگر کاف اور تاہ مصدری  
ان پر آتا ہے تو ان صیغوں کو مصدر بنا کر تاویل میں مفرد کے کر دیتا ہے۔ لیکن صیغہ واحد حاضر  
میں علامت حاضر یاے تختانی کا حذف کرنا تخفیفاً کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ ادا  
میں اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شے  
کی احتیاج اس کثرت کو پہنچے اس میں تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغہ مخرم کا معنی  
مضارع عرفی متعل ہونا ہمارے اس دعوے کا مؤید اور ان معنوں کے باہم مشترک ہونے کی قوی دلیل  
ہو سکتی ہے۔ قہرمان قلم و سخن خاقانی کا شعر ہے شہر دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو ہر سرخ  
دش زناکس دس گم کن آشیان ہ اسے دانی چہ کنی الم فردوسی کا شعر میان دو صف شہیدہ اور ابیدہ  
یکے با دسرواز جگر کشیدہ بد گفت پور سیاوش توئی ہ خردمند و بیدار و خامش توئی ہ اگر جنگ توئی  
ز پیش سپاہ ہ برو دور بگدین یکے جاگاہ ہ کز ایران و توران نہ بیند کس ہ نخواستہ یاران فریاد  
چنین داد پاسخ بدو شہر یار ہ کہ اسے شیر درندہ کا زار ہ ز پیش پدر چون بیارستی ہ ز لشکر بر و مرا خوستی  
مرا خوستی کس نبودی رواہ کہ پشت فرستادے ناسراہ کنون آرزو کن یکے ز مرگاہ ہ کہ باشد  
بدور از میان سپاہ ہ اے کنون آرزو مے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دو ہی میں مہیگا اس واسطے  
کہ امر بھی زمانہ مستقبلہ کو متضمن ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب صیغہ امر مخاطب میں ترخیم کا  
اس درجہ رواج ہو گیا کہ ظاہر نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر میں  
صیغہ مضارع کا اس قدر اشتراک متحقق ہو گیا بلا تکلف میں کہہ سکتا ہوں کہ الف والے دعائیہ صیغے  
بھی امر و نہی کے صیغے ہیں چنانچہ انکی نفی کے لیے بھی میم لائی جاتی ہے اس واسطے کہ مزید و مخرم  
یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونوں کی نفی پر بخلاف اور صیغوں کے میم لاتے ہیں ورنہ اصل  
میں کلمہ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس میں نہ زیادتی ہونہ کمی پس یہ مزید و مخرم صیغے

امرو احد حاضرین علامت حاضر  
یاے تختانی کے حذف کی وجہ

اسی صیغہ کو فردوسی  
ابیدہ کا بانی مضارع  
عرفی استعمال  
مؤید الخ اس واسطے کہ اس  
معلوم ہوا کہ امر کی علامت  
کئی خاص صورت ہو سکتی  
صورت مضارع کے نہیں اور  
ضمیر حاضر میں ہر  
شہر دانی چہ کن بنا خوش  
دش زناکس دس گم کن آشیان  
یکے با دسرواز جگر کشیدہ  
ز پیش سپاہ ہ برو دور بگدین  
چنین داد پاسخ بدو شہر یار  
مرا خوستی کس نبودی رواہ  
بدور از میان سپاہ ہ اے  
کنون آرزو مے کنی الخ

اس کے  
صیغہ میں  
نہی اور علامت  
والے صیغوں پر  
نفی کے لیے میم  
لائی جاتی ہے



خلاف اصل ہوئے تو انکی نفی کے لئے میم ایک ایسا حرف قرار پایا کہ وہ اصلی حرف نفی نہیں ہو اسوا  
 کہ نفی کے لئے فارسی میں مصادر اور سائر افعال پر نون نافیہ لایا جاتا ہے کیا معنی کہ جب تلمک یصیغہ اپنی  
 اصلیت پر بلا ترخیم و زیادت رہیگا اُس پر نفی کے لئے نون ہی لایا جائیگا جیسے سعدی کا شعر ہے شعر  
 معشوق ہزار دوست را دل ندہی + اسے دل مدہ - نظامی فرماتے ہیں شعر چنان بہ کہ با او مدارا کنید +  
 بیایید و عذر آشکارا کنید + نباید کہ آن آتش آید بآب + کہ تشنید آنگہ بد ریایے آب + اسے سباد کہ  
 آن آتش الخ و لہ سکندر شہ ہفت کشور نامند + نہ نامد کہے چون سکندر نامند + اسے همانا ہیچ کس الخ - اسی  
 طرح جب نفی و منفی کے بیچ میں فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر تو خون سر شہر یاران  
 مرید نہ از گاہ در غار بے بن گریز + اسے مگر نیز جانتا چاہئے کہ صیغہ ہائے نہی مرخم و مغرید پر جو در حقیقت  
 امر منفی ہیں بخلاف امر منفی صیغوں کے میم اس لئے لاحق کرتے ہیں کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ  
 یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونوں معنوں  
 کے ادا کرنے کے لئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت میں نون اور بے کے ہے جو حرف نفی  
 و اثبات ہیں - آلبتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زمی میں میم کے آتے ہیں  
 اور در صورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا ہرگز حاصل ہو نہیں سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک  
 مطابق ترتیب معکوس ہے - تو عرض کرتا ہوں چونکہ فعل میں حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن  
 معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے مسبوق بالعدم ہیں پس در صورت  
 اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پر پیش قدمی کرنے کے لئے اسقدر حقیقت بس ہے اور یہ  
 بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روئے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے  
 نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے - معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت  
 منفی ہے اور منفی میں نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لا بدی امر ہے تو نون نے پر مقدم ہوا اور پھر  
 قوت میں میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بنگیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع  
 پڑ جاتے ہیں تو انہیں متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہیں جلال اسیر شعر از طاقت من  
 رنجش بجانہ بپرسی + شاید کہ بگویم تو عہد انہ بپرسی + نظامی شعر میان دو پر کار بنشت شاہ +  
 درین دوران کردنیکو نگاہ + نہ بشناخت از یکدگر باز شان + نہ پے برودہ بر پردہ راز شان +

از نفی و مثبت  
 اور غلطی و غلطی  
 زیادتی و کمتری  
 کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اگر سب نفی و منفی کے  
 فاصلہ واقع ہو جیسے  
 نون ہی لایا جائے گا

مجموعہ منفی و مثبت  
 کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اس کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اس کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اس کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اس کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اس کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اس کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

مولوی معنوی شہر وقت غارت خواب ناید خلق را بے تانہ بر باید کہے زود و لوق را بے صاحب فرہنگ  
 رشیدی تقدیم بابر نون کے قائل ہیں اس دلیل سے اسکا ثبوت دیتے ہیں "چرا کہ با از حروف زیادہ  
 و حروف زائد در میان کلمہ معقول نباشد" تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جو اہر الحروف نے  
 اسکو رد کیا ہے بس تحقیق یہی ہے کہ نون نے یہ مقدم کیا جاوے اسلئے کہ با اگر چہ حرف زائد ہے  
 لیکن وہ اپنے فعل مدخول کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور درود نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہے۔  
 چونکہ نفی اور اثبات میں تناقض ہے اور اجتماع نفیضین محال ہے اگرچہ یہاں اجتماع متناقضین نہیں  
 کسواسلئے کہ اثبات و نفی یہاں جمع نہیں پڑے بلکہ آلات داد و ات اثبات و نفی کے اجتماع سے  
 صرف صورت اجتماع نفیضین کی سی ہو گئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہاں تک کہ خاص  
 خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہیں یعنی اداتہ اثبات و نفی یعنی با و نون ایک فعل پر بہت  
 کم جمع کیے جاتے ہیں مگر جب کبھی جمع ہوتے ہیں وہ با جو آلہ اثبات فعل ہے اس فعل معروض نفی  
 کا کا لجز بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اسکو واجب ہو جاتا ہے۔ اور کا لجز بننے میں اس  
 باے مثبتہ کو اداتہ نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض نفی قبل ان دونوں نفی و اثباتی حالت کے  
 اپنے درجہ اطلاق میں زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت  
 اسی مطلق کے پیرایہ میں استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجد شناس سے لے کر کوئی مسئلہ  
 یعنی علامت وجد شناس کا اسپر لانا ضروری اور واجب نہیں ہو کرتا ہاں فرد ناقص کے لئے  
 علامت و مہیز ضرور ہے چنانچہ اصول جبریہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ اثبات و نفی یعنی جمع و تفریق کے  
 لئے یہاں علامتین مقرر ہیں ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے  
 تقاطع جس سے چار قائے پیدا ہو جائیں جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لئے اور صرف  
 ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے - نفی یعنی تفریق کے لئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ  
 حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اسپر علامت اثبات نہیں لائی جاتی حروف معدود صرف  
 انکے اطلاق پر چھوڑ دیے جاتے ہیں جیسے ب - ح ، بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف  
 منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اسپر لانا ضرور اور واجب ہو جاتا ہے جیسے ب +  
 ح اور یہی حال واحد و جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیے ایو ج

رشیدی عکس ترتیب  
 کے قائل ہیں  
 ایک فن کی ادات  
 با و نون جمع ہوتا  
 ہے نفی کیونکہ مقدم ہوتا  
 ہے اسکی وجہ اول  
 حروف نفی نہیں  
 رہتا چنانچہ  
 سیدھے استعمال  
 میں اسکا  
 رہتا ہے

وجہ ثانی تقدیم  
 حرف نفی پر  
 حرف اثبات  
 چنانچہ  
 فعل کا نفی  
 بتا دینا

فرد کامل کے علامت  
 وجد شناس سے  
 لے کر کوئی مسئلہ  
 اصول جبریہ  
 پر مشتمل

واحد کو فرد کامل اور جمع کے فرد ناقص  
 ہونے پر عمل تفریق سے استنباط

مطلق صیغہ واحد پر وال ہو جاتا ہے اور جمع کے لئے علامت ند وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے دیکھیے  
 اصول جبریہ میں جب حروف معدودہ سے خالی ہوں واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے متجاوز  
 ہوں پھر تعین عدد اور انکا اظہار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسئلہ  $ب + ب + ب = ۳ ب$   
 ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اصل بہر کثرت ہے کیا معنی کہ  
 اسکے کسور سے کثرت داخلی اور افزائش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت  
 سے ملے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحاد ہوا  
 تو اداة مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجزو بخانے کا ہر طرح کا استحقاق ہے۔ اور اس سے یہ بات سمجھ جائیں  
 کہ اب میم نہیں پر (چونکہ وہ درحقیقت نون نفی اور باے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک باے زائدہ  
 لانا جائز نہیں کس واسطے کہ وہ میم نہیں ایک حرف جداگانہ اور نہیں ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ  
 امر نفی تو اب اس نظر اجمالی نے اسپر باے زائدہ کا لانا جائز کر دیا فرخی کا شعر ہے شعر آئین مدوہر  
 تو داری و تو دانی پ آئین مدوہر نگہدار و بگزار پ فوقی یزدی شعر بیازا ہد ترک سالوس کن پ  
 ریا را بنر بخیر مجوس کن پ در نہ کن آشنائی بس پ مفروش زہد ریائی بس پ مگر استعمال اس میم کا  
 جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جاتا ہو ورنہ وہی نون نافیہ با نام مخفی  
 متمم یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ محقق وانا بہار فرزانہ نے در صورت فصل بھی میم ہی کو تجویز فرمایا ہے مگر  
 اس میم کو نون نفی کی طرح مرکب بہ ہائے مخفی جو منظر حرکت و متمم کلمہ ہے مانا ہے اور ان اشعار کو سند  
 گردانا ہے حکیم سنائی شعر بر سر جو تو شد دین سن و دیتی من پ کہ تم شب پوش و قبا بادت و مہ  
 زین و فرس پ ناصر خسرو شعر بر راہ امام خود بھی ناز و پ اور امناس و تمہ اماش را پ خاقانی مصرع  
 جو صرع آیت با عقلی تمہ سر باد و تمہ دستارش پ میرے نزدیک وہی نہ ہے غالباً یہ تحریف خوانی  
 ہے البتہ کسی استاد اہل زبان کے ماوہ تاریخ میں یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ  
 شانہ اعلم بالصواب فعولن پر بجائے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی شعر  
 در انجائے کاندیشہ نا دید جائے پ در واز محمد قبول از خدائے پ خواجہ حافظ شعر ہرگز نہ شامل تو  
 سروے پ نارسہ زبستان شامی پ آوریہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مناسبت جواب بمطابق  
 جنسی مضارع غیر دعائیہ میں الف کو محض زائد بھی لے آتے ہیں جیسے لفظ باد نظامی کے اس شعر

واحد کے فرد کامل ہونے پر  
دوسری دلیل

ایک ہی صیغہ پر زائدہ لانا  
مفسرین کے نزدیک جائز ہے  
بلکہ زائدہ لانا جو  
سے جائز ہوا

اگر کسی اور سے فعل متصل  
واقع ہو پھر بھی ممکن ہے  
تایید باے میم لایا جائے گا

صاحب جہاں لوت  
در صورت فصل  
بھی میم ہی کو  
دین

افعال پر جائے نون نافیہ  
الفاظ کے ساتھ کر ہی آتا ہے

مضارع دعائیہ میں الف  
محض زائدہ لایا جائے گا

شعر متاع گرانمایہ کاسد مباد و اگر باد جزیب حاسد مباد و آوریہ دعائیہ صیفی بھی اور صیفون کی طرح  
غائب حاضر تکلم کے ساتھ گردانے جاتے ہیں غائب جیسے عرفی کا شعر ہے شعر زورہ تو گویا آسمان  
تا شعر کہ دور شمت این رفت و دور آن آمد نظامی شعر نشست تو برگاہ فرخندہ باد و سران چہاں  
پیش تو بندہ باد و اور حاضر جیسے نظامی شعر جزین نیز نیم تراش خصال کہ بادی برومند از وہ سال  
فردوسی شعر جو خواہی کہ تلج تو یاند بجائے مبادی جز آہستہ و پاک راسے و اور شکم جیسے حسان عجم  
خلاق معانی خاقانی شعر میں فرماتے ہیں شعر بینام لباس کار و بارت پمعلم بطراز چاریار  
رایات تراخل بینام آیات ترا بدل مبینام کبھی یہ یا سے خطاب بضرورت حذف کیجاتی ہے  
نظامی خردنامہ میں فرماتے ہیں شعر بہر جا کہ باشی تنومند باد سپندے بر آتش قلں بادادہ اور  
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے صرف مضارع بغیر زیادتی الف بمعنی وعا استعمال ہے عرفی کا شعر کہ  
شعر پیکر ختم ترا خاک بر دوسر بہ نشیب دشمن جاہ ترا دار کند سر بفرار کبھی اس لفظ باد میں جو  
مخفف بود ہے الف دعائیہ کے حذف سے تخفیف در تخفیف کیجاتی ہے فردوسی شعر بریدہ  
زبانست بہ شمشیر بدست سوخته ز آتش ہیر بدے اس زبان تو بشمشیر بریدہ باد و لہ بدو گفت شاہ  
النوشہ بدی و ترا بر زمین فرہ ایزدی و لہ بدو گفت گور ز آتش بدی و زیدار تو دور چشم بدی  
مگر فصاحتے متاخرین نے بالتباس قبیح استعمال نہیں کیا۔ اور کبھی دال اخیر کو حذف کر دیتے ہیں۔  
فردوسی شعر کہ خرم بواہین و مان تو و گیتی پر گندہ فرمان تو و اسے خرم بود۔ مولوی معنوی شعر  
حال اینست در فقر و عنا و پیچ مہانے مہا غرور ماہ اسے مباد۔ اور کبھی بحکم ضرورت وقت قیام نہ  
صیفہ دعائیہ کامل حذف کیا جاتا ہے جیسے چشم بد دور نظامی شعر نشستہ جہاں جوے با بخردان  
از ان دلہ و چشم بدان اسے دور باد۔ ولہ سر سبز ش از شاوی افراختہ و سر خیم و پایش انداختہ  
اسے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح ہو کہ باد بود کا مخفف ہے چنانچہ کبھی بغیر حذف حرف اصلی استعمال  
ہو جاتا ہے فردوسی شعر دی و اور فروت نجستہ بود و در ہریدی بر تو بستہ بود اگرچہ حقیقت میں  
لفظ باد بود کا مخفف ہے اور بود بود کا فرید علیہ مگر قطع نظر ان تحقیقات سے جمیع لفظ گزشتہ  
وغیرہ اداء استناد وغیرہ بنائے گئے ہیں یہ لفظ باد بھی ادات دعا و کلمہ دعائیا لیا گیا ہے مد نظر  
ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ باد میں دال اخیر علامت مضارع واحد غائب کی ہے پھر اس پر

دعائیہ صیفی غائب  
حاضر تکلم  
بین  
نظامی شعر نشست تو برگاہ فرخندہ باد و سران چہاں  
پیش تو بندہ باد و اور حاضر جیسے نظامی شعر جزین نیز نیم تراش خصال کہ بادی برومند از وہ سال  
فردوسی شعر جو خواہی کہ تلج تو یاند بجائے مبادی جز آہستہ و پاک راسے و اور شکم جیسے حسان عجم  
خلاق معانی خاقانی شعر میں فرماتے ہیں شعر بینام لباس کار و بارت پمعلم بطراز چاریار  
رایات تراخل بینام آیات ترا بدل مبینام کبھی یہ یا سے خطاب بضرورت حذف کیجاتی ہے  
نظامی خردنامہ میں فرماتے ہیں شعر بہر جا کہ باشی تنومند باد سپندے بر آتش قلں بادادہ اور  
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے صرف مضارع بغیر زیادتی الف بمعنی وعا استعمال ہے عرفی کا شعر کہ  
شعر پیکر ختم ترا خاک بر دوسر بہ نشیب دشمن جاہ ترا دار کند سر بفرار کبھی اس لفظ باد میں جو  
مخفف بود ہے الف دعائیہ کے حذف سے تخفیف در تخفیف کیجاتی ہے فردوسی شعر بریدہ  
زبانست بہ شمشیر بدست سوخته ز آتش ہیر بدے اس زبان تو بشمشیر بریدہ باد و لہ بدو گفت شاہ  
النوشہ بدی و ترا بر زمین فرہ ایزدی و لہ بدو گفت گور ز آتش بدی و زیدار تو دور چشم بدی  
مگر فصاحتے متاخرین نے بالتباس قبیح استعمال نہیں کیا۔ اور کبھی دال اخیر کو حذف کر دیتے ہیں۔  
فردوسی شعر کہ خرم بواہین و مان تو و گیتی پر گندہ فرمان تو و اسے خرم بود۔ مولوی معنوی شعر  
حال اینست در فقر و عنا و پیچ مہانے مہا غرور ماہ اسے مباد۔ اور کبھی بحکم ضرورت وقت قیام نہ  
صیفہ دعائیہ کامل حذف کیا جاتا ہے جیسے چشم بد دور نظامی شعر نشستہ جہاں جوے با بخردان  
از ان دلہ و چشم بدان اسے دور باد۔ ولہ سر سبز ش از شاوی افراختہ و سر خیم و پایش انداختہ  
اسے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح ہو کہ باد بود کا مخفف ہے چنانچہ کبھی بغیر حذف حرف اصلی استعمال  
ہو جاتا ہے فردوسی شعر دی و اور فروت نجستہ بود و در ہریدی بر تو بستہ بود اگرچہ حقیقت میں  
لفظ باد بود کا مخفف ہے اور بود بود کا فرید علیہ مگر قطع نظر ان تحقیقات سے جمیع لفظ گزشتہ  
وغیرہ اداء استناد وغیرہ بنائے گئے ہیں یہ لفظ باد بھی ادات دعا و کلمہ دعائیا لیا گیا ہے مد نظر  
ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ باد میں دال اخیر علامت مضارع واحد غائب کی ہے پھر اس پر





مفعول ہے اور یہی حال توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ انکے جز ثانی کی مصدریت ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدی شاعر و خواہند بودن بمشتر فریق + ندائم کد امان دہندم طریق + خون شاعر گند لیب خامہ ات ترک نوا گوید حزین + گلشن بمرغان چمن بیت الحزن خواہد شدن + توان اور تواند جیسے سعدی یہ کاشعر ہے شعر نہ ہر جام مرکب توان تاختن + کہ جاما سپر باید آنداختن + حزین شاعر تو بجز از قصوری ادر اک خودی + موجود نہان نمی تواند بودن + واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور آنکے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کردین توانائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل میں اسی خواہد مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد خواہی کرد خواہم کرد۔ اس طرح باید و شاید دست و بود و باشد کو مع آنکے اسم و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیرہ نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جدے جدے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ این صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را ب عبارت خواہد کرد تعبیر توان نمود پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب شب قدر وقت وقت دعاست + یافت خواہی ہر آنچہ خواہی خواست + اسے بیابی ہر چہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم میں خواہد کو جو خود مضارع خواستن کا ہی لے آنا مستلزم وہ ہے پھر تفہیم اسکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور وہی استقبالیہ کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خوشی گم ست کرار ہیری کند + میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ انکے جز ثانی کی مصدریت ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدی شاعر و خواہند بودن بمشتر فریق + ندائم کد امان دہندم طریق + خون شاعر گند لیب خامہ ات ترک نوا گوید حزین + گلشن بمرغان چمن بیت الحزن خواہد شدن + توان اور تواند جیسے سعدی یہ کاشعر ہے شعر نہ ہر جام مرکب توان تاختن + کہ جاما سپر باید آنداختن + حزین شاعر تو بجز از قصوری ادر اک خودی + موجود نہان نمی تواند بودن + واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور آنکے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کردین توانائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل میں اسی خواہد مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد خواہی کرد خواہم کرد۔ اس طرح باید و شاید دست و بود و باشد کو مع آنکے اسم و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیرہ نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جدے جدے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ این صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را ب عبارت خواہد کرد تعبیر توان نمود پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب شب قدر وقت وقت دعاست + یافت خواہی ہر آنچہ خواہی خواست + اسے بیابی ہر چہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم میں خواہد کو جو خود مضارع خواستن کا ہی لے آنا مستلزم وہ ہے پھر تفہیم اسکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور وہی استقبالیہ کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خوشی گم ست کرار ہیری کند + میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

اس کا جواب

و ابہام بہاری تفہیم میں حرج انداز نہ ہوگا کس واسطے کہ خواہد خواستن سے (جو معنی ارادہ کرنے کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی استقبال ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو آپسکے بعد مذکور ہوگا انکا وقوع بعد اس ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ ماضی و حال و مستقبل زمانے کے ٹکڑے اور حصے ہیں اور کیا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم ہے وہ زمانی ہی ہو تو عرض کرتا ہوں کہ تقدم ارادہ کی تمیم جو ذاتی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضمر نہیں کیا معنی کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقوں سے غافل ہیں اس وقت یہ شعر سعدی کا بلا تکلف تاویل درست ہو جاتا ہے شعر خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راہ اُس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہنچا نہیں چاہتا معہذا ماضی و حال و مستقبل از قسم مفرد ہیں کہ نوع کلمہ سے ہیں اور یہ است و بود و باشد و باید و شاید و توانست و تواند و خواست و خواهد وغیرہ کی ترکیب سے جل فعلیہ بنتے ہیں جو نوع کلام سے ہیں اس واسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہیں وہ خود فعل ہیں اگر وہ لازم ہیں تو بعد انکے صورت ماضی میں جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے ہائست کرد و باید کرد و شائست کرد و شاید کرد۔ اگر متعدی ہیں تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد و تواند کرد و خواست کرد و خواهد کرد۔ چونکہ یہ کرد مثلاً بلا تاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کاف مصدریہ نہیں لاتے مگر جب یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہیں متعل ہوتا تو اس پر کاف مصدریہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدی کا شعر ہے شعر جو خواہد کہ ویران کند حالے نہد ملک در پنجہ ظالمے یعنی اگر خداوند جل و علا عالم را ویران کردن خواہد ملک را در پنجہ ظالم می نہد یہاں بھی کند تاویل میں مفرد یعنی مصدر کے ہو کر خواہد کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر خواہد کے آنے سے مستقل فعل مستقبل نہیں کہا جاتا اس طرح ترکیب غیر مضارع کو بھی سمجھنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اس طرح است و بود و باشد کس واسطے کہ یہ افعال ناقصہ ہیں اور افعال ناقصہ اسم و خبر کو چاہتے ہیں تو انکے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور وہ کلمہ جو انکے قابل مذکور ہے وہ انکی خبر جیسے کردہ است و کردہ بود و کردہ باشد بخلاف می او بھی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال کی علامتیں ہیں اپنی استقلالی اور افرادی حالت میں اُن سے کوئی معنی مفہوم نہیں ہوتے

تو سرانجام استقبال زمانی کی ایک قسم تقدم کیلئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔ اسکا جواب

است و بود و باشد و شاید و باید و تواند و خواہد کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے

یہی خواہد مضارع ہوتا ہے اور مضارع تاویل میں مصدر ہوگا اسکا مفعول بہ ہوگا تاویل کی ایک قسم مستقبل نہیں کہتا ہے بلکہ یہاں تک کہ اس کا مفعول بہ ہوگا تاویل کی ایک قسم مستقبل نہیں کہتا ہے بلکہ یہاں تک کہ اس کا مفعول بہ ہوگا تاویل کی ایک قسم مستقبل نہیں کہتا ہے

فی ادھی علامت کیسے بن سکتے ہیں

تو انکی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے منکر نوع کلام میں داخل نہ ہوگا۔ کبھی اس ترکیب میں فصل واقع ہوتا ہے سعدیؒ کا شعر ہے شعر دران ساعت کہ خواہند این و آن مرد و خواہند از جهان میش از کفن بردہ۔ کبھی یہ ترکیب معکوس ہو جاتی ہے نظامیؒ کا شعر ندانم کہ پرورد خواہ تراہ کد امی دودہ خورد و خواہ تراہ ولہ درین باغ رنگین چو کبک و تدرود نہ گل در چمن ماند و خواہند سرور اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسیؒ فرماتے ہیں ع بدل سوزگی جان بھی رفت خواست + اے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور خواست رفت کو ایک صیغہ نہیں کہتے خواہ کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم صیغہ مضارع مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لئے بجائے صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے مثلاً شکلم کو جب حکایت حال ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع مثبت میں حال ماضی بیان کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اس طرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے اور آئندہ بھی کر سکتا ہے سعدیؒ کا شعر گلستان کند آتش بر خلیل پڑ گرو ہے بآتش برد زاب نیل پڑ چنانچہ یہ سب قصے ہو چکے ہیں۔ اگر اس مضمون کا انکار منظور ہو صیغہ مضارع منفی میں ادا کیا جاتا ہے یعنی یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی میں ہوا نہ اب نہ آئندہ کبھی ہو سکے سعدیؒ کا شعر کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز پڑ برب آب شور گرد آئند چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدیؒ کے اس شعر سے واضح ہے شعر در اقبال تائید بویگر سعدیؒ کہ مادر نر اید چنوقبل وبعد پڑ یعنی چون اون ترا د کی جگہ نر اید مستعمل ہے لفظ قبل وبعد کا اسی نکتہ کے اظہار اور تاکید کے لئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یا و مجہول کبھی حسن کلام کے لئے محض زائد آتا ہے کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لئے جسطرح ماضی میں فردوسیؒ کا شعر ہے شعر <sup>اول</sup> <sup>۳۳</sup> کہ گوئی <sup>۳۴</sup> ہی آنچنان باید پڑ اگر نیستی مہر نر اید پڑ ولہ اگر نہ پڑے پند آموزگار پڑ بر آردے <sup>۳۵</sup> من ز جانت دمار پڑ ولہ جہاندار گردا گردا پڑے پڑ ز فرمان ادر کے گزر باشدے ولہ اگر جویدے ہمنہ روش منم پڑ تن و نام اوزیر پاپے افگم پڑ مولوی معنویؒ کا شعر گر نیند و واقفان امر کن پڑ در جہان رد گشتہ بودی این سخن پڑ وانی میں کسی اہل زبان کا شعر ہے شعر روزی بود کہ عشق تو بے آیدے پڑ یا آن دولت بہر من بگر آیدے پڑ اور جیسے ماضی میں الف زائد لایا

فصل ہی آتی ہوتا ہے ترکیب میں  
اور یہ ترکیب کو  
بھی ہوجاتی ہے  
کی ترکیب میں  
نقارہ ہونے کی  
کا ہوتا ہے

صیغہ مضارع کا  
بجائے ماضی  
استعمال کسی نکتہ  
کی غرض کی ہوتا ہے

مضارع میں یا مجہول زائد استمرار اور  
تمنا اور شرط کے لئے لائی جاتی ہے

صیغہ مضارع  
بجائے ماضی کے  
کبھی استعمال  
ہوتا ہے

کبھی کبھی مضارع  
میں ہی الف  
زائد لایا جاتا ہے

جاتا ہے جیسے گفتا مضارع میں بھی لاتے ہیں فردوسی کا شعر ہے <sup>۲۶۳</sup>شعر گرایز و بین بر  
 بہنشا پیرا پتن رزم جویم نفر ساید <sup>۲۶۴</sup>اولہ پرزادہ یاسا و خشیاب کہ دل را بہرت ہی خشیاب  
<sup>۲۶۵</sup>ولہ من اکنون زہر سو فراوان سوار پد فرستم ہمہ درخور کارزار پد زبیرن مگر آگہی یا با پدین  
 کار ہشیار بشتا باہ اور اسطرح صیغہ امر پر بھی الف زائد لے آتے ہیں فردوسی کا شعر ہے <sup>۲۶۶</sup>شعر  
 خرومند شاہی دین کہتراہ تو خود چشم و دل باز کن بنگراہ اور مضارع کے اخیر میں ضمائر مرفوعہ  
 متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا ہوتے ہیں جیسے جدول مزیلہ سے واضح ہے

### جدول تصریف مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد مکمل	جمع مکمل
گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوئیم

### جدول تصریف حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد مکمل	جمع مکمل
می گوید	می گویند	می گوئی	می گوئید	می گویم	می گوئیم

یہ بھی سن لیجئے کہ فارسی میں مصدر سے امر کے اشتقاق کر نیکاطریقہ نہایت پریشان قانون کلی  
 کے احاطہ میں قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ میں داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور  
 میں اول سے کابل سست طبیعت ضعیف القلب خلق ہوا ہوں اسپران پریشانیوں اور آلام کا تمام  
 بس اس سے میر اول و دماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر نلال سے ہم سب بالکل  
 نے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ غنایات وہ وہ ناز برداریاں کیں کہ سب  
 غم بھلا دیئے گویا ہمارے لئے رہنمائی قسمت نے صحرا سے نئے آب و علف سے ایک دو حہ پر ثمر اور  
 شجر بار ورتک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ ایسے ہوا دار روح افزا سایہ میں اُسکے ترہیوے  
 اور تازہ رطب کھاتے آسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ اچان چکھٹا دھت کی تند باد اور مرگ  
 مفاجات کے جھکڑ نے اُسکو جڑ سے اکھاڑ پھینکا انا اللہ وانا الیہ راجعون جوش غم میں یہ  
 چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے۔

چو آن سایہ از فرق من شد جدا	نذا نم بسر زندہ ام یا بہا
-----------------------------	---------------------------

صیغہ حاضر  
 پر بھی الف زائد  
 لایا جاتا ہے

۱۱ ہمارے ندامت پسند ہر زندہ ام یا بہا  
 ۱۲ ہمارے ندامت پسند ہر زندہ ام یا بہا

[illegible]

خباب مرزا غالب  
 مضاع کو اصل ام  
 وغیر کے متعلق  
 کیلئے قرار دیتے ہیں

یہ ام کے لیے مضاع  
 اصل ہے مضاع  
 کے لیے اصل ام  
 اس انکار کی وجہ



ہاں ایک اور بات یہاں کہہ سکتے ہیں مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملہ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ وال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقا علامت مضارع نہ کہیں اور ہے بھی یوں ہی کیا معنی کہ اگر یہ علامت تھی تو لمحق ضمائر کے وقت کس لئے ثابت نہ رہی پھر تو یہ علامت علامت نہ ہوئی یعنی لازم نہ ہوئی عرض مفارق ہو گئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ وال ساکن ماقبل مفتوح یا ہی حاضر و مہم شکلم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارز ہی یعنی مطلق مضارع جو لا بشرط شے کے درجہ میں ہے وہ یہی امر حاضر مستعملہ کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج بین وجود نہیں رکھتا کسی نہ کسی فرد میں غائب ہو یا حاضر یا شکلم اُسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغہ امر حاضر مستعمل مشہور اور مطلق مضارع میں اتنا فرق ہے کہ امر حاضر بن ضمیر خطاب یا ہی معروف مخدوف منومی ہے یعنی وہ یا خطاب یا اگرچہ مفلوظ نہیں مگر نیت اور لحاظ میں اُسکا اعتبار ضرور ہے کس واسطے کہ وہ مرخم ہو بخلاف مطلق مضارع کے کہ وہاں ان میں سے کسی شے کا اعتبار نہیں چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق مضارع کی زمی میں آتا ہے جیسے شعر دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو الخ جیسے پہلے مذکور ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو ان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداء مخدوف الفاعل مستعمل ہوتا ہے اسبوجہ سے اُسکا حصول تو اتند سے (جو صیغہ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا اس تحصیل و تخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت کہ کوئی نقصان نہیں پہونچتا کسواسطے کہ افراد و جمع اسی طرح غیبت و حضور و تکلم اسی مطلق پر انکی خاص خاص علامات کے داخل کر نیسے حاصل ہوتی ہیں اگر اب اُن علامات کو اُس پر سے اٹھا دیوں پھر وہی اطلاقی حالت باقی رہ جائیگی اسبوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اُسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو وہ غائب کے موضع میں مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی کا شعر ہے شعر تو ان در بلاغت سبحان رسیدہ نہ در کنہ بیچون سبحان رسیدہ کبھی حاضر کے جیسے ولہ میر تابری ہی اسی حسود کا میں رنجیست ہذا کلاز او جز بمرگ نتوان رست کبھی شکلم کے جیسے ولہ چہ کنم باکہ تو ان گفت کہ او ہذا در کنار من و من مجرم سپ طرح انکی جمع۔ حافظہ کا شعر ہے شعر این حال عجب باکہ تو ان گفت کہ ماہ بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم غرض صیغہ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر چہ صیغہ نکرے ساتھ اسکا تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغہ جمع غائب اور یہ تو ان بمنزلہ صیغہ مجهول یعنی مخدوف الفاعل

اور مضارع کے لئے  
اصل کو کسی چیز کے  
وال ساکن  
بجائے منقطع علامت  
مضارع مطلق  
ہو نہیں سکتی

صیغہ امر حاضر مستعملہ  
مطلق مضارع کا الیہ

باعتبار اس تحقیق کے تو ان کو  
مطلق مضارع کہہ سکتے ہیں

تو ان کو تو انہ سے کہیں  
کہیں اسی اطلاقی  
حیثیت میں نقصان  
نہیں واقع ہوتا

چونکہ تو ان مطلق ہے  
اسکی افراد غائب حاضر  
مستعمل کے موضع میں  
برابر مستعمل ہوتا ہے

تو ان کو صیغہ جمع غائب  
توان کہے ہیں نہ بایہ

مستعمل ہوتے ہیں اگرچہ تاہم ان ہر دو کے استعمال میں جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سیال سے فاعل کا حذف و ذکر و نون امر جائز ہیں حذف جیسے نظامی در شاعر سر سر و سر اہر و و تاج و تخت و نچند آنکہ آنرا توانہ سخت و فاعل کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخففہ توان میں حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لئے اس قدر مناسبیت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت میں رکھنے میں (باوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا اسکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لئے جب مستحق ہوگئی تو مخاطب یا متکلم کے لئے بھی بالضرورت وہ اثبات یا نفی مستحق ہو جائیگی تو اب جزیمہ گ نتوان رست اور نتوانی رست اور باکہ نتوان گفت کہ اولیٰ اور باکہ نتوانم گفت کہ والیٰ کا ایک مفاد ہوگا اسو کہ جب کوئی بھی چھوٹ نہیں سکتا کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس متکلم کا کہنا بھی ناممکن ہوگا اسواسطے کہ یہ دونوں اسی کوئی کے افراد میں سے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ نتوان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے کبھی مذکور محذوف جیسے ان مثالوں میں ابو طالب کلیم شاعر کا اقبال ثانی صاحب قرآن و شکارے چنین صید وحشی نتوان + اسی نتوان کرد۔ ظہوری شاعر مرگ یا وصال سخن خم میکم و زین بیش بافراق مدارا نمی نتوان + اسی نمی نتوان کرد اگر مذکور ہو یا تو یہ مقدم ہوگا یا موخر پھر یہ دو حال سے خالی نہیں یا حاصل بالمصدر یعنی مفرد بلا تاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے نتوان کرد و نتوان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظہ کا شعر ہے شعر تا بود کہ دست در کمر او نتوان زدن + در خون دل شمشیر چو یاقوت احمدیم + اور جملہ جیسے سعدی رح فرماتے ہیں مصرعہ توانم آنکہ نیازم اندرون کسے + لے نیازا ردن دل کسے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازم اندرون کسے بوجہ کاف مصدر یہ تاویل میں مصدر یعنی مفرد کے ہو کر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کاف مصدری کا حذف اور نتوان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونوں حذف جمع پڑ جاتے ہیں جیسے نتوان برخیزم بجائے توانم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر میں شعر زاہد از پائے خم بادہ چسان برخیزم + من نیفتادہ ام انسان کہ نتوان برخیزم + کمال اسمعیل مصرعہ آن قدر بارہ بدل نہ کہ نتوان برخیزم + اسکا حاصل توانم برخاست پڑ جائے تہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب +

ط  
جیسے نیک و ظلم کار  
قائم کرد

توان کو مطلق ترکیبی  
اس کو غیر متکلم  
تکلم کو غیر متکلم  
لیکھا جاتا ہے

توان کا مفعول  
کبھی محذوف ہوتا ہے

توان کا مفعول  
توان کرنا نہیں  
حال میں نہیں

توان کا مفعول  
کبھی مفرد ہوتا ہے

کبھی جملہ مصدر  
بجائے ہوتا ہے

کبھی اس جملہ پر  
کاف مصدری  
حذف کیا جاتا ہے

خیر مضارع ہو یا امر حاضر جسکو جی چاہے اصل قرار دیجے غرض مصدر سے اُس اصل کا اشتقاق گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اس واسطے کہ علامت مصدر کے ماقبل گیارہ حرفون میں سے کسی نہ کسی ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہیں۔ ا۔ خ۔ ز۔ س۔ ش۔ ث۔ م۔ ن۔ و۔ می جن کے مجموعہ کو ان جملوں پر ترکیب دے سکتے ہیں میزان خوش فرس و می از سخن فردا و از سخنم شرف دے و شرفم از سخن وے و فراز سخن شویم و سخن شانی و وزم و شرف آموزی سخن و از سفر خوش نیم و ازین سفر خوشم و ز سفر خوش مانی و ناز فرخ سیم و ش و خوش ازین فرسم و خوف شرف نازیم و از سر خفیم شنو و سیف را خوش مرزن و سیف مرا خوش زن و خون ریز سام فش و زمی فنا سر خوشم اور اسید طرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ مصدر سے اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی صورت پاتا ہے تو یہاں اُس اشتقاق کی بحث میں وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا۔

## باب الالف

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط۔ اثبات یعنی بعد حذف علامت مصدر جو بنائے امر کے لئے ایک ضروری امر ہے اُس صیغہ کو جس ہیأت میں ہو اُسی ہیأت و صورت پر ثابت رکھنے اور اُس میں کسی نوع کا تصرف نہ کرنے کو ہم اثبات کہتے ہیں۔ جیسے کشادن سے کشا و کشائی۔ زادن سے زاونامی۔ جانا چاہیے کہ جو کلمات کہ الف اور واو مدہ پر ختم ہوتے ہیں بوقت ترکیب اُن پر تحمل حرکت کے لئے یاے زائد ضرور لائی جاتی ہے اور اور بعد انحال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہیں سمجھا جاتا پس یہاں بھی یا کے ساتھ اور بغیر یا دونوں طرح استعمال جائز ہے اول جیسے شعر بکشا می تیر فرکان و بریز خون حافظ کہ چنان کشدہ را کشد کس انتقامی ثانی یعنی بغیر یا طالب آملی شعر بکشا مین فتنہ بانگیز غمزہ و در تاز رخس ناز سے و شبیز غمزہ و اور جب انکے اخیر میں ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہیں تو صرف تحمل حرکت کے لئے اس یا کا دخل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم و کشاندہ مگر چونکہ اس یا کا وجود اس اشتقاق میں ضروری نہیں ہے اصل قاعدہ کے زیادات میں اسکو شمار نہیں کیا۔ دوسرا تبدیل یعنی بعد حذف علامت مصدر اُس الف کو ہا و ہوز سے بدل دینا جیسے واون سے وہ

باب الالف  
قاعدہ اثبات الف  
بعد حذف علامت مصدر

جس امر کا بغیر الف  
اسکے بعد یا و زائد  
بھی لانا جائز ہے

مثلاً بکشا مین  
کین کشادن اسے  
کین تافضین  
مسکین  
نظر از ناز و غمزہ  
کہ شہوت را بر انگیزد  
ہمزہ

قاعدہ تبدیل

الف کا بار ہونے سے بدلنا غیر منکر بلکہ دستور مستمر ہے اور فتح وال کو کسرو سے بدلنا اسی قانون کی پابندی ہے جو فارسی میں اکثر ماقبل ہا و ظاہر کا کسور رکھا جاتا ہے مع ہذا رفع التباس وہ حدی سے ہو جائے۔ بعض وقت اس ہا و بدلہ کے قبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے زہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زہیدن کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت میں گزر چکی۔ متقدمین کے کلام میں خاص اس دادن کے اشتقاق میں بجائے ہا وے ہونے کے ہا وے تحتانی بھی لائی گئی ہے۔ رودکی کا شعر ہے شعر آنچہ از رخ یافتیش بدل ہا و باسانی از گدازد مدیش ہا وے مدہ اورا اور یہاں ان مصادر کے معانی سے بحث نہیں کیجا سکی انشاء اللہ تعالیٰ اگر زمانہ مساعدت کرے اسکے دوسرے حصہ میں جو ان معانی اور صلات کے لئے مختص ہوگا عجیب و غریب نکات معانی اس میں بیان ہونگے۔ تیسرا اسقاط یعنی بعد حذف علامت مصدر لقیہ صیغہ میں سے اور بھی کم کر دینے کو اسقاط کہتے ہیں جیسے استادن سے است اگر مصدر مشع ہے امر بھی مشع ہوگا جیسے ایستادن سے ایست۔ سعدی م شعر ہمرہ اگر شتاب کند در سفر بالیت ہا وے دل در کے بند کہ دل بستہ تو نیست ہا وے کبھی اس مصدر میں قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشادن و زادن کے الف کی طرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے شعر اسپ چہ طاقت تو دارد زین برگہ نہ ہا وے تخت چہ درخورد تو باشد بر چرخ استاے ہا وے اور اس کے پہلے کا الف جو صدر کلمہ ہے گرا دینا بھی جائز ہے مشع میں جیسے مولوی معنوی م کا شعر ہے شعر مادر تن در گہ ملولان نیستیم ہا وے تاز بعد راہ ہر جا بیستیم ہا وے اور غیر مشع میں جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نہ بدزان ترک تاز ہمچو بادش ہا وے بجز از حد ترکستان ستادش ہا وے اقامتش ولہ ساتی بر خیز و یار بنشین ہا وے کاین شستہ و آن ستادہ باید ہا وے اور ایک مصدر اسی صورت کا یعنی مرادف گرفتن بھی آتا ہے مگر ماہ الامتیاز معنوی ان دونوں میں یہی ہے کہ جو معنی توقف و اقامت ہے وہ ایستادن و استادن کا مخفف ہے اور جو معنی گرفتن ہے وہ کسی کا مخفف نہیں اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول میں بعد حذف الف اس کا کسور نقل کر کے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی مضموم بضمہ اصلی رہا کرتا ہے نظامی م کا شعر ہے شعر کہ نختہ خبر دارد و زادن ہا وے نہ آنکس کو پذیرفت از استادن ہا وے شاہ داعی شیرازی شعر ماسر بغیر حضرت تو در دنیا دریم ہا وے

وہ میں گمراہی کا

وہ کو بجائے پایا  
سعدی بھی کہتے ہیں

قاعدہ اسقاط الف

استادن کا ام  
ایک بھی آیا ہے

استادن اور استاد  
تیسے الف  
حذف کیا جاتا ہے

استادن بمعنی تیار  
اور بمعنی گرفتن  
میں ماہ الامتیاز

سلطان زبندہ تو نیار دستا و باج نہ مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف شدن ہی کا استعمال بحث مصدر میں اور اسکے مزید علیہ ستادن ہی کا بحث مضارع میں اکثر ہے اور شدن میں تا قرشت مضموم نہیں بلکہ بعد حذف الف اسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے  
 شعر درین بارگہ بے گواہ و سندیہ بود گرم بازار داد و ستد بہ آب صاحب و ریش کاویانی جناب غالب دہلوی کے اس اعتراض کو بجز اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہیں فرمائی ہے صاحب برہان پر صرف پنا غصہ اتارا ہے جہاں فرمایا ہے "ستادن کجا و معنی گرفتن کجا سخن اینست کہ ایستادن و استادن ستادن یعنی قیام آمدہ است الخ" دوسری جگہ فرماتے ہیں "ستاد و مخفف ستاند نحو اہد گفت مگر کور سواد و ستادن شدن را سیکہ نخواہ دانست مگر کور مادر زاد اگر ستد کو مخفف ستاد کا نہ کہیں بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف و حذف مصدر مانیں جس طرح وہی فرماتے ہیں "اماستدن مصدر لیت دیگر بسین مضموم و تا مضموم و معنی با گرفتن مراد و مضارع ستاند و امر آن ستان" الخ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطہ اشتقاق گیارہ باب پر نہ تھمیکا بلکہ ایک اور باب بارہواں تاے قرشت کا زیادہ کرنا ہو گا یہ خلاف را کہ جمہور و استقرار ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا نصواب اور استادن کا مصدر مضارع استانیدن بھی مستقل ہے مولوی معنوی رح شعر مرکب استانید و پس آواز دادہ آن سلام و آن امانت باز دادہ اسی طرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دوسرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال اس مخدوف الحرفین کا مشیع میں اکثر ہے جیسے فریس فریذہ بحث مصدر اس مشیع کی مستقل نہیں اور بحث مضارع مشیع اگر چہ عمل ہے مگر غیر مشیع ہی فصیح مانی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا نصواب

## باب النحۃ

اس باب میں صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن تبدیل کبھی زامی مجملہ سے جیسے آموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگاروں کا یہ قول ہے کہ آموختن لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اسکو بتلایا ہے جس کا ترجمہ ہندی میں سیکنا ہے اور متعدی جبکا ترجمہ سکھانا اسی طرح مرزا غالب دہلوی پنج آہنگ میں فرماتے ہیں "آموختن ہم لازمی ہم متعدی است الخ یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

یہ کہون نہیں  
 کا مخفف شدن کو  
 اسکا مزید علیہ ستادن  
 کا بیان

ستادن یعنی گرفتن  
 پر مرزا غالب کا  
 اعتراض کیسا ہے

استادن کا مصدر مضارع  
 استانیدن آتا ہے

فرستادن کی بحث مضارع  
 حذف تا و زیادتی  
 یا کے ساتھ فریس کو  
 مستقل ہے مگر  
 فصیح نہیں ہے  
 باب النحۃ

آموختن کو چہ معنی  
 سیکھنا ہے لازم  
 قرار دینا ناصواب ہے



جیسے خوردن یعنی کھانا کسی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکھنا بھی کسی نہ کسی علم و ہنر کا ہوتا ہے  
خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا  
ان معنی اول کو نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہیں مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان موضع  
میں جہاں کہیں لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ  
کردن بسیط کو (جیسے فردی رہ کا شعر ہے شعر پہر وزین و زمان کردہ است) گم و بیش گیتی بر آوردہ است  
اے پہر وزین و زمان ساختہ است) نسبت کردن مؤلف کے جیسے حضرت خسرو کے اس شعر میں شعر  
دیدہ کج راز مرہ دام کن: دیدہ ز صاحب نظران وام کن: کسی نے لازم نہ کہا۔ لیکن ہر ارجحاً لہ تحقیق  
مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی  
خوگرفتن یعنی عادی ہونے کے بتلائے ہیں جہاں فرمایا ہے ”آموختن معروف و این گاہے متعدی  
آید و گاہے لازم اول مشہور است دوم آنجا کہ حرف بار مفعول آید چنانکہ راقم گوید شعر و لعل بار و چو موج  
ہمہ تن آغوش است: جو سر تم بسکہ بخیازہ کشیدن آموخت: ہر تماشائے تو ترسم کہ نظر نگشاید: دیدہ  
نئے روئے تو از لب بہ ندیدن آموخت: میری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان  
اشعار میں لفظ آموخت اپنے مشہور معنوں میں مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول میں ضمیر متکلم منصوب  
جو سر تم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے  
بواسطہ باد تعدیہ جو بخیازہ میں ہے متعدی بدو مفعول بنا دیا گیا یعنی حسرت مرا بخیازہ کشیدن  
آموخت۔ اسی طرح شعر ثانی میں نظر مقدم مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ بائے تعدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ  
کہنے روئے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ انتساب کلام اساتذہ میں  
موجود ہے چنانچہ پاک بین دور بین کے ساتھ اسکو مصنف کرتے ہیں صائب کا شعر ہے شعر  
دروادی کہ رو بقفا میر و ندظن: و در قعر چاہم از نظر دور بین خویش: خصوصاً دوسرے شعر میں  
اکثر نسخوں میں بجائے باد تعدیہ زامی ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی، بحالہ اپنے ایک مفعول  
بر قاف ہوگا اور وہ مفعول بھی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدہ کہ در فراق رو  
تو ندیدن آموختہ است۔ ترسم کہ تماشائے تو نظر نگشاید۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہوا  
بخیازہ اسکا متعلق۔ اور اس قسم کا تعدیہ جواب بواسطہ روا الچا ہو کلام طرہ میں کثیر الوقوع ہے

مثال کردن بسیط

مثال کردن متعدی

جناب آرزو

آموختن کو لازم کہ

ہر مفعول کی را

مثال

اکثر نسخوں میں

بجائے باد تعدیہ

زامی ثانیہ

اسوقت یہ آموخت

ثانی، بحالہ اپنے

ایک مفعول

بر قاف ہوگا

اور وہ مفعول

بھی محذوف

جسکا ندیدن

بیان پڑا ہوا

ہے یعنی دیدہ

کہ در فراق

رو تو ندیدن

آموختہ است



آختن اور آہنجن  
مقتضب بہن  
اسکا مضارع آزاد  
آہنجن کلام اسناد  
ہن اس کے ہن

آختن اور آہنجن مقتضب بہن انکا مضارع یا امر مستعمل نہیں مگر فصحا نے عجم نے آزاد اور آہنجن استعمال فرمایا ہے فردوسی <sup>۱۳۸</sup> شعر گہر آنکہ از فرزند ان بود و نیاز و بید دست و بد نشنود و اسکا مصدر مضارع آزدین بھی مستعمل ہے فردوسی <sup>۱۵۱</sup> شعر نیارید گر گین میلاد دست و بدان راہ رفتن میان را بست و اس میں یای تحتانی بوقت ترکیب بانون نافیہ الف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یا ختن بالیا سے بغیر ترکیب آختن کا سبیل ہو چنانچہ فردوسی کا شعر ہو شعر زمان تا زمان دست بر یافتی و سرکش ز مرگان بیند اختی و کمال آجیل شعر ہر فردو یابہ کہ او سوے بلندی یازد و زود برگردد و سر زبر شود و چو بخار و اسبطح آہنجن بھی مقتضب نہیں اسکا مضارع آہنجد باثبات خاں مجھ آتا ہے میر معری کا شعر ہے شعر چون بر زم اندر بر آہنجنی تو تیغی از نیام و چون بصید اندر تو از ترکش کشی تیر گزین و بستہ گرد و سر کشان را دست خصمان را دہن و خستہ گرد و آہوان را چشم و گوران را سترین و اسکا مصدر مضارع آہنجد بھی مستعمل ہے ابوالموید شعر چون بر آہنجدین تیغش بدید و در تن شیر زیان شد زہرہ آب و اسی سے ہر دم آہنجد بمعنی اڑو تاکہ بدم بسوے خود کشندہ است و دود آہنجد و دوش مطبخ و حمام وغیرہ و عالم آہنجد بادشاہ کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے۔ اور اسکا مخفف آہنجن تخفیف یا اور آہنجن بحد الف بھی مستعمل ہے فردوسی <sup>۱۳۹</sup> شعر ز آہنجن تیغہا از غلاف و کہ قاف را و ردل افتاد کاہنجد و ابوشکور شعر چنانچہ مرغ ہو اپرو بال برہنجد و تو بر خلالت بر پر مومی برہنجد و مگر چونکہ یہ تصریف استعمالات شاذہ سے ہے باب النہای میں قاعدہ اثبات کو نہیں بڑایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آہنجن اور آہنجن  
آہنجن سے  
مخفف بہن

## باب الراء

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادۃ۔ اول یعنی اثبات جیسے گستردن سے گستردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسی کا شعر ہے <sup>۱۴۰</sup> شعر در انداخت تیغ پرند آورش و ہمچو است از تن گسستن سرش و سر تیغ برگردن رخس خور و بہرید برگستوان نہر و جسکا حاصل معنی ٹکرانے اور لگنے کے قریب قریب ہو۔ اور چہی سن لیجیے کہ خوردن اور اسکی ہر دو بحیثین (بوجہ او معدولہ) لفتح خائے مجھے چاہیے اسکو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ناصواب ہے سعدی <sup>۱۴۱</sup> شعر مکن نماز بران ہیچس کہ ہیچ نکر و کہ عمر در سر تحصیل مال کرو و خورد و

باب الراء  
باب الراء  
خورن بمعنی لازم

اور کبھی جو اس مہلہ مضموم الماقبل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسیؒ شعر ترازین جهان  
 روز بر خورد نلست و نہ ہنگام تیمار و پیر مرد نلست و مولوی معنویؒ شعر ہر کہ تریاک خدائی را بخورد و  
 گر خورد زہرے مگویش کہ بمرد و زلالی شعر چنان ساغر کہ در خون غوطہا خورد و بہ تحفہ پیش شاہ غزنویؒ  
 ولہ تعریف عصامین لکھتے ہیں شعر زرنگ زندہ اش فیروزہ مردہ و رگ کان ز مردیش خورد  
 اُس سے دھوکا نہ کھائیں کہ خوردن بالضم مستعمل ہے بلکہ یہ وہی تغائر حرکت ماقبل روی ہے جسکو  
 فصحاے متاخرین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے ہش مخفف ہوش کا خوش کو قافیہ کر دیتے ہیں۔  
 فردوسیؒ شعر پس گتہم اشکش تیز ہش و کہ بارے دل بود و بانغ خوش و اور اسی قبیل سے ہے کردہ کہ  
 بروہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ دیدہ اندانچہ من کردہ ام و غم و رنج و سختی کہ من بروہم  
 ولہ ازان دشمنان بگند شصت مرد و نہاید یکے پہلوے دستبرد و اور اسی قبیل سے ہے گرد بالسر  
 گرد بالضم کا قافیہ پڑنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ پاک درپارس گرد آمدند و بروختمہ یزد گرد آمدند و اسطرح  
 کرد بالفتح کا گرد بالسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا قافیہ شعر اصنعت چرخ دوست گردش و دوزخ  
 زیر وچیم گردش و واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا زیادت یعنی قبل راے مہلہ کے یا تحتانی  
 زیادہ کیجاتی ہے جیسے مردن سے میراوریہ مشہور ہے استشہاد کی ضرورت نہیں اور کبھی بغیر اس  
 زیادتی کے اسکا مضارع مرد بھی مستعمل ہو جاتا ہے امیر خسروؒ فرماتے ہیں شعر زندہ باقی کہ جان  
 آفرید و کہ مرؤ آن زندہ کہ جان آفرید و مولوی معنویؒ شعر بہر یزدان میزیدنے بہر گنج و  
 بہر یزدان می مرؤ نر خون و رنج و فردوسیؒ شعر مگر خار یا سنگ خارا خورد و چوروزی سرآید  
 خورد و مرد و مولوی معنویؒ شعر صد چراغت از مردار بیستند و باش فلغ چون یگانہ نیستند  
 ولہ قبطیان تک میمرند از تشنگی و از بے ادبیر خود یا بدرگی و ولہ تحفہ اے سگ چون منافق لیتی و  
 ہم منافق می مری تو چستی و ولہ اگر سر ہمہ سوے خنجر بریم و بروزی بزدیم و روزی مریم و  
 اسکو میر و کا مخفف کہنے میں سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میر و اور میر و سے  
 پھر مرد بنایا جائے تیسرا اسقاط مع الزیادۃ یعنی بعد اسقاط علامت مصدر را مہلہ کو حذف  
 کرنے سے فقط ایک حرف کاف باقی رہ گیا تو اسپر نون زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے کردن سے  
 کنن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جیسے ندن سے زن بن ہے اور خلاف

خوردن بالکسر  
 کا قافیہ پیش رو جاتا ہے  
 جوری بن مضموم

خوردن کا خوش کے ساتھ قافیہ  
 کردہ کا بروہ  
 کا قافیہ  
 گرد آمدند  
 کا قافیہ

گرد بالسر کا گرد  
 بالفتح کے ساتھ قافیہ  
 قافیہ زیادت

مردن بن قافیہ  
 بار زیادت اشعار  
 کا بھی جاری  
 ہوتا ہے  
 شعر مردان کی چو  
 میں نسبتاً زیاد

اسقاط مع الزیادۃ

قیاس فتح کاف کو ضمہ سے اس لئے بدل دیا کہ اس تغیر غیر قیاسی پر وہ دلیل ہو اور نیز امر کنند کے ساتھ التباس کا کھٹکا نہ رہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات رائے مہملہ بھی بطریق شذوذ مستعمل ہو جیسے کرندہ مرادف کنندہ ساسان پنجم اپنی ہمسگیر از دوساتیر کے نامہ جمشید میں کہتا ہے ”و تو بشید کنندہ و کرندہ کردہ و آفریدہ رائے بینی و بینائی“ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ

## باب الزاء

اس باب میں مصادر کثیر الاستعمال میں سوا ایک مصدر زون کے اور مصادر قلیل الاستعمال میں سوائے آزون کے پایا نہیں گیا۔ اور اس باب میں فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہو اور وہ زیادت صرف ایک حرف نون کی زیادتی ہے جیسے زون سے زن اور آزون سے آزن۔ فردوسی <sup>۵۱۴</sup> شعہ بنزدیک آن گرگ باید شدن و سر و چشم اورا بہ تیر آزون و فرخی <sup>۵۱۵</sup> شعہ چشم مخالفان بیازن بہ تیر و بچون کف دے بزر آزدی و سید ذوالفقار علی شروانی <sup>۵۱۶</sup> شعہ کشف کردار ہر کو در کشید از طوق امرت سر و بسان خارش پیش کردشت چرخ تیر آزن و اور جیم کے ساتھ آجدان اسکا مبدل ہے اور زون مخدوف الصدر اسکا مخفف بھی آیا ہے فردوسی <sup>۵۱۷</sup> شعہ بنزدیک آن گرگ باید شدن و ہمہ چرم اورا بہ پیکان زون و اے بہ پیکان خستن۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرہ وغیرہ سے بدن پر زخم لگانے اور ریل اور چکی وغیرہ پر ٹانگی لگانے اور تیر یا نیزہ یا ہونی وغیرہ چبوتے کے معنوں میں آیا ہے باعتبار اسی اخیر معنی کے بخیہ زون و اُلُو برجامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسی <sup>۵۱۸</sup> شعہ بزد نیزہ بر میان دودہ و کہ شد سنگ خارا بخون آزدہ و ولہ <sup>۵۱۹</sup> ہر راہ بیراہ گنبد زدہ و جہان شد چو دیبا بزر آزدہ و ولہ بداغ جگرشان کنی آزدہ و کہ بخشایش آرد برایشان دودہ و مگر زون بمعنی خستن و بمعنی ضرب میں بھی فرق ہے کہ اول آزون کا مخفف ہو اور یہ زاء فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زون بمعنی ضرب کا لفظ بلا تخفیف ہے اور یہ زون زیادتوں میں اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہوں خواہ اسما۔ افعال جیسے کون و دانستن و دانستن کی بحث امر اور اسموں میں جیسے نازنین کی زاء اور ہنگنان کے کاف کے بعد۔ کسوا سطلے کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یا و نون نسبت کا لگایا گیا ہے زمین کی طرح اور اصل ہنگنان کی ہمہ پر الف و نون جمع کا ہے چنانچہ ہنگنان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام میں برتا ہے۔ منوچہری کا

کردن کے ام  
نیزن ضمی دہ

لہ

سلسلہ درون  
نزد و شش پونہ  
ایک شاہزادہ

ایران سنہ  
رنگ لباس  
شاہی کے کسوت  
قلندری اختیار کی  
تھی اس واسطے کہ  
ساسان کہنے لگے

منہ  
منہ فور مطلق  
دور بجا اشراف  
باطن مرادست ہیں

ہمینی ضرب  
نیزن  
خفت زون  
مین منی

نیزن  
نیزن  
مین

ہنگنان ہنگان  
کامزید علیہ ہے



شعر ہے شعر ہون ہنگان را غرض و صلت ملک و اور غرض و صلت شاہ گہان ست و سید  
حسن غزنوی شعر آرا مش ورامش ہنگان لبر ماست و نزد ہنگان صورت این حال خیانت و  
اور اس میں کاف عجمی ہمہ کی ہائے مخفی کا مبدل ہے۔

## باب السین

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں۔ تبدیل اور حذف صرف اور حذف مع الزیادہ۔ اول یعنی  
تبدیل سین بزاے مجھے جیسے خاستن سے خیر جبکہ الما خستین بھی آیا ہے یہ تو را بنو کا محاورہ ہے  
اور اسی الما کے ساتھ بحث امر متعل ہے سین اور زاء مجھے بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے  
بدل پڑ جاتے ہیں جیسے ایاز و ایاس اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطار کا شعر ہے شعر  
گر تو مرد طالع و حق شناس و بندگی کردن بیاموز از ایاس و دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے  
گسستن سے گسل۔ لام اور سین میں کوئی قرب مخرج بھی نہیں اور نہین معلوم کیا نہ سبب خالص  
ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑ جاتا ہے چنانچہ صاحب جوامع الحروف نے یہ دو لفظ سبج و سج  
بمعنی رخسار اسی مبادلت کی سند میں پیش کیے ہیں اور ممکن ہے کہ یہاں حذف مع الزیادہ ہو یعنی  
بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا۔ اور لام کا زیادات اور دعامون میں حروف علت کی طرح  
داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف میں جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف میں حرف  
علت اور الف میں لام دعامہ پڑا ہے تو اب گسستن و گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادہ کے  
قاعدہ میں درج ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا تبدیل سین بہائے ہوز جیسے کاستن  
سے کاہ و خواستن سے خواہ جستن و رستن لفظ ہما سے جہ درہ۔ یہ تبدیل موافق قیاس ہے  
جیسے خروس و خروہ اماں و اماہ۔ اور کسرہ ماقبل ہا، بضرورت ہائے ظاہر ہے اسکی تحقیق  
بیان اضافت میں آچکی ہے خصوصاً جہ میں یہ بھی ممکن ہے کہ جستن اسکی اصل ہو بعد حذف  
یائے تحتانی و تبدیل سین با ہجہ رگیا مولوی معنوی کا شعر ہے شعر چون بدیدم صبح روت  
وز زمان بر جستم گرم در کار آمد موقوف مطرب نیمتیم و ثانی حذف صرف جیسے دانستن سے دان  
نستن سے مان زلستن سے زسی آراستن و پیراستن سے آرا و پیرا آراے و پیراے (یہ وہی یائے  
زائد ہے کہ جبکا حال کشادہ کے ضمن میں بیان ہوا) اور گریستن سے گری و رستن سے ری

باب سین

سین اور لام  
میں مبادلت

حذف

اور ریدن مصدر جعلی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے رستین اور اسکی بحث ماضی ذکر کم استعمال ہے شیخ اوحسی کا شعر ہے شجر رستین گیدت زخوردن زشت و بدرت باید آمدن ز بہشت و تاج بہا شجر باقناعت ہمیشہ باید رست و بربروت طمع بیاید رست و ثالث حذف مع الزیادۃ یعنی بعد حذف سین کبھی صرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے شکن اور نون کا زیادہ ات میں داخل ہونا باب الزیادۃ میں بیان کیا گیا۔ کبھی صرف وا زیادہ کیا جاتا ہے جیسے جستن و رستن و شستن بضم ہا ہے جو جوے و رو و روے و شو و شوے بضم ہا یعنی بعد اسقاط علامت مصدر سین بھی حذف کر دی گئی صرف ایک حرف مضموم رہ گیا تو بہ نسبت اسی ضمہ کے حروف زیادہ علیہ میں سے وا زیادہ کر دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں وا و سین کا مبدل ہوا ن میں کوئی مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑ جاتا ہے اور بعض اسموں میں بھی یہ مبادلت واقع ہے چنانچہ صاحب جواهر الحروف نے اسی کی سند میں یہ دو لفظ بالتس و بالتو بمعنی ترجیح پیش کیا ہو اور یہ تکلفات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ کیف ما اتفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دیدینا خلاف تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یاے تختانی بعد ان واؤن کے زائد محض ہے جسطح الف مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے۔ اور کبھی دو حرف زیادہ کیے جاتے ہیں اور وہ کبھی نون و وال ہونگے جیسے بستن سے بند پیوستن سے پیوند۔ اور کبھی یا و نون جیسے شستن سے نشین۔ اسکا تعدیہ نشا ختن و نشاستن و نشاندن آتا ہے۔ فردوسی شجر باکرام شانمانہ بنو ختش و برخویش بر تخت بنشا ختش و اسدی شجر ہم از تخم شہ بادشاہی نشاست و برورسم پازانچہ بدر دراست و مولوی معنوی شجر اکنون کہ بدانستم چند انکہ توانستم بہر تو نشانستم از مات سلام اللہ و نظامی شجر نشاندش بدانش و آموختن و کہ گوہر شود سنگ زافروختن و اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے نون اول اصلی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے شستن سے شستن و شستن و شین اور اسکا تعدیہ شاندن آتا ہو امیر خسرو شجر شست صراحی بدوزانو بہ پیش و دختر ز شاندرانوے خویش و نظامی شجر کمر بند و بیداری بخت بین و کلہداری کن سر تخت شین و مولوی معنوی شجر بہرین مقدار آتش شاندن و آب پاک دبل کیسان شد بفن و اسکا متعلق جو در صل اسکا مفعول ہے اکثر حروف صلوہ بر دور کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلوہ جیسے شجر مذکور میں سر تخت شین

حذف زیادہ نون

حذف زیادہ واؤ

حذف معزایات نون

حذف سین معزایات نون

نشستن کا تعدیہ  
نشستن و نشاستن  
و نشاندن و نشا ختن  
آتا ہے

نشستن کی بحث

مصدر و بحث

حذف و بحث

نشستن و بحث

باز نون بھی

اس حذف و تعدیہ

تعدیہ شاندن آتا ہے

اور کبھی را کے ساتھ جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر چو بشنید رستم میان را بہ بست و ز انجا گیکه  
رخش را بر نشست و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

## باب نشین

اس باب میں پانچ قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و حذف و تبدیل صرف و تبدل مع الزیادۃ  
اول یعنی اثبات جیسے کشتن بالضم سے کش بالضم کہجی حکم ضرورت اُن الفاظ کے ساتھ متغایہ ہو جاتا  
جس کا قبل ردی کسور ہے فردوسی کا شعر ہے شعر دہرہ ز توران سپہ کشتہ شدہ خون شان تین  
چون گل آغشته شدہ و دوسرا قاعدہ یعنی زیادت جیسے شہان سے شوبالنج بیان بھی اسی قسم کا اشباع  
ہے جس کو ہم رستن و جستن بالضم میں بیان کر آئے ہیں بانیہ بات کہ دراصل یہ رستن و جستن کا مخفف ہے  
اور یہی مخفف کثیر الاستعمال اور اصل بہت کم مستعمل ہے نظامی کا شعر ہے شعر پشیمان شو اکنون کہ  
چون گاہ شود و نادر دیشیانی آنگاہ سودہ صاحب غومض سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے فردوسی  
کا یہ شعر سندین نقل فرمایا ہے شعر چو تور آ پنجان دید غلگین بشود و بدان کش چنین بخت برگشتہ بود  
جس طرح بود سے بدن بھی آیا ہے لیکن بودن میں برعکس اصل کثیر الاستعمال ہے اور مخففہ قلیل انشاء  
تعالیٰ شانہ اسکی تحقیق باب الواو میں کیجا یگی پس یہ مصدر باعتبار اس اصلیت کے باب الواو میں  
درج ہونا چاہیے تھا لیکن مصادر کی کثیر الاستعمالی صورت پر الواو باندھے گئے ہیں۔ اور نشین کا  
بحث امر میں بخوف التباس امر شستن فتح سے بدل دیا گیا۔ تیسرا یعنی حذف جیسے برشتن کسور  
را کے اشباع سے برشتن بنا لیا پھر بحث اہ بن نشین کو حذف کر کے بری بنا لیا جیسے گستن  
و گریستن سے امر گری بنا لیا گیا ہے ان اتنی بات ہے کہ گستن و گریستن ہر دو مستعمل ہیں اور  
برشتن یا تختانی کے ساتھ میری نظر سے نہیں آبرا۔ اگر اس کے عدم استعمال پر نظر کرتے اسکو  
حذف مع الزیادۃ کی فصل میں درج کر دین گنجائش رکھتا ہے مگر تبدیل صرف میں داخل کرنا  
یا تختانی کو نشین منقوطہ کا مبدل قرار دینا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ پانچواں قاعدہ تبدیل مع الزیادۃ  
یعنی کبھی نشین بمعجمہ کو راسی مہملہ سے بدل کر بعد میں وال زیادہ کیجاتی ہے جیسے شستن سے گردوشستن  
سے نورو بفتح واو بمعنی طے کر دن و پیچیدن اور کبھی نشین بمعجمہ کو سین مہملہ سے بدل کر اُس سے  
قبل یا تختانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے نوشستن سے نویس کہہ واو بمعنی کتابت مگر بحث مصدر

نشین  
کشتن  
جستن  
رستن  
کشتن  
جستن  
رستن  
کشتن  
جستن  
رستن

باب النشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نوشتن بین واو  
باوجودہ سے  
ہر لکڑ بنشتن بھی  
ہو جاتا ہے

باب الفار

قاعدہ اثبات فا  
میں قاعدہ اثبات بن  
دخل ہے  
فکفین شگفتگی کا  
مصدر مضارع  
مندی بھی بالابا

دوسرا قاعدہ زیاد

خفت خفتین کا  
بلکہ خفتین خود  
اسکا مصدر مضارع ہے

خفتن کا نہیں  
خواب جعلی خواب  
کا امر ہے

جس کا ایک جدا جدا امر اس کی  
مصدر مضارع اور مصدر  
خفتن بالفتح

مقتضب ہے

بحکم ضرورت کسر واو فتح سے بدلہ یا جاتا ہے اسکی بحث مصدر مضارع سے واو باے موحده کے ساتھ  
بھی مستعمل ہے جیسے نبشتن نبشت نبشتہ وغیرہ اور رشتن بالکسر سے (جو کہ تاگے وغیرہ کے کاتنے کے  
معنون میں ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارع ہے۔

## باب الفار

اس باب میں چھ قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و تبدل فقط و تبدل مع الزیادۃ و حذف فقط  
و حذف مع الزیادۃ۔ اول اثبات جیسے بافتن سے بافت و شگافتن سے شگافت اور شگفتن بھی اسی  
قاعدہ میں داخل ہے کسوا سٹے کہ شگفت اسکا مضارع آتا ہے فرو و سٹی کا شعر ہے شعر و چشمش گون  
دوا بر و کمان و تو گفستی ہی بشگفت ہر زمان و شگفتیدن اسکا مصدر مضارع آیا ہے۔ فرو و سٹی شعر چوناہ بہر نام  
یزم رسید و زشادی رخس ہچو گل بشگفتید و شگفتن متعدی بھی آیا ہے و لقی کا شعر ہے شعر اے غافل یادہ گو  
چہ گفستی و دے خارج جفا چہ گل شگفتی و مولوی معنوی شعر سید الاعمال باللیات گفت و نیست  
خیرت بسے گھلا شگفت و اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیے تھا مگر وہ مستعمل نہیں جیسے بودن کا  
مضارع بود۔ اور حال مصدر بوش مستعمل مگر اسکا امر بحسب قیاس بوش مستعمل نہیں۔ دوسرا زیادت جیسے  
خفتن بالضم بمعنی نوم سے خفت بالضم سوائے اس ایک صیغہ امر کے اور بحث مضارع مسموع نہیں  
سعدی فرماتے ہیں شعر شتر زچہ باادش خویش گفت و پس از رفتن آخر زمانے خفت و ولہ سراز  
خواب بر کردہ شوریدہ گفت و مرافتہ خوانی و گویٰ مخفت و یہ خلاف قیاس باوجود التباس صیغہ مضی  
جائز رکھا گیا ہے جنہوں نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس  
خفت سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارع ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہیں چاہیے  
کیا معنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوابنیدن مستعمل  
ہے نظامی شعر ہی سر و ش بہالین خوابنیدہ و سر شک از لالہ و گل ہر و میدہ و اسکا بیان بحث  
مصدر میں گزر چکا ہے۔ اور خست بھی ایک جدا گانہ امر ہے جسکا مصدر و غیرہ مستعمل نہیں بیند و بین  
کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہیں اور خستیدن مصدر جعلی ہے۔ اور خفتن بالفتح بمعنی خمیدن و کج شدن  
مقتضب ہے اسکی بحث امر میری نظر سے نہیں گزری ناخر و شعر امر و ز ہی ضعیف بینی و این بقا  
خفتہ نزارم و میر مغزی شعر اے دمانت تنگ و زلفت خفتہ از بہر نیست و پشت من چون زلف داری

ولم یحون دمان و تیسرا قاعدہ تبدیل فقط اور یہ تبدیل کبھی تو بار موحده سے جیسے کو فتن سے کو ب  
یا فتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی مستعمل ہے حکیم نزاری قہستانی شعر بیک غمزہ رک جانش  
بکا و پو شو و گم و رو سے و خود را نیا و پو اے نیابد۔ ایس طرح شیفتن بمعنی دیوانہ و پریشان شدن بھی  
جس سے شیفتن مشتق ہے بحث امین واو اور بار موحده ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے حکیم اسدی  
شعر ز خواری در بنجے کہ آید شیب و کہ گیتی چنین ست بالا و شیب و فردوسی شعر چو در خنجر روز  
بگو بخت شب و ہمیرفت نیدوان دل و خشک لب و کبھی صرف واو سے جیسے رفتن سے رو بالفسخ  
کا فتن سے کا و فتن سے گو اور گوے شنفتن سے شنو جاتا ہے جیسے کہ شنودن و شنیدن ان ہر دو کو جاگا  
مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا معنی کہ شنفتن سے بقاعدہ تبدیل رفتن و رفتن کی  
طرح امر شنو حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تختانی کی زیاد  
سے مصدر جعلی شنویدن بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام میں یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سماع اور اس کا  
مزید علیہ نوشیدن اسی شنویدن کا قلب ہے مولوی معنوی شعر لیک نادانستہ آرم این زمان و تاکہ ہر  
گوشتے نوشد این نہان و و کہ تو چہ دانی تا نوشی قاشان و زانکہ نہانست بر تو حالشان و و کہ  
ما بری از دعوت و دعوت ترا و مانوشیم این دم تو کا فرا و مگر اسکا مزید علیہ نوشیدن کثیر الاستعمال ہے۔  
یہ قاعدہ قلب کا اور مصدر دن میں بھی جاری ہے جیسے سگستن بضم تین گستن کا قلب ہے مولوی  
معنوی شعر گندم رشکست و زہم رشکست و بر دکان آمد کہ نک نان درست و فردوسی شعر غل و  
بند و زہم سگستم ہمہ و دوان آدم پیش شاہ رمہ و ممکن ہے کہ نوشیدن مصدر جداگانہ مستقل ہوا و  
نوشیدن بمعنی سماع اسکا مخفف و اند تعالیٰ علم۔ سو ہی شنویدن کبھی تخفیف واو سے شنیدن کر لیا  
جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تختانی سے شنودن اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاے تختانی دونوں  
حذف کر دیئے جاتے ہیں فردوسی شعر گریزان ببالا چرا بر شدی و چو آواز شیر زریان بشندی  
اور کبھی بزیاوتی الف شنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی شعر دید صد چندان کہ دصف اشنیدہ بود  
کے بود خود ویدہ مانند شنود و مگر شنفتن صرف سماع یعنی سننے کے معنوں میں آتا ہے اور شنودن  
و شنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنوں میں مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے شعر فیضان کہ مقیم  
بیشہ بودند و بوسے ز روندگان شنودند و فردوسی شعر کہ دانکہ گیتی چہ اور نمود و چہ گویم کہ گوش

تیسرا قاعدہ تبدیل فقط  
دستور نامہ فارسی

دستور نامہ فارسی

دستور نامہ فارسی

دستور نامہ فارسی

دستور نامہ فارسی



ہو قاعداً  
نیل مع الزیادۃ

پانچواں قاعدہ  
حذف حرف کا  
بازا  
گرفتن کی سے  
کی حرکت کا بیان

رفتن یا رفتنی رفتن  
بالضم کے ساتھ  
ہم قافیہ ہونا

غرفتن سے  
لازم کی سند

باب المیم

آدم کے اور طغری اور آرمین و غیر آرمین  
کے اور طغری آرمین و غیر آرمین کے  
دین کا یہ لکھنا عدم اعتناء اور خلاف تحقیق ہے

این نیار و شنود پ اور شنیدن کے دونوں معنی اس ایک شعر سے واضح ہیں حافظہ شعر ہے خوش  
تو ہر کہ زیادہ صبا و شنید پ از بارش شناسنا شنید پ چوتھا تبدیل مع الزیادۃ یعنی نے کو باہر  
سے بدل کر قبل اس لئے کے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفین بالضم سے سنب شعر خنجر و سفلن گزیش  
بود گردن شکن پ تیر او پولاد سنب ریح او سندان گزار پ شنیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔ پانچواں  
حذف فقط جیسے پذیرفتن سے پزیر۔ چھٹا حذف مع الزیادۃ جیسے رفتن سے گیر یہاں نے  
تحتانی اشباع کسرہ سے پیدا ہو گئی۔ جاتا چاہیے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات میں اختلاف ہو کہ قول تحقیق  
کسرہ کا فایسی و فتح را مہملہ ہے چنانچہ فردوسی فرماتے ہیں شعر سر و دل پر از کینہ کرو و برفت  
تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت پ کبھی حکم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کر دیا جاتا ہے جنگ  
مابل روی مکسور و مضموم ہے مولوی معنوی رح شعر یک بیک را حاجہ بستن گرفت پ تا پدید آید گہر  
بنگر شکفت پ فردوسی رح شعر بک و شبان گوشہا برگرفت پ غریوان از و ماند اندر شکفت پ اسکے  
نظائر بہت ہیں جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فردوسی رح شعر چو رفتند بیدار  
دل رفته بود پ کہ بخت چنان بادشہ خفته بود پ ولہ سیاوش بگفت آن کجا رفته بود پ و زان کو رسوداہ  
آشفته بود پ ولہ شباروز مادر می خفته بود پ زمی خفته و ہم زہش رفته بود پ واللہ تعالی اعلم  
اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر برگرفت ہچو لالہ دلم در ہوا سے سرو پ اے مرغ  
وصل کے شوی آخر بدام ما پ ولہ گرفت در تو گریہ حافظ بھج رو پ حیران آن دلم کہ کم از سنگ غار نیست پ

## باب المیم

اس باب میں سوائے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہیں آیا اور اس میں صرف ایک حذف مفرد کا  
قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آ می یہاں بھی زیادتی یا سے تحتانی کی اسی قسم کی غیر واجب  
ہے جسکی تحقیق مکرر کہ لفظ خدا یا کی تحقیق اور بیان اصناف اور ای بحث کی باب الف میں مصدر  
کشادن کے ضمن میں گزر چکی ہے حاشا و کلاہ (ے) ہرگز ہم کے بدلے میں آئی ہوئی نہیں ہے  
جیسے اور قواعد نگاروں نے عدم اعتناء سے لکھ دیا خصوصاً مصنف جو اہل لغت و محقق فرزانہ بہار اور  
انکے اتباع صاحب تحقیق التواہین صاحب ہفت قلزم صاحب تواہین و نگہ میری غیر ہم سے سخت تعجب ہے  
کہ وہ تحقیقات کے لیے درپے اور پھر انہوں نے بلا مناسبت کیسی آنکھ بند کئی آ می میں (جو آمدن سے)

آدم کا ایک  
بجھ ضرورت  
خود بھی ہو جاتا ہے

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ی تختانی کو میم کا بدل کہہ دیا اسی طرح آراے و پیراے میں (جو آستن و پیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہیں) یا ی تختانی کو سین مہملہ کا بدل کہہ دیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یاے رائدہ ہے جو الف مدہ کے بعد در صورت عدم ترکیب جوازاً جیسے آو آئی آوا آراے پیرا و پیراے اور وقت ترکیب محل حرکت کے لئے وقایہ جو باز زیادہ کی جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بحکم ضرورت اس مصدر آدم کا ایک الف حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر رحمت اندر رحمت آید تا بسر بریکے رحمت فروماے پسر پراے فرومیا۔

باب نون

## باب النون

اس باب میں صرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے افکندن سے افکن آگندن سے آگن کندن سے کن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الواو

## باب الواو

یہ باب دو قاعدوں کو مشتمل ہے اثبات اور تبدیل۔ اثبات جیسے غنودن سے غنو۔ سعدی شعر لغتوم زان رو خیالش رانی بینم خواب و دیدہ گریان من یک شب غنودی کا شکے و بودن کا صیغہ امر حاضر مستعمل نہیں لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بوا اسکا امر ہو کیونکہ بود بوی بوم اسکا مضارع مستعمل ہے فردوسی شعر کہ تامن بگیتی بوم زندہ را و ز ترکان اگر شاہ و گربندہ را و اور بوجو یعنی آرزو اشتیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود مستعمل ہے فردوسی شعر ترابویہ دخت مہراب خاست و دلت خواہش سام نیرم بکاست و اسی طرح حاصل بالمصد بوش بمعنی تقدیر اساتذہ کے کلام میں مستعمل ہے کیا معنی کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پرشین ماقبل کمسور لاحق کر نیسے حاصل ہوتا ہے فردوسی شعر بہ بخشود یزدان شکی دہش دیکے بودنی داشت اندر بوش و ولہ نوشتہ چنین بودمان از بوش و برسم بوش اندر آمد روش و اور اسکا مخفف بدن اور اسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چیست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزندوزن و فردوسی کا بوجو یہ شعر ہے شعر چوہیم دارش نبدر نژاد و زوہیم داران نیا در دیاد و اگر ما در شاہ بانو بدے و مراسیم دز تا بنو بدے و ولہ کہ پیش از تو شامان فراوان بدند و ہمہ تاجداران گیہان بدند و ولہ بایرانیان گفت بیدار بید

قاعدہ اثبات  
خود بھی چاہتا ہے  
رہ بودن کا امر ہو

بوجو یعنی آرزو اشتیاق  
بویہ کا مخفف ہے  
بودن کی شکل نہیں

بودن کا مخفف واد  
بدن بھی مستعمل ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید : ثانی تبدیل جیسے نمودن سے نما اور نما سے یہاں امر میں فتح  
 نون کا ضمہ سے بدلہ لگایا تا دوا و تبدلہ پر دلالت کرے اور پالودن سے پالا اور پالاسے یہاں بھی یک  
 تحتانی بعد مرہ نائد ہے جس کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے یہاں ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پالودن  
 پانی شراب تیل جیسے مائیات کے چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہیں اگرچہ وہ بالفعل مائی نہون بعد  
 پگھلانے کے ان میں مائیت سیلان پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی ہر شعر گہر سفت نتوان با سودگی :  
 بدو نقرہ محتاج پالودگی : بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں استعمال کر لیا جاتا ہے  
 فردوسی ہر شعر ہر داور پاک بنمود شان : زاکو دگیہا ہا لود شان : حسب طرح پختن آٹے خاک راکھ  
 جیسے خشک چیز و نگو چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہیں بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے  
 موضع میں مستعمل ہوتا ہے۔ جانتا چاہیے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب میں جاری ہے چونکہ وہ  
 مصداق شاذۃ الاستعمال میں سے ہے ہم نے اسکو ذکر کیا جیسے ہسودن سے ہسودا و اس میں  
 دو طرح تخفیف کی جاتی ہے ایک تو باے موحہ کو حذف کر کے ہسودن کہتے ہیں دوسرا ہا و فارسی  
 کو حذف کر کے ہسودن کہتے ہیں ابوالفرح کا شعر ہے شعر بعون عدل تو صیاد عدل ہسود :  
 سر دن آہوے نخچیر بے وسیلہ دام : ولہ کوہ ہسود زخم تیرش و گفت : صاعقہ است این  
 نہ تیر داغ و ناہ حکیم سوزنی شعر بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد : باستین حریر ارچہ نرم ہسودی  
 فردوسی ہر شعر نگہ کرد پیکار دو پیل مست : و خروشان چور عد و ہسا وان دو دست : ولہ تان  
 بشاہ نوا این نمود : کہ بودند چون گوہر نا بسود :

## باب الیاء

اس باب کے مصداق مستعملہ میں فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے  
 میں آئے۔ اول حذف جیسے رسیدن سے رس بریدن بالضم سے بر بالضم بمعنی قطع گزیدن  
 بالفتح سے گز۔ دوسرا زیادت مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور بریدن بالضم بمعنی قطع کا  
 امر جیسے بر بالضم مخذوف الیا آتا ہے جیسے قاعدہ اولی حذف میں عرض کیا گیا برین بالضم زیادتی  
 نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر برینش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چون برید  
 اوداد اور ایک برین : ہچو شکر خروش و چون انگبین : نظامی ہر شعر دلے باید اندیشہ راتیر و تند :

قاعدہ تبدیل

پالودن مائیات کے  
 چھاننے کے لیے  
 ہون خواہی بالفعل مائی  
 نہون خواہی بالقوہ

معنوں میں مائیت سیلان  
 پیدا ہو جیسے سونا چاندی  
 نظامی ہر شعر گہر سفت  
 نتوان با سودگی

باب اول میں قاعدہ  
 زیادت بھی ہو چو کہ  
 وہ مصداق شاذۃ  
 الاستعمال میں لایا

جانتا ہوں یہاں نہیں کیا

مصدر ہسودن کی تحقیق۔

باب الیاء

قاعدہ حذف  
 ہجہ زیادت

برینش نیاید ز تشبیر کند، جانتا چاہیے کہ اسی باب الیاء میں دیدن ایک ایسا مصدر ہے کہ باعتبار بحث امر کے مقتضی ہے یعنی دیدن مصدر اور ہے بن مشتق اور ان کے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہیں یعنی دیدن کا مضارع اور امر نہیں آتا اور بین کا مصدر اور ماضی نہیں آتا ان معنوں میں مترادف ہے اس بارہ میں مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہمزبان ہوں۔ چیدن سے چین اور یہ مصدر مع کل مشتقاً بتخفیف یا چدن و چد و چن بھی کلام فصاحت میں مستعمل ہے فروسی<sup>۲۲</sup> شعر بھی گل چند از لب رود بار و رخاں چو گلستان و گل در کنار و ولہ<sup>۲۳</sup> تر آرزو جنگ و پیکار نیست و اگر گل چینی راہے خار نیست و ولہ بہار آمد از گلستان گل چمن و زدے زمین شاخ سنبل چمن و واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و

## بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنوں پر بنفسہ دلالت نہ کرے یعنی اپنی مفہومیت میں مستقل نہ ہو کیا معنی کہ جبکہ دوسرے کلمہ اسکے ساتھ نہ ملے اسکا معنی کچھ نہ سمجھا جائے وہ حرف ہے جیسے از و در و بر حروف کی قسم کے ہیں حروف جر۔ حروف مشبہ بالفعل۔ نہ و نے مشبہ بہ نیست۔ نہ نفی جنس کا۔ نا و بی کہ جنکی ترکیب سے وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہیں جس طرح لفظ با صفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے۔ حروف نواصب اسم۔ حروف شرط۔ حروف جازمہ۔ حروف عاطفہ۔

اول حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مایلی تک پہنچا دینے کے لئے موضوع بین حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر یعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو اپنے ملحق و متصل تک کھینچ لاتے ہیں اور جر عربی میں ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی کلام عرب میں کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ میں ظاہر ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو لقب کرتے ہیں چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ مختص ہے اعجام ان دقیقوں سے بے بہرہ ہیں پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان عرب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور حروف جر میں سے ایک تو لفظ آز ہے اور ہکا مخفف نہ یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک از ابتدائیہ اور از ابتدائیہ ایک امر ممتد کی ابتدا کے لئے موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر ممتد ہونا چاہیے مگر عام ہے کہ مثلاً بنفسہ ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم و

صدر و بین  
بحث الحرف  
چدن یا چد  
چدن یا چد

بحث الحرف

حروف جر کا بیان  
اور اسکی وجہ تسمیہ

معنی فعل  
کہ افعال میں اسکا  
فاعل و اسم مفعول  
مشبہ و مصدر اور ظرف  
اور اسم اشارہ و غیرہ  
میں مختص معنی فعل ہی  
صلی ہی میں صرف معنی  
فعل ہی کا ہی ہے فعل  
یاسم ہی کے لئے ہی  
ضرورت نہیں اور  
اعلم بالصواب

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر متدہ ہے نظامی شعہ  
 ز دروازہ سدرہ تاساق عرش قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش قدم بر قدم خود امتداد پر  
 وال ہے یا منشا اور سبب کسی امر متد کا ہو جیسے نظامی شعہ بر دل جبت ازین گنبد چار بند  
 فرس راند بر سفت چرخ بلند کیا معنی کہ باہر کو دجانا امر متد نہیں اسوا سٹے کہ ایک ہی پھلانگ  
 مین باہر کو دجا سکتے ہیں بلکہ دوسرے کسی ایک امر متد یعنی فرس راندن بر سفت چرخ کا سبب  
 اور فرس راندن بلاشبہ امر متد ہے اور ابتدا اس امر متد کی (جس پر مجبور از دلالت کرتا ہے)  
 مکان یا زمان یا سوا اسکے کسی تیسری شے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علمائے نخاۃ کا اہمین اختلاف  
 ہے بعض غیر زمان مین اسکا استعمال حقیقت اور زمان مین استعارہ اور مجاز جانتے ہیں۔ اور  
 غیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جیسے نظامی شعہ گرائی زجاے نگہ دار جائے و گرنہ  
 سپارم سرت زیر پاے اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامی شعہ بے منزل آمد زن  
 تابوہ نشاید ترا یافت الا بتوہ اور بعض صرف مکان کے لیے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان  
 مین استعارہ اور مجاز مانتے ہیں اور بعض تینوں حالتوں میں اسکا استعمال کو حقیقتہ جائز رکھتے ہیں۔  
 واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جو شے لا بدایۃ لہ ہوگی اُس پر  
 از کا لانا محال ہے جیسے لا نہایۃ لہ پر تاے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا ابد جیسے  
 نظامی شعہ مین شعر محمد کا زل تا ابد ہر چہ بہت بار الیش نام او نقش بست و  
 متاؤل ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور ابد کے ساتھ متعا  
 کر لیا اسوا سٹے کہ آپ کی ذات پاک صاحبِ لواک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب  
 وجود مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات مین سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہیں  
 ازل اور ابد اسی کی ذات تبارک و تقدس ہے واللہ تعالیٰ اعلم اس طرح غیر مکان وغیر زمان  
 سے مکانیات و زمانیات مراد ہیں نہ کہ جو شے مکان و زمان سے باہر ہو پس از لا مکان  
 یا تا لا مکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر مین شعر آن سیہ حیران شد از بر بل  
 او پ می و مید از لا مکان ایمان او و متاؤل ہے یعنی بڑی بعید سافت کو لا مکان کے ساتھ  
 استعارہ کر لیا اسوا سٹے کہ لا مکان ایمان کا مخزن نہیں صرف یہ بات ثابت کرنی ہے کہ ہمارے



ایمان کی طرح لوٹ نہیں نوربان مقربان حضرت سید زوان جل جلالہ کے ایمان کی طرح اس کا ایمان بھی بے لوٹ اور کامل تھا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

و واضح ہو کہ از کا استعمال جب کسی معنوں میں ہوتا ہے تو جدا شناس اور علامت خاص اس معنی ابتداء کی یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی تاکو داکرے لانا درست ہو اول ظاہر ہے جیسے از خانہ تا مسجد رنم ثانی جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر سرفہ در بیت اقصا کشاد ۝ زناف زمین سرباقصا نہاد ۝ اے ازناف زمین تا اقصا رفتند جس طرح نجات عرب نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استرآبادی شرح کافہ میں فرماتے ہیں لہن معنی اَعُوْذُ بِهِ التَّجَمُّی الیہ وافر الیہ فالباء ہذا افادت معنی الا انتھاء اور کبھی یہ از ابتداء لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی شعر محمد کازل تا ابد ہرچہ ہست ۝ اے کازل تا ابد الخ ولہ سکندر کہ کرد آن عمار گری ۝ کجما تا کجا سدا سکندری ۝ اسی از کجا تا کجا۔ اسی قبیل سے ہے سرتاپا اے از سرتاپا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ دوسرا از بیانیہ ہر جو ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اس کے اظہار و تبیین کے لیے موضوع ہے یعنی از اپنے مجرور کے ساتھ ملکر منظر و مفسر و تبیین اس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم وہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر میں نظامی شعر بر انگشت رزمے چو بارندہ میخ ۝ پلگر گشت پیکان و باران ز تیغ ۝ خواہی بعد جیسے اس شعر میں سعدی شعر بر گل سرخ از نم افتادہ لالی ۝ ہجو عرق بر عذار شاہ غضبان ۝ جامی شعر بشیر بنی و چربی از ز بانم ۝ نہاد می لقمہ خوش درد بانم ۝ یہاں لالی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہیں۔ علامت اور جدا شناس لفظی اس کا یہی ہے کہ بجائے اسکے موصول مع مقتضیات لایا جائے تو معنی میں کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ میں اسی لالی کہ آن نم ست و لقمہ کہ آن زبان من ست و تلرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیانیہ لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر تابرون آرد زمین خاک رنگ ۝ ہرچہ اندر حب دار و لعل و رنگ ۝ اے از لعل و از رنگ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

تیسرا تبعضیہ اور وہ وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو ہم مفعول یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور از کے بعض افراد میں سے ہو اول یعنی مفعول جیسے اس شعر میں

از ابتداء کی علامت

از ابتداء لقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔

از ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اس کے اظہار و تبیین کے لیے موضوع ہے یعنی از اپنے مجرور کے ساتھ ملکر منظر و مفسر و تبیین اس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم وہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر میں نظامی شعر بر انگشت رزمے چو بارندہ میخ ۝ پلگر گشت پیکان و باران ز تیغ ۝ خواہی بعد جیسے اس شعر میں سعدی شعر بر گل سرخ از نم افتادہ لالی ۝ ہجو عرق بر عذار شاہ غضبان ۝ جامی شعر بشیر بنی و چربی از ز بانم ۝ نہاد می لقمہ خوش درد بانم ۝ یہاں لالی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہیں۔ علامت اور جدا شناس لفظی اس کا یہی ہے کہ بجائے اسکے موصول مع مقتضیات لایا جائے تو معنی میں کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ میں اسی لالی کہ آن نم ست و لقمہ کہ آن زبان من ست و تلرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیانیہ لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر تابرون آرد زمین خاک رنگ ۝ ہرچہ اندر حب دار و لعل و رنگ ۝ اے از لعل و از رنگ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

از بیانیہ لقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔

از تبعضیہ



یا تترین ہیں اور کبھی بغیر اداۃ کے بعض اسم جو تضرع سے تفضیل کو ہیں بفضل بجاتے ہیں چنانچہ حضرت نظامی  
کا یہ شعر ان دونوں دعویٰ (یعنی تقدیم بفضل علیہ اور اداۃ تفضیل) کی شہادت ہے شعر امیدم زرد گاہ خورشید  
ز اندازہ بیش و کم نام امیدم زرد گاہ خورشید سعدی شعر چون در آید مہ از توئی بسخن و گر چہ بدانی  
اعتراف کن و کبھی معنی تفضیل سے تجرید کر لجاتی ہے اداۃ تفضیل اس پر لاکر بیشتر و مہتر و بہتر کہتے ہیں  
کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہیں ہوتی ہے جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر شکر کہ این نامہ  
لعنوان رسید و پیشتر از عمر پیاں رسید و اور صیغہ تفضیل کو بغیر حرف جر جانتے بفضل علیہ  
اضافت بھی کر سکتے ہیں مگر اس میں شرط ہے کہ متصل بعض افراد بفضل علیہ سے ہو غیر اضافت یعنی حالت  
تحلیل و انفصال ان شرطوں سے بری ہے ہر حال میں بفضل بفضل علیہ کو بتوسط حرف جر بیان کر سکتے  
ہیں گلستان میں ہے نثر اجل کائنات از روئے ظاہر آدمیت و ازل موجودات سگ مبالغہ  
خردستان سگ حق شناس بہ از آدمی ناسپاس۔ آدمی اجل کائنات است و سگ ازل  
موجودات۔ یہ دو مثالیں اضافت کی ہیں اس عبارت میں آدمی اور سگ (جو بفضل ہیں)  
بعض افراد بفضل علیہ (یعنی کائنات و موجودات سے) ہیں یہ امر صحت اضافت کے لئے  
شرط ہے بخلاف حالت تحلیل کے کہ اس میں خواہی بفضل بفضل علیہ کے افراد سے ہو یا نہ ہو  
سب درست ہے اول ظاہر ہے جیسے گوہر بہتر از سنگ ست تو گوہر نوع سنگ و افراد سنگ  
ہے اور اسی مثال آدمی اجل کائنات کو آدمی اجل از کائنات بھی کہنا درست ہے اور ثانی یعنی  
جہاں بفضل افراد بفضل علیہ سے نہ ہو جیسے سگ حق شناس بہ از آدمی ناسپاس کہنا درست اور  
اضافت کے ساتھ سگ بہتر آدمی ست نہیں کہہ سکتے اس واسطے کہ سگ موصوف مردم  
ناسپاس کے افراد سے نہیں اس طرح زید بہتر از حارست جائز ہے بہترین حارست اضافت  
کے ساتھ جائز نہیں پس ان دو استمالوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنی استعمال ہیوط  
از حلقہ تفضلیہ عام ہے اور اضافت کے ساتھ خاص جیسے زید بہترین مردانست و بہتر از مردان  
مادہ اجتماع ہے اور زید بہتر از حارست مادہ افتراق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بفضل جس پر  
حرف تفضیل لاحق ہوتا ہے وہ اسم متضمن معنی صغی ہونا چاہیے اور بعض جگہ اسم غیر متضمن معنی صغی  
یا اعلام پر لاحق ہو جاتا ہے تو ان اسموں سے ان کے اوصاف مشہورہ مراد ہو کر نثر لیسندہ صغی کے

[illegible]

بنادئے جاتے ہیں مولوی معنویؒ شعر کہہ رہا خود ز تو چو پان ترہم چو ن تیج گردیم ہر یک سر دیم  
 اے پاسبان ترو مزی تر ہستم ولہ لیک ازان فرعون ترا مد پدید ہم در اہم مکر اور در کشید  
 اے مکار تر نظامیؒ شعر سخنباتے از تیج پولا وترہ بان ازخن سخت بنیاد ترہ اے از تیج سخت  
 و نیز تر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سالتوان استعانت کے لئے صائب کا شعر ہے شعر کی شوید  
 غبار کلفت از دل عند لیبان راہ در ان گلشن کہ انخون خود خسار می شوید ہا اے بخون خود نظامیؒ  
 شعر مگر شاہ زان داد چو کان بن ہا کہ تاز و کشم ملک بر خوشن ہا اے تاب و کشم۔ اس شعر میں معنی  
 استعانت کے جب ہی درست ہونگے جب مرجع ضمیر مجرور کا چو کان کو بنائیں اور اگر شاہ کی جانب ضمیر  
 راجع ہو تو از ان تراعیہ یا ابتدائیہ سمجھا جائیگا مگر تقدیر اول راجع ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر  
 زیادہ ہوگا اس واسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہان تقدیر اول پر لے سکتے ہیں۔ تقدیر  
 ثانی پر جب زوکی ضمیر مجرور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا  
 مطلق چھوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سو اس کے  
 ملک کے تمام جہان کہاں سے لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب آٹھواں اجلیہ یعنی  
 یعنی برائے۔ انوری شعر مدیدہ فتح جاے سازی ہا از کوری دشمنان لوارا ہا اے برائے کور  
 کرون دیدہ دشمنان کذا فی الشہر۔ توان سببہ سعدی شعر ہر آنکس کہ عیش نگویند پیش ہا  
 ہنر داند از جاہلی عیب خویش ہا ولہ ابگینہ ہمہ جایابی ازان نے محل است ہا محل دشوار بدست آید  
 ازان ست عزیز ہا ولہ اسیر بند شکم را دوشب نگیر و خواب ہا شبے ز معدہ سنگی شبے ز دل تنگی ہا اے  
 بسبب گرانی معدہ و بسبب تنگی دل۔ اجلیہ اور سببیہ میں فرق یہ ہے کہ مجرور از اجلیہ کا فعل مذکور  
 کے لئے علت غائی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل سے مؤخر ہے اور مدخل از سببیہ کا فعل مذکور کی  
 علت موثرہ فاعلی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل پر مقدم ہے جیسے اشلہ سے ظاہر ہو واللہ تعالیٰ  
 اعلم بالصواب دسواں از محللہ اضافت۔ رائے محللہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا  
 اور مضاف کا مقدم مؤخر بلا فاصل اور فصل کے ساتھ ہونا سبب طرح جائز ہے لیکن یہاں اس  
 عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہو کر تی ہے جیسے پاس از خدا و غم از حبیب  
 و عذر از تقصیر فردوسیؒ شعر پاس از خدا وند خورشید و باہ ہا کہ دیدم ترا ز بندہ در جایگا ہا

از تیج پولا وترہ بان ازخن سخت بنیاد ترہ اے از تیج سخت  
 عدم اضافت اگر تیج پولا  
 اضافت کے ساتھ کہا  
 جلسہ یہ لفظ ترکیبی ہے  
 ای خود غرضت کا  
 ہم دیکھا جیسے وہی کوئی  
 چو نہ دے پان شعر  
 حال کے تیج ہندی ہو  
 اب ہا کہم تر از چشمہ افلاک  
 اے از دے اصالت  
 از چشمہ افلاک تر از چشمہ افلاک  
 دو سعدی شعر  
 گفتند نام طبیعت است  
 کہ دزدی بسا مان تراز  
 غیبت است ہا اے  
 از دے سامان  
 انخون از غیبت  
 ممکن ہے کہ  
 سامان زمین بلے  
 موجد معنی بارک  
 جنی یعنی اگر ہر  
 بلایاں ترا سو چو چار  
 صاحب سامان تر  
 واللہ تعالیٰ اعلم  
 غرضت کا  
 از محللہ اضافت

اے سپاس خداوند سعدی در شعر اقلیم پارس را غم از آسیب دہر نیست تا بر سرش بود چو تو اے  
 سایہ خدا اے غم آسیب دہر و لہ بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بد رگاہ خدا آورد و اے  
 عذر تقصیر خویش۔ یہاں اس تحلیل سے سامع کو چونکا نظر ہوتا ہے تا وہ سامع اس تقید و قید  
 پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو در صورت ترکیب اضافی اجالی نظر کو مقتضی تھی کیا معنی کہ اضافت  
 میں قید یعنی مضاف الیہ خارج ہوا کرتا ہے اور تقید داخل تو شاید سامع اس تقید پر توجہ کرے اس  
 قید کو اتفاقی سمجھے تو وہ بند اضافت یعنی تقید از کے ساتھ کھولہ بجاتی ہے مگر چونکہ صحت اضافت  
 کے لئے مناسبات شئی ہیں (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لئے کافی ہے) کہیں یہ از  
 محلہ رائے مخصوصہ کے معنی دیگا جس طرح غنی میں لام تخصیص جیسے سپاس از خداوند میں یعنی سپاس جو  
 خاص خداوند عالم کے لئے ہے۔ اور کہیں سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر میں یعنی غم جو سبب  
 آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کر لین پس از مادی کو (جبکہ بیان ابھی آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ)  
 اسی محلہ کی قسم میں داخل کر سکتے ہیں مگر اسوجہ سے کہ اضافت میں اضافت حقیقی اصل ہو اور نہ  
 حقیقی میں مقصود مضاف ہی ہو کرتا ہے اور مادی میں مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہیں  
 مادی کو قسم جدا نہ بتا دیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ گیارہواں از مادی وہ از ہے جو مادہ پر داخل  
 ہوتا ہے تا ظاہر ہوگا کہ جو اسم ماقبل از مذکور ہے مجرور از اس کا مادہ ہے خواہی یہ مادہ حقیقہ ہو خواہی  
 ادعاے محض اول جیسے اس شعر میں سعدی در شعر شمشیر نیک ز اہن بد چون کند کسے و ناکس  
 بہ تربیت نشود اے حکیم کس و ثانی جیسے اس شعر میں نظامی در شعر ز لعل در در گردن و گوش پر  
 لب از لعل کافی و دندان زور پہ یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاء بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و در ہر  
 اس زکو غم از آسیب و عذر از تقصیر کی طرح محلہ اضافت نہیں کہہ سکتے کسوا سطر کہ محلہ مضاف الیہ  
 پر داخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور از مادہ حقیقہ ہے اور اس سے بعد حذف  
 حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محلہ کی طرح مجرور از اپنے قبل کے اسم کا مضاف  
 الیہ ہوگا جیسے شمشیر از اہن انگشت از زر سے شمشیر اہن انگشت زر اور اگر مادہ ادعا ہے مجرور از  
 اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور میں لب از لعل و دندان از در سے لعل لب  
 در دندان مرکب اضافی ہوگا غرض ماہ الا تین از مادی حقیقی اور ادعا ہے کا بھی وہی ہے مگر حال

اس تحلیل سے  
 سامع کو چونکا  
 نظر ہوتا ہے

صحت اضافت  
 کے لئے مناسبات  
 شئی ہیں (یعنی  
 کوئی مناسبت ہو  
 صحت اضافت کے  
 لئے کافی ہے)

از مادی

مجرور از مادہ حقیقی  
 بھی ہوتا ہے اور  
 ادعا ہے کا بھی



مین مقصود اور محظوظ وہی اہم ہوگا جو ماقبل از کے مذکور ہو اگرچہ مرکب اضافی بنانے کے بعد مادی حقیقی مین مضاف مقصود ہو جاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ماقبل از کے تھا اور مادی داعی مین مضاف الیہ مقصود ہو کر تا ہے جو قبل ترکیب اضافی یہ بھی ماقبل از کے مذکور ہوا ہے جیسے اشلہ سے ہویدا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم مادی یعنی حقیقی و داعی کی اضافت بیانہ کہلاتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ بارہوان از برلے قسمت و توزیع یہ وہ از ہے کہ جو مقسم علیہ پر لایا جاتا ہے میر مرتضیٰ رضی کا شعر ہے شعر برادرانہ بیاض قسمتہ کینم رقیب : جہان و ہرچہ دروہست از تو یار از من : اے ہمہ جہان قسمت تو دیا ر قسمت من - خواجہ فضل الدین کاشی رباعی ابرازد ہقان کہ نالہ میر ویدازو : دشت از مجنون کہ لالہ میر ویدازو : طوبی و بہشت و سلسبیل از زہد : مادی و لکی کہ نالہ میر ویدازو : تیر ہوان از جو بجائے : اے مفعولی کے مستعمل ہوتا ہے سعدی : شعر شب سروشان بردہ از دیدہ خواب : چو حرات باہل کنان از آفتاب : اے آفتاب رابض نسون مین بغیر زے کے تامل کنان آفتاب ہے - مفید بلخی شعر چون گرم از آن شوخ ہوسناک مفید : من کہ بچون صدف آبلہ دندان دارم : اے لب آن شوخ را - ممکن ہے کہ یہاں از زائدہ مفعول بہ پر لایا گیا ہو - چو دہوان از جو بجائے در مستعمل ہوتا ہے نظامی : شعر چہل روز خود را گرفتہ زام : کا دیم از چہل روزہ گرد تمام : پندرہوان از جو بجائے بر استعمال کیا جاتا ہے نظامی شعر نشست از بارہ روزہ بر آہست لشکر بر رسم نبرد : شعر فریب خوش از خضم ناخوش بہ است : پر افشاندن آب ز آتش بہ است : خسرو شعر اے پسر از ملک و جوانی منازہ نازید و کن کہ شد او بے نیاز : واضح ہو کہ جو ناز کا صلہ واقع ہوتا ہے وہ دوشی پر آتا ہے ایک تو کوئی کمال یا جمال وغیرہ کے سبب انسان قرار آنا اور ناز کا یہی شعر ناز برین دولت نازال کن : از من ناصح بہر بر این سخن : دوسرا وہ کہ اسکے ناز و خفا کو بردا کرنا ہے جیسے صرغہ ناز بران کن کہ خریدار است : عشق اول مین بر جی حقیقی یعنی استعمال کیلئے بہر کہ سببہ پس جواز کہ موضع اول مین مستعمل ہو اسکو جی بقراردینا نہیں چاہیے بلکہ اس موقع مین اگر خود مستعمل ہو اسکو معنی از کہنا مناسب ہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ سوہوان از جو بے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر جان زندگی از چشمہ پر نوش تو دارد : دلبستگی از سنبیل لگپوش تو دارد : اے دلبستگی با سنبیل لگپوش تو الخ - ستر ہوان از جو صفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلیہ صفت ہے

از برلے قسمت

از مفعولی

از بے دور

از ناز

معنی جہان

معنی جہان

معنی جہان

معنی جہان

معنی جہان

معنی جہان

اور مرکب وصفی کے درمیان میں لایا جاتا ہے جیسے دست از کار رفته آب از سر گزشتہ کیا معنی کہ در اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے از کار رفته و از سر گزشتہ صلیہ موصول محذوف کا۔ موصول صلیہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ از کار رفته است و آب کہ از سر گزشتہ است ہے اس صورت میں موصوف کسرۃ توصیف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطۃ اسنادی جو علامت جملہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت میں مفرد کے ہو جائے اس واسطے کہ صیغہ صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے بین آب ذرا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حروف روابط مطلقا جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں کوئی خصوصیت حرف از کی اس بارہ میں جس طرح صاحب جوامع الحروف نے فرمائی ہے سمجھ میں نہیں آتی چنانچہ درو بر و بار موصودہ و بار مرکب برابر جزو صفت واقع ہیں جیسے پائے در ماندہ چشم در راہ گوش بر آواز سر بر زانو نہادہ۔ دل با مہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر صفت مشبہ کے بیان میں گزر چکا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کبھی یہ از جزو صفت بقریۃ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے شعر بردست کار رفته نباشد گرفت و گیر چون ہلکہ دست در کمر بار میکشم اگر مجھ سے پوچھیے اس از جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید بحث کلفت ہے اور حقیقت انتزاعیہ انفصالیہ از ہے جو صلہ گزشتن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھا رہاں مہ از جو صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یا آمدن یا در کردن یا دور ماندن وغیرہ اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی شعر جو ابش داد یوسف کاے پر نیز او نہ نیاید باتو کس را از پری یاد او اے در مقابل تو کسے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول ہوگا سعدی شعر یکے پرسید زان گم کردہ فرزند کہ اے روشن گہر پر خردمند نہ یہاں از پرسیدن کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی شعر حکیمے را پرسیدند از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ شعر کلک شکین تو روزیکہ زما یاد کند بہر و اجد و صد بندہ کہ آزاد کند بہ باقر کاشی شعر تو خود کے می کنی از من فراموش نہ کجا جان مے کند اتن فراموش اس حرف صلہ کو نہ بمعنی راے مفعولی سمجھنا چاہیے نہ زائد محض اگر بمعنی مفعولی ہو تا فعل لازم پر معنی فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ امر خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنیسوان از زائدہ اور یہ وہ حرف ہے

حرف روابط مطلقا  
جزو صفت واقع  
ہو سکتے ہیں خصوصیت  
از کی اس بارہ میں  
جس طرح صاحب جوامع  
الحروف نے فرمائی ہے

از جزو صفت  
کا حذف

از مصلہ

از جو صلہ پرسیدن  
وغیرہ کا فاعل  
اور مفعول اول اور  
ثانی پر لایا گیا ہے

کلام میں جو فوائد  
فائدہ بخشے  
غالی نہیں دیتے

ایز اور زیر کی  
تجنی

از اور را اور برا  
یا بر وغیرہ ایک  
جگہ جمع ہو جاتے  
ہیں

از اول اور از  
پیش وغیرہ میں  
از کیا جو

کہ اگر وہ کلام سے حذف کر دیا جائے معنی میں کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا الانا فائدہ سو خالی  
بھی نہیں کچھ نہیں تو اپنی جنس کی تاکید ہی اُس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن نصیر نے شرح  
جہامی کے من زائدہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے وہی ما لو اسقط استقام المعنی وفائدہ  
التاکید غالباً کما ہوشان الحروف الزائدہ جیسے از بہر از براے از پے بلکہ اُس را کے ساتھ  
جو یعنی براے کے ہو زاید لایا کرتے ہیں چونکہ از کو اپنے مجرور سے مقدم اور را کو مؤخر ہونا ضروری ہے  
از براے کی طرح از اور را متصل نہ ہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہیں گے جیسے مولوی معنویؒ  
کا شعر ہے شعر ساحران باموسی از استیزہ را پے برگرفتہ چون عصاے او عصاے اے براے استیزہ۔  
ازیرا اور آسکے خفٹ زیر این بھی از اور را اسی قسم کے ہیں اس واسطے کہ اصل اسکی ازین را وزین را ہے  
جسکو بعد حذف لون ازیرا زیر کہا کرتے ہیں مولوی معنویؒ کا شعر گبودل را کہ گرد غم نگر دو پے ازیرا  
غم ز خوردن کم نگر دو پے سید حسن اشرفی کا شعر از عیب بہر سیز زانی بخود آساے پے زیر کہ خرد مند نیا سود  
زا غیار پے اور یہی خفٹ زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینوں حرف ایک مجرور پر داخل ہو جاتے ہیں جیسے  
میر معزی کے اس شعر میں شعر از بہر ترا تو بہ و سو گند شکستم پے بر کف قدح بادہ نہادیم دگر ہیچ پے اے بہر تو  
انوری کا شعر فاتحہ دغش از زمانہ ہی خواست پے شیر سپہ از براے لوح سترین را پے اے براے لوح سترین  
مولوی معنویؒ کا شعر نامہ خواند از پے تعلیم را پے حرف گوید از پے تفہیم را پے اور اسی قبیل سے ہیں  
از اول از نخت از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامی کا شعر ہے شعر ہماں  
صورت کرا اول زد بر و راہ پے درآمد بارنے روشن تر از ماہ پے اے اول بار۔ نظامیؒ کا شعر طراز سر نامہ بود  
از نخت پے بنامے کز نامہا شد درست پے فروسی کا شعر از آغاز بنوشت نام خداے پے کہ بود دست ہموارہ  
یاشد بجایے پے حافظ کا شعر رہ خلاص کجا باشد آن غریقے را پے کہ سیل محنت عشق ز پیش و پس باشد پے  
سعدی کا شعر برگ عیشے بگور خویش فرست پے کس نیا روز پس تو پیش فرست پے حافظ کا شعر گرم  
نہ پیر مغان در بروے بکشاید پے کد ام رہ بزخم چارہ از کجا جویم پے اے کد ام جا جویم یعنی در کد ام جا جویم  
کمال اسماعیل کا شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ پے کہ یادت ازین رنجور و ناتوان آورد پے کہ آفتاب  
شریعت بطلع مسعود پے باوج برج سعادت ز ناگاہاں آرد پے کیا معنی کہ اول از نخت و پیش و پس وغیرہ  
ظرف کے صیغے ہیں بلا واسطہ حرف جر مفعول فیہ واقع ہو جاتے ہیں اب اگر یہ از عبارت سے

حذف بھی کر دیا جائے معنی سیطرہ بنے رہیں گے استقامت معنی میں ذرا فرق نہ آئیگا جیسے امثلہ سے  
 ہویدا ہے اور یہ از اسے مفعول فیہ والے معنی ظرفی کی تاکید بھی کر دیتا ہے جو ان ظروف سے ضمناً مفہوم  
 میں پس اس صورت میں یہ از بمعنی ہوگا چنانچہ خود لفظ در اس موقع میں مستعمل ہے حضرت امیر خسرو  
 فرماتے ہیں شعر بود در اول کس ازو پیش نہ ماند در آخر کس ازو پیش نہ حافظ شعر ہر کہ در پیش تان  
 از سر جان می سوزد نہ تے تکلف تن اولائق قربان نشود ولہ دلس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اندہ انچہ ائتلازل  
 گفت ہمان می گویم کہ فرق ان دونوں از اندہ میں یہ ہے کہ جواز کہ برائے وہر دراکے ساتھ  
 آتا ہے اس برائے وہر دراکے معنوں میں ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہیں اور جواز کہ ان ظروف  
 کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنوں میں ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضمناً سمجھ  
 جاتے ہیں اور یہ بھی سن رکھیے کہ لفظ ناگاہ میں گاہ بمعنی وقت ہے جیسے سحر گاہ میں اور نالفی کے  
 لئے تو ناگاہ نے وقت کے معنوں میں ہوا اور جو فعل اچانک بخت ہوتا ہے وہ بھی وقت ہی ہوتا ہے  
 ایسوجہ سے اس لفظ کو مفاجات میں استعمال کرتے ہیں اور مفاجات بھی بمعنی عجلت ہے چنانچہ مصباح  
 میں ہے فاجاء مفاجاۃ ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبیں عربی میں بھی مستعمل ہیں جیسے کہتے  
 ہیں جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من فورہ کما فی المصباح اے رجوع فی ساعۃ التی وصل فیہا  
 چنانچہ محاورہ اردو میں نے الفور کہا جاتا ہے غرض از ناگاہ اور از نخست از آغاز میں ایک ہی طرح کی  
 زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور یہ از جب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال  
 پاتا ہے فتح ہمزہ نقل کر کے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کروڑ نظامی شعر ہر آن فتح کا قبائلش آورد  
 پیش و بفضل خدا دید نژدہد خویش امیر خسرو شعر منکہ سپہ را بو غار اندہ ام و نژدہد باز می و دغا  
 راندہ ام چنانچہ ضمائر متصلہ کے بیان میں بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان آگیا ہے ۔

الثانی، مرکب یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک تو انتہائی سادہ بلا تضمین معنی موصول شرطی اور  
 یہ از ابتدائہ کے مقابلہ میں آتا ہے تو یہ بھی ایک امر متبدل بالذات یا بالعرض کے لئے موضوع ہوگا  
 اس طرح اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے از دہلی تا آگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان  
 میں از ابتدائیہ پر قیاس کر لینا چاہیئے علامت اور جد اشاس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل  
 میں از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے شعر کے بشرط کہ فردست کوچ تا دہلی و

از اسے اور از  
 اول کے دونوں  
 رائدہ ازین فرق

ناگاہ اچانک  
 معنی کین دیا ہے

آز اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ  
 وصل پاتا ہے اللہ تعالیٰ حرکت ثانیہ  
 سے حرکت کو کر دیتے ہیں

تا انتہائیہ سادہ

علامت تا انتہائیہ

توان بعرصہ چلوز یا دو ماہ رسیدہ اسے ازینجا تادملی۔ صائب شعر جاے میروی کہ دل بدگمان  
من بہ تابا نگشتن تو بصد جان نمی رود اسے تا زمان مراجعت تو۔ غیر مکان و زمان جیسے مولوی معنویؒ  
شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد کہ دل او تادل اورا شد کہ حافظ شیراز شعر فرق ست ز آب خضر  
کہ ظلمات جاے اوست بہ تا آب مالکہ مبغض اللہ کبرست کہ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کر دینا بھی  
جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش ز جهان چندان کز ہند بہ قسطنطین کہ استو تائبہ قسطنطین  
یہاں بار موحہ بمعنی تانہین ہے بلکہ وہ باے موحہ ہے جو تاء انتہائیہ کے بعد اکثر مستعمل ہوتا ہے  
شعر بے منزل آمد من تا بتو نہ نشاید ترا یافت الا بتو کہ دوسرا تا ابتدائیہ متضمن معنی موصول شرطی  
اسکے مقابل تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی بھی آتا ہے کیا معنی کہ یہ تا چونکہ بعض موضع میں  
نائب مناب کہ کا بنجاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہاے زمانی کے ساتھ معنی موصول  
کو بھی متضمن ہو جاتا ہے اور یہ دونوں تا ابتدائیہ ہو خواہ انتہائیہ بدایت و نہایت زمانی ہی کے  
ساتھ مختص ہیں غیر زمان میں خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال سموع نہیں ابتدائیہ جیسے  
شعر تا عشق تو در سینہ مکان کرو کر اجاہ کس دید در آفاق بیک شہر دورا جا کہ اسے از زمانیکہ عشق  
تو در سینہ من الخ چونکہ یہ موصول معنی شرط کو متضمن ہو تو جملہ تا عشق تو در سینہ مکان کرو شرط ہوگا  
اور کر اجاہ استفہام انکاری یعنی دیگر کس را دران سینہ جاے نماذ اسکی جزا۔ اور جب کہ یہ تا اتنے  
معنون کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لئے کافی ہو نہیں سکتا یعنی تا عشق تو در سینہ  
کی جگہ صرف از عشق تو در سینہ الخ کہنا درست نہ ہوگا تیسرا تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی جیسے  
نظامیؒ کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیفر وخت نور بہ چشم جہان روشنی بود دور کہ شعر تا بقا  
در جہان بود ممکن کہ ذات پاکت ہمیشہ باقی باد کہ اسے تا زمانیکہ جہان رابقاست اور یہ جملہ شرطی  
توات پاکت باقی باد جزا اور لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لئے لایا گیا۔ دوا میت معنی شرطی  
سے اشارۃ مفہوم ہیں نہ مفہوم تا واللہ تعالیٰ اعلم جو تھا ان معنون میں مستعمل ہوتا ہے جہاں  
عربی میں حتی مستعمل ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی کے اس شعر میں شعر منم آن قطرہ کہ صد سینہ  
دل کردم داغ بہ تاز لوک مژغہ غلطیدہ بدمان رفتم بہ پانچو آن تا علت و سبب کے لئے یعنی دخول  
اس تا کا علت غائی اور سبب فعل ہوا کرتا ہے عرفی شعر تا بثر گالغ کر و آشا نہ دیدہ را بنیش مکان نیم

حذف تا انتہائیہ

تا ابتدائیہ قصیدہ

تا انتہائیہ قصیدہ

تا یعنی حتی

تا علیہ سبب



تازو سب

دیدہ برتیش زون کی غرض کہو علت غائی کہو مژگان معشوق کے ساتھ جو کرنا ہے چھٹا تازو سب  
 جو کہ دوام و مل میں شدت التزام پیدا کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ در صورت  
 وجود امر اول ترتب امر ثانی میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی جیسے گلستان میں ہے نشر  
 فراش باد صبارا گفت تا فرشت زمر دین بگستر دودایہ ایر بہاری را فرمود تا بنات بنات را در مہر دین  
 پیرورد لیکن گستر و پرورد کو بسکون را صیغہ ماضی پڑھنا چاہیے نظامی رح شعر لفرمود تا کوس روین  
 زدند ہ سرابہرہ بر پشت پروین زدند ہ کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور نہوا  
 تھا کہ ترتب امر ثانی کا ہو گیا جس سے معلوم ہو جائے کہ متہ سے بات پوری نکلنے نہیں پاتی کہ  
 تعمیل اسکی ہو جاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر میں نظامی رح شعر نشد برتنے تا پیر خشت  
 نزد بر سرے تا نیند خشت یعنی دشمن پر جانے نہیں پاتا کہ جگہ اس سے خالی کر دیتا ہے یا اس  
 تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر بار نے نہیں پاتا کہ اس سر کو گرا دیتا ہے غرض خول تا  
 اور اس کے ماقبل میں ملازمہ ہونا چاہیے اگر وہ ادعائی ہی کیوں نہواوریہ تازو سب تا بیانیہ کی طرح  
 کاف کے ساتھ بھی متعل ہے نظامی شعر در رمی رفت چون تند باد ہ کہ تا چشم برہم نہ نہا  
 مختل ہے کہ مصرعہ ثانی رومی کی صفت ہو اور کاف صلہ یا صفت کا ہو جو جملہ کو بتاویل مفرد کرنے  
 کے لئے لایا جاتا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ سآ تو ان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام  
 ہو جاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے شعر شب  
 بیا داوچو جام چند در محفل زوم ہ سینہ کندم آلفد ر تا ناخن برول زوم ہ اسی القدر کہ ناخن برول زوم  
 لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہیں ہے تو کاف اصل اور تا اسکا  
 نائب سمجھا جائیگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہو  
 تو اسکا عکس یعنی تا اصل اور کاف اسکا قائم مقام سمجھا جائیگا جیسے بہ نیم کہ چہ معاملہ پیش آید نظامی  
 شعر دبیر ان نگر تا بر وز سپید ہ قلم چون تراشد از مشک بید ہ اوریہ تا اور کاف ہر دو ایک محل میں  
 جمع ہو جاتے ہیں اس وقت کوئی کیکانائب نہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ نظامی رح شعر  
 بہ نیم کہ تا کردگار جہان ہ درین آشکارا چہ دارد نہان ہ شعر جہد نہا کہ بجائے سی ہ در و کبش تا  
 بہ دوا سے سی ہ اول میں کاف مقدم ہے ثانی میں موخر آٹھواں تازو سب تا اپنے متعلق کے

تأبیانیہ

تازو سب تا کی

مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدی رح شعر رضا صاحب غرض تا سخن نشنوی ؛ اگر کار بندی پشیمان شوی ؛ اور تا زہاریہ اکثر منفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدی رح شعر بران باش تا ہر چہ نیت کنی ؛ نظر در صلاح رعیت کنی ؛ چنانچہ خود لفظ زہار اور ہرگز جمل مثبتہ پر داخل ہوتے ہیں سعدی رح شعر غم زیر دوستان بخور زہنہار ؛ بترس از زبردستی روزگار ؛ صائب رح شعر در ملک خویش رخنہ فلکدن عقل نیست ؛ زہنہار بستہ دار زبان سوال را ؛ نظامی رح شعر گرازے شدم ہرگز آلودہ کام ؛ حلال خدا بر نظامی حرام ؛ محمل ہے کہ تا ہر چہ نیت کنی مین تا بران کا بیان ہو۔ نوآن تا اسمی جبکہ ترجمہ طرف اور سوے کیا جاتا ہے۔ حضرت امیر خسرو معراج مین فرماتے ہیں شعر باز کشادست در آسمان ؛ پای بیرون ز زمین تا زبان ؛ اے بسوے زبان بظرف زبان یہاں زبان سے تسمیۃ الثئی باسم لازمہ آسمان مرا ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

بیانی لفظ در

بیان لفظ در استعمال حقیقی اور مجازی میں مجاز

در مجازی

در مجازی

الثالث۔ لفظ در استعمال اسکا ظرفیت کے لئے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ و خواب در شب اور استعمال غیر ظرف میں مجاز ہوگا جیسے نجات در صدق ست اور کبھی برابر آلی اور را مفعولی وغیرہ کے معنوں میں مجازاً استعارہ کر لیا جاتا ہے اور اس اختیار مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لئے استعارہ کرنے میں مقصود متکلم کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے شکر ظاہر ہے۔ اول مجنی بر امیر خسرو شعر عمر ابد باد بعیش اندرش ؛ این غزل اندر لب خنیا گرش ؛ اے برب خنیا گرش نظامی شعر بغوغاے لشکر در آمد شکیب ؛ کہ دست از عارفیت و پا از رکیب ؛ اے بسبب غوغاے لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اسکے دخول کے صلہ میں از واقع ہو۔ نظامی رح شعر رطب چین در آمد ز نو شینہ خواب ؛ دماغ پر آتش دہانے پر آب ؛ ولہ در آمدن نالہ ناگہی ؛ گز اندیشہ پر گشتم از خود تہی ؛ ولہ غنودہ تن مردم از رنج و تاب ؛ نظر بر زمانے در آمد خواب ؛ شفائی شعر زہ کر دمان غمزہ غماز شفائی ؛ کو حوصلہ کہ عہدہ این ناز در آید ؛ اے بر آید۔ مدار قافیہ ناز و راز پر ہے دوسرہ مجنی الی سعدی رح شعر غیر از تو ملاؤ و ملجاؤم نیست ؛ ہم در تو گریم اگر گریم ؛ اے سوے تو گریم۔ نظامی رح شعر چنان دید در قاصد راہ رخ ؛ کہ از جوش دل مغرین آید بر رخ ؛ اے جانب قاصد۔ تیسرا بننے قرب (جسکو اردو میں پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں) آتا ہے۔ امیر خسرو شعر دل تہوداد دست نشانی مرا ؛ در تو رسم گر برسانی مرا ؛ تیرے پاس پہونچ جاؤں، چوتھا مجنی پیش نظامی رح شعر

در بجای از مفعول  
در تفسیر

در اتصالیہ

در ضمیمہ

در زائدہ تاکید

مشوعاصی اندر خداوند خویش و خداوند ملکم پیوند خویش و ولہ زلس زنگی کشتہ بر خاک راہ و زمین  
گشتہ در آسمان و سیاه و اسے پیش آسمان۔ پانچوان جو بجایے راے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے  
نظامی و شعر ز تو آیتے وزن آموختن و وزن دیوار دیدہ بردوختن و اسے از تو آیتے مرا آموختن۔ چھٹا  
تیمیزیہ جو معنی تیز کے دیتا ہے سعدی شعر بنی آدم اعضاے یکدیگر اند کہ در آفرینش ز یک جوہر اند  
اسے از روے آفرینش۔ ساتواں در اتصالیہ جو بجایے بے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی شعر  
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب و شکر آنکہ کروید ارم ز خواب و نظامی شعر سنان در سنان رستہ چون کو  
خار و سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار و لیکن اس میں نسبت باے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہو گیا حتی کہ  
خیمہ و طناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق و اتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے میں  
بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے محتمل ہے کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعہ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصالیہ کی  
مؤید ہے۔ آٹھواں ضربی جو دو مقداروں کے بیچ میں ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقداریں  
خواہی کم منفصل ہوں خواہی متصل مگر یہ دونوں مقداریں یعنی مضروب و مضروب فیہ ایک نوع کے  
ہونی شرط ہے جیسے وہ در در گز در گز کم منفصل جیسے فروسی کا شعر ہے شعر نہ اندر نہ آمد نہ اندر چہاں  
و کم متصل جیسے نظامی شعر بر آفاق کشور کشائی کنی و جہاں در جہاں بادشاہی کنی و کسواسطے  
کہ یہاں وسعت مملکت و ممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہرچین در چین  
صحرا و صحرا اور یہ کثرت و ابنوہ سے کثاہ ہوتا ہے اسکو اتصالیہ نہیں کہہ سکتے چونکہ اتصال جمعیت  
پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب میں جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے  
ساتھ جمع کرین دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دین دس ہزار حاصل ہوئے  
تو ان در زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ بایا در کے آتا ہے اور اسے بایا در کے معنوں کی تاکید  
کرتا ہے۔ اول جیسے بدر یا در اس شعر میں شعر بدر یا در منافع بیشمار است و اگر خواہی سلامت  
بر کنار است و دوسرا جیسے مولوی معنوی شعر در شود چون ماہی اندر آب در و اندھیب من بشود  
زیر وزیر و بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑا دی جاتی ہے ولہ صد ہزار ان طفل می کشت از برون و سو  
اندر صدر خانہ در درون و اور کبھی اصل حرف کو حذف کر کے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہیں جیسے  
مولوی معنوی کا شعر ہے آلت زر گر بہت کفش گر و ہرچو داندہ کشت کردہ یک در و اے در یک

دستور نامہ

نظم

وسوان زائد جو زینت کلام کے لئے اکثر مصداق اور ان کے مشتقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درخشان  
 و درواذن سعدی و شعر اگر درود ہدیکہ صلائے کرم و غزلی گوید نصیب برہم و نظامی و شعر زمانہ  
 چینین پیشہا برودہ و یکے درستاندیکے درودہ کبھی بقرینہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی و  
 شعر زن آن بہ کہ زیور بود پاسے او و لے در پاسے او۔ اور یہ حذف اکثر اسمائے ظروف میں چونکہ  
 وہ خود متضمن معنی دروہر ہوا کرتے ہیں جاری ہے امیر خسرو و شعر نیم شب آن پیک الہی زدور و  
 آمد و آورد براتی ز نور و اسے در نیم شب نظامی و شعر نہ خلوت بدی کا فرینش نہ بود و نہ چون  
 کردہ شد بر تو رحمت فرود و اسے در خلوت الہی مولوی معنوی و شعر جان بابا چونکہ ساحر خواب شد  
 کار او نے رونق و بے آب شد و اسے در خواب شد۔

لفظ برکات  
 استعارہ  
 بر کسی یعنی فوق  
 اس پر تسمیہ لگا کر  
 برہم کہتے ہیں  
 یعنی زہد  
 بر کسی و حرفی  
 میں تا بہ الامتیان

المرآۃ لفظ بر۔ ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت  
 نشست است اسکا مزید علیہ ابر بھی آیا ہے فردوسی و شعر ابر بارہ جنگ جوئے سوار و برون رفت از قلعه  
 دیو سار و دوسرا یہ بر سہمی بھی ہوا کرتا ہے بمعنی فوق جیسے ادا ت تفضیل لگا کر برتر کہتے ہیں اور ماے  
 نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ وابرہ و آبرہ بمعنی رومی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہیں عنصری کا  
 شعر ہے شعر عارضش را جامہ پوشیدست نیکوئی و فر و جامہ کا زابرہ شک است و آتش آستر و تیسرا یہ  
 سہمی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے نظامی و مصرعہ کہ بسیار ناید براند کے و اور ماہ الفرق حرفی و سہمی  
 میں یہ ہے کہ معنی سہمی میں خواص اسم کے عروض کا وہ متحمل ہوتا ہے جیسے واہ تفضیل و ماے تسمیہ  
 و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گزرا اور اسکا مضامین واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا  
 فردوسی و شعر بفرمان بزدان میان را بہ بست و نشست از بر رخس چون پیل مست و اسے فوق  
 پشت رخس۔ نظامی و شعر نشست از بارہ رہ نور و بر آہست لشکر برہم نہر و چوتھا استعلا  
 مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستعمل ہے جیسے سعدی و شعر برتست پاس خاطر بیچارگان و شکر و  
 بر باد بر خداے جہان آفرین جزا و کیا معنی کہ استعلا حقیقی یہاں خصوصاً بر خدائی میں محال ہو  
 پانچواں بر سبب جو سبب پر دخل ہوتا ہے یعنی مجبور بر اپنے متعلق کے لئے سبب واقع ہو مثلاً کسی  
 نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھوڑ دی تو کہہ سکتے ہیں کہ فلان برو شکر تو کر ملا کرت  
 نظامی و شعر مفتی و گربارہ ہوا ز رو و بیاد آزان خفتگان و سرور و زمین سوز من باز و کج ساز نو و

بر لزوم  
 بر سبب

مگر خوش بچشم بر آواز نو و اسے آواز نو سبب خوش فتن شود و لہئے ناب می خورد و بر بانگ رود و  
 فلک ہر زمان می رساندش درود و لہئے نہ پچیزان پس سر از داد و ہمہ سال سے خورد و بر یاد او و  
 یعنی حریفان گذشتہ کی یاد اور آگ و رنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر ابھارتا ہے اور نرم محو  
 پرستی کا سبب بن جاتا ہے چھٹا بر اجلیہ جو بمعنی برائے کے آتا ہے نظامی <sup>۱۲</sup> شعر فرستاد تری سزاوار او و  
 کمر بستہ بر خدمت کار او و اسے برائے خدمت کار او۔ مابہ الامتياز سبب اور اجلیہ بیان ازین مذکور ہو چکا  
 ہے۔ ساتواں بر اتصالیہ جو بمعنی بائے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی <sup>۱۳</sup> شعر زبں مردمی با  
 کہ آن زن نمود و زبان بر زبان کبرش سے ستود و ملک را بیدار آن دن نواز و زمان ہر زمان بیشتر شد  
 نیاز و آٹھواں جو بمعنی مقابل و پیش و نزد کے آتا ہے نظامی <sup>۱۴</sup> شعر بجائے میا و کہ جہنم زجا و  
 ندارد پریش بر پیل پاے و اسے مقابل پیل ثبات ندارد و لہئے بزاری نمود از پے ز رخ و بنا لب  
 بر مرد گوہر فروش و اسے پیش مرد و لہئے بفرمان شدہ کر دوسی شتاب و رسانیدمہ را بران آفتاب و  
 اسے نزد آن آفتاب و لہئے یکے بر صد آید نہ صد بر یکے و اسے یک نزد صد آید نہ صد نزدیک محمل  
 کہ یہ بر اسمی ہو یہاں فک کسرہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو۔ نواں بر بمعنی الی حافظہ شعر  
 مرثیہ سیاحت ار کرد بر خون ما اشارت و ز فریب او میندیش خلطی مکن نگار و جدال سعدی شعر لیکہ  
 حور بہشتی رلود و یغا کرد و کے التفات کند بر بتان یغائی و اور اسی معنی میں ہے۔ برمن منگر بر کم  
 خویش نگہ نظامی <sup>۱۵</sup> شعر سکندر بتاریکی آرد شتاب و رہ روشنی خضر یابد بر آب و دسواں بر جو  
 بمعنی در ظرفیہ مستعمل ہوتا ہے علی خزین شعر ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی و بادہ ناب گفت  
 شور شراب بر سرم و اسے در سرم مدار قافیہ شراب و کباب وغیرہ پر ہے۔ نظامی <sup>۱۶</sup> شعر جلا ج  
 از ہوا بر زمین برودہ بنج و پس آہنگ شد در زمین چار بنج و اسے در زمین بنج برودہ۔ گیارہواں  
 بر مفعولی جو بجائے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے صائب شعر بر جرم من بخش کہ آوردہ  
 شفیع و اشک ندامت و عرف انفعال را و اسے جرم مرا بخش الخ بار ہواں بر بمعنی با وجود۔ نظامی <sup>۱۷</sup>  
 شعر بران فحلی اسکندر فلیقوس و نکرد التفاتے بچندین عروس و اسے با وجود مردی و مذکری۔  
 تیر ہواں ہر نائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ یا مجرور بہ کے آتا ہے اس سے محض تاکید بمعنی بایا  
 چار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے بد پس بر اس مصرعہ میں چون تا فتن رستم سگری بد پس بر

بر اجلیہ

بر اتصالیہ

بر بمعنی مقابل  
و پیش و نزد

بر بمعنی الی

بر بمعنی

بر مفعولی

بر بمعنی با وجود

بر تاکید تاکیدیہ



دوسرا بر لب برود کی کے اس شعر میں شعر داویش دو بوسہ بر کجا بر لب بر لب بدنہ چہ بختیق  
چون بد چو شکر بہ فردوسی شعر ہمہ روے آہن گرفته بر زہ درفش سید بستہ بر خود بہ بر کبھی اس تاکید  
بر کو باقی رکھ کر اصل موکہ کو حذف کر دیتے ہیں مولوی معنوی <sup>۱۴۵</sup> شعر چون نویسی کا غذا سپید برہ آن  
نوشہ خواندہ آید در نظر <sup>۳۹۴</sup> اسے بر کا غذا سپید مولوی معنوی <sup>۱۴۵</sup> شعر اسی بلال خوش نوامی خوش صہیل  
میں نہ برود بران طبل رحیل <sup>۱۲</sup> اسے بر سندنہ چود ہوان بر زائدہ تزیینہ جو زینت کلام کے لئے افعال  
پر لایا جاتا ہے فردوسی شعر سز و گر گیری سرش در کنارہ زمانی بر آسانی از کارزار <sup>۱۲</sup> ولہ کہ برگوی  
ہاں کہ آن شیر مردہ چگونہ خراہد برشت نبروہ اور بوقت قیام قرینہ یہ لفظ بر حذف بھی کر دیا جاتا ہے  
مولوی معنوی <sup>۱۹۵</sup> شعر عادر التوباد دادی در جہان <sup>۱۲</sup> او فگندی در عذاب و اندمان <sup>۱۲</sup> اسی بر باد دادی  
فردوسی <sup>۱۲</sup> قتل کاموس کے داستان میں لکھتے ہیں شعر عنان را بہ پیچید و اور از زین <sup>۱۲</sup> نگون اندر  
افگند روے زمین <sup>۱۲</sup> اسے بر روے زمین یعنی بر سطح زمین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بر زائدہ تزیینہ

الخامس۔ راکب۔ یہ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک تو بمعنی برائے تخصیص یعنی مفید یعنی  
تخصیص سعدی <sup>۱۲</sup> نشر ہر چہ درویشان راست وقف محتاجان ست اسے ہر چیز مخصوص بدیشان  
است <sup>۱۲</sup> اور جیسے منت مرخاے را غر و جل ترکیب اسکی بعینہ الحمد للہ کی سی ہے یعنی منت بتدا  
خداے را جبار مجرور متعلق فعل یا شبہ فعل کے ہو کر خبر۔ چونکہ یہاں تخصیص اسے حاصل ہے لفظ مر کو  
اعضوں نے زائد محض جانا اور کسی نے کاتب کی غلط نویسی پر حمل کیا مگر میرے نزدیک نہ وہ زائد  
محض ہے نہ زلت قلم کاتب بلکہ اسی راکے اختصاصیت کی بیان اور تاکید ہے کیا معنی کہ اختصاص  
کلی مشکوک ہے کمی و زیادتی یعنی شدت و ضعف کی سمین گنجائش ہے تو یہ مزید اختصاص کا افادہ  
کر چکا چنانچہ صاحب مہبت <sup>۱۲</sup> عطیے نے اس کی تصریح کی ہے یعنی در باب تقدیم مفعول و زیادتی مر  
(کہ ہر دو امر مفید ہرین) فرماتے ہیں گویم تخصیص امریت کہ قبول شدت و ضعف وار و پس منضرب  
کہ از تقدیم ہم افادہ حصر بود <sup>۱۲</sup> انتہی پس یہاں بھی قبل از الصاق مرخص ضعیف تھی بعد اسکے قوی  
ہو گئی خصوصاً گلستان میں غلطی کاتب کا احتمال ہو نہیں سکتا کیا معنی کہ لفظ گلستان میں اسانہ  
سے مروی ہے جیسے شعر چو دید از دور آن گلگون قبارا <sup>۱۲</sup> گلستان گفت منت مرخا <sup>۱۲</sup> اگرچہ یہاں گلستان  
سے کتب مخصوص مراد نہیں مگر تاہم ایک طبع لطیف ہے مولوی معنوی <sup>۱۲</sup> شعر بلبلان را جاسو میر چہین

بیان را

را بمعنی بر تخصیص

مرخاے مراد نہیں ہے بلکہ ایک اختصاص سے مراد ہے

مرجول <sup>۱</sup> وچین خوشتر وطن <sup>۲</sup> اور کبھی اس معنی کی تعین و تاکید کے لیے لفظ برائے کا بھی اسکے ساتھ لاتے ہیں انوری شعر ہر ان مثال کہ توفیق تو بران نبود <sup>۳</sup> زمانہ طے نکند جز برائے خشار <sup>۴</sup> چونکہ تاکید اور بیان کا منصب اپنے مبین و موکد سے موخر ہوتا ہے اور یہاں برائے ہو یا م لفظ را سے (جسکے بیان اور تاکید کے لیے یہ برائے و مر لائے جاتے ہیں) مقدم ہونے سے را کو زائد محض سمجھنا نہیں چاہیے اسکے نظائر موجود ہیں چنانچہ مئے و نجام بلور کو ملاحظہ فرمائیے بائے موحہ ظرفیہ پر در مقدم ہے انشاء اللہ تعالیٰ باوجود میں اسکا بیان آویگا۔ دوسرا را تو سلیہ یعنی وہ را کہ مفید معنی تو سل و توسط ہے جیسے مصرعہ خدا را بر من بیدل بخشاے <sup>۵</sup> و تیسرا علیہ یعنی مدخول اس را کا اکثر مفعول لہ واقع ہوتا ہے جو علت غائی اپنے فعل کی ہوتا ہے جسکے ساتھ یہ را متعلق ہے مولوی معنوی <sup>۶</sup> شعر در بہاران کے شود سبز سنگ <sup>۷</sup> خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ <sup>۸</sup> سا لہا تو سنگ بودی دلخراش <sup>۹</sup> آزمون را یک زمانی خاک باش <sup>۱۰</sup> اسے امتحان اسے از براے امتحان چنانچہ بجائے را از براے بھی آیا ہے مولوی معنوی <sup>۱۱</sup> شعر از براے آزمون مے آزمون <sup>۱۲</sup> زانکہ لب مروانہ و جانبا ز بود <sup>۱۳</sup> یعنی آزمون را خاک باش کے متعلق ہے اور اس خاک بودن کی علت غائی ہے اسطر ح مصلحت را ز لانی دیوانہ کے بازار حلب میں جانے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر مصلحت را آتش اندر خانہ زد <sup>۱۴</sup> و تنگشت و بانگ بردیوانہ زد <sup>۱۵</sup> چوتھا را سببیہ یعنی مدخول را فعل متعلق کا سبب ہو سجدی <sup>۱۶</sup> شعر قضا را من و پیرے از فاریاب <sup>۱۷</sup> رسیدیم در خاک مغرب باب <sup>۱۸</sup> بے سبب قضاے الہی یعنی قضا را متعلق رسیدیم کے ہے اور سبب اس رسیدن کا تقدیر الہی ہے جو اس سے سابق ہے پس را علیہ و را سببیہ میں وہی فرق ہو جو از اہلیہ اور سببیہ میں تھا کبھی اس راے مفعول لہ کو سیاق و سباق کے اعتما پر حذف بھی کر دیتے ہیں مولوی معنوی <sup>۱۹</sup> شعر مصطفیٰ آدم عیادت سوے او <sup>۲۰</sup> چون ہمہ لطف و کرم بدخوے او <sup>۲۱</sup> اسے برائے عیادت الخ یا پانچواں را بمعنی براستعلا نظامی <sup>۲۲</sup> شعر بدہ جزئیہ از مایہ کینہ را <sup>۲۳</sup> قلم و رکش رسم دیرینہ را <sup>۲۴</sup> اسے بر رسم دیرینہ فردوسی <sup>۲۵</sup> چوب گز سے رسم کے تیر بنانے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر چوبش نیر رسم میان را بہست <sup>۲۶</sup> از انجا یکہ رخش را بر نشست <sup>۲۷</sup> اسے بر رخش۔ نظامی <sup>۲۸</sup> شعر شہ از ہول آن بازی سہناک <sup>۲۹</sup> بتر سید کا فتہ سپہ را ہلاک <sup>۳۰</sup> اسے بر سپاہ۔ مولوی معنوی <sup>۳۱</sup> شعر راست می فرمود آن بحر کرم <sup>۳۲</sup> من شمار از شما مشفق ترم <sup>۳۳</sup> اسے بر شما۔ چھٹا را بمعنی و ظرفیہ یا خبر <sup>۳۴</sup>

را تو سلیہ  
را علیہ

سببیہ

را علیہ کا حذف

را استعلا

را ظرفیہ

را بے از

دہلوی شہر ختم کبر معشان سینہ را بہ پشت مدہ صحبت دیرینہ را بہ اسے در سینہ نظامی شہر کہ چن  
 صبح را شاہ چین بار دادہ عروس عدن در بدینار دادہ اسے در صبح ساتوان را بمعنی از نظامی شہر چن  
 ناکشادہ لب آگیرہ کہ آید لب غنچہ را بوسے شیرہ اسے از لب غنچہ بوسے شیر آید ولہ لب غنچہ را کایدش  
 بوسے شیرہ بکام گل سرخ در دم عبیرہ استشہاد اس شعر ثانی سے ایک امر لطیف پر مبنی ہے یعنی  
 کایدش میں شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضمائر میں مفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو  
 یہاں بسبب تعذر کے لاحق نہیں ہوئی چنانچہ حالت انفصال میں اور اور کہتے ہیں پس کایدش کی  
 تعبیر کاید اور موگی جیسے در لغ آدم میں در لغ آدم کے ساتھ تعبیر کجاتی ہے اور یہاں اور میں را  
 اپنے معنی مفعولیت پر نہیں بلکہ از کے معنوں میں ہے یعنی لب غنچہ را کہ آید از بوسے شیر چنان چنان  
 کن واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب آٹھواں را بمعنی با۔ بنجر کاشی شہر ختم الرسل اگرچہ نحو واداد از کرم  
 آن نسبت کہ داشت مارون کلیم را بہ اسے با کلیم۔ نو آن را محملہ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ  
 پر دخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کر دیتا ہے جس طرح عربی میں لام اختصاص مضاف الیہ پر دخل  
 ہوئیے جیسے غلامہ نزدیک سے غلامہ لزمید اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے  
 مقدم و موخر بفصل و بلا فصل سب طرح بلا کٹکٹے لاسکتے ہیں تا تحلیل بخوبی متحقق ہو جائے سعدی  
 شہر شور وختان آرزو خواہند بہ مقبلان راز و ال نعمت و جاہ بہ اسے زوال نعمت و جاہ مقبلان ولہ  
 کسانرا نشد ناوک اندر حیرہ کہ گفتی بدوزند سندان بہ تیرہ اسے ناوک کسان نظامی شہر گزارندہ  
 صرف گوہر فروش پسخن را بگوہر برآمد گوشت بہ اسے گوش سخن ولہ چہل روز خود را گرم زام بہ اسی زام  
 خور۔ دستان زائد محض جو کسی معنی کا افادہ نہیں کرتا صرف براے بیت آتا ہے خواجہ جال الدین  
 سلمان کا شعر ہے شہر امید زندگانی را کہ دارد بہ تن رنجور من جان ردان ست بہ اسی امید زندگانی  
 کہ دارد۔ اگر غور کیجئے تو اس قسم کی ترکیبوں میں چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہیں کرتے تو یہ را  
 زائد قرار دیا گیا۔ ورنہ در اصل دارد فعل اس میں ضمیر ستر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی  
 را مضاف مضاف الیہ ملکہ دارد کا مفعول بہ اور را علامت مفعول کا مفعول پر لانا زائد نہیں کہلاتا  
 واللہ تعالیٰ اعلم اسی طرح سید حسن اشرفی کے شعر میں شہر یارب سبے ساز کہ آن سرور و ان را بہ  
 آرد بر بخت علی الرغم جہان را بہ اسے علی الرغم جہان یہاں محتمل ہے کہ مجموعہ علی الرغم کو ایک لفظ

ترانہ نمٹے با  
را محملہ اضافت

را زائد محض

دیکر یعنی عے کی ترکیب سے قطع نظر کر کے را کو بمعنی برقرار دیا ہو اور عے کو جز و لفظ جو ہر کلمہ قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا و لیکن کا و او جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بالفعل میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ غرض اہل فارس اپنے استعمالات میں عربی الفاظ میں تصرفات کو جائز رکھتے ہیں جیسے حور کو جو خود جمع کا صیغہ ہے الف و نون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہیں مہصر عہ حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف و اور کبھی اس را اور اس کے مخول میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے سعدیؒ شعر دانکہ را بادشہ بیند از و کسش از خیل خانہ نتوازد و اے از کہ حافظہ شعر محرم را ز دل شید آخود و کس نے بنیم ز خاص و عام را و اے کس را نے بنیم صاحب قوانین و تنگیہی وغیرہ نے قاعدہ فصل پر توجہ نہ کی زائد محض کہ ہدایہ اللہ تعالیٰ اعلم و باد صوا۔ اور کبھی سیاق و سباق کے اعتماد پر اعلات مفہول حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنویؒ شعر مصطفیٰ آمد عیادت سوے او و اے برائے عیادت الخ اور جیسے طعام خوردم۔ آب نوشیدم سعدیؒ شعر بروز کار سلامت شکستگان دریا ب کہ جبر خاطر مسکین بلا بگرداند و اے شکستگان را دریا ب و بار را بگرداند و لہ مرا یکدم بود برداشتند و بکشتی و درویش بگذاشتند و اے درویش را بگذاشتند و

حذف اعلات مفہول

بیان کا  
کاف علیہ

السَّادِسُ حروف صلہ و رابطہ میں سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور یہی معنوں میں مشتمل ہوتا ہے ایک تو کہ علیہ جو علت پر دخل ہوتا ہے یعنی مخول کاف اپنے قبل کے لئے علت ہوتا ہے اور وہ عام ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت غائی جسکو غرض کہتے ہیں اول کاف تعلیلیہ و سببیہ ہی کہلاتا ہے جیسے حافظہ کا شعر ہے شعر بے سجادہ رنگین کن گرت پر مغان گوید و کہ سالک بیخبر بنود ز راہ و ہم منزلیا و کیا معنی کہ سالک کی خبر داری اور نشیب و فراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی کرانے میں تاثر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے۔ دوسرے کاف غائیہ جو غرض اور غایت فعل پر دخل ہوتا ہے سعدیؒ شعر غریب آشنا باش و سیاح دوست و کہ سیاح جلاب نام نکوست و لہ انکو نو آورده ترش طعم بود و روز دوسہ صبر کن کہ شیرین گردد و کیا معنی کہ مسافر کے ساتھ مروت کرنے کی غرض اور علت غائی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسبطر ح صبر کی علت غائی شیرینی انگور ہے اور کاف علت وقت قیام قرینہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے نظامیؒ شعر اگر نیک بشناسم شاہ را و شناسد لبش ہر کسے ماہ را و اے کہ بشناسد ہر کسے ماہ را یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناسم عجب نیست

کاف غائیہ

حذف کاف علیہ

کاف تثنیہ

ہر کہ ہر کس در شب ماہ را بشناسد تیسرا کہ تثنیہ جو جملہ تثنیہ پر داخل ہوتا ہے بعینہ یہ کاف علیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تثنیہ پر بیدار شعر مکن گردن فرازی تانسا زود ہر پالمالت و

کاف تفریع

کہ نے آخر بحر مکرشہ ہا بویا گرد و غنی شعر اگر شہرت ہوس داری اسپر دام عزلت مشو کہ در پرداز وار و گوشہ گیری نام عقار اہ چوتھا کاف تفریع جو کاف تفریع کی جگہ عربی میں فا کے ساتھ اردو میں تو کے ساتھ

تعبیر کر سکتے ہیں نظامی در شعر سو مخزن آوردم اول پہنچ کہ شستی نکر دم دران کار ایچ یعنی کہتے ہیں مخزن الاسرار چونکہ میری اول تصنیف ہے میں تازہ دم تھا تو میں نے اس میں رضا میں لطیف

و معانی نازک کے ایراد میں ذرا سستی نہ کی۔ اس طرح اس شعر میں نظامی در شعر ہزیرا سے پند و زیران شند کہ از جملہ دور گیران شند پانچواں کاف شرطیہ جو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی دخول اسکا شرط

کاف شرطیہ

ہوتا ہے نظامی در شعر نہ خلوت بدی کافریش نبود نہ چون کردہ شد بر تو رحمت فرو دہ اے وقتیکہ آفرینش نبود۔ عراقی کا شعر ہے شعر گفتہ بودم کہ بیایم کہ بجان آئی تو پسن بجان آدم اکنون تو چرا

سے نائی پ اے ہر گاہ کہ بجان آئی تو۔ اور کبھی اس معنی کی تبیین و تفسیر کے لیے لفظ ہر گاہ جو متضمن معنی شرط ہے اسکے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرعہ ہر کہ گفت گزر بکویت چھٹا کہ جزائیہ جو جزا پر دخل

کاف جزائیہ

ہوتا ہے تا شرط و جزا میں ارتباط پیدا کرے جیسا کہ عربی میں فا اور قدیم اردو میں لفظ تو۔ اس فا کے لیے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب شعر گر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر مکن پ

تا تو ان کرو عمارت دل ویرانی را پ اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعمیر نہ کر۔ اس طرح جملہ کہ مرید نشینی مرزا احمیل کے شعر میں شعر بر خیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ پ گزشت کنندت کہ مرید نشینی پ

مگر صاحب جو اہر الحروف محقق فرزانہ بہار اس کاف کا زہار یہ نام رکھتے ہیں اور اسکے قبل ان صلیہ اور مابعد فعل منفی و نہی کا ہونا شرط کرتے ہیں میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ایک تکلف معلوم

ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونے کی صرف معنی زہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زہار اور ہر گز جملہ مثبتہ پر آتے ہیں جیسا کہ بیان تازہ زہار یہ میں عرض کر چکا ہوں چنانچہ اس شعر میں دیکھیے سی

قسم کا کاف جملہ مثبتہ پر موجود ہے شعر بہرن دہر سخت ست مشو امین از و پگر خود ام و زہار ہست کہ فردا بہر و یعنی اگر آج نہ لیکیا تو کل لیجا یگا جناب بہار کی را سے پر یعنی اگر زہار یہ کہا جائے یہ ترجمہ ہوگا

کہ اگر آج نہیں لیکیا ضرور کل لیجا یگا کیا معنی کہ زہار و ہر گز مثبتہ میں معنی ضرور کے دیتا ہو جیسے

صلحین عوالم اللودن  
ال کاف زہار یہ کہ میں  
اور جہنم شلا سنا  
سلفہ نم دہ کہ میں



غیم زیر دستان بخور زینہارہ اسے ضرور عاجز و محی غنحواری کر۔ اور اگر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر کن زینہارہ  
 کہنا اور اگر خود امر و زبردہ است کہ فردا بر د کو نہ کہنا حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سا توان کہ لزومیہ  
 جو دو جلوئے در میان دخل ہوتا ہے جن میں باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی ماقبل مابعد کے لئے  
 علت ہو اور مابعد اسکا معلول جس سے مدخل کاف اپنے ماقبل کے لئے لازم ہو جیسے عرفی کا شعر جو  
 شعر ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید کہ مرغ کباب است کہ بابال و پراید کہ آٹھوان کاف فجائیہ جس کو  
 اتفاقہ بھی کہتے ہیں وہ ایسے دو جلوئے در میان دخل ہوتا ہے کہ جن میں ایسا علاقہ نہیں ہوتا کہ جس  
 مدخل کاف کو اپنے ماقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر شہ گزشتہ بزلفونہادہ بودم  
 کہ افتاد خرد و اوران خرابہ گزرہ اسے ناگاہ افتاد الخ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ لزومیہ میں جملہ ماقبل  
 کے لئے مدخل کاف لازم ہوتا ہے اور ماقبل کاف مابعد کی علت یعنی یہاں کشمیر میں آنیکو بابال  
 ہو جانا لازم اور بابال و پراید ہو نیکی دخول کشمیر علت اور مرغ کباب است جملہ معترضہ بخلاف فجائیہ  
 کہ اس میں باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقہ لازمیہ اس میں نہیں ہوتا یعنی یہاں سر بزلفونہادہ اور گزر  
 کردن خرد میں کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جائے یا بمعنی اسکا اتفاقہ نام  
 رکھنا مناسب نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی تبیین و تعیین بمعنی فجائی کے لئے کاف  
 کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیر خسروؒ دل گم گشتہ را در ہر خم زلفش ہی جستم  
 کہ ناگہ چشم بدخوسوے رویش رفت و جان گم شدہ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہیں  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ توان کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عرفی میں لفظ بل کے ساتھ کر سکتے ہیں اور یہ دو  
 معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس میں ابطال معطوف علیہ و اثبات معطوف کا کیا جاتا ہے  
 اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو بلا قصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر میں سعدیؒ شعر نہ از  
 جہل ے بشکنم پائے خرد کہ از جو سلطان پیدا گزہ اسے بلکہ از جو سلطان الخ یا اس میں ترقی  
 مطلوب ہوگی جیسے سعدیؒ شعر نہ قندے کہ مردم بصورت خوردہ کہ ارباب معنی بکاغذ بندہ اس  
 بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ امین معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اعراض  
 نام رکھتے ہیں کیا معنی کہ اعراض بمعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہیں اضرب علیہ ای اعرض عنہ  
 کما فی المنتہی الارب اور اضربت علیہ اعرضت عنہ ترکا و اھما۔ دوسرا بلا قصد ابطال

کاف لزومیہ

کاف فجائیہ اتفاقہ

کاف عاطفہ اخباریہ  
کاف اخباریہ  
مطلوب مقصودینکاف اخباریہ  
مطلوب مقصودینکاف عاطفہ سادہ  
بسنے واو

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف چل دیتے ہیں اس وقت اسکا استعمال بجائے  
 واو عاطفہ ہوگا سعدی رح شعر اے بسا سپ تیز رو کہ باندہ کہ خزلنگ جان بنزل بردہ اے  
 و خزلنگ ائم ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم میں داخل کریں مگر اسوقت اسکا معطوف علیہ متاثر ہوگا  
 یعنی باندہ سے جان بنزل نہر کے معنی مراد لیں اسے بسیار سپ تیز رو جان بنزل نہر و بلکہ خزلنگ  
 جان بنزل بردہ اور عربی میں بھی لفظ بَلْ صرف واو عاطفہ کی جگہ مستعمل ہو جیسے اس آیت شریف  
 میں بعض مفسرین کی رائے ہے کَمَا قَالَ عَمْرٌو جَلَّ ۖ وَاللّٰهُ مِنْ قَرَابَتِهِ مَحْضٌ بَلْ هُوَ  
 قَرَابَتٌ مَحْضٌ اے وہو قرآن مجید۔ یہ بھی سن لیجیے کہ جبکہ یہ کاف کئی معنوں میں مستعمل تھا مزید توضیح  
 و تعین معنی خاص اضرابی کے لئے لفظ بَلْ جو عربی میں اضراب کا کلمہ ہے اسپر لاکر بلکہ کہا کرتے ہیں  
 جیسے کاف نتیجہ کے ساتھ تائے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور حسب طرح را بمعنی براے یا از بمعنی براہ کے  
 ساتھ ہر و براے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کاف عاطفہ پر بل زیادہ کر کے بلکہ کہا کرتے ہیں  
 نظامی رح شعر بریشم تنے بلکہ لولو سنے ۖ روندہ چو لولو برابریشم ۖ یہاں صرف عطف بلا قصد  
 ترقی ہے۔ اور کبھی اُس اصل کاف کو حذف کر دیتے ہیں صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہیں  
 امیر خسرو رح شعر ہدیہ بسے ہر خداوند تاج ۖ ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج ۖ یہاں ترقی مقصود ہے اور کبھی  
 وقت قیام قرینہ کاف مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی رح شعر ترا با چنین تندی و کسری ۖ  
 نہ پندارم از خاک کی از آتشی ۖ بلکہ از آتشی عرفی شعر بچار سوئے سخن نقد را بجی دارم ۖ نہ ہچو ماہ ز راندو  
 آفتاب عیار ۖ اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحاءے مناخرین نے باشد و شاید  
 کیطرح موضع ظن میں استعمال کیا ہے طغرا شعر گر بطغر انظرے میکنی اموز کن ۖ بلکہ از دور و فراق  
 تو لغو دازد سد ۖ فیاض لاجبی شعر در سر و گل و یاسمین آن نور ندیدم ۖ ہنگامہ مرغان چمن بلکہ تو باشی  
 محمد سعید اشرف شعر گر بآید خطت مشو لگیر ۖ بلکہ خیریت دران باشد ۖ اور فارسی قدیم میں لفظ  
 وَاَنْ لَفَتْحِ وَاَوْ اَضْرَابِ کِلَیْے مستعمل ہو وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ و سوال کہ تفضیلیہ جو فضل علیہ  
 پر داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی رح شعر از دست تو مشت بردمانان خوردن ۖ خوشتر کہ بدست  
 خویش نان خوردن ۖ ولہ کم آوازہ ہرگز نہ بینی نخل ۖ جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل ۖ اور باقی  
 حالات کو از تفضیلیہ کے حالات پر قیاس کر لیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ گیارہواں کاف مقولہ

وقت قیام قرینہ  
 کاف تفضیلیہ

کاف تفضیلیہ

سوائے مقولہ کی تحقیق

جو جملہ مقولہ پر داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدیؒ شعر بخندید  
 و ہقان روشن ضمیر کہ پس حق بدست من ست اے امیرؒ اے گفت کہ پس از ولہ ہی گفت گریان  
 براحوال طے بسبع رسول آمد آواز وے بہ بخشیدش آن قوم و دیگر عطا کہ ہرگز نکر واصل گوہر خطا  
 اے بخشید و گفت کہ ہرگز واصل حیل خطا کند۔ یہاں ذرا سی توجہ سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی کہ یہ کاف  
 مقولہ بمعنی گفتن نہیں بلکہ بحسب اقتضائے مقام کوئی مشتق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہو گا یہ  
 کاف مع اپنے مفعول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بچائے پس جس صورت میں کہ فعل گفتن مفعول  
 ہوتا ہے یہ کاف اسی مقولہ پر داخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر مگر اول ہی کو کاف مقولہ اور ثانی  
 کو بیانیہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض دراصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقول پر جو اس  
 فعل کا مفعول ثانی ہے داخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد سے بذریعہ اس کاف کے یہ  
 جملہ مفرد کی تاویل میں کر لیا جاتا ہے جس طرح عربی میں لفظ ان سعدیؒ شعر فریدون گفت  
 نقاشان چین را کہ پیرامون خرگاہش بدوزند نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مفعول  
 کاف مفعول ثانی یعنی مقولہ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہیں رکھتا کاف مصری  
 اُسپر لایا جاتا ہے تا وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر مفرد بچائے اے دوختن پیرامون خرگاہ یعنی  
 فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادہ کا  
 کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ مجاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ رکھ دیا  
 گیا ورنہ اور جملوں پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہیں اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے  
 مادہ سے نہیں یہ کاف مصری لایا جاتا ہے اور وہاں بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے  
 خواہم کہ ترا نہ بینم اے خواہم نادیدن ترا سعدیؒ شعر شنیدم کہ مردے براہ حجاز بہر خطوہ کردی  
 دو رکعت نماز اے شنیدم نماز کردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل میں مفرد کے ہو کر معطوف  
 معطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہونگے اسی طرح ولہ بامید بیشی ندا و نخورد و خرمند داند کہ ناخوب کہے  
 کہ ناخوب کہو تاویل میں مفرد کے ہو کر داند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ داند افعال قلوب سے ہے  
 جو وہ مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعہ اول یعنی بامید بیشی ندا و نخورد و خرمند پس  
 مناسب تھا اس کاف کا مصدر یہ نام رکھتے اور موضع استعمال کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتے

اس کاف مقولہ کا مصدر یہ نام  
 رکھنا مناسب ہے

جیسے عربی میں اس اُن کا مصدر یہ نام ہے اور اس اُن کی بدولت بڑے بڑے قصے کی قیل  
 کے مفعول واقع ہو جاتے ہیں۔ اگر خصوصیت معنی قول کا لحاظ کیا جائے تو اس کو ان للتفسیر کی طرح  
 کاف تفسیر کہنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ وتبارک۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ  
 اور تَبَارَكَ إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے  
 سعدی در شعر حد کرین زانکہ دشمن گوید ان کن + اے گوید کہ ان کن یعنی گوید کردن آنرا۔ اسطرح عربی  
 میں اُن مصدری حذف کیا جاتا ہے مع ابقاے عمل طرفہ بن العبد شاعر زمانہ جاہلی کا شعر قصیدہ  
 ثانیہ سبع معلقہ میں ہے شعر اَلَا اَيُّهَا اللَّهُمَّ اَحْضِرْ الْوَعَاءَ وَانْ اَشْهَدْ لِلذَّاتِ  
 هَلْ اَنْتَ مُخْلِدِي + اے اَنْ اَحْضِرْ الْوَعَاءَ۔ دالہ تعالیٰ علم بالصنوا۔ بارہوان کہ دعائیہ جو  
 جملہ دعائیہ پر داخل ہوتا ہے سعدی در شعر زعہد پدر یادم آید ہی + کہ باران رحمت برو ہر دمی +  
 نظامی در شعر مرزان کریمان صاحب زمان + توئی ماندہ باقی کہ باقی بمان + ولہ تختین شملے  
 جہاندار گفٹ + کہ بادا جہاندار با کام جفٹ + اگر غور کیجے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسرہ ہے یعنی بخول کا  
 فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اسکی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بدعا  
 کہ تفسیرش باران رحمت برو ہر دمے اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہیں یعنی دعا میکنم  
 را بخیر کے کہ تفسیرش اینست کہ باران رحمت از مفسرہ بالفتح کو تفسیر سے عام رکھنے میں کوئی قباحت  
 نہیں جیسے اس آیت وافی ہایہ میں ما کی تفسیر ان اقد فیہ سے کی گئی اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّکَ  
 مَا یُوحٰی اَنْ اَخَذَ فِیْہِ۔ دالہ تعالیٰ علم بالصواب + اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے  
 نظامی در شعر بزرگ ہمہ شہر زین شہر دور + نگرید کسے در بود ناصبور + اے کرین شہر دور باد + تیر ہوان  
 کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم پر آتا ہے نظامی در شعر بدارے گیتی ودانے راز + کہ دارم  
 بہ ہیو و دلا نیاز + شیدا شہر مرا کہ نیست بدور لبست ہوائے قدح + بجان بادہ کہ جان میدہم برا  
 قدح + اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کر دیا جاتا ہے شعر ہر خندہ آذر بستا وژند + بخورشید روشن  
 بچرخ بلند + بروم اندر آرم ز گرد سپاہ + کہم چشم خورشید روشن سیاہ + اے سوگند بخورشید روشن  
 کہ در روم سپاہ آرم از چو ہوان کہ تشبیہ جو تشبیہ مرکب میں مشبہ بہ پر داخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے  
 شعر عیان از غم نمل آن عکس لب + کہ فانوس نایخ در تیرہ شب + اے چنانکہ فانوس نایخ از غم نظامی

اُن کاف کو در صورت  
 خصوصیت معنی قول  
 کاف تفسیر کہنا چاہیے

کاف دعائیہ

حذف کاف دعائیہ

کاف قسم

حذف کاف قسم

کاف تشبیہ

شعر کے بیشہ و گردش انچوبہ تیر کہ باشد گیا برب آگیر کہ اسے چنانکہ باشد چنانچہ یہ کاف لفظ چنان کے ساتھ موجود ہے نظامی یہ شعر گرا سودہ ورناتوان میزیم چنان کا فریدی چنان میزیم اگر ذرا غور کیجے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجویزی ہے ورنہ یہ کاف بیانیہ ہے جو بحر لفظ چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف اسمی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب میں مستعمل ہوتا ہے وہ یہاں ان اسئلہ میں مقدر ہے پس چنانکہ میں بعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے ہونگے کس واسطے کہ چنان کا فریدی کا ترجمہ عربی میں کما خَلَقْتِی کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اس میں کاف حرف تشبیہ اور صام موصولہ ہو وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ پندرہواں کاف بیانیہ جو کسی امر مبہم کے جملہ بیانیہ پر دخل ہوتا ہے نظامی یہ شعر چنان دارم اسے داور کار ساز کہ زین بانیا زان شوم نے نیاز کہ ولہ چنان گرم کن عرم ریم ہو کہ خرم دل آیم چو آیم ہو اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے شعر چنان برعشتر تم قاسم فضلے آسمان تنگست کہ بہر جا جست ننگے از فلاخن رو بآورد کہ اسی کفضلے آسمان الخ صاحب جواہر الحروف نے نظامی کے اس شعر میں شعر جزا دہر کسے باتوسر میزند کہ چوزلف توسر بر کمر میزند کہ اسے ہر کسے کہ باتو لہ کاف بیانیہ محذوف مانا ہے مگر میرے نزدیک اس کاف کو بیانیہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ چنانچہ اسکا بیان موصول کی بحث میں گذر چکا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہواں کہ تردید جو بجائے لفظ یا حرف تردید کے مستعمل ہوتا ہے شعر حسن معشوق بہتر است کہ آن کہ آن ازین بہتر است و این از آن کہ اے حسن معشوق بہتر است یا آن معشوق حافظ یہ شعر چشم صاحب نظران در پے دنیا است کہ نیست کہ سر خط سادہ دلائل نقش تناسل کہ نیست کہ اے در پے دنیا یا نیست و نقش تناسل یا نیست یہاں اس تردید سے کمال تقریر مطلوب ہے جو نتیجہ اس نفی و اثبات حصر کا ہے اور کبھی اس معنی کی تعین و تبیین کیلئے لفظ تردید یا کے ساتھ بھی یہ کاف مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر یا کہ قلم موید غم سے نوشت کہ یا کہ رگ ابرسیہ بود و دست کہ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سترہواں کہ زائدہ مولوی معنوی یہ شعر اینچنین قفل گران را اسے وود کہ کہ تواند جز کہ فضل تو کشود کہ اسے جز فضل تو کہ تواند کشود ولہ جز کہ صاحب ذوق شناس طحوم کہ شہد رانا خوردہ کے دانی زوم کہ ہاتھی یہ شعر طرازندہ داستان کہن چہین شدہ صلی بند بکر سخن کہ

کاف بیانیہ

کاف تردید

کاف زائدہ



کہ از فرو اقبال شاہنشاہی کہ از فتنہ شد آن مالک تہی ۛ اسے از فتنہ الہ سعدی ۛ شعر باز نمی گفت  
 این سخن بایزید ۛ کہ از سکر امین ترم کرم پرید ۛ اسے از مرید الخ اگر غور کیجاسے ان کا فن میں تاویل  
 کیجا سکتی ہے جس سے وہ زیادت محض سے شکل جباتین اور یہ بھی سن لیجئے کہ سوا سے ان  
 حرفی کا فن کے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں کاف اسی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اہم میں گزر چکا  
 اور وہ یا تو صرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی ۛ شعر گزند کشف نیاید پسند ۛ کہ ترسد  
 کہ در ملکش آید گزند ۛ اسے کیسکے ترسد الخ کبھی اس کاف سے تعمیم و تنکیر مراد ہوتی ہے جیسے کراجا و ان  
 مانند امید نیست۔ اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار منظر ہو چکا یا اثبات یا انکار مگر باعتبار  
 مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار میں حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو مضمون ہے  
 جیسے درخانہ کیست۔ اور باقی اثبات و انکار میں معنی طلب اپنی حقیقت پر نہیں ہے اول یعنی اثبات  
 میں تقریر مطلب مقصود ہے جیسے اس شعر میں انوری عم کہ بر فروزد ہر باد او مطلع صبح ۛ سعدی ۛ شعر  
 بامرش وجود از عدم نقش بست ۛ کہ داند جزا و گردن از نیست ہست ۛ یعنی وہی ہر باد او مطلع صبح روشن  
 کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرنا جانتا ہے یعنی اسکے سوا دوسرا کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اس  
 مجاز کے اختیار کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ اس سے حصر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم  
 کی نفی کی گئی تو فقط اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا  
 اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال میں از نیست ہست گردن کہ داند غیر او نمی داند کے مساوی  
 ہے اور وہ مستلزم ہے از نیست ہست گردن ہم اوداند کو۔ اور استفہام انکاری میں جمیع افراد سے  
 انکار مقصود ہوتا ہے نظامی ۛ شعر کر اور خوراسے باشد بلند ۛ نگوید سخنہاے ناسودمند ۛ اسے  
 کہے رابا ہر کرا یعنی جتنے افراد بذریعہ اس کاف کے مسؤل ہیں ان سب سکلم مضمون جملہ مغل  
 کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اس شعر  
 میں غنیمت شعر کہ میگوید کہ بر عزم سفر بست ۛ بقتل عاشق مسکین کمر بست ۛ یعنی کوئی بھی نہیں کہتا  
 کہ معشوق نے سفر کے لیے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لیے کمر باندھی ہے  
 یہاں منظور یہی نکتہ ہے کہ افراد نانی کی تعمیم حاصل ہو جائے۔ دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ بیان کہ  
 استفہامیہ مجرد تو بیخ کے لیے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہہ دیا ہو کہ

کہ نفی موصول  
 کہ استخباری  
 کہ تقریری

سہر زکاری

استفہام انکاری  
 دوسری تاویل

بقصد سفر کمر باندھی ہے تو شکم سکوڈانٹ بتلاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول  
 بنسبت اس معنی ثانی تو بیخی کے ابلغ ہیں اس واسطے کہ یہاں صرف ایک شکم تنہا منکر ہے اور اول  
 میں جمیع افراد یک زبان منکر ہیں غرض استفہام انکاری میں تعمیم ایک امر کی مطلوب ہے اور تقریر میں  
 تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصر ہے) مقصود ہے ناہم **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ** واضح ہو کہ  
 کاف استفہام ذو العقول کے لئے موضوع ہے اور اسکے مقابل لفظ چہ غیر ذوی العقول کے لئے اور  
 جہان ذی العقول اور غیر ذی العقول میں تعین نہ ہو سکے وہ بھی (بحکم انکہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے)  
 غیر ذی العقول میں مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شیخ معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ انسان ہے  
 یا غیر انسان تو یہاں سوال میں این چیست کہا جائیگا و این کیست۔ اور یہ بھی سن لے کہ جب  
 یہ کاف چہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چہ کے دیتا ہے ظہوری شعر در ع زر گسنہ  
 چشمے بخوان تو بنشست و مرا گراشت چنین پشت دست خای کہ چہ و سعید اشرف شعر زہر دو چشم  
 میکنی سیار کہ چہ و نگہ دو سپہ چرانی بلالہ زار کہ چہ و اے چرا۔ اگرچہ بحث حرف موقع کاف ہی کا تھا  
 مگر بنظر توضیح ہمنے ذکر کر دیا۔ اور کبھی دو کاف دو نوع کے ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہیں مگر یہ شاذ ہو  
 مولوی معنوی شعر سوے نمر لہا دوید و بانگ داشت و کہ کہ بردردانہ ام عارت گماشت و امی بانگ  
 داشت کہ کہ ام کس بردردانہ ام الخ و۔

**السَّابِعُ** بے مفردیہ حرف چند معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے کبھی الصاق کے لئے یعنی دخول  
 و مجرور با کے ساتھ الصاق ثابت کیا جاتا ہے خواہی لصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول لصوق حقیقی  
 جیسے حکمی عقی عنہ شعر در بدل بودش و سودا بسر و خرد غم تلخترش چون شکر و دوسرا لصوق مجازی  
 جیسے حافظ شعر آخر لبسرم گزرن ای دوست و انگار کہ خاک آستانم و یہاں لصوق حقیقی نہیں کیا جی  
 کہ در حقیقت گزرن ناسر کے قریب ہوگا نہ عین سر۔ واضح ہو کہ مثال اول در بدل و سودا بسر  
 بعینہ ایسی ترکیب ہو جیسے عربی میں یہ داء چنانچہ علامہ رضی الباء لہا لصاق کی شرح فرماتے  
 ہیں نحو یہ داء ای التصیق بہ و قولک مرہات بہ ای الصقت المرہ بہ کان یقرہ منہ  
 مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظرفیہ بمعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا با اتصالیہ  
 نظامی شعر خراوند مائی و باندہ ایم و بہ نیروے تو یک یک زندہ ایم و اے یک متصل یک۔

کہ آدھ ہر  
 جمع ہر معنی چاہا  
 دینے ان  
 نظامی شعر  
 بپورین بحر خاوند کہہ  
 بپورین بحر خاوند کہہ

کہ آدھ ایک جگہ  
 جمع ہر معنی چاہا  
 دینے ان  
 نظامی شعر  
 بپورین بحر خاوند کہہ  
 بپورین بحر خاوند کہہ

کہ آدھ ایک جگہ  
 جمع ہر معنی چاہا  
 دینے ان  
 نظامی شعر  
 بپورین بحر خاوند کہہ  
 بپورین بحر خاوند کہہ

بائے الصاق

بائے الصاق

اس کو کل افرادی سے کنایہ کرتے ہیں یعنی ہر مہمہ زندہ ایم۔ ولہ رسید لشکر بہ لشکر فراز زمانہ درکنہ  
 کشتاویاز و تیسرا بے مصاحبت و معیت جسکا مجبور اپنے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے میں دوسری ایک شے  
 کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزین خریدم اسے بازین و ہمراہ زین خریدم الہامی شعر پنج روز چوسو  
 تربت من گامے چند گفت این گور فلانیست بدشنامے چند ہا بے اتصالیہ اور معیت میں فرق ہی ہو  
 کہ بے معیت و مصاحبت کی جگہ لفظ ہمراہ یا مع بیان کیا جاسے معنی میں کوئی فرق نہ آئے مہذباً بمعیت  
 عام ہے اور اتصالیہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت و مصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصا  
 لازم نہیں جیسے مثال مذکور اسپ را بزین خریدم یعنی اسکے یہ معنی ہیں کہ زین کا اشتراک اور معیت اسکے  
 ساتھ صرف خریداری میں ہے اور یہ ضرور نہیں کہ وقت اشتراک گھوڑے پر زین کسی ہوئی بھی ہو چوتھا ہا  
 استعانت جو دخول بالفعل متعلق کیلئے آئے ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل میں مجبور یا سے مدولیتا ہے  
 نظامی شعر نباشد چنین نامہ ترویر خیز و نوشتہ بچندین قلم ہاے تیز یہاں قلم آئے نوشتن ہے اور  
 نویسنہ اپنے کہنے میں قلم سے استعانت لیتا ہے ولہ بشمئیر آتش برآر و آب و میاں کی کناب بر آفتاب  
 سعدی شعر و گر ہچنان روزگار ملی و بگردش از پنج بنگلی و پانچوان باتوسلی جو دخول با سے  
 مہات میں وسیلہ پکڑا جاتا ہے شیخ ابوسعید ابوالخیر رباعی یارب برسات رسول الثقلین و یارب بغزا  
 کنندہ بدروخین و عصیان مراد و نیمہ کن در عرصات و نیمی بحسن بخش و نیمی بحسین و اے طفیل  
 حسن و بوسیلہ حسین رضی اللہ عنہا چھٹا بمعنی براے جسکا مجبور غایت اور غرض فعل متعلق کی ہوتا  
 اور جسکا وجود خارج میں فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے شعر اگر بسیر چمن میردی قدم بردار و کہ  
 ہچو رنگ حنای رود بہار از دست و اے براے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا  
 حصول ہوگا۔ ساقان باد علت و سبب جسکا مجبور علت و سبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا  
 وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ امیر خسرو شعر بیک آمدن رلودی دل و دین صد چوسر و چہ زید  
 اگر بدینسان دوسہ بار خواہی آمد نظامی شعر مشوران بخود کامی ایام راہ قلم در کش اندیشہ ظام را  
 اے بعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص میں موجود ہے جو مشورن کا سبب اسی طرح  
 محبوب دلربا کا آنا پہلے سے اور دل لیجانا بعد میں اسی طرح نظامی کا یہ شعر شعر بیاساقی آن جام  
 یا قوت بار و بیاد شہنشاہ بکامم سپار و یہ اسی قسم کا بابیہ ہے جو بر سبب میں مذکور ہوا۔ آٹھوان با

بائے مصاحبت

بائے اتصالیہ اور  
بائے معیت کا  
باب الامتیاز

بائے استعانت

بائے توسل

بائے غایت

بائے علت و سبب

بائے مشورہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ جبکا مجرور ایک دوسری شے کے مقابلہ و معاوضہ میں واقع ہوتا ہے نظامی شعر گراں نامہ راسن ہز گفتمی پے بحرے کجا گوہرے ستمی پے اسے عوض زر و لہ بدریا کند بیج دریا پدید پے کہ دریا بدریا توانی خرید پے تو آن بمعنی موافقت حافظہ شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام ماہ مطرب بلکہ کار جهان شد بکام ماہ اسے موافق کام ماہ عارض اصفہانی شعر شاید بدعا تو گویم حکایت تو یکبار عرض حال مرا میتوان شنید پے اسے موافق دعاے تو۔ دسوان با کیاقت جیسے شعر صائب کنون کہ در دبیرمان نمازہ است پے آن بہ کہ راہ چارہ و تدبیر نسپریم پے اسے لایق دستان پیری۔ گیار جوان با تو تصرف سعدی م شعر چنانکہ دست بدست آمدست ملک با ماہ بدستہاے دگر بچنین بخوابد رفت پے او تصرف دستہا دگرالہ حقیقت میں یہ باظرفیہ ہے مگر معنی تصرف اور قبضہ کے اس عبارت سے بطریق کنایہ لئے گئے ہیں بارہوان با ہی تقداریہ جو بیان عدد و قدر کے لئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا مجرور اکثر کم منفصل متصل کی تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدی م شعر بہ نیم بیخہ کہ سلطان ستم بطوار و پے زند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ پے نظامی شعر بجوی ستاند زہقان پیر پے بن می فرستد بدیوان میر پے اسے قدر جو قدر من سجدی م شعر اگر بار یفکان نہاشی شفیق پے لغزنگ بگریز وازوے فیق پے کبھی مقدار کمی کے غیر میں بھی متعل ہوتا ہے جیسے نظامی م شعر نہ من ز بہمن شدم کاژد با پے بخاریدن سر نکروش رہا پے اسے قدر زمانہ خارید اور کبھی لفظ قدر و مقدار کا صریحاً اس باء کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدی م شعر اگر ختم گیری بقدر گناہ پے بدورخ فرست و ترا زوخواہ پے ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جود پے نماز گرقاری اندر وجود پے۔ تیر جوان با تو تیز جبر کا مدخل ایک امزہ ہم کا رفع ابہام کرتا ہے نظامی شعر درختے ہی سرور باغ شرع پے زینے باصل آسمانے بفرع پے اسے ازوے اصل و ازوے فرع۔ ولہ دشاقان موکب زود خیر پے بدیدار خوب و بر فقا تیز پے سعدی م شعر بخیل ارچہ باشد تو نگر مال پے بخواری چو فلس خور گوشتا پے چو دہوان باقی قسم جو مقسم بہ پردخل ہوتا ہے جیسے یازد اس شعر میں نظامی م شعر و گر نہ با یزد کہ تابودہ ام نئے دهن لب نیا لودہ ام پے پند رہوان با ابتدائیہ جیسے شعر بنام چاندار جان آفرین پے حکیم سخن بر زبان آفرین پے اگر غور کیجیے تو یہ باے الصاق ہے جو معنی قسم و معنی ابتدا کو مقسم بہ و ابتدا تک پہنچانے اور اس کے ساتھ متصل کر نیکیے لئے لایا جاتا ہے پس با میں نہ معنی قسم کے ہیں نہ ابتدا کے بلکہ یہ معنی اس کے متعلق کے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ سولہوان با بمعنی تا انتہائیہ نظامی م شعر

با معاوضہ و مقابلہ

بے موافقت

بے کیاقت

بے تصرف

با مقدار

بے شعر

بے زینت و مدح و تحسین

بے لایق و بجا

بے نظم

بے قیاس

بے ابتدا

بے انتہائیہ

سر آنگ تا ساقہ از تیر و تیغ و بر آرد و کوہے زور یا بخیغ و ولہ چنانست فرمان کہ فردا پگاہ و برایم  
 نیزے ز ماہی بیاہ و کبھی تا انتہائیہ اور یہ باد و نون ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہیں نظامی و شعر بے قمر ل  
 آمد زین تا بتوہ نشاید ترا یافت الا بتوہ ستر ہوان با بھنی الی یعنی سو و طرف نظامی و شعر بدانش ترا  
 رہنمون کردہ اند و کہ مال ترا حکم خون کردہ اند و اے لبسوے دانش سعدی و شعر مکن التفاتے  
 بہال خلیل و مہر نام مال و منال خلیل و آٹھار ہوان با بھنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مر کہ نیست  
 بدور لبت ہواے قدح و بجایے بادہ کہ جان میدہم براے قدح و اے پیش دور لبت کبھی لفظیتر  
 اس باکے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے نظامی و شعر کمر بر کمر تاجداران دہر و بہ پیش جہاندار پیر و زہر و نیش و  
 با بھنی نزو نظامی شعر کہ مایم خاصان دارا و بس و بدار از اخاص تر نیست کس و اے نزو دارا مولوی  
 معنوی و شعر میر بیرون جست و لبوسی بدست و نیم شب آمد براہ نیم مست و اے نزو زارہ کبھی  
 لفظ نزو بھی اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے سعدی و شعر اے سیر ترانان جوین خوش نہ نماید منشو  
 منست آنکہ بنزدیک تو رشت مست و بیسوان با بھنی نیز نظامی و شعر چین تا بقدر ہفتاد و مد و بہ تیغ آمد  
 از رویان در بندہ اے زیر تیغ و تحت سیوف کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی  
 شعر زبون تر ز من صیدے آرد زیر و کہ چرنی نخیز و ز پہلوے شیر و اکیسوان با تشبہی جو مشبہ بہ پر  
 داخل ہوتا ہے فردوسی و شعر ببالاے تو د چین سر و نیست و چو خسار تو تالیش پرو نیست و اے  
 مانند بالاے تو سعدی و شعر مگر ملائکہ بر آسمان و گر نہ بشر و بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود و اے  
 چون حسن فیضی شعر نطقش بہ بہار شادمانی و قہر ش بسوم قہر گانی و اے مانند بہار و بکر دار سموم  
 اور کبھی کلمہ تشبیہ خود اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے فردوسی و شعر لبانش با نندیک و اندازہ  
 بیاوردہ از جنت کروکار و ولہ بیا لاکر دار سر و بلند و دوا برو کمان و دو گیسو مکند و بائیسوان با  
 ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی دخول اس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی و شعر بہر گوشہ کا فتم  
 ثنا خوانمت و بہر جا کہ باشم خدا دانمت و اے در ہر گوشہ و در ہر جا اور کبھی تعین و تمہین معنی  
 طرف کے لئے خود لفظ و اکثر بعد دخول باکے آتا ہے جیسے شعر مشہور ” بدریاد منافع بیشمار است“  
 مین اور کبھی اس باے ظرفیہ سے مقدم بھی ہو جاتا ہے فردوسی شعر مے لعلگون در بجام بلور و  
 بخوردند تلور سرفا د شور و نظامی شعر کم با تو کار سے درین کارزار و کہ اندر گیزی لبور لار و

با بھنی الی

با بھنی پیش

با بھنی نزو

با بھنی زور

با تشبہی

با ظرفیہ بھی

و تمہین کی باء

ظرفیہ سے تعین



اور کبھی یہ باے ظرفیہ مع کلمہ مُبْتَنَہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی <sup>۱۳۳</sup> شعر بگہرا علم و فن  
 آموختن و دادن تیغ است دست راہزن و اسے بدست راہزن یعنی نخون مین دادن تیغے بدست  
 راہزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسواں باب استعلا بمعنی بر۔ نظامی <sup>۱۳۴</sup>  
 شعر بنہ بست زین کوے ہفتاد راہ بہ ہفتم فلک برز وہ بارگاہ و اسے بر ہفتم فلک۔ کبھی مجبور بلکہ بعد  
 تبیین و تعیین معنی استعلا کے لئے لفظ بر زائد بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی <sup>۱۳۵</sup> شعر منم کہ خداے جہان  
 سر بسر و نشاید نشستن بیکجاے بر و اسے بر یکجاے۔ سعدی <sup>۱۳۶</sup> شعر تو کے بشنوی نالہ داد خواہ و بکیوں  
 برت کلہ خوابگاہ و اسے بر کیوں کلہ خوابگاہ تو۔ چوتیسواں باب تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر  
 داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصییر سے وہ فعل لازم متعدی بنا لیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت  
 معنی تصییر کی ہے کہ سوائے باے مفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہیں ہوتی  
 ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی <sup>۱۳۷</sup> کا شعر ہے شعر در ایوان آن  
 پیرہ سر پر ہنر و بزرائی بیکسفر نامور و در اصل یہاں زادن یعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کچھ اسکا فاعل  
 اب باکے داخل ہونے سے بمعنی جتنا متعدی ہو گیا اور مدخول بہ مفعول بہ واللہ تعالیٰ اعلم پچیسواں  
 بابے صلہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے دم بدر ویشان داد۔ جان بجانان رید۔ سپرم  
 بتو مایہ خویش را و گفتم بتو نوم و بزید وغیرہ اور جو ان افعال کے معنی میں ہو جیسے بخشیدن و حوالہ کرنا  
 بمعنی دادن شعر اسے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم و از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم و  
 ع۔ بجنون حوالہ کردم ہمہ کار و بار خود را و غیرہ واللہ تعالیٰ اعلم چھیسواں بابے زائدیہ اسم فعل حرف  
 ان ہر سہ نوع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بجز و بسان و بہ تنہا و بہ بزار و بہ بسیار و بجز و غیرہ نظامی <sup>۱۳۸</sup>  
 شعر می کوست حلوائے ہر غم کشی و نیدہ بجز آفتاب آتشی و ولہ شنیدم کہ رستم سوار دلیر و بہ تنہا  
 تگاپوے کردی چو شیر و انوری شعر ز کتانی خود آچنان بہ بزارم و کہ کاشکے پدرم نیز کتخدا نشدی  
 نظامی <sup>۱۳۹</sup> شعر زن از مرد موزی بہ بسیار بہ سنگ از مرد مردم ازار بہ و فردوسی <sup>۱۴۰</sup> شعر ز توران  
 نخواہم یک تن ببرد و کہ یکسر زانند اندر نہر و ولہ ابا انکہ کاموس روزنہر و ہی پلین را ندارد و ببرد  
 ستا یسواں باب معنی باے مرکب۔ نظامی <sup>۱۴۱</sup> شعر چو شد کار خاقان ز قیصر بساز و بلشکر کہ خویش گشت باز و  
 اسے کار خاقان با ساز شد۔ آٹھایسواں بمعنی با وجود۔ نظامی <sup>۱۴۲</sup> شعر چو زرہ بگرد بزرگان دودید و بدان

حذف با ظرفیہ  
 استعلا بمعنی بر

بابے تعدیہ  
 اور درون جر  
 تعدیہ  
 سیونین بنی

بابے صلہ

بابے زائدہ

باب معنی با  
 بمعنی با وجود

خردی آورد و خورایدید و اے باوجود آن خردی و کلمہ تعالیٰ اکلک با الصواب

بیان با مرکب

بائے مرکب میں

بائے مرکب عاطفہ

بائے مرکب یعنی لا

بائے مرکب غفر

بائے مرکب استعلا

بائے مرکب یعنی از

بائے مرکب جگہ

بائے مرکب یعنی تھ

بائے مرکب یعنی تھ

بائے مرکب یعنی تھ

الٹامٹ باے مرکب اور اسکا مفید علیہ ابافروسی رہ شعر ابادگیران مرمر اکار نیست و برین در  
مراجاے گفتار نیست و اسی با دیگران۔ یہ باے مرکب باے مفرد کی طرح کئی معنوں میں مستعمل ہے  
ایک تو بیعت کے لیے جیسے نظامی رہ شعر زانڈ شہاے چنین ہوناک و دوشکر غنودند باترں ہاک  
اے مع ترس و ہاک۔ دوسرا عطف کے لیے بجائے واو عاطفہ مستعمل ہوتا ہے سعدی رہ شعر فرقت  
میان آنکہ یارش و بر و با آنکہ دو چشم انتظارش بر در و اے و میان آنکہ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین  
آمد بمعنی و میان عدل او با عدل کسری و اے میان عدل او و عدل کسری۔ تیسرا با بمعنی الی سعدی  
شعر بریت بگویم حدیثے دست و اگر گوش بابندہ داری نخست و اے جانب بندہ۔ ولہ آن پر پھر  
کہ مارا نگران میدارد و چشم باما و نظر باو گران میدارد و اے چشم سوے ما و نظر سوے دیگران۔ فیضی  
شعر بستندہ تیغ پیش و پس را و باو نگراشتند کس را و اے سوے او نگراشتند۔ چوتھا با ظرفیہ بمعنی در  
حافظہ شعر در غمی گیر و نیاز و ناز ما با حسن دوست و خرم آن کرنا ز نینان بخت بر خوردار داشت و  
اے در حسن دوست۔ جمال الدین سلمان شعر جان بیمار با بمعنی براستعلا۔ نظامی رہ شعر شبانی کندر گ  
باگو سفند و ہماں شیر باگور نار و گزندہ اے برگور۔ چھٹا با بمعنی از۔ نظامی رہ شعر زین خورد و باخورد  
ویر نیست و ہنوزش ز خوردن شکم سیر نیست و اے از خوردن شان۔ محمد قلی سلیم شعر حسن با مہر و  
یرگاہ است و ہر کہ عاشق میشود دیوانہ است و اے از مہر و وفا۔ بعض مقننین کی رائے باقر کاشی  
کے اس شعر میں بمعنی از تفضیلیہ ہے شعر پچان نرست زلف تو باگفتہاے من و شیرین تر است  
لعل تو باقند عسکری و اے ازگفتہاے من و از قند عسکری و ساوان با بجائے رائے محکمہ بھی محل  
ہے فردوسی قصہ حضرت یوسف علیہ السلام میں لکھتے ہیں شعر کم و بیش باما تو یاور نہ و تو گوئی کہ با  
ما برادر نہ و اے ما برابر اور نہ یعنی برابر مانہ۔ آٹھواں با قبضہ اور تصرف کے معنوں میں آتا ہے  
سعدی رہ شعر ہنوز نگران ست کہ ملکش باو گران ست۔ نظامی رہ شعر لیک لیکے کہ دارم از پیران  
عیب باشد کہ ہست باو گران و اے در تصرف و قبضہ دیگران و توان با بمعنی اختصاص۔ نظامی رہ شعر  
تاج داری سزائے گوہر تست و تاج با است لیک بر سر تست و اے تلج مختص بہ است۔ تھواں با بمعنی باوجود



شکر کہ ستم بر ما کرد و در گردن او بماند بر ما بگزشت و بیان بر ما بگزشت سے ایک لفظ از جو صلیب گزشت  
کا ہے محذوف ہے اے ازبر ما یعنی ہمارے اوپر سے گزر گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اس حذف کے باب  
میں حرف از کی کوئی خصوصیت نہیں جمیع حروف اس باب میں متساوی الاقدام ہیں صائب مصرعہ عیب  
بحیب خود نرسیدن غیر سدا بیان دو با چاہیے ایک صلہ نرسیدن کا دوسرا نمیر سدا کا۔ نظامی در شعر  
شہ از دم شد باز من خویش بود و بروم آمدن ز آسمان بیش بود و بیان ایک با صلہ آمدن کا دوسرا نہی  
یعنی در بروم آمدن۔ ظہوری شعر شیر در مہر برہ لیسیدن و گرگ در خون خویش غیسیدن و اور دو کافوں  
کا ایک جگہ جمع ہو جانا بحکم شذوذ ہے چنانچہ بیان کاف میں مذکور ہوا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ و  
التَّاسِعُ فرایہ بھی کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک تو بجائے باے صلہ مستعمل ہے سعدی در شعر بہر بچارگی  
تن فرا خاک داد و و گر گرد دام بر آمد چو باد و دوسرا فرا ظرفیہ یعنی در سعدی در مصرعہ بجبل ستائش فرا چہ شو  
اے در چہ شو۔ تیسرا فرا بمعنی براستعمال سعدی در شعر بگفتا فرا تر ما لم نماند و بماند کہ نیر دی بالم نماند  
اے برتر۔ چوتھا فرا بمعنی پیش سعدی در شعر چراغ یقینم فراراه دار و زبرد دغم دست کوتاہ دار و اے  
پیش راہ من دار۔ پانچواں فرا زائد جو محض تزئین و تحسین کلام کے لئے لایا جاتا ہے جیسے فرارید غیر  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۛ

العَاشِي۔ بسا اور اُس کا مخفف بس۔ یہ حرف انشاء کے تکرار کے لئے لایا جاتا ہے جیسے عربی میں دُبَّہ و مُرَبَّک۔ نصاب ابو نصر میں ہے شعر آن و لو گر متے کی دلانہ دُبَّہ دُبَّہا و سرب بسا ہم کو بیانِ تقلیل و تکرار کی حقیقت و مجاز اور اُس کے مدخول کی تنکیر و تعریف کا اختلاف جو ائمہ نحاة عرب کے باہم واقع ہوا ہے بیان کرنا فضول ہے اعجام ان دقائق سے عاری ہیں بس۔ چونکہ یہ لفظ بسا انشاء کے تکرار محققہ ثابتہ عند المتکلم کے لئے موضوع ہے وہ جس فعل کے ساتھ متعلق ہو اُس فعل کا ماضی ہونا شرط ہے خواہی وہ صریح صیغہ ماضی کا ہو جیسے سعدی شعر اے بسا سپ تیر رو کہ ہما نہ کہ خرنگ جان بنزل بُردہ بیان کاف اول بسا کا جواب ہے اور کاف ثانی جو صدر مصرعہ ثانی ہے عاطفہ ہے ولہ بسا نامدار و بسا کام کار بسا سرقد و بسا گلزار کہ کردند پیراہنِ عمر چاک پوشیدند سر در گریبان خاک بسا ہی صیغہ ماضی صریح نہ ہو یعنی ظاہر ا صیغہ مضارع کا ہو مگر وہ ماضی کے معنوں میں متاویل کر لیا گیا ہو کس واسطے کہ تکرار محقق بجز صیغہ ماضی

کے تصور نہیں یعنی صیغہ ماضی ثبوت و تحقق کے لئے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد و حدوث پر دال ہیں پس ثبوت امر تحقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا ایسوجہ سے امر یقین الوقوع بجائے مضارع صیغہ ماضی کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے سعدیؒ شعر گزشت انچہ در ناصوابی گزشت ۴ درین نیز ہم در نیابی گزشت ۴ اے در نیابی بگزرد کی جگہ در نیابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بسا غیر ماضی ہو جانب ماضی متادل ہوگا نظامیؒ شعر بسا شیر و زندہ و سہنناک ۴ کہ از نوک خارے در آید بجاک ۴ یعنی بہت سے شیر و زندہ ہیں کہ یک نوک خار سے خاک میں مل گئے ہیں۔ سعدیؒ شعر بسا نام نہائی پنجاہ سال ۴ کہ یک نام شتس کند پائمال ۴ اے کرد پائمال چنانچہ نخاع عرب نے آیہ وافی الہدایہ رُبَمَا یَوَدُّ الذِّیْنَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِیْنَ مِیْن یَوَدُّ کو بمعنی وَدَّ تاویل کی ہے حارث بن حازم یشکری شاعر ایام جاہلی صاحب قصیدہ ہفتم سبعہ معلقہ کہتا ہے شعر اَذْنَتْنَا بِکَیْهَافِ السَّمَاءِ ۴ رَبِّ تَنَادُوا مِکْلُ مِیْنُ النَّوَّاءِ ۴ اور یہی واضح ہے کہ اس کے جواب میں کاف کا لانا لفظاً ہو یا تقدیراً واجب سمجھا گیا ہو اول جیسے اوپر کے امثال سے مستشہد ہو اور ثانی یعنی تقدیر جیسے سعدیؒ شعر بسا اہل دولت بباری نشست ۴ کہ دولت فترش بباری ز رست ۴ ہو بسا اہل دولت کہ بباری نشست یعنی بہت دولت مند کہ ہو واجب میں پڑ گئے تو ان کے ہاتھ سے دولت نکال گئی یہاں کاف اول جو جواب بسا ہے مخدوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بِالْصَّوَابِ ۴ اور کبھی اظہار تاسف و تحسر وغیرہ کے قصد سے اُسپر حرف نداء بھی لایا کرتے ہیں جیسے ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۴ کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہیں انہیں ایسی وحدت مان لی جاتی ہے کہ گویا یہ مع مدخول کے ایک کلمہ ہے مولوی معنویؒ شعر بسا کس کا کہ نان خورد دلشاد او ۴ مرگ اور گرد و بگیر و در گلو ۴ اے بسا کس کہ انہ اس باب میں ایک لغت بس بھی ہے جیسے اس رباعی میں جو فردوسیؒ نے بفرمایش سلطان محمود غزنویؒ ایاز کے سبزہ عارض و خطا رخسار کی توصیف میں لکھی ہے رباعی مست است بنا چشم تو تیر بدست ۴ بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخت ۴ گر پوشد عارضت زرہ عذرش بہت ۴ کہ تیر بترسد ہمہ کس خاصہ رست ۴ سعدیؒ شعر بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد ۴ چون باز کنی مادر و مادر باشد ۴ ولہ بس نامور بنیر زین دفن کردہ اند ۴ کہ بستیشر بروے زمین یک نشان نماند ۴ یہاں کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ انہ۔ اور بسے کو بعض تو اس باب میں لغت مستقل جانتے ہیں اور بعض بس کا مرید علیہ مانتے ہیں جیسے عربی میں اسی

ع  
نظامیؒ شعر بسا  
خواب کو بیدار کیجیے  
دانش سے در تعبیر و تحلیل  
چکشار بیان مطلب  
غرض ہوا لکھنا و علم

بسا کے جواب میں  
کاف کا مقدر ہے  
مخدوف ہوا ضروری ہے

اظہار تاسف و تحسر  
کیلئے اُسپر حرف نداء  
بھی لایا کرتے ہیں  
بمعنی کا بیان

ع  
نظامیؒ شعر  
بس کہ کو کھدیر نہایت  
بس درستی کہ درو آسانیت



رُب کے باب میں آٹھ لغات مروی ہیں چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں اسکی تصریح فرمائی ہے  
 فی باب ثمانی لغات اشہر ہا ضم المراء وفتح الباء المشددة <sup>ع</sup> الیہ اور انکا مدخل مفرد و جمع دونوں  
 طرح مستعمل ہو مفرد کی اسلہ اوپر مذکور ہوئیں جمع کی مثال جیسے سعدی شعر بسا خوبرویان نوخاستہ  
 بسا نوخوسان آراستہ ولہ باستند گردان لشکر شکن و بسا شیر مردان شمشیر زن و نظامی شعر بسا گفینہا  
 کہ باشد نہفت و بدگیر زبان بایدش بازگفت و اسطرح بے میں مفرد و جمع دونوں استعمال جائز ہیں  
 نظامی شعر کران آب صافی بے سانخورد و بہ بینی بدہر اندران کس نخورد و ولہ بے سالہا نہ کہ گوہر پرست  
 نیاوردین گوہر پرست و خصوصاً اس لفظ بے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہیں چنانچہ اوپر  
 کی مثالوں سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھئے گا کہ بسا بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مفرد علیہ  
 بے اور بسا بھی مستعمل ہے چونکہ یہ حرف رُب کے معنوں میں نہیں ہے اُن شرطوں کے ساتھ مشروط  
 بھی نہیں سعدی شعر نداریم غیر از تو فریاد رس و تویی عاصیا نرا خطا بخش و بس و اسے خطا بخندہ بسیار  
 در صورت عطف یعنی خطا بخش و بس۔ یہاں بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا  
 فارسی نہ رہیگا ولہ در اقصاے عالم بگشتم بے و بسر بردم ایام باہر کس و اے بسیار گشتم۔ نظامی  
 شعر نظامی بسا صاحب آوازہ و کہن گشتی و ہچنان تازہ و اے بسیار صاحب آوازہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الحادی عشر** واو قسمیہ واضح ہو کہ محاورہ عرب میں واو قسمیہ کا صدر کلام میں واقع ہونا اور اُس کے  
 مقسم کا اسم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی میں دو اسموں کے درمیان میں لایا جاتا ہے غالباً ہوی  
 شعر نہ بہن نالہ و فغان بلہم و من و جان آفرین کہ جان بلہم و اسی قبیل سے ہے جو محاورہ اردو میں  
 کہتے ہیں میں جانوں میرا خدا۔ بتقدیر واو قسمیہ جو کہ اصل میں واو عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی کو  
 معنی لزوم کے لئے گئے ہیں اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الثانی عشر** حروف جر میں سے حروف تشبیہ میں جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جانا چاہئے کہ  
 ایک شئی کی شئی آخر کے ساتھ کسی معنی میں کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجه الاستعارہ  
 و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔ تحقیقی وہ جسمین عین مشبہ بہ او  
 لازم مشبہ کے مذکور ہوں جیسے فردوسی رح ہفت خوان رستم کی پہلی منزل میں لکھتے ہیں شعر کمند  
 کیانی بیند اخت شیر و بخت اندر آور و گوری دلیر و اور کنائی جس میں عین مشبہ اور لازم مشبہ بہ مذکور ہو

وہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ  
 ہاں اس کی تفسیر ہے کہ

واو قسمیہ کا بیان

تعریف تشبیہ

استعارہ تحقیقی

استعارہ بالکنایہ

جیسے نظامی شہر زگر گران سنگ چالشان زمین راہی سو و شہر استخوان یعنی زمین کو  
 دل میں جانور ذی جسد کے ساتھ تشبیہ دیکر اسکے لئے استخوان ثابت کیا ایسا شہر کمان کنز اور بزرگان  
 تیرہ پستان جوشن برآورد شیر اور استعارہ تخیلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس تعریف  
 تشبیہ ہی نہیں جیسے مثال مذکور میں زمین کے مشبہ بہ ذہنی کے لئے استخوان ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہو  
 اور تجرید وہ ہے کہ ایک شے ذی صفت ایک اور شے جو اوصاف میں اسی ذی صفت کے مثل ہو  
 انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ متفرع عنہ اس صفت میں ایسے کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے جو  
 اسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے علمی عنہ شہر باروے تو آفتاب دیدم و از لطف تو  
 پیچ و تاب دیدم و لہ شہر ز خسار و گیسوے پر پیچ و تاب و بیاوردہ اندر کند آفتاب و اس جگہ چہرہ  
 کی تجلی اور نورانیت میں سبالغہ منظور ہے یعنی فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہونچا کہ اس سے ایک آفتاب  
 حاصل ہو گیا سعدی شہر امر و زخار مے سخیلان کشیدہ تیغ و گونی کہ خود بنود درین بوستان گلے نظامی  
 شہر رخسار بنفشہ گل انداختہ بنفشہ نگہبان گل ساختہ یعنی خسار باعتبار رنگینی و ناز کی اس کمال کو  
 پہونچا ہے کہ اس سے ایک گل نکل سکتا ہے تجرید کے بھی اقسام ہیں اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائیں  
 اب معلوم ہوا ہو گا کہ تشبیہ میں پانچ چیزوں کی ضرورت ہے اول تو وہ دو شے جو باہم مشارک ہیں جنکو طریق  
 تشبیہ بھی کہتے ہیں جن میں سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لئے  
 آہ ہے یا یون کہیے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے مانند کر نیکاد واسطہ ہیں جنکو اداتہ التشبیہ  
 ہیں چوتھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہیں ان دونوں مشارکوں کے ساتھ قائم اور ان میں موجود  
 امر تشبیہ میں اس کا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہ ہو اس کا  
 وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچویں غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو  
 تشبیہ ایک فعل عبث ٹھہر جائے مگر ارکان و اجزاء تشبیہ چار ہی مانے گئے ہیں غرض تشبیہ چونکہ  
 علت غائی ہو اور غایت کا خارج ہونا ناگزیر ہو ارکان میں داخل ہونے کی یعنی تشبیہ کا جزو نہیں سکتی لہذا بیان جہم اللہ کا  
 مذہب محقق یہی ہے جنہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا غرض خارج کو رکن یعنی جزو داخل تشبیہ کا بنادیا  
 غرض یہ پانچ چیزیں تشبیہ کے لئے اگرچہ ضروری ہیں مگر ان میں سے دو ہی شے اصل ہیں ایک تو مشبہ  
 دوسرے تشبیہ بہ اور اداتہ التشبیہ اسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک آہ ہے نظامی یہ فرماتے ہیں شہر

استعارہ تخیلیہ  
 تشبیہ

تشبیہ میں پانچ  
 چیزوں کا ہونا ضروری ہے

اگر تشبیہ کے پانچ چیزوں کا ہونا  
 واجب نہ ہو ارکان و اجزاء تشبیہ کا  
 غرض تشبیہ کا  
 سے خارج ہے

تشبیہ میں دو ہی  
 چیزیں اصل ہیں

آلتی خواہ ہاں و خواہی نہ + اھ وجہ وہ بمثلہ اعراض ہے جو اطراف کے ساتھ قائم اور انہیں سے ماخوذ اور منترع ہے مگر مشبہ بہ میں یہ بات بطریق اصالت اور مشبہ میں بطور فرعیّت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ وہ علت غائی اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کر دینا مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبہ بہ کا بہ نسبت مشبہ کے رتبہ میں اقویٰ اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا ہوتا مشبہ ناقص مشبہ بہ کامل کے ساتھ ملحق ہو جائے اور اس لحوق کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صوت پذیر کمال ہو جیسے زید چون شیرست میں زید کو شیر کے ساتھ ملحق ہوئیے جرات اور دلیری جو وصف مشتبہ شیر کے زید میں بھی معتبر ہو گئی۔ مگر جس جگہ کہ مشبہ سے اقویٰ اور اکمل کا وجود حقیقہ ہو یا ادعاء محال ہو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف و ناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود میں زیادہ مشہور ہونا ضرور ہے جیسے اھد سبحانہ تعالیٰ شانہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی جامی حمد میں فرماتے ہیں شعر وجودش آن فروزان آفتابست + کہ درّہ درّہ ازوے نور یابست + اور اسی قبیل سے ہے صلوٰۃ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو صلوٰۃ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک سمیع مجید اس واسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی نسبت سے اکمل اور افضل ہیں مگر چونکہ یہاں مشبہ اس کمال تنترہ اور تمام فضیلت میں ہے کہ بغیر تنزل فہم کرنا مستعذر کیا محال تو ایک وجود حقیقی اور کمال صلی کو ناچار وجود مجازی کمال ظلی مشتبہ کے ساتھ تشبیہ دی تا ہماری فہم میں آجائے اور حوصلہ اور اک کو خرق نکرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت ہمارے سوار ہمارے ہادی ہمارے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر اور اک متناہی اس کے دریافت کرے سخت عاجز ہے تو ناچار اس رحمت الہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شال حال تھی امم سابقہ اور عرب کے نزدیک مشتبہ تھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ میں آجائے ۵

آن فضا لہاے پنہان شان کہ آن + در نیاید در خواں و در بیان + ہیج ماہیات اوصاف جلال + کس نداند جز آثار کمال + آن کمال و آن جلال و آن وجود + بر نذر اند ز قہرش تار و پود + اور کبھی مشبہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے تا معلوم ہو جائے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات میں حقیقہ ہو

ایک شے کو دوسری  
شے کے ساتھ  
تشبیہ دینے سے  
کیا منظور ہو

اقویٰ اور اکمل  
وجود محال ہوتا ہو  
تو کبھی ضعیف و ناقص  
ہی کو مشبہ بہ بنادیتے  
ہیں

کبھی مشبہ بہ  
بنادیا جاتا ہے



لفظاً ہو یا تقدیراً ان کا اعتبار تشبیہ میں ضرور ہے بخلاف استعارہ اگرچہ اس میں بھی علاقہ تشبیہ موجود ہے مگر متکلم چونکہ اسکی عینیت کا اذکار تا ہے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہیں کیے جائینگے جیسے فردوسی <sup>۱۹۲</sup> شعر بشیر برد آزمان شیر دست و چپ لشکر چینیان بر شکست و ستاوان مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف

مشبہ بہ مع اداۃ مذکور باقی محذوف

مشبہ بہ تشبہ افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تشبیہ کی قسم

مشبہ بہ مذکور باقی محذوف جیسے زید شیرست نظامی <sup>۱۹۳</sup> شعر سکندر محیط است و من جوے آب و منہ بہت سایہ بر آفتاب و آٹھوان مشبہ بہ مع اداۃ مذکور ہو باقی محذوف مثلاً کوئی پوچھے زید چگونہ است در شجاعت جواب دیا جاے چون شیرست۔ بندہ حکمی عفی عنہ شعر باہجو خودی چو سر خوش ستی۔ سو گند بخن کہ بت پرستی و اے با شخص مانند خود۔

کبھی ارکان ثلثہ یعنی اطراف و وجہ شبہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے

الاول افراد جیسے زید و دلیری چون شیرست۔

الثانی ترکیب اس میں ایک تو یہ ہے کہ جمیع ارکان ثلثہ مرکب ہوں جیسے حکمی غفرلہ شعر بجام بلورین نے لعل ناب و بود نارسال در بستہ آب و فردوسی <sup>۱۹۴</sup> شعر شست از بر سینہ پلین و پر از خاک چنگال و رو و دین و بکر دار شیرے کہ برگور نہ زند دست و گور اندر آید بر و دوسر بعض مرکب۔ اور بعض مفرد نظامی <sup>۱۹۵</sup> شعر شود چہرہ نارا فروختہ و چو تاج درو علہا وختہ و اس مثال میں مشبہ چہرہ نارا اور مشبہ بہ تاج

مرکب یعنی مقید باوصاف مذکورہ۔ یہاں مشبہ مفرد ہے وجہ شبہ اور مشبہ بہ مرکب اس کے جمیع قسم

اور احد الطرفین کی ترکیب سے وجہ شبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہیں اور سیطرہ تعدد کا مفرد مرکب

بھی ہو سکتا ہے یا بعض مفرد بعض مرکب اسکی بھی کئی شکلیں نکل آتی ہیں (اگرچہ علمائے بیان سے

کسی نے اسکا تعرض نہیں کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے میں نے اپنے اس مختصر سے

رسالہ میں ان امور سے بحث نہیں کی تاہم الامتیاز متعدد و مرکب میں یہ ہے کہ متعدد میں الگ الگ ایک

کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دریا اندر شجاعت و سخاوت بخلاف مرکب اس میں

کئی چیزیں مجتمع ہو کر صورت و حدانی حاصل کرتی ہیں پس در صورت تعدد اگر بعض کو ذکر کریں اور بعض کو

چھوڑ دیں معنوں میں بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی افادت معنی باقی میں بجا رہیگا اور در صورت

ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جاے مقصود تشبیہ قتل ہو جائیگا واللہ اعلم بالصواب اب سنیے تعدد ایک طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ میں ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ ع ہسان موے درویش چو لیل دہار و

مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف

مشبہ بہ مع اداۃ مذکور باقی محذوف

ارکان ثلثہ افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تشبیہ کی قسم

جمیع ارکان ثلثہ مرکب

بعض مرکب اور بعض مفرد

متعدد و مرکب میں کیا فرق ہو

تعدد طرفین





جدی تقسیم کی جاتی ہے اور حسی سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اجزا خود یا ان کا مادہ اگر خارج میں موجود ہو بواسطہ حواس خمسہ ظاہر و مدرك ہو پس خیالات یعنی اگر ان کو بحیثیت اجتماع دیکھا جائے معدوم ہیں اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اس مجتمع کا ہے دیکھا جاتا ہے مدرك بالحس الظاہر ہیں جیسے فردوسیؒ شہر زین شد بگردار دریاے قیر بہ موجش از خنجر و گرز و تیر بہ نظامیؒ شہر بر گنخت رزے چو بارندہ میخ بہ تگر گش ز پیکان و باران ز تیغ بہ کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مدرك بحس بصیرت مگر بحیثیت اجتماعی یعنی دریا قیر کا بہتا ہوا اسپرہ یہ کہ خنجر و گرز و تیر اسکی موجیں ہوں کسی نے نہیں دیکھا البتہ موج و خنجر و گرز و تیر جدا جدا مدرك بالحس میں اسطرح تگر گش و پیکان و باران و تیغ الگ الگ محسوس ہیں لیکن ابر سے اگلے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہوں کتم عدم سے وجود میں نہیں آئے پھر اس حیثیت اجتماعی کے ساتھ محسوس ہی کب ہونگے یہ محض تخیلات ہیں اسی قبیل سے ہے شعر نظامیؒ شہر گیا مان نورستہ از آب پر بہ چو بر شلخ مینا بر آموہ درہ آور و ہیات جیسے اس شعر میں حکمی غفر لہ لوالدہ شہر بدل ہول شبہ ہجران چنان بود کہ انجم بہ چو چشم غول بنمود پس اب تشبیہ تخیلی وہی میں فرق بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ تشبیہ خیالی میں یہ بات ہو کرتی ہے کہ مدركات حسیہ کی صورتیں جو بواسطہ حواس خزانہ خیال میں مجتمع ہیں قوت تخیلہ بقدر ضرورت ان میں سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے ان میں اختراع کرتی ہو پس معلوم ہو کہ تشبیہ خیالی کے لئے ایک اصل ہے یعنی خارج میں اس کے اجزا کے لئے وجود متحقق ہے مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج میں نہ ہوگا بخلاف تشبیہ وہی کہ وہ محض نے اصل ہوتی ہو کہ وجود لہ ولا تحقق لہ فی الخارج اس پر صادق ہے کیا معنی کہ وہاں سرے سے من جانب تخیلہ ایک اصل گھڑت ہوتی ہے اسی واسطے الوہم خلوق کہا جاتا ہے۔ لیکن با اینہم مختصرات و ہمہ جیسے چشم و دندان غول کا اور اک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مدرك بحس بصیر ہونگے تو جیسے خیالات داخل نوع حسی ہیں وہیات بھی داخل شق حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اسطرح مدرك نہو اگر وہ خارج میں موجود بھی ہو مدرك بحواس ظاہر نہ ہو چونکہ محسوسات اصل معقولات ہیں یعنی معقولات انہیں محسوسات سے منتزع ہوتے ہیں محسوس از روئے دلالت اقومی سمجھا جاتا ہے اور شبہ بہ اگرچہ ادعا ہی کیوں نہو مشبہ سے اکمل اور اقومی ہونا چاہیئے باین وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے اگر کہیں اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی ہے وہاں مشبہ بہ معقول بنظر محسوس بنالیا گیا ہے غرض تقسیم باعتبار حسی عقلی کا بیان مجاہد یہ کہ تشبیہ بمعجزانہ

حسی سے ہماری  
یہاں کہا مراد ہے

تشبیہ وہی  
تفرقہ وہی خیالی

تشبیہ خیالی اور وہی  
سما بالاشیاء

خیالات کی طرح  
وہاں حسی ہیں

محسوس کو معقول  
کے ساتھ تشبیہ  
نہ دینے کی وجہ

تشبیہ بمعجزانہ  
حسی

تشبیہ مجموع اجزاء عقلی  
بعض اجزاء عقلی  
تشکیل و ضمیمہ  
سکون و حیرت

حسی ہوگی جیسے حکمی عنی عنہ شعر و عارض چو خورشید اندر فروغ و یا بجمع اجزاء عقلی جیسے حکمی غفر لہ لوالدیہ  
شعر ز علم آدم برز و بر افلاک و کہ علم ہمچو حیات آمد و راک و یا بعض حسی بعض عقلی حکمی غفر لہ لوالدیہ شعر لطیف  
چو در بہار باران و سر سبز جهان از چوستان و یہاں مشبہ لطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانیہ یعنی  
امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بہ وہ ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے۔ جانتا چاہیے کہ جس تشبیہ میں  
کہ وجہ شبہ چند امور سے منترع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اس  
تشبیہ کا تمثیل و ضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب  
تمثیل نہیں بنتا بلکہ ان کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکاکی رحمۃ اللہ  
زادیک مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہیں کرتا بلکہ اس مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف نہ حساً  
مستحق ہونہ عقلاً تمثیل کے لئے ان کے ان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی و شعر بمشکین و کمال آتش لعل  
رنگ و در افتاد چون عکس گوہر سنگ و ولہ شعر بہ آتش بران شوشہ مشک سنخ و چو مار سیہ بر سر کان گنج  
عند الجمہور تمثیل ہیں۔ اور یہ قطعہ سعدی کا قطعہ عالم اندر میانہ جہاں و شلے گفتہ اند صدیقان و شاہد  
در میان کو انست و مصحفی و کنشت زندیقان و سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہیں یہ اشعار  
شعر پر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست و تربیت نا اہل را چو گردگان برگنبدست و ولہ شعر  
ابرگر آب زندگی بار و ہر گز از شاخ بید بر نخوری و با فرومایہ روزگار مہر و کزنے بویا شکر نخوری و  
ولہ شعر نہ محقق بود نہ دانشمند و چارپاے بر دو کتابے چند و ولہ شعر نے فائدہ ہر کہ عمر در باخت و  
چیزے نخرید و زربینداخت و یہاں وجہ شبہ المبلغ نافع کے انتفاع سے بے نصیب و محروم رہنا باوجود  
سخت تکلیف و تعب اٹھانے کے سو یہ وصف مرکب امر عقلی ہے اور چند امور سے منترع ہے چونکہ  
مرجع اس وصف کا جانب تو ہم ہے اسکو وصف حقیقی نہیں کہہ سکتے اور اگر وجہ شبہ ایسی نہ ہو  
تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنی جمہور کے نزدیک تمثیل کے لئے وجہ شبہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا  
چاہیے اور شیخ کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہ ہو اور سکاکی کے نزدیک وجہ شبہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو  
وہی یا اعتباری نہ ہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔

تقسیم باعتبار وجہ  
تشبیہ مجمل

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کیجاتی ہے کیا معنی کہ وجہ شبہ یا تو مجمل ہوگی یا مفصل  
تشبیہ مجمل وہ ہے کہ جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو اداۃ مذکور ہوں یا نہ ہوں جیسے زید چون شیرست

وجہ کمال ظاہر

بہرہٴ شہیدان

یازید شیرست۔ اور یہ اجمال کنی باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وجہ شبہ اس میں ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُسپر ٹکڑ کھائے جیسے روے چون آفتاب میں چمک و مک زید چون شیر میں شجاعت یہ ایسے امور ہیں بغیر ذکر و مجاز تشبیہ سامع کا خیال اُسپر پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ بجز خواص بلغا و دوسروں کی نظر وہاں تک نہ پہنچے جیسے حکمی غفرلہ و لوالدیہ شعر کے بارگاہے مثل آفتاب و دیگر بارگی ہجو دریا سے آب و یہاں خیمہ پادشاہ کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی اور گھوڑے کو بحر سے اور وجہ تشبیہ اول میں بارگاہ کی وسعت میں مبالغہ کہ آفتاب کی طبع مشرق سے مغرب تک اسکی طنائیں کشیدہ چنانچہ نظامی اس وجہ کا اظہار فرماتے ہیں شعر زہے بارگاہے کہ چون آفتاب و ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب و فردوسی بغیر تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہیں شعر کے خیمہ داشت افراسیاب و ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب و دوسرے مصرعہ میں گھوڑے کی سرعت میں مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا اطراف عالم ہوتا ہے اور ٹھیسرا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت احاطہ ارض یک جگہ قائم بھی۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ میں موجود ہے یہ کمال سرعت پر وال ہے۔ اسی قبیل سے ہے شیخ علی حزمین کا نالہ کو مشکین پرند سے اور طالب آملی کا شبیدیز سے تشبیہ بنا <sup>اے وجہ شبہ کا خفا</sup> شب بھران سیاہ در دریا شور خیزین تو و درفش کاویان از نالہ مشکین پرند آرد و طالب آملی <sup>منقول فیہ</sup> شعر کشش کرد اندر را پنچہ غم جانب ظلمت و کہ دل در زیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد و صاحب شعر <sup>بیان درفش</sup> ہر خس قیمت ندان نالہ شہینرا و مروتے باید کہ داند قدر این شبیدیز را و یہ امور ایسے ہیں کہ بجز خواص اول کسی کا ذہن نہیں پہنچتا۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیرست چوتھے فقط شبہ کا وصف مذکور ہو نظامی شعر براق شتابندہ زیرش چو برق و ستامش چو خورشید و نور غرق و پانچویں فقط شبہ کا وصف جیسے حکمی عفی عنہ شعر چو خورشید روشن دور خسارگان و گیسو کند و بر و لکمان و چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی شعر بگل چیدن آمد عروسے بباغ و فرزندہ روے چو روشن چراغ و یہ بھی واضح رہے کہ یہاں وصف سے وہ وصف خاص مراد ہے جس میں جانب وجہ شبہ ایسا لطیف ہو نہ وصف مطلق جیسے امثلہ بالا میں مذکور ہوا اب زید عالم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین محل قسم ثالث ہی رہیگا نظامی شعر نشد کارگر تیغ بردرع شاہ و بخرید زنگی چو ابر سیاہ و اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہاں غرض بیان

نالہ کو مشکین پرند  
اور شبیدیز سے  
تشبیہ بنا بھی  
اسی قبیل سے ہے

طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو

یہاں وصف  
کو نہ وصف مراد

تشبیہ مفصل

کرتی ہے ایر کا متصف بسا ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہیں کرتا تشبیہ مفصل وہ ہے کہ جس میں خود وجہ شبہ صراحتاً  
مذکور ہو یا بجای ذکر وجہ شبہ و دشواری مساحتہ ذکر کیا ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو یا وجہ شبہ کو یہ شے لازم ہو اول جیسے زید چون شیرت و رعیت  
و ہم جیسے کلام فصیح چون شہادت و رشیدی یہاں وجہ شبہ میلان طبع ہو جو شیرینی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ شعر سخن از  
دولت و رحلاوت چنانکہ ہر وقت مکر شکر پارہ و لہ صبر مانند صبر باشد تلخ ہر سوم نظامی ہر شعر سبق بردہ از  
آہوان و رشتاب ہر گرمی چو آتش بہ نری چو آب ہر یہاں وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے  
اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہاں مساحتہ وجہ شبہ گرمی بیان کی گئی ہے اور حقیقت میں سرعت وجہ  
شبہ ہے جو گرمی کا لازم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجئے۔

تشبیہ نوع ثالث  
تشبیہ اعتبار وجہ

تشبیہ مبتدل

تشبیہ غریب

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کر سکتے ہیں کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں  
وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہو نیکی جلد سمجھ میں آ جاتی ہے اسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ کی جانب  
انتقال کرنے میں ذہن و نظر کو کوئی وقت اٹھانی نہیں پڑتی اس حالت میں اسکو تشبیہ قریب مبتدل کہتے  
ہیں نظامی ہر شعر نہ روشن از تیرہ شب تافتہ ہر چو آئینہ روشنی یافتہ ہر مشبہ بلعینی آئینہ ایسی شے  
ہے کہ ذہن میں اکثر اسکی صورت کا حضور رہتا ہے۔ اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں بعد تدقیق  
نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہیں جیسے نظامی ہر شعر چارم علم بر بڑیا  
زون ہر چو خرشید لشکر بہ تنہا زون ہر مدوح کو خرشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی  
ایسی انتزاع کی کہ نظر ذرا وقت سے اس تک پہنچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثوابت و سیا  
کو ایک دم میں ہلاک یعنی معدوم کر دیتا ہے مدوح بھی لشکر دشمن کے لئے تنہا کفایت کرتا ہے۔  
اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ میں غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی ہر شعر ز جنہش نشد  
یکدم آرام گیر ہر چو سیما ببردست مفلوج پیر ہر یہاں وجہ تشبیہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل  
بادی الہی میں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد و طلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی  
اور اسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اس کے لطف خیزی کے ہوگی پس تشبیہ غریب  
بعید قریب و مبتدل سے احسن و بالغ ہوگی اسبطر ح ابتذال و غرابت کے بھی مدارج ہیں اس کے  
قدر و انداز و تشبیہ کے حسن و قبح میں تفاوت ہو کر تا ہے۔ کبھی تشبیہ قریب مبتدل کو ٹھوڑے سے  
تعارف سے بعید غریب بنا لیتے ہیں جس سے اس میں اور بھی حسن آ جاتا ہو اور بلاغت پیدا ہو جاتی ہو چنانچہ حکیم



اوحمد الدین انوری کی تشبیہ بتدل کو جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے شعر رومے چو ماہ آسمان  
 داری و قد چو سرو بوستان داری و شیخ شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک ذرا سے لطیف تصریح  
 کے ساتھ بلیغ و بلند کر دکھایا ہے جہاں کہا ہے شعر سرو را مانی و لیکن سرو را رفتار نیست و ماہ را  
 مانی و لیکن ماہ را گفتار نیست و مختاری کا شعر ہے شعر ماہی اگر ماہ را از سرو بود قد و سروے اگر سرو  
 از ماہ بود بر و کیا معنی کہ تشبیہ معشوق ماہ و سرو کے ساتھ قریب و مبتدل تھی مگر اس شرط نے اسکو اوج  
 غرابت و حد بلاغت پر پہنچا دیا۔ اور کبھی ایک آدھ دور کی مناسبت و جہ شبہ ہوتی ہے اس وقت باوجود  
 بعد وہ تشبیہ پایہ بلاغت سے گر جاتی ہے فروسی ہم کا شعر ہے شعر سپاہش بدینسان ہم ہمگروہ و  
 ہمہ حکمہ کردند مانند کوہ و جہ شبہ ہیئت ثباتی لشکر ہے یعنی جیسے کوہ اپنی جگہ سے نہیں ٹلتا سپاہ بھی  
 نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اڑتے ہیں چنانچہ دوسری جگہ رستم کی رجز میں اس امر کو ظاہر کیا ہے  
 شعر گو پیلین گفت جنگی منم و باورد گہ بر درنگی منم و

جہ شبہ کی مناسبت  
 ہیں جب کمال ہو  
 ہوتا ہے جیسا ہی  
 پہنچ بلاغت سے  
 گر جاتی ہے

کبھی باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلاثہ تشبیہ کو قوی و ضعیف پر تقسیم کیا کرتے ہیں جیسے جہ شبہ اور اداۃ  
 اور شبہ تینوں کا حذف یعنی وقت قیام قرینہ مقالیہ فقط مشبہ کا ذکر اقویٰ ہے مثلاً شیرست اگر قرینہ  
 سوالیہ موقع اخبار نہ ہو اسوقت وہ استعارہ مطلقہ سمجھا جائیگا جیسے فروسی سوداہ کے بال کھسوٹنے  
 منہ نوچے کو کس لطف سے بیان کرتے ہیں شعر بشکین کند اندر افگند چنگ و بفندق گلان را  
 بخون داو رنگ و یا فقط مشبہ شبہ کا ذکر جیسے فروسی ہم رستم و سہراب کی کشتی کی داستان میں  
 لکھتے ہیں شعر یکے نعرہ بزد پر از خشم و کین و بزد رستم شیراب ز زمین و بندہ حکمی عفی عنہ شعر منم  
 شیر غرندہ وقت نبرد و بیشیم چہ مردی چہ یکدشت مرد و یہ دونو قسین اقویٰ ہیں کسواسطے کہ اداۃ کے  
 حذف سے مشبہ شبہ میں گل مواطاتی درست ہو جاتا ہے جس سے عینیت ادعائی حاصل ہو جاتی ہے  
 اور چاروں رکن کا ذکر کرنا جیسے زید چون شیرست در شجاعت تشبیہ کو بوجہ اوضعیف تر کر دیتا ہے اور  
 باقی شقین قوت و ضعف میں بین بین ہیں اس میں وہ شق بھی آگئی جو فقط ایک رکن یعنی اداۃ کے  
 حذف سے حاصل ہوئی ہے جیسے زید شیرست در شجاعت یہ منجملہ اقسام قوی ہے اور حذف اداۃ مع الوجہ  
 اقویٰ ہے حالانکہ کمالات تشبیہ جو ادعائی عینیت ہے جس کا سبب حمل مواطاتی ہے فقط اداۃ کے  
 حذف سے حاصل ہے وجہ کے ذکر و حذف کو اس میں کچھ دخل نہیں پھر ایک کو قوی و دوسرے کو قوی تر کہنے کا

باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلاثہ  
 تشبیہ قوی و ضعیف ہوجاتی ہے  
 صرف مشبہ بنکر  
 باقی ارکان حذف  
 تشبیہ پر مشتبہ  
 برقی حذف

یہ دونو قسین  
 اقویٰ ہیں

تشریح  
 چاروں رکن کا ذکر کرنا  
 باقی بین بین ہیں  
 و بیان ضعف و قوت

سبب ظاہر حصول تعمیم وجہ شبہ مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف وجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے تعمیم نہیں ہو کر تکی کسوا سطر کے تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ بہ کے خص واکمل و اشہر اوصاف میں دیجاتی ہے ورنہ شیرین گندہ دہنی چار پانوں اور دھم کار کھنا بھی وصف ہے یہ سب نہیں لئے جاتے اسی طرح ہر شے کے بیشمار اغراض ہیں بلکہ اُسکے مشہور اور خاص اور کمالیہ وصف جرأت و دلیری میں تشبیہ دیجاتی ہے لیکن فقط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر میں مقتضی تعمیم ہے) نظر میں رکھ کر بیان بھی تسامحاً حکم لگا دیا گیا کہ یہ بیات ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم میں اتنا سہارا بس ہے علوم عقلیہ میں بال کی کمال کھینچی جاتی ہے ایسی سامحتوں کا وہاں دخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور کبھی انہیں ارکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طرین اور وجہ مطلق ہوں ان میں کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ دونو مقید ہوں جیسے مصرعہ تربیت نا اہل را چون گردگان برگنبد است کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت نہیں بلکہ نا اہل کی تربیت اس طرح مشبہ مطلق گردگان نہیں بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ دو چشم اند غضب ہ چون دوشعل و یہاں فقط مشبہ مقید ہو جی مطلق دو چشم نہیں بلکہ چشم غضناک۔ چوتھے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ مصرعہ خوش ہ چون خورشید و نیمروز فردوسی در شعر دور خسار زیباش مثل قمر و دو چشم ستارہ بوقت سحر و یہاں مشبہ مطلق ستارہ اور مطلق خورشید نہیں بلکہ موقت و نیمروز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر خورشید بھی مطلق و مقید دونو ہو سکتی ہے اول جیسے بندہ حکمی عفی عنہ چو خورشید ویش بر خشد گی و دوسری یعنی وجہ شبہ مقید نظامی در شعر چو بوسیدہ چوبے کہ در کنج باغ و فروزندہ باشد شب چون چراغ و یہاں وجہ شبہ فروزندگی مطلق نہیں بلکہ وہ جو شب کے ساتھ موقت ہے پس اگر وجہ شبہ کے اطلاق و تعیید کا لحاظ کیا جائے ان چار اور ان دو کے ضرب سے آٹھ قسمیں حاصل ہوتی ہیں پوشیدہ نہ ہے کہ یہ تعیید اُس توصیف سے عام ہو جو تشبیہ محل میں بیان کی گئی ہے کیا معنی کہ اوصاف والہ علی وجہ شبہ پر بھی یہ تعیید صادق آتی ہے اور غیر والہ پر بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

چونکہ ہر شے کی غرض علت غائی اُس شے کی ہو کرتی ہے اُس کا تحقق اور وجود خارجی اُس شے سے مؤخر ہوا کرتا ہے تو ہم نے بیان عرض تشبیہ کو نسبت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

مشبہ بہ کے  
خص واکمل  
و اشہر اوصاف  
میں دیجاتی ہے

مشبہ بہ کی  
تقسیم ارکان  
طرین اور وجہ  
مطلق

مشبہ بہ کی  
تقسیم

مشبہ بہ کی  
تقسیم

مشبہ بہ کی  
تقسیم

مشبہ بہ کی  
تقسیم

جاننا چاہیے کہ غرض تشبیہ کی کبھی مشبہ کی طرف راجع ہوتی ہے اور کبھی مشبہ بہ کی طرف یعنی اگر مقصود اور غرض تشبیہ سے مشبہ کے کسی حال یا کیفیت کا بیان کرنا ہو اسکو راجع بسوے مشبہ کہیں گے اور جو مقصود بیان حال مشبہ بہ ہو راجع بسوے مشبہ کہلاتی ہے اور ہر ایک اپنی کیفیات و حالات کے اعتبار سے کئی قسم پر ہے مثلاً مشبہ ایسا مرغیب ہو کہ اگر اُسکے امتناع کا دعویٰ کیا جائے صحت کو پہنچ جائے اُس وقت غرض اور مقصود تشبیہ یہ ہو کہ اُسکا امکان وقوعی ثابت کر دکھلائیں جیسے حکمی غفر لہ ولوالد یہ کے اس نعتیہ شعر میں شعر ممکنے و کمالات افضل چنانکہ مشک نے آہو زخون آہو ست یہ امر متنع معلوم ہوتا ہے کس واسطے دعویٰ یہ ہے کہ مدوح کل ممکنات سے برتر ہے اور ممکن بھی ہے ممکنات سے برتر ہونے سے معلوم ہوا کہ وہ بنفسہ ایک جنس ممکنات سے الگ ہے اور برابر اسے یک اصل جہاں ہے جب مشک سے تشبیہ دی کہ وہ خون ہے مگر وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے ایک جنس بنفسہ اور ایک اصل برابر بن گیا ہے اب احکام خون کے اُسپر جاری نہیں کر سکتے غنی کا شعر ہے شعر و بال گردن خود گشت بال خویش مرا بسان شمع کہ اندر پیہ خود بگداز و ولہ شعر بخودوری زہنجان نشاطی گر طبع دای و چومی بینی جلا از یکدگر لبہاے خندان را پہلے شعر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اپنا تن و قوش اپنا وبال جان ہے ظاہر یہ امر متنع معلوم ہوتا ہے جب شمع سے تشبیہ دی اور اُس کا اپنے پیہ کی بدولت گلنا بتلادیا خیال امتناع جاتا رہا اور اسی طرح دوسرے شعر میں دعویٰ کیا ہے کہ حصول نشاط دوری یا ران بہجنس پر موقوف ہے سو یہ امر بھی ظاہر نظر میں ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ واسطے کہ چند دوست احباب خصوصاً یا ران بہجنس کا ایک جگہ جمع ہونا موجب نشاط سبب تسلط ہوتا ہے جب لبہاے خندان کی دوری سے تشبیہ دی خیال امتناع اُٹھ گیا پس اس نوع تشبیہ میں مشبہ بہ کا عرف و ہشہر ہونا اور اُسکی امکانت کا مسلم ہونا شرط ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح اور کوئی حال یا کیفیت مشبہ کی یعنی مشبہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے اور اُسکی کیا کیفیت ہے بیان کرنا اُس تشبیہ سے مقصود ہو مثلاً ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اُسکی سرخ یا سیاہ رنگت کی وجہ تشبیہ دین اُس وقت فقط مشبہ بہ کی رنگت پر واقعیت سامع کی شرط ہے بندہ حکمی شعر لبش قوت فرجان یا قوت را چومی کو جوان کرد و قوت را اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ مشبہ بہ میں وجہ بہ بہت ظاہر اور بہت مشہور ہوتا کہ حال مشبہ کا اچھی طرح سے واضح ہو جائے۔ تیسرا یہ کہ مقدار کیفیت

تاریخ راجہ بسو منہ  
کی پٹی میں دینی مشہور  
عرب میں القوس  
معلوم ہوتا ہے اسکو  
میں القوس ثابت کرنا

یعنی خون ابو جی میں اور  
 خون نے پیا کسے اگر کوئی  
 شے اس سے اللہ ہو گیا  
 اگر جی حکم ناپاکی کا  
 لیکھا مختلف مشک کہہ  
 حکم نقافت کو اور از خود  
 کر دیتے ہیں چنانچہ خود  
 ابوسعید سندھی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے  
 حویلی کے ایک  
 مسکن میں  
 فقال قوا لکتاب  
 طیب کہتے ہ  
 محمد ابوبکر خان صاحب  
 چنگیزی

غرض شیعہ ہونے  
متصف ہی بیان کرنا  
اور کس صفحہ تا  
تیسویں کی کیفیت

مقداریان

یا کیت مشبہ کا بیان مقصود ہو آیا وہ مقدار میں کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑا پلے کے سفید بالوں کو برف اور کافور سے اور جوانی کے موے سیاہ کو پیرزاغ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی شعر مرابرت بارید بر پیرزاغ و نشاید چو بلبل تماشاے باغ و حکمی شعر چو مشکین سر و نگاہ کا فورا زاد کفن آمد آجینم بیاد و اسی طرح ہے کمر باریک کو موے سے جیسے موے میان اور چہرہ سرخ کو خون سے تشبیہ دینا۔ فردوسی کینزان روداہ کا زلال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہیں شعر دو چشمش چو دو زگس آبگون لبانش چو پستہ رخانش چو خون و النوری شعر حدیث سرین میانش چو گویم کہ دیدہ است کو ہے معلق بکاف ہے اس شعر میں سرین و میان اور کوہ و کاه مین باعتبار شدت فرہی دلا غری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ مشبہ کا حال (اگرچہ ادعائی ہی کیوں نہ ہو) مقدار میں بلا کم و کاست مشبہ کے حال کے برابر ہو تاکہ مشبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی محین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جائے مثلاً ایسے کام میں سعی کرنے کو جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ تمام سعی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو باد و رشت پیمودن سے تشبیہ دیجاتی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شعر بر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست پزیت ناہل را چون گردگان برگنبد است و تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اس تربیت کا کچھ بھی نہ ہو ایک گول شے کے گنبد پر ٹھیرنے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نااہل کا تربیت پانا عاۃً محال ہے۔

مشبہ کا حال سے  
مشبہ کی تشبیہ  
مشبہ کی تشبیہ

اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دین اگر مشبہ معقول بھی ہو اس کو بمنزلہ محسوس کیا جائے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالون ہے اور نیز اس قسم میں وجہ مشبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر بر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست پزیت الہم مثال تشبیہ تمثیل کی بھی ہو سکتی ہے اس میں کوئی تناقض نہیں تمثیل باعتبار ترکیب حال و وجہ مشبہ ہے اور یہاں باعتبار غرض تشبیہ فلا منافات پانچواں سامع کی نظر میں مشبہ کی خوبیوں کا مزین کر کے دکھلا دینا یا اس کی برائیوں کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع میں مشبہ کے اندر وہ برائیاں اور بھلائیاں ہوں یا نہ ہوں اول جیسے چہرہ خوب زلف مرغوب کو گل و سنبل سے اور چہرہ سیاہ کو چشم آہو و شب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ حکمی غفر لہ دلو الہیہ

غفل را چون گردگان  
نگیر و ہر کہ بنیادش  
بدست پزیت الہم  
مثال تشبیہ تمثیل  
کی بھی ہو سکتی ہے  
اس میں کوئی تناقض  
نہیں تمثیل  
باعتبار ترکیب  
حال و وجہ مشبہ  
ہے اور یہاں  
باعتبار غرض  
تشبیہ فلا منافات  
پانچواں سامع کی  
نظر میں مشبہ  
کی خوبیوں کا  
مزمین کر کے  
دکھلا دینا یا اس  
کی برائیوں کا  
مستحکم کر دینا  
مقصود ہو اور  
واقعہ میں مشبہ  
کے اندر وہ  
برائیاں اور  
بھلائیاں ہوں  
یا نہ ہوں اول  
جیسے چہرہ  
خوب زلف  
مرغوب کو گل  
و سنبل سے  
اور چہرہ  
سیاہ کو چشم  
آہو و شب  
قدر کے ساتھ  
تشبیہ دینا  
بندہ حکمی  
غفر لہ دلو  
الہیہ

شعر چہ نامہ سواوش ہمہ مشک بود شب قدر را روشنائی فروزہ اور ثانی یعنی سامع کی نظر میں  
 مشبہ کی برائی کا جمادینا ہو جیسے بد ہیأت بشکل کو شیطان اور دیو سے تشبیہ دین جیسے سعدی شعر  
 شخصے نہ چنان کر یہ منظرہ کز رشتی او خبر توان دادہ گندہ غلبش نحوذ بانسد ہر دار بافتاب مراد نہ نظر  
 ز راجہ کی ہیأت کا خاکہ اتار تے ہیں اشعار سیہ مارے افسون گر گے درو ہر سر آماسی از سر زرگی درو  
 دمان فراخ و سیہ چون لویدہ کو چشم بیتندہ گشتی سفیدہ خمے از خم آہن بر انگینختہ ہنجمہا سکا ہن بروختہ  
 چھٹا مشبہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ بحسب عادت ویسا ہونا ممکن نہ ہو اور پہرہ ندرت  
 و استطراف مشبہ بہ کا جسکی وجہ سے مشبہ میں ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یا قوت  
 مذاب سے تشبیہ دین از رو سے عادت یا قوت کا پھلکرا بیات میں سے ہو جانا محال ہے اگرچہ عند الحقل  
 محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر آن شببت روی از خوان فش  
 چون برفت تنیدہ گرد آتش ہر از رو سے عادت آتش کے آس پاس برفت کا جہنا نامکن ہے بعضی  
 کا شعر ہے شعر صبح را بنگر پس پروین بدان ماند درست ہر کز پس سیمین تدروے بسدین عنقا ست این  
 یہ اکثر تشبیہ بھی اور خیالی میں پایا جاتا ہے یہاں اس بات کو جان لینا چاہیے کہ مشبہ میں ندرت اور  
 طرفگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ بہ (جس سے مشبہ تحصیل کمال استفادہ ندرت کرتا ہے)  
 یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدہ گرد آتش وغیرہ چنانچہ ابھی بیان ہوا۔  
 یا فی نفسہ اُمین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہیں مگر بوقت موجودگی و حضور شبہ طرفگی و ندرت متحقق  
 ہو جاتی ہے مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ کی ہیأت اعجوبہ اور اسکی خوشنائی بیان  
 کیجاتی ہے نظامی شعر باتش بران شوشہ مشک سنج ہر چو مار سیہ بر سر کان گنج ہر ولہ شعر خان  
 از بر شعلہ آذری ہر جو بر سر رخ گل برگ نیلوفر می ہر کیا سغنی کہ مار سیاہ کا کان ز پر پر اور نیلوفر کا گل سنج  
 پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہیں کہ آتش کے آس پاس برفت کا جہنا اور بسدی عنقا کا سیمین تدرو کا چھپا  
 کرنا نادر اور طرفہ بلکہ منع ہے لیکن مشبہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا  
 ہو گئی ہے غرض ان دونوں حالتوں میں مشبہ مشبہ بہ سے جس طرح اکتساب کمال کرتا ہے تحصیل  
 ندرت بھی کریگا اور ان اخیر شقوں میں مشبہ بہ کا اکل واشہر ہونا شرط نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 یہاں تک بیان ان اقسام کا تھا کہ جن میں غرض تشبیہ مشبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

فی ہر شببتی  
 چھٹی نظم یعنی مشک  
 طرفگی اور ندرت ہو  
 یا قوت کا پھلکرا  
 بیات میں سے  
 ہو جانا محال ہے

مشبہ میں ندرت  
 اور طرفگی کیسے  
 حاصل ہوتی ہے

مشبہ خود نادر ہونا

مشبہ خود نادر نہیں  
 مگر بوقت وجود  
 حضور شبہ نادر  
 ہو جاتا ہے



آب ان اقسام کو بیان کرتا ہوں جن میں غرض تشبیہ مشبہ کی جانب راجح ہوتی ہے اسکی دو ہی  
 قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بناوین کہ جس میں وجہ مشبہ ناقص ہو اور اس سے اس امر کا  
 ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ازرقی کا شعر ہے رباعی آتش بسنان دیو بندت ماند پچید  
 افعی بکندت ماند اندیشہ برفتن سمندت ماند خورشید بہت بلندت ماند اسی طرح سعدی رح کا شعر ہو  
 شعر گل سرخش چو عارض خوبان ہنسبلش ہچو زلف محبوبان ہ ادعاے محض ہے کہ رنگ و بو میں خرا  
 وزلف ایسے کامل ہیں کہ گل و سنبل کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جبکی طرف اہتمام ہو  
 اسے مشبہ بہ کریں اور غرض تشبیہ کی یہاں اس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارہ نان سے  
 اور چناڑہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح کا شعر ہے اگر کلو خے بر سر آید ز شادی بر جہد کاین استخوانیت  
 اگر نعشے و کس بردوش دارندہ لیم الطبع پندارد کہ خوانیت ہ نعمت خان عالی شعر سپاہی ہم میدان  
 قناعت میکند جولان ہ ز شمشیر و سپہ دار دم آبی لب نانے ہ مخم رائشد غیر از فلاکت از فلک حاصل ہ  
 رضعف جمع بیند قرص سر اگر وہ نانے ہ طعرا می مشہدی شعر ہے شعر طغرا مکن این حدیث را نام  
 دروغ ہ کر قحطی نان نمازہ درویدہ فروغ ہ کے مردک است آنچہ کہ بینی در چشم ہ پران گسے فتاوہ  
 در کاسہ دروغ ہ اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھیں جہاں مشبہ بہ باعتبار  
 وجہ شبہ حقیقہ ہو یا ادعا مشبہ سے کامل تر نہ ہو حقیقہ تشبیہ میں متحقق ہوگی۔ اور جہاں طرفین میں  
 برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالیت یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود  
 نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقہ پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت میں تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیونکہ  
 کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں زیادت اور کمالیت وہ ادعائی کیونکہ نہ ہو ہونی چاہیے پس  
 جہاں یہ بات نہ ہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اس میں  
 آواز تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیے جاتے ہیں مان کسی اور غرض سے جیسے زیادہ  
 اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلارعبیت طرفین تشبیہ دے سکتے ہیں واللہ اعلم  
 اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض  
 کا پوری طرح کرتی ہے یعنی غرض اس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ مشبہ کے ساتھ  
 اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

بیان تشبیہ  
 تشبیہ کو  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی

تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی  
 تشبیہ کی

طرفین میں جب مساوات مقصود  
 ہوتی ہے تشابہ کہلاتا ہے نہ تشبیہ

تشبیہ تشبیہ میں فرق

بیان تشبیہ  
 مقبول و مردود

کامل کے ساتھ اچھی طرح سمجھ میں آجائے یا شبہ بہ وجہ تشبیہ میں مسلم الحکم ہو یا وہ بیان امکان میں مخاطب کے نزدیک معروف الحکم ہو جس میں اتنی باتوں کا افادہ ہوگا وہ تشبیہ مقبول کہلاتی ہے اگر ان افادات میں وہ قاصر ہے اس کا تشبیہ مردود نام ہے اور موقوفہ (جن میں وجہ جامع کا حقیقہ پیدا ہونا محال ہے) باہم تشبیہ دئے جاتے ہیں اور جو معنی مشبہ بہ میں موجود ہیں استہزاؤ وہی وجہ شبہ قرار دئے جاتے ہیں حالانکہ نفس الامر میں اس معنی کا ضد تحقق ہے مثلاً جو جی کو حاتم سے سخاوت میں یا حاتم کو جو جی سے بخل میں اور ہبنقہ کو افلاطون سے دانائی میں یا افلاطون کو ہبنقہ سے حماقت میں تشبیہ میں حالانکہ تحقق نفس الامر میں سخاوت اور دانائی کا حاتم اور افلاطون میں ہے اور حماقت اور بخل کا ہبنقہ اور جو جی میں یہ باہم نسبت تضاد رکھتے ہیں تو وجہ جامع اس تشبیہ میں جاہل نہیں ہو سکتی پس جو جی مانند حاتم است در سخاوت و حاتم مثل جو جی است و بخل کہنا فقط از روئے اعتبار ہوگا نہ از روئے نفس الامر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور باعتبار حذف و ذکر اداتہ تشبیہ کی کئی قسم ہیں۔ ایک یہ کہ جس تشبیہ میں اداتہ مذکور ہوں وہ تشبیہ سہل ہے اور جس تشبیہ میں اداتہ مذکور نہ ہوں وہ تشبیہ موکلہ کہلاتی ہے پھر یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ فقط حرف تشبیہ محذوف ہو اور اسکی ترتیب و ہیئت میں کچھ تغیر نہ ہو جیسے زید شیرست۔ دوسرے یہ کہ اسکی ہیئت اور ترتیب بھی بدل دی جائے۔ یہ بھی دو طور پر ہے ایک یہ کہ بعد حذف اداتہ مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی جانب کر دی جائے جیسے گل خسار نگرس چشم جسکو اضافت تشبیہی کہتے ہیں یہاں ترتیب و ہیئت دونوں متغیر ہیں دوسرے یہ کہ بعد حذف اداتہ مشبہ بہ کو مشبہ پر مقدم کریں اور اس عمل سے صورت و حدانی کا حاصل کرنا منظور ہو یعنی ان دونوں کی ترکیب سے ایک صفت کا صیغہ بنا لیا جائے جیسے گل اندام شکرب شکبوی۔ نظامی شعر کینرے سچشم و پاکیزہ روئے گل اندام۔ و شکرب۔ و شکبوی۔ یہاں بعد حذف اداتہ صرف ترتیب متغیر ہے۔ اب ہم یہاں بحث تشبیہ کو بیان اداتہ پر ختم کرتے ہیں اور ہم نے جس قدر اس بحث میں لکھا ہے محل اور مختصر لکھا ہے اگر اس باب کی مفصل بحث اور اسکی تحقیق پوری طرح بیان کیجا ایک بڑا فقر تیار ہو۔ میرا یہ بیان جبکی ایک فہرست کا حکم رکھتا ہے اور ان امور کا اشتغال ایک علم سے دوسرے علم میں جا ڈالتا ہے چونکہ کلام اکثر بلغا کا نشر ہوا نظم تشبیہ و استعارہ سے مملو ہے اور اس امر کو ترتیب و تحسین کلام میں بڑا دخل ہے پس جب تک اسکے انواع و اغراض پر فی الجملہ

وہود جنین و جہ طبع  
کما حصول نمیشہ ہ  
نیشہ کے جانے میں

۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

سخنی نیست  
و سزاگوار  
که هست  
بعد بخل  
چو بیست کاس  
بی بی شایسته  
شعر ره حرف  
کرم تا که کم طے  
گفت بوجی  
نخواهد صاحب  
حاتم طے دارسته  
مصلحت این لفظ  
را در تحقیق این لفظ  
سپوست ز فتنه  
و اندام عالی علم

واقعیت نہ ہو لطف اس کلام کا حاصل نہیں ہوتا اور طلبہ فارسی خوان کل تشبیہات کو ایک لاشعری ہانکتے ہیں اس لطف سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں تو تین نے باوجود الزام تحطی یہاں مجملہ کچھ بیان تشبیہ کا کر دیا باقی تفصیل کو علم بیان کے حوالے کر دیا اگر کسی کو زیادہ تحقیق مطلوب ہو علم بیان کو مطالعہ کرے یا وہ ہے کہ اداتہ تشبیہ حروف تشبیہ سے عام ہیں کس واسطے کہ اداتہ لغت میں آئے کو کہتے ہیں اور یہاں وہ شے مراد ہے جس کے وسیلہ سے ایک شے کو دوسری شے سے تشبیہ دیجاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اسم جیسے مانا ماندہ و مانند و کردار و سان و مثال و عینہ سب ہو ہیں مگر آخر آقا شاپور کا شعر ہے شعر گل بچشم عینہ پیر ابن یوسف نمودہ گلستان بیت الحزن گردید یعقوب مرا بہ فعل جیسے ماند وانی و پنداری و گوئی و گویا و غیرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر اگر نقش کسے بر دوش داندہ لیم الطبع پندار کہ خوانست نہ ولہ شعر بزرگ زادہ نادان بشہر و ماندہ کہ در دیار غریبش پہنچ نہ تماندہ فردوسی شعر یکے دژ بر آرد و در کوہ سار نہ تو گفتی سپہر شش اندکنار نہ اور حرف جیسے آسا اور اسکا مخفف آسا و سا و سار و سان و دیس اور اسکا مبدل دیز جیسے شبذیر لے شبزنگ یعنی اسپ مشکلی ووش اور اسکا مبدل فش و وار و چون اور اسکا مخفف چور ابو الفرج رومی شعر غم و خوش بجنبش و بسکون نہ آسمان و زمین آسا باشد نہ خاقانی شعر آن روح دوزخ نارین حور زبانی سارین نہ بحر نہنگ اوبارین آہنگ اعدا داشته نہ منقل مرلج کعبہ سان آشفہ دروے رویان لبیک داران در میان تن محرم آسا داشته سعدی شعر چہ قدر آرد و بندہ حور دیس نہ کہ زیر قبا وارد اندام پیس شمس فخری شعر جہان را اگر شہ تو باشی یقین نہ شود در پناہت جہان خلوش اور لفظ وں مانا و مانند کی طرح اسم مستقل ہے جیسے کہ زرم مثل و گہ زرم دس نہ نظامی شعر نشست از بر بارہ کوہ و ش نہ بدین ہمایون بر رفتار خوش فردوسی شعر گنجہاں او پای کردہ کیش نہ شستہ بہ پیش اندرون شاہ فش نہ عینی شعر کلام من کہ متاع ولایت سخت نہ بروے دست صبا میر و سلیمان واہ اور جیسے لفظ برائے استعلا حرف بھی ہے اور اسم بھی بمعنی فوق چنانچہ اسکا بیان گذر چکا اسی طرح لفظ سان تشبیہ کا حرف بھی ہے جیسے مثال مذکور میں اور اسم بھی بمعنی مانند و طور نظامی شعر کہ چون کردہ انداین دو صورت گذار نہ دوار زنگ را بر یکے سان نگار نہ فردوسی شعر تو این را دروغ و فسانہ مدان نہ بیکسان روش در زمانہ مدان نہ لیکن بلا استناد و استظهار حرف با می موحلہ یا بر استظهار

ادواتہ تشبیہ  
بیان آن ادواتہ تشبیہ  
مثال عینہ کی  
جوادہ تشبیہ میں  
اسم ہے  
جہاں تشبیہ  
ادواتہ تشبیہ  
بیان آن ادواتہ تشبیہ  
سا جو حرف ہیں

مثال آسا  
بیان آسا بالمد  
وسار و سان

مثال دیس  
بیان دیس  
مثال فش  
مثال وں

لفظ سان کی تحقیق  
کہ وہ بہ استعلا  
طرح اسم اور حرف  
دونوں ہے

اُس میں اتنا استقلال پیدا نہیں ہوتا جس سے اور اسموں کی طرح اُس کی اضافت کی جگہ جامی  
 شہر بسانِ مردک درویدہ بنشت و زفر زندانِ دیگر ویدہ بر بست و فروسی و شہر بر آشت برسان  
 شیریان و یکے تیغ تیزش بزورِ بربیان و ولہ زرنے بود برسانِ گردے سوار و ہمیشہ بجنگ اندرونِ ناما  
 اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہیں اسکے اور اخوات یعنی اُن اسموں پر جو متضمن معنی تشبیہ میں جائز  
 رکھی گئی ہے جیسے ہانند و بعینہ و بکر و دار و بسان و بربان و بمثال و بر مثال۔ ملا قاسم شہدی شہر لاف از  
 نسب مزن کہ ہانند آئینہ و آدم نمی شود کسے از روے دیگران و رضی تبریزی حدائق العشاق میں لکھتے  
 ہیں نشر و نگار خانہ تصویر چہمان آہنگاہِ بازوے کہ خامہ از مرثۃ ایشان ترتیب کند بر مثال مژگان  
 بتان و در نظرش صف می کشند۔ مگر چونکہ لفظ سان میں حیثیت حرفی غالب ہو بوقت اضافت یہ استناد  
 واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور اداۃ اسمیہ کے کہ وہاں کوئی واجب نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور ان سب میں کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اُس کا مخفف چواس کا استعمال تشبیہ مفرد میں حقیقی ہو  
 جسطح تشبیہ مرکب کے لئے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے زید چون شیرست و چوشیرست اور کبھی تشبیہ مرکب  
 میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے نظامی و شہر بکبک درسی چون درآید عقاب و چگونہ جہد برزین آفتاب  
 ازان تیز تر خسرو پلین و بہ تندی در آمد بران اہرمن سعید اشرف شہر چون نماید یک خیابان  
 بلغ از آئینہ و ہست ملک و افرت در زیر گردون آنچنان و اسے چنانچہ نماید۔ صائب شہر چون  
 لباس غنچہ تنگی میکند بر دوش گل و بر فراز این عمارت پر بیاں آسمان و چنانچہ لباس غنچہ الخ ولہ  
 شہر ز شیشہ چون گذر رنگ می بگرم عنانی و رشیدہ خانہ عشرت بان شتاب گزشتہم و اسے چنانچہ  
 گزرو الخ نظامی و شہر فرو گفت لختے سخنہاے سخت و چو گوید خداوند شمشیر و تخت و اسے چنانکہ گوید  
 فروسی و توحید میں فرماتے ہیں شہر ستودن نداند کس اورا چو ہست و میان بندگی را ببا نیت  
 ولہ شہر یکے تیر باران بگردار سخت و چو باد خزان بر وزد بر درخت و یہاں مرکب مراد مصطلح علم  
 بیان نہیں بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے۔ اور کبھی یہ حرف چون و چو تشبیہ تفہیم و تعظیم کے لئے بھی  
 آتا ہے۔ نظامی و فرماتے ہیں شہر بنا کر و شہری چو شہر ہری و کز انسان کند شہر کم و دیگری  
 اس واسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لئے مغائر طرفین از روے حقیقت و از روے قصد واجبات سے ہے  
 جیسے زید چون شیرین شیر سے عین ذات زید مراد نہیں اور یہاں تشبیہ تفہیم میں عین ذات مشبہ

حرف تشبیہ چون  
 اور اس کے مخفف  
 چوکا بیان

مراد ہے یعنی بنا کر دھربے چو شہر ہری میں یہ مقصود متکلم نہیں ہے کہ اور کوئی شہر شہر ہریت جیسا بنا کرنے کو بتلادے بلکہ اُسے شہر ہرات کا بنا کر ناجسکی خوبیاں اور عظمت اعرف و اشہر ہے بتلانا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ جسکی اشہریت و اعرفیت سے مشبہ میں کمال حاصل ہو سوائے اس مشبہ کے حاصل نہ ہو سکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف و اکمل و افخم ہے اور کبھی اس نوع میں مشبہ حذف بھی کیا جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے شعر مقدرے نہ بہ آلت بقدرت مطلق و کند شکل بخاری چو گنبد ارزق و اے گنبدے چو گنبد ارزق۔ لیکن صحت تشبیہ کے لئے (جو مغائرت طریقین شرط ہے) ایک کا مطلق ایک کا مقید ہونا پس ہے اور سوائے موضع تشبیہ کے ایک شے کی کیفیت و سبب کی طلب اخبار کے لئے بھی آتا ہے صائب کا شعر ہے شعر آئینہ کے بچہ شبنم نشان رسد چو آب ایستادہ بہ آب روان رسد اے چو نہ ہو لوی معنوی شعر گردن شمشیر مرالشکر نمود می نیارم گفت چون پر ہول بود اے چو نہ و بچہ کیفیت پر ہول بود۔ میر معزی شعر طبعم زبوں بہت تو تازہ چون شدت و گر بے بہت تو چو باد بہار نیست و جام بجاک در گہ تو شاد چون شدت و گر خاک در گہ تو چو زریا نیست و اے تازہ بچہ سبب شدہ است و شاد بچہ سبب شدہ است۔ اور بجائے چہ استفہامیہ بھی مستعمل ہوتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر طے کم این نامہ را اگر نکم چون کم و حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن و اے اگر طے نکم چہ کم۔ اور کبھی مضمون معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی شعر سگ بدریاے ہفت گانہ بشوے و چونکہ ترشد پلید تر باشد و اے ہر گہ کہ ترشد اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آئے گئے۔

## الحروف المشبہة بالفعل

ہمانا اُسکا مخفف مانا و مکر و گویا و گویا و رنگ و بلکہ و لیکن اس کا مخفف لیک دو لے دکاش اُس کا مبدا کلج اس کا مزید علیہ کاشکے دکاشی و آیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہیں ان میں ہمانا تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے جیسے عربی میں انّ مشدود۔ سعدی شعر ہمانا کہ در پال انشائے سن و چو مشک است بے قیمت اندر ختن و نظامی شعر بروشاہ اگر یک شینون کند و زملکش ہمانا کہ بیرون کند و بعض مفسرین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا ہے نظامی شعر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ باماشود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا این خود

نظم چون کیفیت  
بجائے طلب  
بجائے طلب

چون بجا چہ استفہامیہ  
مستعمل ہوتا ہے

چون مضمون معنی شرط

چون شرطیہ

حروف مشبہہ بالفعل

ہمانا کا بیان

لفظ خود کی تحقیق



نہ مینہ صواب کہ این را کند خوب و آنرا خراب پشعر خود معطی توئی وائل من و پیش ازین عشوه شین باش  
 شین و مگر میری سمجہ میں یہ بات نہیں آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لیے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے  
 ذہن میں اس کا متبوع اسطرح متحقق ہو جائے کہ اُسکے سواے اور کسی کا وہم نہ جائے جیسے عربی میں  
 لفظ نفس مگر عربی میں الحاق ضمائر کا اس کے ساتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لیے نفس را و خطا  
 کے لیے نفسک متکلم کے لیے نفسے اور فارسی میں واجب نہیں جو ان کے وجہ میں ہے جیسے خودش خود  
 خودم اب اس خود کے بعد ضمائر کا لانا نہ لانا دونوں برابر ہے۔ یہ بھی سن لیجئے کہ لفظ خود بحسب اقتضا  
 مقام و سیاق کلام اگر معنی ضمیر کو متضمن ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر ملحقہ  
 اس پر زائد سمجھی جائیں گی۔ اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہیں ہے یعنی صرف نفس کے معنی میں ہے تو  
 الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہاں ضمیر میں خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہیں  
 ملحق ہیں جیسے خودش خودت خودم میں اور جہاں ملحق نہیں وہاں تقدیراً ماننا پڑیگا۔ غرض محاورہ  
 عرب کی طرح یہاں بھی وجوب ثابت ہو گیا مگر وہاں ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی میں  
 عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔ الحاصل امثلہ مذکورہ میں لفظ خود شعر اول میں کوہ قاف کی تاکید اور شعر  
 ثانی میں زمانہ کی تاکید بخلاف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر میں منفصل خطاب کی تو کی تاکید کے  
 لیے بخلاف ضمیر خطاب لایا گیا ہے۔ اور اس باب میں خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہیں متصلہ و  
 منفصلہ ہر دو ضمیر میں اس پر لاحق ہو سکتی ہیں جیسے خودش کہنا درست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہیں۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیے کہ ہمارا جس طرح موضع تیقن و محقق میں مستعمل ہوتا ہے  
 موقع ظن میں بھی مستعمل ہوتا ہے جامی رح شعر ہمارا پیش چشم او نگو نیست و ازان رو خاطرش را  
 میل او نیست و سلطان ابراہیم ذرا جا ہی شعر شنیدم کہ چشم تو دار و گردن دے و ہمارا کہ افتاد بر  
 در و منہ و اسکا محف ہمارا اثر الدین خسیکی کا شعر ہے شعر ہمارا کہ خلد پروہ ز خسار برگرفت و  
 یا سادہ گشت ریشور دہر را خدار و واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بمعنی ماندہ اور ہے جو انستن تشبہ مشتق ہو  
 جس طرح دانستن سے مانا چونکہ وہ معنی تشبیہ کو متضمن ہے بجائے اداۃ تشبیہ کے مستعمل ہوتا ہے مگر اسکے  
 صلہ میں باے موصدہ آیا کرتا ہے جیسے رخس مانا بخور رشید۔ اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے مشتق ہو  
 جو فارسی قدیم میں منجملہ اسماء طیبہ الہیہ ہو جسکو عربی میں باقی کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں مگر

لفظ خود متضمن معنی  
 ضمیر ہر ضمائر کا  
 الحاق زائد ہوا

لفظ خود ضمائر متصلہ  
 و منفصلہ ہر دو لاحق  
 ہو سکتے ہیں

ہمارا کی تحقیق

مانا محف ہمارا  
 مانا اداۃ تشبیہ ہمارا  
 بننے باقی اس  
 بحث سے خارج ہو



بطریق آرزو و حسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہیں۔ اور مطلوب خواہ ممکنات  
 ہو خواہ ممکنات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی میں لیت۔ اور اسپر اپنی کمال آرزو و تمام  
 خواہش و تمنائے اظہار کے قصد سے حرف نہ بھی لایا کرتے ہیں جیسے عربی میں یا لیتنے کنت ترابا  
 شعرے کا ش گوش رغبتم احوال بدی چو چشم تاہر چہ گفتی از تو کمر شنیدی و نظامی در شعر مراے  
 کا شکے ماورنی زاد و اگرے زاد پس شیرم نے داد و سعدی در شعر کاج کا ناکہ عیب بن گفتند و  
 رویت اے داستان بیدندی و حکیم نزاری قہستانی شعر ز خط گوہر بر افشانی تو باری و مراکشی کہ  
 بومی یادگاری و ولہ کنون در دست ماند از دوست یادے و کہ کاشے ہرگز از ماورن زادے و سا توان  
 آیا و ایا بالمد والقصر یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے  
 جیسے عربی میں لعل شعر آنا کہ خاک را بنظر کیما کنند و آیا بود کہ گوشہ چشمے ہما کنند و اس لفظ کا صدر  
 جملہ میں لانا کوئی ضرورت نہیں جیسے شعر بود آیا کہ در میکد ہما بکشایند و گرہ از کار فردبشہ ہما بکشایند  
 یہ کلمہ کبھی استعجاب و استفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے شعر آنا کہ بصدر زبان سخن مے گفتند و آیا چہ  
 مے شنیدند کہ خاموش شدند و

کاش ممکنات و  
 تمنعات عقلی  
 و عادی ان چاروں  
 حال میں عقلی ہو  
 یا عادی ہو  
 یا عادی ہو  
 یا عادی ہو

آیا و ایا۔

لیکے کے صندھ میں  
 واقع ہوا ضروری لفظ

آیا استعجاب و  
 استفہام کے لیے

## نہ ونے مشبہ بہ نیست

بیان نہ ونے  
 مشبہ بہ نیست

نہ ونے نیست کے مشابہ ہو نیکی یہ معنی ہیں کہ جیسے نیست اسم و خبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملہ  
 اسمیہ پر داخل ہوتا ہے یہ نہ ونے بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جس طرح عربی میں ما و لا  
 مشبہ ہتان بلیس سعدی در شعر نہ پائے چو بہیندگان راست رو و نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو  
 نظامی در شعر غمزدہ نسرین نہ ز باد صبا و آن اثر لطیف تو شد تو تیا و ولہ ہستی تو صورت و پیوند نے  
 تو کبس و کس تو ماتد نے و فیضی فیاضی شعر بر تر ز بنو و بود بودش و نے جو ہر و نے عرض جو دوش  
 اے اور اپاے راست رو نیست و گوش نصیحت شنو نیست۔ غمزدہ نسرین از باد صبا نیست۔ و جو دوش  
 جو ہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبھی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی در شعر نہ آہو و لے  
 نافہ از شک پر و چو ندان آہو پر آمودہ در و لے نیست آن براق آہو و لیکن الخ

کبھی یہ کلمات  
 نفی محذوف الہام  
 بھی آتے ہیں

## نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم مدخول کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے جامی در شعر نہ در و

بیان نہ نفی جنس

نہی نفی جنس کا  
ہم نہی جنس کا  
مستزاد فارسی

نہی نفی جنس کا  
مستزاد فارسی

سایہ غیر از شب تار نہ دروے بسترے جز نشتر خار بہ نظامی مہ شہر نہ دولت نہ دنیا نہ دارا گزشت  
 ۛ سنان از سر سنگ خارا گزشت ۛ چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نکرہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ  
 اعلام جزئیات ہوا کرتے ہیں جنس کے لئے کلیت ضروری امر ہے تو نہ دارا گزشت متادل ہو گا یعنی  
 مانند دارا یا کوئی پادشاہ جو دارا کے وصف مشہور تکبیر شہر نگاری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکند  
 نے نہ دولت کو بغیر حاصل کیے چھوڑا نہ دنیا کو بلا فتح کیے نہ کسی بادشاہ متکبر کو بدون مغلوب کیے  
 چھوڑا چنانچہ عزلی مین صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ  
 دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیہ لا ابا حسن لہا ای لا فیصل لہا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد  
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اقتضا کہ علی حضرت خاتم الخلفاء علی کرم اللہ وجہہ فیصل فی الحکومات تھے  
 اور اس طرح دنیا سے اقالیم و ممالک مراد ہیں اور فرق نفی جنس اور مشبہ بنیت مین یہ ہے کہ نفی جنس  
 اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور مشبہ بنیت اُسکے اسم کے وصف و حال مذکور کی  
 نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنی اُسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہاں نفی جنس مستعمل ہوتی ہو  
 جیسے مثلہ مذکور نہ دروے سایہ غیر از شب تار الخ مین مطلقاً جنس سایہ اور بستر کی نفی ہے اسی طرح  
 نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ مین مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبارہ کی نفی ہے اور جس جگہ  
 مطلقاً اس اسم کی نفی نہ ہو بلکہ اُسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے  
 اتصاف کی نفی کیا ہے تو وہاں مشبہ بنیت استعمال کیا جاتا ہے جیسے مثلہ مذکور نہ پائے جو بیننگا  
 راست رو الخ مین مطلقاً پامی اور گوش کی نفی نہیں بلکہ اس وصف راست روی اور فصاحت مشنودگی  
 کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسی طرح نے جوہر نے عرض وجود مین مطلقاً وجود کی  
 نفی نہیں بلکہ اُسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسی طرح تیسرے شعر مین مطلق براق کی نفی  
 نہیں بلکہ اُسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لئے مختصات آہو یعنی نانہ مشک  
 وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ تو ہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو الخ واللہ تعالیٰ اعلم یہ کلمہ  
 خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بنیت ماے مخفی کے ساتھ ہونا چاہیے مگر کبھی اظہار ہاے ہو مستعمل  
 ہو جاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر رقیب ارکث خسرو خستہ از زبان  
 دران رخصت نہ مدہ ولہ چن خستہ جان ماے وای بران عاشق ۛ کو از پئے جان چیزے

نہی نفی جنس کا  
ہم نہی جنس کا  
مستزاد فارسی

بروے تو نہ کردہ + یہ دونوں شعران غزلون میں ہیں جنکا مدار قافیہ رہ وابلہ وغیرہ پر ہے واللہ

اعلم بالصواب

## تاوے نافیان

بیان ناوے  
نافیہ کا

ناکثران اسمون پر داخل ہوتا ہے جن کا محل اپنے موصوفات پر بطریق مواطات ہو سکتا یعنی مدخل اس  
ناکا صیغہ ہائے صفات سے ہو جیسے ناہموار و نادرست کیا معنی کہ موصوف ان صیغوں کا جنکا ناہموار  
و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اس پر اگر مدخل ناکا محل کیا جائے بلاتا دلیل صحیح ہو مثلاً  
کسی راہ کو ناہموارست کہنا بلاتا دلیل حل بالمواطات ہے اسی راہ کو ہموارست کہنا بلاتا دلیل بالمواطات  
حل صحیح ہو سکتا ہے خواہ اس میں اشتقاق کی راہ سے معنی صنفی حاصل کیے گئے ہوں جیسے تراشیدہ  
نا تراشیدہ میں اور روان ناروان میں سعدی رح شعر بیک نا تراشیدہ در مجلس + بر بخند دل ہوشمند  
بے + النوری شعر کا نجاس سبز نے رخ سنج + چون سیم سیاہ ناروان است + اے نارنج است  
خواہ کسی اور ترکیب وغیرہ سے جن طرح صفت مشبہ کے بیان میں عرض کیا گیا معنی صنفی اس میں  
حاصل کیے جائیں جیسے تو ان بین و خدا ترس - ناتوان بین و نا خدا ترس میں اسم اور امر کی ترکیب سے  
اے کیکہ خدا را ترسد شخصے کہے را تو نا دیدن نمی تواند یعنی حاسد عبد القنی قبول شعر چشم او دید  
دست من بوسید + آن کہ مے گفت ناتوان بین است + جو انمرو نا جو انمرو میں دو اسمون کی ترکیب سے  
سعدی رح شعر اگرین نا جو انمرو دم بکروار + تو بر من چون جو انمروان گزر کن + تو نا نا تو ان میں روانا  
روا میں صیغہ امر پر الف فاعلی کے لاحق کر نیسے جامی رح شعر تعالیٰ العزیز ہے قیوم و نا + تو نا فی وہ  
بیر نا تو نا + طاہر وحید شعر آب گہر گرچہ لبے با صفاست + سکھ جویش نبود نا رواست + بود مند نا بود  
او مفلس ہوشمند نا ہوشمند میں اہم پر کلمہ بہت مند کے الحاق سے صاحب ہماے ہایوں کا شعر ہے شعر  
تو کو تاہ دستی و نا بود مند + مزین دست در شاخ سرو بلند + باقی رح شعر وزیران کج بین نا ہوشمند +  
رسانند در شاہ و ملکش گزند + سزاوار کلمہ نسب دار کے الحاق سے ناسزاوار میں میر خرمی شعر تراست  
ملک و سزاوار آن توئی بییقین + خداے ملک بخشد بنا سزاواری + بسا مان مخفف یا بمعنی باسا مان  
(حرف با میں جس کا ذکر ہو گیا ہے) نا بسا مان میں یعنی کوئی شے جو سلمان و اسباب اپنے ساتھ  
نہ رکے اسکو نا بسا مان کہتے ہیں صائب شعر برگ کا ہے نیست کشت نا بسا مان ترا + خوش از

صیغہ صفت اشتقاق  
ناکا داخل ہونا

اسما و غیر مشتق پر  
کسی اور ترکیب سے  
معنی صنفی حاصل  
کر کے داخل کرنا



اشک پشیمانی است دہقان مرا چہ خواہد و ہستم متضمن معنی صفت ہو جسے تندرست تندرست مین  
 فردوسی شہر بشد شاہ بہرام ورنہ رابستہ کہ ان اژدہا بود تندرست بہ اور بعض اسماء غیر صفت  
 کو معنی صفت لیکر داخل کیا جاتا ہے جیسے مردم کو مردمی یعنی انسانیت اور اہلیت رکھنے والے کے معنی  
 مین لیکر نام مردم کہتے ہیں۔ امیر خسرو شہر بزرگی بایت در مردمی کوش کہ دولت گرد نام مردم نگرود کہ  
 سعدی شہر چہ نام مردم آواز مردم شنید کہ میان خطر جاے بود نہ دید کہ اے نالایق اسی طرح  
 ناکس سعدی شہر شمشیر نیک زاہن بد چون کند کسے کہ ناکس تہر بیت نشود اے حکیم کس یعنی  
 نالایق تہر بیت سے لایق نہیں ہوتا اگر اس سے معنی وصفی نہ لے جائیں اسکی نفی نے کے ساتھ  
 کرتے ہیں یعنی نے کس کہتے ہیں محمد قلی سلیم شہر نے کسی چون من نہیں باشد چہ می کردم سلیم کہ  
 چون شراب بہند اگر حاجت بکس می دہستم کہ نظامی شہرے کس مانے کسی مابین کہ قافلہ شد  
 واپسی مابین کہ یہاں اسی یکس پر یاے مصدری لاحق ہوئی ہے۔ اور ناتوان ناخوان نادار نادان  
 یہ مرخم صنف ہیں بعد ترخم ان پر نادخل کیا گیا چنانچہ بعض موضع مین ناتوانا بلا ترخم بھی مستعمل ہو جسے  
 مذکور ہوا اور خوانا اور دارا اور دانا حالت افراد مین یعنی غیر منفی مستعمل ہیں۔ ظہوری شہر چنان خط  
 مغیش خوانا فتاد کہ ہر کوہ فہم ست روشن سواد کہ مخلص کاشی شہر دلا بصرہ قدم نہ کہ در طریق محاش  
 سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دار نیست کہ خصوصاً توان غیر منفی مرخم مستعمل ہے فردوسی شہر اگر  
 چند بیشتر توان ست نو کہ بہر کار دار و خرد پیش رو کہ محمل ہے کہ ارقبیل زید عدل یہاں  
 اسناد مجازی ہو مگر اس صورت مین دان اور دار کی طرح مشتق نہوگا بلکہ مستقل اسم معنی قوت ہوگا ان  
 ہر دو صیغوں ناتوان و ناتوانا پر یاے مصدری کے الحاق سے ناتوانی و ناتوانائی دونوں مستعمل ہیں  
 امیر خسرو شہر گس از کف جام بہد گر چہ از رنج خار کہ سر فلندہ ماند و چندان ناتوانی میکشد کہ درویش  
 والد ہروی شہر بعجز ماچہ پینی کار اگر افتد حمیت را کہ تماشای توانائی کنی از ناتوانائی کہ اسی طرح نابرید  
 یعنی غیر مختون مخفف و مرخم نابریدہ اور ناپسند مخفف ناپسندہ چنانچہ پسندہ غیر منفی منفرد مستعمل ہے  
 مولانا کاہی شہر ہجر از ہلاک کاہی ام مژدہ داد و دوش کہ پسند گر چہ این سخن آمد پسندہ ام کہ اونخواست  
 مخفف ناخواستہ۔ اور بعض جگہ مقتضائے قیاس کے خلاف مستعمل ہے جیسے ناسید ناہن ناانصاف  
 ناہر و نا تراش نا داشت معنی مفلس نارس ناسپاس ناشکر ناشکیب نا صواب نا فرمان ناہر ہر وغیرہ

اسم غیر مشتق متضمن  
 صفت برنا کا  
 داخل ہونا  
 بعض صفت  
 اسماء غیر صفت  
 کو معنی صفت  
 لیکر داخل کیا جاتا ہے  
 جیسے مردم کو مردمی  
 انسانیت اور اہلیت رکھنے  
 والے کے معنی  
 مین لیکر نام مردم کہتے  
 ہیں۔ امیر خسرو شہر بزرگی  
 بایت در مردمی کوش کہ  
 دولت گرد نام مردم  
 نگرود کہ سعدی شہر  
 چہ نام مردم آواز مردم  
 شنید کہ میان خطر جاے  
 بود نہ دید کہ اے  
 نالایق اسی طرح  
 ناکس سعدی شہر  
 شمشیر نیک زاہن بد  
 چون کند کسے کہ  
 ناکس تہر بیت نشود  
 اے حکیم کس یعنی  
 نالایق تہر بیت سے  
 لایق نہیں ہوتا اگر  
 اس سے معنی وصفی نہ  
 لے جائیں اسکی نفی  
 نے کے ساتھ کرتے  
 ہیں یعنی نے کس کہتے  
 ہیں محمد قلی سلیم  
 شہر نے کسی چون من  
 نہیں باشد چہ می  
 کردم سلیم کہ چون  
 شراب بہند اگر حاجت  
 بکس می دہستم کہ  
 نظامی شہرے کس  
 مانے کسی مابین کہ  
 قافلہ شد واپسی  
 مابین کہ یہاں اسی  
 یکس پر یاے مصدری  
 لاحق ہوئی ہے۔ اور  
 ناتوان ناخوان  
 نادار نادان یہ  
 مرخم صنف ہیں  
 بعد ترخم ان پر  
 نادخل کیا گیا  
 چنانچہ بعض  
 موضع مین  
 ناتوانا بلا  
 ترخم بھی  
 مستعمل ہو  
 جسے مذکور  
 ہوا اور خوانا  
 اور دارا اور  
 دانا حالت  
 افراد مین  
 یعنی غیر  
 منفی  
 مستعمل  
 ہیں۔ ظہوری  
 شہر چنان  
 خط مغیش  
 خوانا فتاد  
 کہ ہر کوہ  
 فہم ست  
 روشن  
 سواد کہ  
 مخلص  
 کاشی  
 شہر دلا  
 بصرہ  
 قدم نہ  
 کہ در  
 طریق  
 محاش  
 سکندری  
 خورد  
 از فاقہ  
 ہر کہ  
 دار  
 نیست  
 کہ  
 خصوصاً  
 توان  
 غیر  
 منفی  
 مرخم  
 مستعمل  
 ہے  
 فردوسی  
 شہر اگر  
 چند  
 بیشتر  
 توان  
 ست  
 نو کہ  
 بہر  
 کار  
 دار  
 و  
 خرد  
 پیش  
 رو کہ  
 محمل  
 ہے کہ  
 ارقبیل  
 زید  
 عدل  
 یہاں  
 اسناد  
 مجازی  
 ہو مگر  
 اس  
 صورت  
 مین  
 دان  
 اور  
 دار  
 کی  
 طرح  
 مشتق  
 نہوگا  
 بلکہ  
 مستقل  
 اسم  
 معنی  
 قوت  
 ہوگا  
 ان  
 ہر  
 دو  
 صیغوں  
 ناتوان  
 و  
 ناتوانا  
 پر  
 یاے  
 مصدری  
 کے  
 الحاق  
 سے  
 ناتوانی  
 و  
 ناتوانائی  
 دونوں  
 مستعمل  
 ہیں  
 امیر  
 خسرو  
 شہر  
 گس  
 از  
 کف  
 جام  
 بہد  
 گر  
 چہ  
 از  
 رنج  
 خار  
 کہ  
 سر  
 فلندہ  
 ماند  
 و  
 چندان  
 ناتوانی  
 میکشد  
 کہ  
 درویش  
 والد  
 ہروی  
 شہر  
 بعجز  
 ماچہ  
 پینی  
 کار  
 اگر  
 افتد  
 حمیت  
 را  
 کہ  
 تماشای  
 توانائی  
 کنی  
 از  
 ناتوانائی  
 کہ  
 اسی  
 طرح  
 نابرید  
 یعنی  
 غیر  
 مختون  
 مخفف  
 و  
 مرخم  
 نابریدہ  
 اور  
 ناپسند  
 مخفف  
 ناپسندہ  
 چنانچہ  
 پسندہ  
 غیر  
 منفی  
 منفرد  
 مستعمل  
 ہے  
 مولانا  
 کاہی  
 شہر  
 ہجر  
 از  
 ہلاک  
 کاہی  
 ام  
 مژدہ  
 داد  
 و  
 دوش  
 کہ  
 پسند  
 گر  
 چہ  
 این  
 سخن  
 آمد  
 پسندہ  
 ام  
 کہ  
 اونخواست  
 مخفف  
 ناخواستہ۔  
 اور  
 بعض  
 جگہ  
 مقتضائے  
 قیاس  
 کے  
 خلاف  
 مستعمل  
 ہے  
 جیسے  
 ناسید  
 ناہن  
 ناانصاف  
 ناہر  
 و  
 نا تراش  
 نا داشت  
 معنی  
 مفلس  
 نارس  
 ناسپاس  
 ناشکر  
 ناشکیب  
 نا صواب  
 نا فرمان  
 ناہر  
 ہر  
 وغیرہ

ناکا استعمال خلا  
 اقتضا و قیاس

نہ انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت  
یہاں انصافیت

ناداشت مجازاً  
میں غیبت اور  
نظاک ہی کہتے ہیں

ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول

بفورت الف ناکا  
حذف بھی کیا جاتا

موقع استعمال

سعدی رح شعر بہنگام سختی مشونا امید کہ ابرسیہ بارد آب سفید و البوطالب کلیم شعر رود آرام  
بعمری کہ ہجران گزرد و کاروان از رہ نامن شتابان گزرد و مرزا کا فی غلخال شعر و دیارے کہ  
توئی بودم آنجا کا فیت و آرزو مایے و گر غایت نا انصافیت و امیر لاجبی شعر ہر دے کو والہ  
و حیران حسن یار شد و از غم دنیا و دین آزاد و ناپروا بود و نظامی شعر ہماں خور و کان ناتراش و گر  
چنین چند را خاک خارید سر و البوطالب شعر دل نا داشت پر ز خون باشد و ساغر عیش او نکلن باشد  
اے دل مفلس یہ لفظ مجازاً غیبت اور لہجہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ہندی میں ننگا کہتے  
ہیں نظامی رح شعر چنین آمدست از لقیبان پیر و کہ با ہیج ناداشت کشتی گیر و ولہ سپاس خدا  
کن کہ بر ناسپاس و نگوید شام و ایزد شناس و محمد جان قدسی شعر شب دل ناشکر من آرام باخبر  
نداشت و سینہ صد پیکان چشید و دست از افغان نداشت و طاہر وحید شعر بسکہ بود از غم و شکایت  
غنجہ گل گشتہ دل عندلیب و سید حسن اشرفی شعر صواب ست با و شدن سوی گل و اگر چند گوید  
بے ناصواب و مسیح کاشی شعر فلک نا حفاظ و نا فرمان و یک نفس کے اطاعت کر دست و  
نا حفاظ بمعنی بیجا و نئے شرم و نظامی رح شعر وزان خشت زرین شداد و عادی و چہ آمد مجرم دل نامراد  
با افغانی رح شعر صد بار تیغ تہر کشیدی و بچپان و می آید از پے تو دل ناہر اس من و اے دل  
نئے پاک من و ناساز و ناقبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہیں مگر چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و  
سازمند و قبول بمعنی مقبول استعمال ہے والہ ہر وی شعر باز می عیش مخور سخت تنک حوصلہ است و  
فکر بہر ہودہ کن غم بطبیعت سازست و سی موافق است۔ میر حسن دہلوی رح شعر اے کز کمال حسن تو  
حیران شدہ عقول و در سینہ باغریزی و در دید ناقبول و اے مقبول۔ اور کبھی بضرورت الف ناکا  
حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے ناسپاس بجائے ناسپاس فروشی رح شعر بدین بخشش کرو باید پسند و کن  
جانت ناسپاس و دل رانزند و یہاں خلاف مقتضائے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ یہاں قیاس  
نے نافیہ کو مقتضی تھا نا نافیہ کا یہاں استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اور نے اُس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مدخل نے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق مواطات محمول  
نہ ہوا اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب اگر دانش او  
عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حل کیا جائے درست نہوگا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

(جیسے دانندہ یاد اشنندہ یاد انشور یا صاحب دانش اور عاقل یا عقلندہ یا صاحب عقل) گل درست ہوگا  
پیش احتساب ہے اوب ہے اصل ہے انجام ہے انتہا ہے پایاں ہے باک ہے برگ ہے ساق  
ہے بصر ہے بہا ہے قیمت یعنی گران بہا ہے بہرہ ہے پایاب ہے پرکار یعنی بے قاعدہ ہے پرواہ ہے  
ہے رحم ہے تہ ہے جرأت ہے حساب ہے حضور ہے داد ہے رگ یعنی بے حیت ہے شرم ہے رو  
یعنی بے مروت ہے روزگار یعنی بے کسب ہے زہار یعنی امان نہ بندہ ہے سپاس یعنی ناشکر  
ہے شکوہ یعنی شکوہ کنندہ ہے شمار ہے طاقت ہے طراوت ہے فرمان ہے نور و غیرہ حسن بیگ  
رفع شعر از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت ہے رانکوندانم ہے احتساب خوردن ہے ابوطالب  
کلیہ شعر با ماکین سپہر زانچم پیدا است ہے تلماسازی بخت ہے ترم پیدا است ہے چون خشکی آشیانہ و گلین سبز  
نہے برگی مامیان مردم پیدا است ہے مولوی معنوی قدس سرہ شعر گوہر کنی خرمہرہ رازہرہ درسی بندہ ہرہ  
سلطان کنی ہے بہرہ رازا باس اے سلطان ماہ سعدی ہے شعر وقتے در آہے تاسیان دستی و پاس  
میزوم ہے اکنون ہمان پنداشتم دریا سے ہے پایاب راہ فوٹی یزدی شعر فوٹی از گردون بر پشت  
خندہ زوارہ مرو ہے عشرت او ہچو قول کون دمان ہے تہ بود ہے اے بے اصل بود۔ نے حساب یعنی  
نے شمار مشہور ہے اور چونکہ حساب و شمار بمعنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی ہے کا شعر ہے  
گر نہ ہی داؤ من اے شہر یار ہے با تو روز شمار این شمار ہے ملا قاسم مشہدی شعر عشق آمد و شدم  
ز ثواب و عتاب پاک ہے دل از دو کون شستم و کردم حساب پاک ہے اور حساب و کتاب معاملہ کا حسن اور  
خوبی ہے اور اسکی نفی قبح تو ہے حساب بمعنی بد معاملہ یعنی بے حساب سے بیداد و ظلم کے معنی بھی  
لیے جاتے ہیں (جیسے بے رگ و بدرگ بے غیرت و بد سرشت اور ناخوان و بد خوان ایسے خط کو کہتے ہیں  
جسکا پڑ بہنا دشوار ہو۔ باقر و اما د اشراق کا شعر ہے شعر بود بہ بندم فلک بدرگی ہے حادثہ نگار شازان  
صدیکے ہے محمد رفیع واعظ شعر جوہر از تیغ زبان شد ریخت تا دندان مرا ہے گفتگو شد ہے سطر نے لفظ  
بد خوان مرا ہے) یا یہ کہ حساب و کتاب داد و انصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کو  
کہتے ہیں نے حساب یعنی نے داؤ یعنی ظلم کے لئے گئے مخلص کاشی شعر شاہ ہے کہ بر عیت خود ہے حساب  
سیلاب گشت و خانہ خود را خراب کر دے ہے داد جیسے حکیم ناصر خسرو شعر را کن ظلم و عدل دواد بگزین ہے کہ  
باشد بیگمان ہے داد بیدین ہے اے ظالم بیدین باشد۔ اس ہے داد بمعنی ظالم اور اس پر یا مصدری

من حساب یعنی پیدا  
و ظلم کی تحقیق

بے داؤ یعنی ظلم  
و یعنی ظالم ہر دو  
کی تحقیق

کے الحاق سے بے دومی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس ظالم کا وصف یہ بے دواقع  
ہوا ہے اُس پر بغیر تاویل لفظ داد محمول نہ ہوگا میر غفری شہر جہان ازداد اوپر گشت و خالی شد  
نہ بیدادی کہ داد و حقیقت گشت و بے دومی مجاز آمد ہاں بے داد بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس  
نہیں کیا معنی کہ اسکے موصوف پر یعنی وہ فعل و عمل جس پر بے داد و ظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگر محل  
داد کا جو دخل بھی ہے کیا جائے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمہ ناکہ ہے نہ بے کی  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب میر غفری کا شعر ہے شعر بے داد کنی برین دادم نہ ہی ہرگز بے داد  
تو برجام ہر روز حشر آرد و فردوسی شعر بغزنی مرا گرچہ خون شد جگر و زبیداد آن شاہ بیدادگر و اس  
بے داد بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ اگر ہند کے الحاق سے بے داد گرو بے داد مند کہتے ہیں۔  
نظامی مصرعہ تو باداد سے اوہست بیدادگر و امیر خسرو شعر جفا بین زگردون بے داد مند و  
چون خسروی در چین تختہ بند و بے زہار بمعنی پناہ نہ بندہ صائب شعر زیر پائے چرخ کج رفتار چون  
خوابد کسے و درو این سیل بے زہار چون خوابد کسے و تشنہ خون ست تیغ آبدار کہکشان و زیر این  
شمشیر بے زہار چون خوابد کسے و بے سپاس نظامی شعر بجائے شاہر کے بے قیاس و نواسٹار ہا  
رو بے سپاس و بعض موضع میں بے نافیہ خلاف مقتضای قیاس مستعمل ہے جیسے بے ہشنا  
نئے فرزانه بے کس بے یار بے عدل بے نظیر بے ہمتا کیا معنی کہ آشنا و فرزانه و کس و عدیل و نظیر  
ویار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حمل بالمواطات ہو سکتا ہے سو یہ شان کلمہ ناکہ ہے ابو طالب کلیم  
شعر سنم آن بکس و بے آشنائے گنج تنہائی کہ غیر از پر تو مہر از درم کس و رنی آید و سعدی  
شعر خلق میگومند جاہ و منصب از فرزانی است و گو مباحث اینہا کہ ماندان بے فرزانه ایم و نظامی  
شعر خداوند بے یار و یار ہمہ و بخود زندہ و زندہ دار ہمہ و یہاں ناہویا بے سبب میں ایسی تاویل  
کر سکتے ہیں کہ موافق مقتضای قیاس کے ہو جائیں مگر یہ در دوسری اور کلفت محض ہے جب انہیں  
اسما پر جن پر نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع میں بے کے ساتھ بھی مستعمل ہیں جیسے ناہروا  
و بے پروا ناہسپاس و بے سپاس نا فرمان و بے فرمان نا کس و بے کس نا مراد و بے مراد چنانچہ انکے  
شواہد اور پر بیان کیے گئے ہیں اگرچہ اخیر میں یعنی نا کس و بے کس اور نا مراد و بے مراد میں فرق  
معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود طلب حصول مراد نہ ہونا مراد کے ساتھ متصف

بے داد پر کلمات  
نسبت فاعلی کے  
الحاق سے بیداد  
و بے داد مند  
کہنا جائز ہے

بعض موضع میں  
بے نافیہ خلاف  
مقتضای قیاس  
مستعمل ہے

ایک ہی اسم پر  
دو بے ہوتا ہے اور  
کبھی بے

نام اور بے  
میں فرق معنی

کرتے ہیں اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہو اس کو بے مراد کہتے ہیں مولوی معنویؒ  
شعر عاشقان از بے مراد بہاے خویش بہ باختر شند از مولاے خویش بہ غرض جس کو مرادوں نے ترک  
کر دیا ہو اس کو کم نصیب کو نامراد کہتے ہیں اور جس نے مرادوں پر لات مار دی ہو اس کو خد کوئے مراد کہتے  
ہیں اور ناکس و بے کس کے فرق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کر دیا ہے مگر یہ فرق قاعدہ اصلی حل مواعیات  
و حل اشتقاق میں تفرقہ نہیں پیدا کر سکتا پس مجبور سراج الحقیقین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند  
آتا ہے وہ فرماتے ہیں "پس ہر قدر کہ بہ ثبوت رسد بر بہان اکتفا باید کرد ازین جہت لفظ ناقوت کہ مراد  
نا توان ست نزدیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ" انتہی کلامہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

لفظ نفی کا معنی  
ہی نہیں ہے

نہ نزدیک  
یہ الفاظ بھی نفی  
مطلق کے لئے آئے  
ہیں

نہ نزدیک و یہ کو جاننا  
نفی مطلق کے لئے  
استعمال کرنا نہیں  
مکتہ کیا ہے

اور حروف نفی میں سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں مشترک ہے جیسے اخوتی  
بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن و امیر بمعنی نامیرندہ یعنی سخی ہندی میں جیسے  
اماں بمعنی بے ماہ اب نام شب نے ماہ کا ہو گیا۔ لجز وقت لفظ کم و اندک و ہیج نفی مطلق اور معدوم  
محض کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں جیسے مصرعہ مجتنب یار و کم یافتند ہ نظامی شعر نحو خلق را  
کم شوم رہنماے ہمایون کم دیدن آمد ہماے ہ ولہ خانہ بر ملک ستمکاری است ہ دولت باقی  
بکم آزاری ست ہ ولہ شعر مرادل کیے بود و پیمان کیے ہ درستی فراوان فریب اند کے پکیانی  
کہ پیمان مراد یہ نہیں ہے کہ ہا کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور فہ الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق  
نفی مقصود ہے۔ مگر اس پیرایہ کے اختیار میں نکتہ یہ ہے کہ تا تمثیل متبائن نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر  
ہی سہی ہاتھ سے نہ جائے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق نفی منظور نہیں بلکہ مصرعہ  
اولے میں کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرعہ میں ہمایون زنا دیدن آمد ہماے کہا جاتا  
مطابقت لفظا رہتی نہ معنی صنعت استعمال میں ایک ہی لفظ ایک ہی لفظ سے دو معنی حاصل کرتے  
ہیں یہاں تو دو لفظ ہیں نقص نہیں ایک بلاغت خیر صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ میں  
فہ الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہیں مگر اس پیرایہ میں ادا کرنے میں یکتہ ہے کہ آدمی  
بمقتضای بشریت اس قسم کے قبائح سے بالکلیہ پاک نہیں رہ سکتا اگر نفی مطلق اور سلب کلی  
کھلم کھلا کیا جاتا محمول بر صدق خبر نہ ہوتا اسی طرح فردوسیؒ قصہ یوسف زلیخا میں فرماتے ہیں شعر  
زمن ہیج آزار شان بود ہیج ہ گرفتہ کشتم را ہیج ہ احوال جانب من ہیج آزار نبود واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



## الحروف نواصب الاسم

یہاں حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہیں کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی میں انکے ہم معنی حروف مستقل ہوتے ہیں اپنے دخول کو نصب دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک واو ہی اسکی دو قسم ہیں ایک تو معیت محصورہ کے لئے آتا ہے سعدی رح شعر اگر دعوتم رد کنی و قبول پڑ من دست و دامان آل رسول پڑ ولہ اگر جسم اندست این تیر زن پڑ من و موش و ویرانہ پیر زن پڑ ولہ شنیدم کہ میگفت و خوش میگفت پڑ کہ اے نفس خود کردہ را چارہ چیت پڑ بلا جوے باشد گرفتار آرز پڑ من و خانہ من بعد نان و پیاز پڑ دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ میں وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ ادعائی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بن جائے ظہوری شعر از شخہ بیت نگاہ ہے پڑ و زکوة بگاہ در خریدن پڑ یا فقط ملازمہ بغیر علیت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہے دونوں امر اس شعر سے واضح ہیں نظامی رح شعر زین جستن و رہ نمودن ز تو پڑ بجان آمدن جان فزودن ز تو پڑ اے بجان آمدن اژن و از تو جان فزودن وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ دوسرے حروف نواصب میں سے حروف استثناء ہیں جیسے مگر اور جزا کے ایراد سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لئے حکم ماقبل کا نہیں ہے کیا معنی کہ استثناء اصطلاح نحو میں ایک شے ذمی تعدو میں سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کروینے کا نام ہے اور وہ متعدد کل ہو یا کلی حسین سے اجزا یا جزئیات خارج کیے جاتے ہیں مستثنیٰ منہ کہلاتا ہے اور یہ جز یا جزئی جو اس سے خارج ہوئی ہو مستثنیٰ کہلاتی ہے پھر اس مستثنیٰ کی دو قسم ہیں اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ منہ میں (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اسکو مستثنیٰ متصل کہتے ہیں ملفوظ جیسے اشلہ ندلیہ میں اور مقدر جیسے گلستان میں ہے شعر "قدم برندارم مگر انگہ کہ سخن گفتم شود بجاوت مالوف و طریق معروف" اے قدم برندارم در ہیچ گم و ہیچ حال مگر انگہ الخ نظامی رح شعر بکجہ کند بے علف جائے خویش پڑ نہ لیسد گروست یا پائے خویش پڑ اے نہ لیسد چیزے از بدن خویش گروست یا پائے خویش اس مقدم کا مستثنیٰ مفرغ نام ہے اور مختص غیر موجب میں ہے اور موجب میں بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی ایسی طرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادی نے شرح کافیہ میں تصریح کر دی ہے و المفرغ

حروف نواصب

واو بہت خصوصاً کے لئے

واو و معطوف و معطوف علیہ میں علاقہ علیت پیدا کرتے ہیں

واو جو ملازمہ بغیر علاقہ علیت پیدا کرتا ہے

حروف استثناء

مستثنیٰ متصل

مستثنیٰ مفرغ  
مستثنیٰ مفرغ کلام  
موجب میں نادر ہے

لا یجی فی الموجب الا نادراً۔ اول یعنی کلی جیسے گلستان میں ہے منشر بر ہر یک از سائر  
 بندگان و حواری خدمتی معین است مگر برین طائفہ درویشان الخ کس واسطے کہ بندگان کے افراد  
 درویش بھی ہیں۔ ثانی یعنی کل جیسے گلستان کی اول حکایت میں ہے منشر جملہ وجود اور یختہ بود  
 و خاک شدہ مگر چشمانش الخ بیان چشمان جملہ وجود کا جزو ہے اور اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ منہ  
 میں کسی طرح داخل ہی نہ تھا تو مستثنیٰ منقطع کہلاتا ہے جیسے گلستان کی اول حکایت میں منشر سائر حکما  
 از تاویل آن فروماند مگر درویش الخ اور مدار اس دخول و عدم دخول کا مکمل کے قصد و اعتبار پر ہے  
 صرف مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا اس امر میں کفایت نہیں کیا معنی کہ بعض مواضع میں مستثنیٰ منہ  
 جنس مستثنیٰ سے ہوتا ہے مگر چونکہ مکمل کے نزدیک مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں منقطع ہی ہوگا  
 جیسے ”فرومان آمدن مگر زید“ یہ اسی صورت میں درست ہوگا کہ زید سرے سے اس جماعت میں داخل نہ ہو  
 اگرچہ مردم جنس زید سے ہیں یہی حال عربی میں ہے بلکہ یہ قواعد تابع عرب کے طفیل فارسی میں  
 ضبط کیے گئے ہیں چنانچہ علامہ رضی شرح کافیہ میں فرماتے ہیں فال مستثنیٰ الذی لم یکن  
 داخلاً فی المتعدد الاول قبل الاستثناء منقطع سواء کان من جنس المتعدد  
 کقولک جاء القوم الا زید امشیراً بالقوم الی جماعة خالیۃ عن زید اولہ لیکن نحو  
 جاء فی القوم الاحتمال افتدین ان المتصل لیس هو المستثنیٰ من الجنس کما ظن بعضہم  
 اگر غور سے دیکھا جائے حرف استثناء یعنی یہ لفظ مگر حالت انقطاع میں کلمہ استدراک یعنی لیکن کی طرح حرف  
 اس توہم کا کرتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ جو چیز کہ اس متعدد میں سرے سے داخل ہی  
 نہیں پھر اس کے نکالنے کے کیا معنی ہونگے پس اب اشلہ مذکور میں یہ تاویل ہوگی کلام سابق یعنی سائر  
 حکماء از تاویل آن فروماند سے یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حکماء جیسے عقلمند اس کی تعبیر سے عاجز آگئے  
 پھر اور کوئی اس مقصد کو کیا پہنچ سکتا تو دفع اس توہم کا کر دیا مگر درویشی بجا آورد و گفت اے لیکن  
 درویش بجا آورد و گفت اسی وجہ سے فقہار رحمہم اللہ نے حقیقۃ متصل ہی کو استثناء فرمایا منقطع پر  
 استثناء کا اطلاق مجازی قرار دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب  
 اور یہ حرف استثناء مگر مجازی کبھی موضع غلبہ ظن بلکہ مقام یتقن میں متعل ہوتا ہے نظامی شعر  
 مگر تیر ترکان بیخامے من نہ نخوردی کہ تمندی بغوغاے من نہ والہ ہر وی شعر نے نامہ زینب و

سائر الناس تمامہ مردم  
 بیان مستثنیٰ منقطع  
 دخول عدم دخول  
 مستثنیٰ منقطع  
 پر موقوف ہو

استثناء منقطع  
 حقیقت میں استثناء نہیں  
 ہوا یہیں لفظ مگر  
 لیکن کے متعلق  
 حرف استثناء مجازی  
 موقع امیدار موضع غلبہ ظن بلکہ مقام یتقن میں متعل ہوتا ہے نظامی شعر

نے کر دو دھم + قاصد ز تو آموخت مگر نامہ برے راہ اور کبھی موقع اسیدین یعنی جملہ مامول پر دخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر مگر کاتشے برفروزد لعل + و آتش نہند از پے شاہ لعل + اسے اسید کہ آتش برفروزد  
 الخ سعدی شعر مگر صاحب دلے روزے رحمت + کن بر حال مسکینان و حلے + اسی اسید کہ صاحب دلے الخ  
 کبھی موقع استفہام میں مستعمل ہوتا ہے شعر غرور حسن اجازت مگر ندا اے گل + کہ پریشے نکنی عند لیب  
 شیدارا + نظامی شعر مگر شہ ناند کہ در روز جنگ + چہ سرا بریدم باقصاے زنگ + مگر غلبہ بن سکوشال ہیگا  
 اور لفظ جز جیسے اس شعر میں نظامی شعر نشاید ترا جز تبویافتن + عنان باید از ہر درے تافتن + اسے  
 نشاید ترا یافتن مگر تبویافتن تو چنانچہ اس جز کو دوسری جگہ لاکا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں شعر بے منزل  
 آذر من تا بتو + نشاید ترا یافتن الا بتو + اس کا حال بعینہ عربی کے لفظ غیر کا ہے یعنی یہ مضاف  
 بھی ہو جاتا ہے اور اسپر بانی زائدہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے مگر یہ کلمہ ابداً منقطع الاضافت یعنی ہمیشہ  
 حذف کسرۃ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے نظامی شعر نیاید زما جز نظر کردنی + و گر خفتنی باز  
 یا خورونی + اور بانی زائدہ کے ساتھ جیسے اس شعر میں شعر نظامی دران بارگاہ رفیع + نیار و بجز  
 مصطفیٰ راشفیع + اسید طرح لفظ گزشت جو باعتبار اصل گزشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجوزاً استثناء  
 کے لئے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی میں عدا و خلاۃ مگر یہ ایسی جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں عربی  
 میں کلمہ استثناء غیر و سوئی مستعمل ہوتے ہیں پیشوائے سخن سبجان عنصری کا شعر ہے شعر  
 گزشت چتر تو ہرگز کس آسمانے دید + حجاب کردہ و خرشید را ز یکد گیر + اے غیر چتر تو اے سوائے چتر  
 نظامی مرقا خان چین کے سکندر کو مہمان کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر گزشت از خوشہاے چینی  
 سرشت + کہ رضوان ندید آنچنان در بہشت + ز شکر بے پختہ حلوائے نغز + بہادام و پتہ پر آگندہ مغز  
 یعنی سوائے خوشہاے چینی سرشت یعنی شعارف چینی کھانوں کے سوا بہت سے حلوائے اور عمدہ  
 شیرینیان مغزیات پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالیٰ اعلم جاننا چاہیے کہ استثناء میں جیسے  
 ماقبل کے حکم سے مابعد الگ کر لیا جاتا ہے کبھی اس کلمہ استثناء کی بدولت بخلاف معنی استثناء کے  
 حکم ماقبل کا مابعد کے لئے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ماقبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے  
 لئے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اردو میں اور بھی اور سوا کہا کرتے ہیں نظامی شعر بدو عورتا  
 شان نے گزند کہ تا بر کشد آن بنار بلند + برے عمارت بران رختگاہ + بے مال شان داو جز برگ راہ +

لیا جاتا ہے  
 ہوتا ہے اور اسپر بانی زائدہ بھی  
 لفظی غیر لفظی کلمہ مضاف بھی

کلمہ جز ابداً منقطع  
 الاضافت مستعمل ہوتا ہے  
 کلمہ برفروزد  
 زائدہ الحاق سے بکری  
 کہا جاتا ہے  
 لفظ گزشت بھی  
 کلمہ استثناء ہے

کلمہ استثناء جہاں  
 سے بخلاف معنی  
 استثناء حکم ماقبل کا  
 مابعد کے لئے مع ترقی  
 ثابت رکھا جاتا ہے

اسے درائے ساز و برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جدا کر دیا یعنی زاد راہ کے سوا مال بھی بہت سا دیا۔ اس معنی اخیر میں لفظ گوشت بھی مستعمل ہوتا ہے نظامی نہ نوشاہ اور اسکی سہیلیوں کی تعریف میں فرماتے ہیں شجر گزشت از پرستیدن کردگار پذیر خواب و خوردن ندارند کار یعنی عبادت الہی کے بغیر نائے و نوش خواب و خور کے دوسرا کوئی شہوانی مشغلہ وہ نہیں رکھتی یقین محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے معنی بعد کے لیے ہیں یہ حاصل معنی ہیں تحقیق لفظی نہیں غرض کلمہ استثناء لفظ مگر کو اتباعا میں نے حروف میں داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسماء افعال سے ہے معنی اسکے استثنائی کلم کے ہونے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض سخا کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافیہ میں نقل فرمایا ہے وقال بعضہ ہو منصوب بآستثنیٰ کما ان المنادی منصوب بانادی خصوصاً فارسی میں چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہیں مستثنیٰ کے رفع و نصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہیں بلا تکلف درست ہو جاتا ہے۔

کلمات استثناء  
اسما سے افعال  
میں سے استثناء  
حرف نہ حروف

حروف نواصب  
میں سے کلمات  
نہا بھی ہیں

تیسرے حروف نواصب اسم میں سے کلمات نہا ہیں جیسے لے بالکسر وغیرہ میں نے اتباعا سخا عرب کلمات نہا کو حروف میں شمار کیا ورنہ کلمہ استثناء کی طرح یہ اسماء افعال سے ہیں اس کا مفصل بیان بحث اسم میں گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ معلق کرنے کا نام شرط مین شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہیں حروف شرط مین سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گرو آر۔ جاننا چاہیے کہ یہ حرف ماضی ناقص ناتمام پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہو یعنی بوجہ انتفاع شرط انتفاع جز کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اسکے لازم موضوع لہ بین ورنہ دراصل معنی تعلیق حصول جزا بشرط حصول شرط کے لیے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو معلق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی شجر گزشت سخن کار میسر شدی نہ کار نظامی بفلک پر شدی نہ ولہ گزشت خورش دیر کے نیستی نہ ہر کہ بے خوردی بے نیستی نہ ان مثالوں میں انتفاء ثبوت کا ہے ولہ گزشت سخن خوب تر از جان بدی نہ معجزہ عیسے فرقان بدی نہ اس مثال میں انتفاعی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی مستعمل ہے جیسے

بیان حروف شرط

حروف شرط مین  
اس کے اور اس  
کی تعلیق

ان واصلہ ہوتی ہیں  
ان واصلہ ہوتی ہیں

عربی میں آن وصلیہ اور ایسے موقع میں ستمل ہوتا ہے کہ جہاں یہ بیان کرنا منظور ہو کہ بر تقدیر انتفاع  
 شرط ثبوت جہاں بطریق اولیٰ ہو گا نظامی رہ شہر تانہ ہند متستان گرد و است پتات نپرسند  
 مگر گرد و است پتات حافظ رہ شہر چور و ریت بخند و گل مشور و دش اے بلبل پت کہ بر گل اعتمادے نیست  
 گر حسن جہاں دارد پت جیسے عربی میں نیکہ عیسیٰ وان کان فقیراً در صورت انتفاع فقر  
 و حصول غنا اعطای زید بطریق اولیٰ ہو گا مگر عربی میں آن وصلیہ پر و اضرور لایا کرتے ہیں  
 فارسی میں اکثر لفظ چہ اور کبھی لفظ چند کے الحاق سے یہ معنی حاصل کرتے ہیں نظامی شہر ہمہ کو سہ  
 پیر کو دکششت پت بخوبی روند ارچہ باشند زشت پت ولہ نہ ارم طمع بر زرو سیم کس پت اگر چند یا ہم بران و شتر  
 اے اگر چہ یا ہم فروزی رہ کا مشہور بخوبیہ شہر ہے شہر پرستان زادہ نیاید بکار پت اگر چند باشد پت شہر بار پت  
 اے اگر چہ پدش با و شاہ باشد اور کبھی محاورہ عرب کی طرح واو سے یہ معنی حاصل کرتے ہیں نظامی  
 شہر بہ بے چارگی تن فرا خاک داد پت و گر گرد و عالم برآمد چہ باد پت اے اگر چہ اطراف عالم الخ اور کبھی  
 بغیر اس واو وغیرہ کے صرف حرف شرط ہی پر کتفا کرتے ہیں جیسے اوپر حافظ رہ کے شعر سے واضح  
 ہے اور صائب کہتے ہیں شہر می نماید گر بظاہر دامن دولت وسیع پت دستگا ہش سائیہ بال ہماے  
 بیش نیست پت اگر چہ دامن دولت بظاہر وسیع نماید الخ نظامی رہ شہر گر سخن راست شود جملہ دُر پت تلخ  
 بود تلخ کہ الحق مَر پت اور جب کسی شرط کا وقوع یقینی ہونہ لا و وقوع یقینی یعنی اس کا تذبذب اور عدم  
 جزم بیان کرنا منظور ہوتا ہے بجائے ماضی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہیں نظامی رہ شہر گر آئند  
 حاضر بیت نوش باد پت و گر نہ زیادت فراموش باد پت کیا معنی کہ حرفیون کے جمع ہونے کا جزم یقین شک کم کو  
 نہیں کہ وہ جمع ہونگے یا نہیں یا محال عقلی یا عادی کو شرط ڈالا جاتا ہے جب بھی صیغہ مضارع کو استعمال  
 کرتے ہیں نظامی رہ شہر اگر فروزی چومہ صد چراغ پت زخور شید باشد برو نام دلغ پت ولہ اگر مردہ  
 سر بر آرد ز گور پت بگیر و ہمہ شہر و بازار شور پت بخلاف صیغہ ماضی کہ اس میں اس امر کا جزم یقین ہوتا ہے  
 دوسرا حرف شرط میں سے چون اور اسکا مخفف چون نظامی رہ شہر بشرطیکہ چون من دین دستگاہ پت  
 رسانم سرش را بخورشید و ماہ پت مرانیز ازو پایگا ہے رسد پت باندازہ سرکلا ہے رسد پت ماضی مضارع کے  
 صیغون سے جزم و عدم جزم کے بارہ میں اسکا بھی اگر کا سا حال ہے نظامی رہ شہر چون زین  
 ولایت کشادہ کم پت تو خواہ از من افسرستان خواہ سر پت چونکہ دارا نے ایسا کاری زخم کھایا تھا کہ جان نہ

تھکیہ بنانے کے لیے  
 لفظ اگر پرچہ یا چند  
 یا واو بھی لائق  
 کہے ہیں

حرف شرط صیغہ  
 مضارع کے  
 سنہ جملہ میں

حرف شرط صیغہ  
 ماضی کے ساتھ  
 مستعمل ہوتا ہے  
 چون شرط



نہ ہونا یقین ہو گیا تھا تو اس امر جزئی و یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ میں یعنی بجائے کشایم کشاوم بیان کیا اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہیں ولہ شعر یکا یک در قہارے مازین درخت ہر بزرگ وقت چون وز باد سخت ہ

تأثر شرطیہ  
حرف شرطیہ  
جی

کبھی جزا بھی  
حذف کی جاتی ہے

بعض موصولات  
بعض متضمن  
ہو کر کہے ہیں

تیسرا حروف شرط میں سے تا ہے جس وقت شدت التزام میں الشرط والجز بیان کرنا منظور ہو یعنی ترتیب شرط پر ترتیب جزا فوری بلا توقف ہو جائے تو ایسے موقع میں تالافتے ہیں عرفی شعر تاتبع کف یا بی نفس دوستی زن ہ تا سنگ بدست آید بر شیشہ ہستی زن ہ اسکی تفصیل بیان حروف میں گزر چکی ہے۔ اور کبھی حروف شرط بحکم ضرورت حذف کئے جاتے ہیں مولوی معنوی <sup>۳۴۵</sup> شعر پشم بگزینی شتر نبود ترا ہ در بودا شتر چہ قیمت پشم را ہ اے اگر پشم بگزینی نظامی ہ شعر ز مردم کشی ترس باشد لبے ہ ز مردم غری چون نرسد کسے اے چون از مردم کشی الخ اور کبھی بوجہ ظہور و وضاحت جزا کو محذوف کر دیتے ہیں نظامی ہ شعر اگر نیک بشا ختم شاہ را ہ شناسد شب ہر کسے ماہ را ہ اے اگر شاہ را بخونی بش ناختم عجب نیست ہ بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم مقتضی شرط و جزا کے ہوتے ہیں نظامی ہ شعر کر اور خرد را ہ باشد بلند ہ نگوید سخن ہائے ناسودمند ہ مصرعہ اول شرط مصرعہ ثانی جزا۔ انوری ہ شعر چہ باشد میسر زدوم فرست ہ کہ چون گر بر سرفراستادہ ام ہ چہ باشد میسر شرط بزودم فرست جزا شعر اول میں کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی میں چہ موصولہ بمعنی ہر کہ دہر چہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف التعجب

حروف تعجب  
کا بیان

شعر ہر فلک گفت آہن ملک گفت زہ  
میں آہن اور زہ کی تہنیتی

متعجب نہ کا ہوت

زہ و زہ اور ان کا مزید علیہ زہ ہے و زہے اور آہنت اور آہنت اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پڑ پڑ اور ٹیلی۔ یہ کلمات تعجب ہیں جو انشا و ایجا و تعجب کے لئے وضع کئے گئے ہیں مگر عربی میں انفعال تعجب کے لئے صیغہ مشتقات فعلیہ کے مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلْ بِهِ کی میزان کے ساتھ مخصوص ہیں بخلاف زبان فارسی کہ انکے لئے نہ مشتقات فعلیہ ہیں نہ کوئی میزان خاص فردوسی ہ رستم و اشکبوس کی رزم میں فرماتے ہیں شعر بزود تیر بر سینہ اشکبوس ہ سپہر آرتزان دست او داد بوس ہ قضا گفت گیر و قدرت وہ ہ فلک گفت آہن ملک گفت زہ ہ یہاں أَحْسَنُ مَخْفُفٌ أَحْسَنُ بِهِ ہے کسر العین فعل تعجب جسکی میزان أَفْعِلْ بِهِ ہے نہ کہ أَحْسَنُ وَأَحْسَنْتَ بفتح سین جیسے مشہور عوام ہے یہاں سے متعجب نہ

مخروف ہے اور متعجب منہ کا حذف کرنا اگر تعجب منہ معلوم و مجہود ہو جائز رکھا گیا ہے اور مجاورہ ضرب بھی سیطرح ہے جیسے اسد جل علا شانہ فرماتے ہیں **السمیع بھمہ وایصر اے ابصر ہم۔** رضی شرح کافیہ میں ہے **وَإِذَا عَلِمَ الْمُتَعَجِّبُ جَازِحَهُ** اور مصرعہ اولیٰ میں لفظ وہ دادن بمعنی ضرب و قتل سے مشتق ہے حکیم اسدی کا شعر ہے **شعر پس از شتم فرمود کو را دید پدہمہ دستہ را بخون و نہید** علامہ رضی اسما اصوات کے بیان میں لکھتے ہیں **دہ بفتح الدال** وسکون الہاء زجرۃ مطلقا جمعنے **اضرب واصلہ فارسی** مگر عرب کا کسر و وال کو فتح سے بدل دینا تصرف تعریضی ہے عربی کا شعر ہے **شعر زہے اطاعت حسن ادب** خجے طاعت پد کہ با اجازت مائی ز وصل ماہجور پد <sup>مثال زہوجہ</sup> انوری شعر زہے بقاے تو دوران ملک را منفر پد خجے لقائے تو بستان عدل را زیور پد نظامی شعر **اینت فصاحت کہ زبان بستگی است پد آنت شتابی کہ در آہستگی است پدین ان کلمات** <sup>مثال اینت دانت</sup> کو اسمای افعال کہتا ہوں معنی انکے چہ خوش است و چہ عجب است و چہ شگفت ست لیتا ہوں پس معنی ان اشعار شالیہ کے یہ ہونگے چہ خوش است اطاعت الخ و چہ خوش است طاعت یعنی کیا خوب اطاعت ہے اور کیا اچھی طاعت ہے سیطرح دوسرے شعر میں چہ عجب ست بقاے تو و چہ عجب ست لقائے تو سیطرح تیسرے شعر میں چہ عجب ست فصاحت الخ و چہ شگفت ست شتابی الخ اور اسی کو عربی میں **مَا أَحْسَنَ لِقَاءَ كَلْمٍ وَأَحْسَنَ بِفَصَاحَتِهِ** کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں اور ترکیب نحوی ان کی یہ ہوگی شعر اول میں زہے خجے اسم فعل تعجب اور تعجب منہ اطاعت و طاعت اس کا فاعل۔۔ دوسرے شعر میں زہے اسم فعل تعجب۔ بقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ دوران ملک را منفر میں را اضافی مضاف مضاف الیہ سے ملکر حال۔ اور حال ذوالحال کے ساتھ ملکر زہے کا فاعل۔ اسی طرح خجے اسم فعل تعجب۔ لقائے تو متعجب منہ ذوالحال۔ بستان عدل را زیور مضاف مضاف الیہ حال۔ حال ذوالحال ملکر فاعل خجے کا۔ اسم حال کی بحث میں بیان ہو گیا ہے کہ اسم غیر شقی جو متضمن معنی صفت کو ہو وہ حال واقع ہو سکتا ہے۔ تیسرے شعر میں اینت اسم فعل تعجب فصاحت تعجب منہ بوصوف۔ کہ زبان بستگی ست موصول صلہ ملکر صفت بوصوف صفت کے ساتھ ملکر فاعل اینت کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ میں شتابی متعجب منہ بوصوف کہ در آہستگی ست موصول باصلہ صفت۔ بوصوف و صفت ملکر فاعل آنت کا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ آب را واہ اور اس کی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پد پد اور بلی دراصل یہ کلمات اسمی

مثال زہے خجے

مثال اینت دانت  
کلمات اسمای افعال  
کلمات کے معنیترکیب نحوی  
اشعار شالیہواہ واہ واہ پد  
بلی اسمای صفت  
میں

اصوات کی قسم ہیں جو موقع تعجب میں استعمال ہوتے ہیں محسن تاثیر کا شعر ہے شعر خجل شدیم ز تحسین  
ہمدان تاثیر کہ واہ واہ نمی خواست شعر ابھی ماہ کمال سمعیل شعر روحانیان چو بیند اربکار فکر سن پیر پہ  
زنند دروے نام خدا بر بند مسیح کاشی شعر زندہ رود مرہ را وید دلم خشک و چگفت گفت پیر پہ نبود  
تخت بدین شادابی و صائب شعر از لباس خاک بیرون آمدم و نقشہا بر آب بستم یلی و این غزل را  
صائب از فیض سعید و نے تکلف نقش بستم یلی و تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جبکو بخویون نے اسمی  
اصوات قرار دیا ہے تین قسم کے ہیں ایک تو حکایت اُن آوازوں کی ہے جو غیر فوری روح سے صادر ہوں  
جیسے پتھر سے پتھر کے ٹکرانے کی آواز کی حکایت عرب طاق و طوق کے ساتھ اور قُب کے ساتھ  
تکوار کے مار کی آواز کی حکایت کرتے ہیں علامہ رضی فرماتے ہیں طاق بکسر القاف و طوق کلاہما  
حکایۃ صوت وقع الحجارة بعضہا علی بعض۔ وقب حکایۃ وقع السیف علی ضربہ  
اسی طرح طاق کوڑے کی مار کی آواز کی حکایت ہے نظامی و شعر طراتے کہ از مقرعہ خاستہ و برون  
رفت ازین طاق آراستہ و اسی نوع میں باجون کی آواز توپ اور بندوق کی آواز رعد کی آواز کی  
حکایت داخل ہے۔ دوسری قسم حکایت اُن اصوات کی ہے جو جانوروں کے یا نہتے نہتے پھونکے  
منہ سے نکلتے ہیں جیسے ہرن کی آواز کی حکایت عرب ماء کے ساتھ کرتے ہیں رضی میں ہے  
مَاءٌ مِیْمٌ مَمَالَةٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ بَعْدَ الْفِ صَوْتِ الظَّبْيَةِ اِذَا دَعَتْ وَلَدَهَا اَوْ سِطْرَ  
رَبِّیْ كَوْهِنْدِیْ بَكْرِیْ کی آواز کی حکایت میں استعمال کرتے ہیں اسی طرح عَوْ عَوْ کے کی آواز کی حکا  
ہے مولوی معنوی شعر اے سگ طاعن چہ عَوْ عَوْ میکنی و طعن قرآن را برو نشو میکنی و جانتا چاہئے  
کہ حکایت کے لئے شرط ہے کہ مطابق اور مماثل محکی عنہ کے ہو مگر یہ الفاظ جو درجہ حکایت میں ہیں جن کا  
اسامی اصوات نام ہے حروف و حرکات نصیحہ سے مرکب ہیں اور خارج صحیحہ انسانی سے نکلتے ہیں  
حالانکہ اصوات جمادات اور حیوانات کے یا وہ آواز ہیں جو انسان کے منہ سے باحداث طبیعت نکلتی ہیں  
اور اُن میں علاقہ وضع کا نہیں ہوتا جن کے یہ اسمی اصوات حکایت میں دراصل وہ اس قابل نہیں  
ہیں کہ اس فصاحت و خوبی فحاج کے ساتھ انکا تلفظ کیا جائے مگر طوطی اور مینا شاد و نا و ہن جو کہ  
جانوروں میں الفاظ فصیح نکالتے ہیں وہ بھی بعد تعلیم جب اس شرط مطابقت و مماثلت حکایت  
و محکی عنہ کا پورا کرنا مستعد ہو چنانچہ کہتے ہیں ہذہ الاصوات من الکلمات کالانساس

واہ واہ کی مثال۔

پیر پہ کی مثال۔

یلی کی مثال۔

اسامی اصوات میں  
غیر فوری روح سے  
صدر ہونےجانوروں اور نہتوں  
کے الفاظ میںجس کی آواز  
اس کی حکایت  
کی ہے  
نہتوں میں  
شرط ہے  
یہ امر متغذ ہے

ایک ہی شے کی  
آواز کو بعض قوم  
ایک طرح سے اور  
بعض قوم ایک طرح  
سے کہیں دہشت  
اور کس دہشت

تیسری وہ آوازیں جو انسان کے منہ سے صادر ہوتی ہیں اور وہ نفس متکلم کے احوال کو بتلاتی ہیں آیا وہ مثلاً رنج میں ہے یا خوشی میں تعجب میں ہے یا تنفر میں اُن میں علاقہ وضع وضع کا کچھ نہیں ہوتا یا صرف انجہت احداث طبعیت ہوتی ہیں یعنی معنی فی نفسہ پر اُن کی دلالت طبعی ہوتی ہے نہ وضعی جیسے آہ درد رنج میں واہ اور واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ کسی شے کی تحقیر کرنے میں انسان کے منہ سے نکلتی ہیں چنانچہ حکیم النوری کا خہ خہ کو بے بے کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر میں شعر رنج رنج اے یار خہ خہ اے دلدار ہم وفادار و ہم جفا بردار اسی راے کا مؤد ہے کہ خہ اور خہ خہ واہ اور واہ واہ اور رنج رنج کی طرح نہیں

اسامی اصوات سے ہے جو دالہ علی احوال نفس المتکلم ہیں بلکہ حالت الفرد و تکرار دونوں میں بنج اور بنج واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالہ علی احوال نفس المتکلم کے تحت میں فرماتے ہیں ومنہ بنج وھی کلمۃ یقال عند الاعجاب والرضی بالشیء و تکرار للمبالغة فیقال بنج بنج اور جس طرح بنج جب منفرد ہوتا ہے مع التوین والتشدید مکسور ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر میں ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسی طرح خہ جب تنہا ہوتا ہے بزیادتی یا تھے مستعمل ہوتا ہے اسی قسم میں ہے یلی جو استعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا انسان سے اسکی کسی حالت غربت یا کراہت میں بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہو جیسے کسی شے مستکرہ کے تھوکنے کے وقت منہ سے نف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب نف کے ساتھ اور ہندی تھوک کے ساتھ اور اہل فارس تفواؤ نف کے ساتھ حکایت کرتے ہیں فردوسی رح کا مشہور شعر ہے جو سپہ سالار لشکر نیر و دروہ رستم ثانی کے قول کی حکایت ہے شعر کہ ملک کیان را کنند آرزوہ تفواؤ بر چرخ گردان تفواؤ محسن تاثیر شعر آبر و ننگست بھر بکر دینار تختن ہ خصم مروست نف بر کیش این قطا کن ہ اسی طرح نف باضم چراغ کو منہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے سعید اشرف شعر نے ہمیں راخوان عزیزان شکوہ چون یوسف کنند ہ شد چراغ ہر کہ روشن و زماش نف کنند ہ اسی قسم میں ہے پے پے یعنی جب انسان کسی شے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت خیز تعجب میں پڑ کر اس کی تحسین کرنا چاہتا ہے نے ساختہ اپنے ہاتھ کو منہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے پے پے کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بے بے کہتے ہیں چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہیں بہ بہ معنی بنج بنج جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمزہ مفتوحہ آ بے بے کہتے ہیں اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی خہ وہ پے وہ قہقہہ خلاف ضابطہ فارسی ہائے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہیں یا جاکو روئے اٹھانے بھلنے یا بلانے یا دانستن یعنی زجر یا بلانے یعنی تسکین و رام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریر و تحریرش میں ان آواؤں کو انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے جیسے بسبب بضم الباء و سکون الہین عرب بکری کے بلانے کے لئے آواز دیتے ہیں اور اسی آواز کو بہ تبدیل با و موحہ با پائے مثلثہ فارسی بتکرار لفظ یعنی پس پس اہل ہند بلی کے بلانے میں استعمال کرتے ہیں اور قوس باضم کتے کے دیکارنے کے لئے عرب استعمال کرتے ہیں چنانچہ رضی میں ہے قوس مزج للکلب بسکون السین وقس دعاء لہ جیسے

یہ لفظ آداب دانی ہونیک  
کے معنی میں بھی آیا ہے  
شعر فرج واعظ فردوسی  
شعر نیست زمان  
اینگہ پیران از زمان  
ی افکنند نف بکری  
اعتبار میں بہانہ افکنہ



ہندی دُت اور دُت دُت کہتے کے دُتکارنے کے لیے اور چھو چھو باجیم فارسی مخلوط بجا اسکی تجرِص اور بھڑکانے کے لیے اور ننھے ننھے بچوں کو جو ہنوز تکلم پر قادر نہیں انکے زجر و تسکین وغیرہ کے لیے جو آوازیں دیجاتی ہیں وہ بھی اسی قسم میں داخل ہیں جیسے کوئی بچہ گندگی وغیرہ میں آلودہ ہونا چاہے عرب قَعْتہ برز و شقہ کہتے ہیں ہندی چھیا اسی طرح اسکے زجر کے لیے عرب کح کح کہنے اور ہندی آخ آخ کے ساتھ آواز کرتے ہیں اسی طرح بچوں کے کھلانے اور بلانے کے لیے اعجام قی قی کے ساتھ آواز کرتے ہیں ہولی معنوی شجر بہر طفل نوید قی قی کند و گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند و خیر یہ تو اسی قسم کی آوازیں ہیں جو ترکیب حروف کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں مگر بعض الہی ہیں کہ صرف سنہ سے ادا کی جاسکتی ہیں قلبند ہو نہیں سکتیں یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہیں جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے لیے پانی پینے کے لیے صغیر یعنی نرم سیٹی دیتے ہیں۔

کلمات تنبیہ بھی  
اصوات زجرین

آلا و ہلا و ہان و ہا و ہین و ہبی در اصل انہیں اصوات زجر یہ سے ہیں جو موضع تنبیہ میں استعمال کیے جاتے ہیں مگر آلا و ہلا و ہبی عربی الاصل ہیں جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام میں استعمال کر لیا ہے اور یہ دو لفظ ہان اور ہین نون کے ساتھ البتہ فارسی ہیں علامہ رضی بیان اسمای اصوات میں فرماتے ہیں ہلا لجر الخیل ای توسعی فی البحر انتہی الارب میں ای جواد لایقال لھا ہلا اور ہبی بھی زجر خیل کے لیے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی تعریف میں کہتے ہیں شجر دم و عوی از برق باوے زند و زکندش تند بروہی زند و طغر شجر بیا تا بخش طرب ہی کنم و سمند غم و ہر پے کم و غرض یہ کلمات زجر یہ جواز قسم اصوات ہیں موقع تنبیہ میں استعمال کیے گئے ہیں در اصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے مثلاً اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے ذیل میں عرض کیے جائینگے ان شاء اللہ تعالیٰ شانہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلمات تنبیہ مطلقاً اسمای اصوات کی قسم ہیں جس کا کچھ بیان ان کلمات تعجب کے ضمن میں کیا گیا مگر کلمات مع و دم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظاً و معنیٰ مناسبت تامہ رکھتے ہیں لفظاً جیسے حالت تنبیہ و جمع و تانیث میں جس طرح افعال تعجب میں تصرف نہیں کیا جاتا یعنی احسنوا و احسنوا و احسنے و احسن نہین کہتے افعال مع و دم میں بھی نہیں کیا جاتا رضی میں ہے وہی غیر متصرفۃ لمتشابهتھا بالانشاء للحروف وہی غیر متصرفۃ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

کلمات تعجب کلمات  
مع و دم کہتے ہیں  
لفظاً و معنیٰ مناسبت  
تامہ رکھتے ہیں

لانہا بجمودھا صارت کنعہ وبئس خیرہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہر  
 اے افعال تعجب ۱۲  
 مناسبت معنوی یہ ہے کہ افعال تعجب مدح عام کے لئے موضوع ہیں جیسے اَحْسَنُ بَزْدِ مَقْصُودِ  
 یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو کیا سنی کہ زید میں جس طرح کی خوبیاں کہو جو  
 ہیں چنانچہ کلمات تعجب کے اس مدح عام اور تحسین مطلق کے لئے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تحسین قرار  
 دینا ایماے لطیف ہو سکتا ہے شعر نخل شمیم ز تحسین ہمدان تاثیر پڑ کہ واہ واہ نمی خواست شعروا ہی ماہ  
 بوجہ اسی مناسبت کے نحاۃ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مدح و ذم کو بیان کرتے ہیں خیر یہ سنا تین  
 زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہوں یا نہ ہوں میں ان کلمات مدح و ذم کو اتباعاً لِنَحَاۃِ الْعَرَبِ کلمات تعجب کے  
 متصل ہی بیان کرتا ہوں پھر بعد اسکے کلمات تنبیہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ کس واسطے کہ یہ بھی  
 اسمی ہوتے و اسمی افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب و کلمات مدح و ذم انواع اسمی افعال  
 سے ہیں جس طرح اوپر مذکور ہوا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْظُّوْرِ

## کلمات المدح والذم

یہ وہ کلمات ہیں جو انشاء مدح و ذم کے لئے موضوع ہیں جیسے خوشا و بدآ جس طرح عربی میں نعم  
 وبئس خاقانی شعر خوشادرویشیا کورابود عیش تن آسانی پداسلطانیا کورابودرنج دل شوبی  
 یہ دونوں جملے مصدر بکاف انکی صفت ہیں جو قائم مقام اپنے موصوف مبتدا سے محذوف کے ہیں  
 پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف درویشی کہ آن را یادروے عیش تن آسانی بود  
 مبتدا خوشادرویشیا اے خوش درویشے ست خبر۔ اسی طرح سلطانی کہ آن را یادروے رنج دل شوبی  
 بود مخصوص بالذم مبتدا محذوف بداسلطانیا اے بدسلطانے ست خبر ضمیر مفصل او کی ذوالعقول و  
 غیر ذوالعقول میں استعمال پانکی تحقیق بیان ضمائر میں گزرجکی اسی طرح عربی میں مبتدا می مخصوص وقت  
 قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کما قال ابو عزوجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علیہ  
 نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فنعم الماھدون اے غن بقرینہ سابق قولہ تعالیٰ شانہ وکلا اض  
 فرشناھا مگر عربی میں نعم وبئس فعل قرار دیئے گئے ہیں فارسی میں میرے نزدیک اسمی  
 افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی میں انکی اسمیت پر (چونکہ وہ مبتدا واقع ہوتے ہیں

کلمات مدح و ذم

خوشا و بدآ  
 گونش کردن  
 بلید حضرت انشاء

مخصوص بالمدح  
 محذوف بھی ہوتا ہے

فارسی میں کلمات مدح و ذم کو  
 اسمی افعال کہنا مناسب ہے





عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبة فقال اترضون ان  
تکونوا رجع اهل الجنة قلنا نعم الحدیث اور اس مثال میں شعر وقد بعدت بالوصل  
بینی و بینھا بلی ان من مراد القبور لیجدا شاذ بتلایا جاتا ہے اور بعض ائمہ محتاج نے اس  
شعر میں بلی کو بل اضر یہ کامزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نغم بلی کی طرح اثبات ماسبق  
بازالۃ النفی میں مستعمل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع امّ عمرو وایا نانا فذاک بنا ذلک  
نغم وتری الهلال کما ارادہ و یعلوها الذہار کما علانی و اے ان اللیل یجمع ام عمرو  
ایا نانا نغم۔ فارسی میں یہ سب باریکیاں نہیں ہیں دونوں قسموں میں اسکا استعمال برابر ہے جس طرح  
اشک سے ہویدا ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام میں آتے ہیں وسط میں بھی استعمال پاتے ہیں شعر  
نغم دندان خوش نما کرد ان لب پر خندہ را قیمت افزون می شود آری عقیق کندہ را بقصد تاکید کر  
بھی لائے جاتے ہیں امیر خسرو شعر خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند و آری آری می کنم با خلق و عالم  
کا نیست و واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فارسی میں نغم اور بلی کے ان کو فی الجملہ تین  
حروف ایجاب و  
کلام میں داخل  
ہوتے ہیں۔  
تاکید حروف ایجاب  
کی تکرار

## الحروف العاطفة

واو و یا و تہ و ہم و ین و یس و با و ذ و نہ و یا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہیں جو معطوف و معطوف علیہ  
کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور انکو ایک حکم میں کر دیتے ہیں ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے  
لیئے استعمال کیئے جاتے ہیں خواہ با ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لاعلیٰ التبعین  
بیان کرنے کے لیئے نہ ہو۔ اور معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور  
ایک ہی مکان میں ہو خواہ جدے جدے۔

ان میں سے واو مطلق جمع کے لیئے بالحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہاں ترتیب محال ہو مستعمل  
ہوتا ہے جیسے زید و عمرو و دونوں نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہیں کہ این غلام زید و عمروست اسی طرح زید  
و عمرو و دونوں نے کسی مسئلہ میں بحث کی تو کہہ سکتے ہیں کہ زید و عمرو مباحثہ کردند یہاں ترتیب مستعمل ہے بلکہ  
کلام عرب میں اس قسم کی مثالیں بھی موجود ہیں جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا  
ضرور ہے جیسے کلام مجید میں سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع میں یہ آیت شریف ہے یا مَیْمَنُ فُتْنِی

حروف عاطفہ کا بیان  
۱۔ ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے  
لیئے استعمال کیئے جاتے ہیں خواہ با ترتیب ہو  
خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو  
لاعلیٰ التبعین بیان کرنے کے لیئے نہ ہو۔ اور  
معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے  
ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان میں  
ہو خواہ جدے جدے۔

واو ایسے موقع میں بھی مستعمل ہوتا ہے جہاں ترتیب ذکر کی گئی ہو



لِرَبِّكَ وَاسْتَجِدْنِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاٰعِيْنَ۔ اور بخاری شریف کے باب الجنبتیوضا  
ثمّ ینام من عبدہ الذین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہ قال ذکر عمر بن الخطاب  
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیب الجنابة من اللیل فقال لہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ ذَكَرْتُ ثُمَّ نَمَۃً حالانکہ باعتبار ترتیب رکوع پہلے اور  
سجدہ بعد میں اور اسطرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۛ

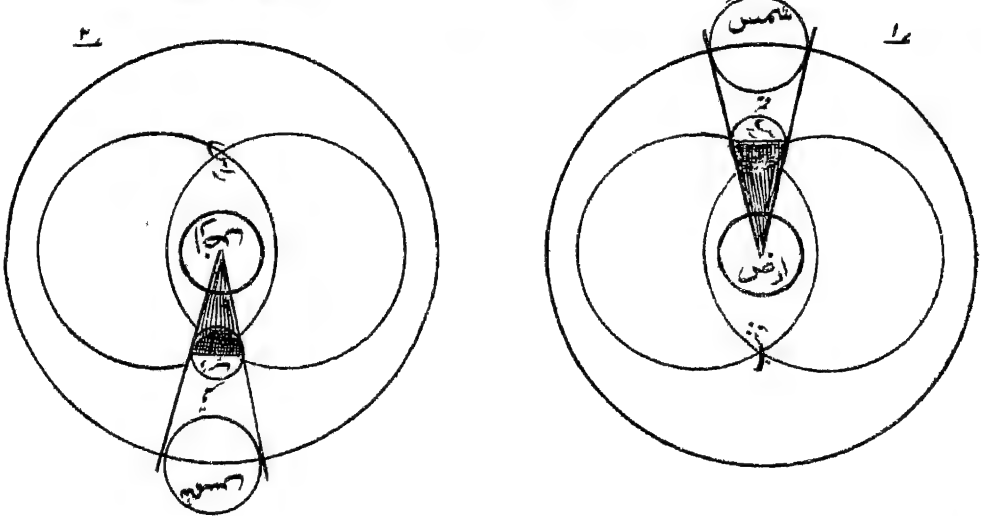
اسطرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کا ہے ایک زمانہ اور ایک مکان میں  
ہونا شرط نہیں یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ میں اور مکان میں ہوا و معطوف  
کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان میں ہو ایسے موقع میں وادعاطف استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر مہر و  
چون فرو برو تین ۛ دست بر جز کہ خیر نازے ہیں ۛ اسواسطے کہ مہر و مہ ایک وقت ایک ساعت میں  
نہیں گھنٹے میرے مکرم آپ نے اس شعر میں چند امور دریافت فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ چاند سورج کے  
گھٹنے کو اردور کے گھٹنے کے ساتھ تغیر کیا۔ دوسرا یہ کہ سوائے کار خیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا حالانکہ کسوف  
و خسوف موضع خاص میں شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس میں اثر ہے کا گھٹنا  
کیسا اور خوف کی کیا بات ہے اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیأت سے تعلق رکھتا ہے اور نظم الفاظ شعر بھی غیر فصیح  
ہیں مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد عابداے جانے کو غنیمت سمجھ کر آپ کے شبہات کا جواب مختصراً  
عرض کرتا ہوں تا طلبہ فارسی خوان کو جو ان اعتراضوں کو لا جواب سمجھے ہوئے ہیں فی الجملہ اگہی ہو جا  
پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ منظم ہے رنگ اسکا کیمہ اور ارنق ہے وہ کشف الجرم بھی  
ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ میں آجائے یعنی کیسے درمیان وہ حائل ہو جائے وہ شے  
اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی  
چیز کشف الجرم اس کے اوٹ میں کے درمیان حائل نہ ہو تو وہ ضیائے شمس سے مستضیٰ ہو جاتا ہے  
اور مقدار اس استضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ نکلتی ہوئی ہوگی اسواسطے کہ یہ بات اپنے محل و موضع  
میں دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی ڈا  
یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ میں پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا منظم اور تاریک ہی رہیگا  
پس حالت اجتماع شمس و قمر میں قمر کا رخ منظم ہماری جانب ہوگا یہی محاق اور اماس ہے اور جب

فارسی صنفی ہی ماضی  
و حاضر

مالک بامبردار کوٹ  
اور خسوف و کسوف

قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑتا جاوے یعنی شمس سے ہٹتا جاوے یہاں تک کہ باؤبجز  
 ایک کچھ کم زیادہ شمس سے قمر بنگیا تو اس قمر کا رخ مستیتر جو ہم سے چھپا ہوا تھا ہماری جانب ایک معتد بہ میل  
 کھائیگا تو اسی قدر کنارہ ہموک چکتا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری  
 ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑھتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اسکی تنویر بھی بڑھتی جائیگی ....  
 یہاں تک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہو جاوے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر قمر کو اور ایک طرف  
 اُفق غربی پر شمس کو دیکھیں اسکا کمال تنزید تمام میل انتہا کا بعید ہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہیں  
 اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر بخلاف اور دن کے غروب  
 آفتاب سے پہلے طلوع کرنے میں مبادرت کرتا ہے یہاں تک کہ آفتاب ادھر غروب ہوا نہیں کہ یہ نکل  
 کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تنزید حاصل کرتا بدر بنتا تھا ویسے ہی منحرف اور  
 آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولیٰ اسکا احقاق نور بھی ہوتا جاتا ہے ظلام تاریکی  
 بھی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسطرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا  
 اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک انتیس دن بارہ گھنٹے چوالیس منٹ تین سکنڈ کی مدت  
 صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع اور تقابل میں خسوف اور کسوف ہوتا ہے یعنی چاند اور سورج گھٹتے ہیں چونکہ منطقہ البروج  
 اور منطقہ فلک اُبل قمر ہم سطح نہیں ہیں ہر مقابلہ میں خسوف اور ہر اجتماع میں کسوف نیزین کا نہیں ہوتا ورنہ  
 ہر مہینے چاند سورج گھٹتے رہتے بلکہ اکثر ان کے درمیان چھ مہینوں کا فرق پڑتا ہے مان ہر کسوف کیلئے اجتماع  
 شرط ہے اور ہر خسوف کیلئے تقابل ضروری ہو مگر یہ اجتماع نیزین اکبر نیزین یعنی شمس و قمر اس یا ذنب میں  
 اس وضع پر واقع ہو کہ قمر ضیائے شمس کا بالکلیہ حائل ہو جاوے

ہکذا

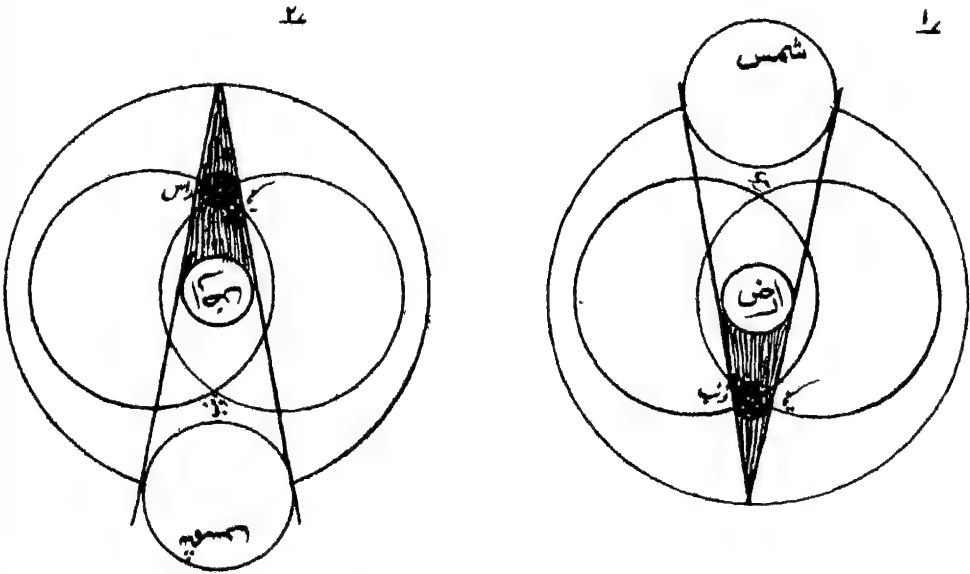


ملاحظہ فرمائیے شکل ۱ میں اجتماع عین راس میں واقع ہوا ہے اور شکل ۲ میں عین ذنب میں اور اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ سورج گرہن میں زمین پر سے آپکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو نگین آئینوں یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستغنی مرئی ہوتا ہے وہ قمر ہے نہ شمس غرض اس صورت میں کہ قمر عین راس یا ذنب میں ہوا اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال خفیف میں ہو تو اس وقت قطر سایہ قمر کا جہاں آفتاب بکل الاجزا مستور اور چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدی کے اس مسافت کو جو ایک سو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ میں طے کر جاتا ہے تو کمال کسوف زمین کے سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہیں رہ سکتا یا بکل الاجزا یعنی تمام و کمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جائے تو اس قدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رانی کو مبصر و مرئی ہوگا کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس و قمر کے مرکزوں کے ایک خط ایک سیدہ میں واقع ہونے سے ہوتا ہے یعنی شمس و قمر اس طرح جمع پڑیں کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا آن دونوں کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جائے اور ان کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہوں یعنی قطر قمر کا شمس سے بحسب رویت کم بھی نہ کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتاب کے شرقی کناروں سے مس کرتا زمین تک اور اسی طرح ان کے غربی کناروں سے ملا ہوا زمین تک پہنچ سکے پس ان دونوں خطوں کے درمیان قمر کا تاریک سایہ اُلٹے مخروط کی شکل میں زمین پر پڑیگا اس جگہ کے رہنے والوں کے لئے چاند آفتاب کا حجاب بناؤگا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اس مخروط و دائرہ سایہ کے قاعدہ سے دور تر راس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روئے زمین پر کہیں سے بھی کسوف تمام مرئی نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کا ایک حلقہ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدہ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ میں چھپ جاتا اور جہاں تک یہ تاریک سایہ ہوتا وہاں تک کسوف کامل اس جگہ کے باشندوں کو نمایاں ہوتا۔

۱  
۲  
۳  
۴  
۵  
۶  
۷  
۸  
۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

ایسے ہی تقابل راس یا ذنب میں ہوتا ہے کہ جب چاند آفتاب کے کمال بعد پر ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تقابل نہیں ہوگا اور یہ پورا تقابل اگر عین راس یا ذنب میں واقع ہو زمین ان نیز زمین کے درمیان ایسی حائل ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ میں بالکل چھپ جائیگا اسلئے شمس

اس تک کسی حال میں پہنچ نہ سکیں گی۔۔۔ ہکذا



شکل اول میں تقابل راس میں ہوا ہے اور شکل ثانی میں تقابل ذنب میں غرض ہر حال میں زمین کے مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے شعہ اُس تک نہیں پہنچیں وہ بے نور کائے نور رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل عین راس و ذنب میں نہ ہو تو صرف قدر حیل و ملت نامرئی رہیگا یعنی اتنا ہی حصہ چاند کائے نور رہیگا۔ اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہوں آپ جانتے ہیں قمری گردش اجتماعی میں قدر انحاق صرف مستضی نہیں ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے یہ نہیں کہ جتنا حصہ عظیم النور رہتا ہی معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنویر کو عدم ذات لازم ہیں ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر ماہ میں عدم سے وجود میں آتا ہے یعنی ہر ماہ ایک نیا قمر خلق ہوتا ہے یہ شاید اور معائنہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ اس طرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے شعہ منعکس کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کی بے نور مسلوب الضیاء تکلیف صرف اپنی اصلی کمودت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس یا ذنب میں واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گراہن کہتے ہیں اور یہ بات کہ چاند اپنی کمودت و ظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرئی نہ ہونا چاہیے تھا اس واسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی فہم الجملہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ لم علم مناظرہ میں مبرہن ہے کہ رویت میں نور داخل یعنی بینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر بین تو صریح ناظر ورائی کو بلا نور چشم (یعنی بینائی) منظورات مدک نہیں ہوتے اسب طرح بغیر روشنی اور اجالے کے بھی

مبصرات دریافت ہونہیں سکتے غرض دونوں نور داخلی و خارجی ملکر غیر رویت اور واسطہ النظر فی المنظورات ہوتے ہیں ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو جو روشن ہو دیکھ لیتا اور بنیا ظلمات میں بھی اور اک جمیع مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہیں پس کسوف شمس میں قمر کو اگرچہ تاریک و مظلم ہے بدولت اُن اشعہ مزلقہ شمسیہ کے جو قمر کے اُس حصہ پر پڑتے ہیں جو شمس کے محاذی ہے اور پھر چونکہ قمر کر دی شکل صیقلی الجرم ہے وہ پھلتی ہوئی شعاعیں قمر کے اُس حصہ پر (جو ہمارے محاذات میں ہے) پھیل جاتی ہیں تو فقط اتنے اُجالے کی بدولت یہ سیاہ ٹکیہ بھی ایک رنگ مرنی ہوتی ہے جیسے دل میں دھواں جب مکان کے صحن میں ہوتی ہے مگر اس سے اچھٹی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے میں بھی اُجالا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمرہ تاریک نہیں رہتا اسی طرح قرص قمر کا اپنے خسوف تام میں مرنی ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرۂ زمین کے گرد اگر دس تالیس میل کے دُل میں زمین کو گھیر کر ہوئے ہے جب اشعہ شمسیہ اس ہوا سی محیط پر پڑتی ہیں وہیں سے کج ہو کر جانب بالا اُچھٹے ہوئے سایہ زمین کے ساتھ ملکر قمر منخسف پر پڑتی ہیں اسی سبب سے اگرچہ خسوف تام ہوا منخسف تا نبیہ کی شکل دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اجتماع میں قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی میں گھیر لیتا ہے یعنی لے نور کر دیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع میں خسوف کا واقع ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن نہیں خیر یہ بات تو طے ہو گئی دوسرے آپ کے شبہات کے جواب باقی رہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو مجھ لا مذکور ہوئی پھر اسکو فز و برون تین یعنی اڑھ ہے کے نکلنے کے ساتھ تعبیر کینکی وجہ یہ ہے کہ منطقہ فلک مائل قمر اور منطقہ فلک مثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے راس اور جنوبی کو ذنب کہتے ہیں یعنی سر و دم تین کیا معنی کہ دونوں منطوقوں کے دو نصف حصوں کے درمیان قمر کے جانب سے عند الوہم ایک اڑھ ہے کی شکل مشکل ہوتی ہے یہ دونوں موضع تقاطع کے اسکے سر اور دم متصور ہوتے ہیں چنانچہ شام جبینی فرماتے ہیں لا نھم شبھو الشکل الحادث بین نصفی المائل والمثل من الجانب الاقرب بالتین فیکون احدی العقدین راسا والاخری ذنبا غرض قمر کے عقدہ راس میں آنے کو تین کے نکلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیے اور عقدہ ذنب میں ہونے کو آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ میں منخرد ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیے غرض جبے تین کی

۵۱  
چونکہ منطقہ فلک مثل  
منطقہ البرج کے سطح میں  
منحرف ہوا اور سطح میں  
ان دونوں کے ساتھ  
جیسے ایک سیدہ میں واقع  
ہیں جاتے منطقہ فلک  
مثل منطقہ البرج بھی  
اس جگہ کہتے ہیں  
اس سے شمس میں چون  
موجزات فلک مثل کی  
خداوند خلاف حرکت  
فلک البرج ہے

کسوف و خسوف حقیقت  
مشی جو بیان ہوئی پھر  
اڑھ ہے کے نکلنے کے  
کے ساتھ کین کی  
تعبیر کین کی



شکل واہمہ نے گھڑی ہے اسی طرح ان عقدوں میں سیارہ کے داخل ہونے کو اسکے ٹھکنے کا تصور بانہ  
لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا وہ شبہ کہ جب کسوف و خسوف کی یہ حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرنا معظمت اور  
مہمت سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز و عبادت کے لئے ارشاد فرمانا کس لئے  
ہے تو مختصر عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں ہر فاعل کے لئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف و عزت  
وہی فاعلیت ہے یعنی ذات فاعل میں شرف و عزت و صف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کوئی  
خصوصیت نہیں ہر موصوف ذی شرف میں وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت و شرف صفت کو کہنا  
چاہیئے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف ہیں ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایک شخص  
من الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبہ اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر  
کسی جگہ اسکے غلبہ میں فتور اسکے احکام کے انفاذ میں قصور پڑ جائے اور اس کی سلطنت کی دست درازی  
حکومت کی قادر اندازی کسی عائق و مانع کی وجہ سے کہیں پڑک جائے جتنی دیر کے لئے اور جن جہتوں  
کے لئے مطلوب الوصف ہے مسلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ حاکم کے شرف و عزت کا سبب  
حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر پادشاہ تخت حکومت پر جلوں فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا  
و انفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اسکے حکم کو نفوذ و جریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبور اس  
عائق سے الٹا اثر پذیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اس حاکم کو مسلوب الحکم نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے گا معذایہ  
اوبار اگر کسی بڑے سے بڑے مقبل پر آپڑے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے ہشت  
کے اپنی اپنی خیر منائی پڑ جائیگی اس سے جو کوئی بڑا پادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ ڈھونڈھی  
جائیگی پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً پادشاہ اختران نیر خاواران عین اجلاس میں یعنی دن کے  
وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم و رعیت یعنی زمین و زمانوں پر اجرا سی حکم و انفاذ  
فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلزات تجلیہ معر نیات تصویر مافی الارحام سے (جن امور پر حکم الخائن  
سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی وہ عاجز آئے یعنی اس سے  
یہ اقتدارات چھن جائیں العظمتہ اللہ کیسے خوف اور دہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت  
حاملہ عورت کے خور و نوش میں احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کوفہ و خسوف ایک  
مذہبی اجتماع و تقابل  
شخص و قہر سے ہوتا ہے  
پھر شارع علیہ السلام  
و الصلوٰۃ اس لئے  
کیون خوف و دلت میں  
ان اوقات میں کاغذ  
و عبادات کی کس پیک  
ہدایت فرماتے ہیں

کوئی خصوصیت نہیں لکڑی پتھر ناج میوہ جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح تھی سو تدبیر سے ہمارا  
 پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہیں آپ دیکھتے ہیں آگ کی مارت سے گرمی بڑھ گئی اور بانی کی مجاورت  
 سردی بخش ہوگی اور جس جگہ مثلاً گرمی کی ضرورت تھی بروقت وہ گرمی وہاں نہ پہنچی فراج اس شے کا قاتل  
 ہوگا اور ان میں صفت گرمی و سردی کی ذاتی نہیں مستعار ہے موثر حقیقی حکم یا ناکو فی برد او سلام اللہ  
 امر احکم الحاکمین ہے ہاں اگر کسی نے انہیں کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا۔ اس طرح جب سلطان انجم  
 کا تسلط اسکی زمین اور زمینوں پر سے اٹھ جاوے بہت سی قباحتیں اور کئی قسم کے فسادات ہی دیر میں  
 اسکے لشکر نے سر میں پیدا ہو جائے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منائیں اس احکم الحاکمین  
 الملک المقدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے سہی عزل کر دیا ہے) دعا و صدقات سے  
 راضی کریں اور کیا کیا جائے۔ ایک معمولی ضروری بات سمجھ کر نے خوف ہو جانے و قونی ہے شقاوت  
 اعاد اللہ تعالیٰ شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہے  
 جب ان پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کنندگان وغیرہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ  
 تعالیٰ اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع و اشتراک (جو واو عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی چند اسموں کا کسی ایک فعل میں  
 ہوگا جیسے احمد و محمود و حامد آمد یعنی حصول صرف محبت کا ان تین شخصوں سے ہوا۔ کبھی چند فعلوں کا  
 ایک اسم میں جیسے زید آمد و نان خورد و برفت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف  
 زید سے ہوا۔ کبھی حصول چند جملوں کو مضمون کا (خواہ اسمیہ ہوں خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد و  
 محمود بنشست و حامد برفت یعنی آمدن احمد و نشستن محمود و رفتن حامد کا حصول بذریعہ واو عاطفہ کے جمع  
 کیا گیا ہے۔ اور یہ واو زائد بھی ہوتا ہے یہاں زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظ حذف کر دیا جائے  
 معنی ویسے کے ویسے بنے رہیں۔ بلکہ اسکے لئے معطوف علیہ تکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ  
 جمال الدین سلمان کا شعر ہے شہر مجاڑن در شاہ است و اللہ الحمد کہ مرا بخت بدین ملجا و او آورو  
 اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لیکن اور اس کے مخففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے  
 فروسی شہر بہ بنیم تا سپ اسفندیار سوے خانہ آید ہی بے سوار پد ویا بارہ رستم جنگ جو پد  
 باخر نہد بے خداوند روے نظامی شہر و گردشت شاہ راد خورست پد مرا ہم خداوند ہم خواہرست پد  
 یہاں واو عاطفہ کے ساتھ ہے ۱۲

کبھی واو سے چند اسم ایک  
 فعل میں شریک ہوتے ہیں  
 کبھی چند فعل ایک  
 اسم میں جمع ہوتے  
 ہیں  
 کبھی حصول چند جملوں کو  
 مضمون بنایا  
 کبھی واو عاطفہ زائد

ولہ زلے کہ آن در ازل راندہ + نگر و قلم زانچہ گرداندہ + ولین بخوابش من حکم کش + گنم زین سخنها  
 دل خوش خوش + اور محاورہ عرب بھی اسطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف میں **فَلَمَّا اسْلَمْنَا وَلَمَّا**  
**لِلْعَبْدِیْنَ وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَبِّحْ مَعْلَقَہُ** کے پہلے قصیدہ میں یعنی امر القیس کے اس شعر میں  
**شعر** **فَلَمَّا اَجَزْنَا سَاحَۃَ الْحِیِّ وَانْتَحٰی** + **بِنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِی حِقَافٍ عَقَنْقَلٍ** + خوش یعنی آمنہ  
 کو فہ کے نزدیک ان اشلہ میں داؤد ناندہ ہے کیا معنی کہ وہ خواہ مخواہ کے تکلفات کو پسند نہیں کرتے۔  
 آیہ مجید میں **وَنَادَیْنَاہُ کُجُوْب** **فَلَمَّا اسْلَمْنَا** **اِنْ کَا قَرَارِیْتِہِیْنِ** اور **شعر** **امر القیس** میں **وَانْتَحٰی** **بِنَا**  
 کو جواب **فَلَمَّا اَجَزْنَا** **اِنْ کَا** اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ کما کے جواب میں داؤد کا کچھ کام نہیں ہے  
 خواہی خواہی اس کو بجز ناندہ کہنے کے گزیر نہ ہوگا۔ مگر بصریہ کے نزدیک حرف کو حشو اور زائد قرار دینا پسند  
 نہیں جیسا تک ممکن ہوتا ویل کرتے ہیں چنانچہ اشلہ مذکورہ میں جواب **کما** کا محذوف مانتے ہیں یعنی آیت  
 کریم میں **اِنَّا مَقْدُ جَانَتِہِیْنِ** **فَلَمَّا اسْلَمْنَا** **وَلَمَّا لِلْعَبْدِیْنَ** **وَنَادَیْنَاہُ** **اِنْ یَا اِبْرٰہِیْمُ کَا یَہُ** **کَانَ** **مَا**  
**کَانَ** **مِمَّا یَنْطِقُ بِہُ** **لِحَالٍ** **وَلَا یَحِیْطُ بِہُ** **الْوَصْفُ** **مِنْ** **اِسْتِبْشَارِہَا** **وَاعْتِبَا طَہْمَا** **وَجَدَہَا**  
**لِللّٰہِ** **رَبِّ** **الْعٰلَمِیْنَ** اور شعر مذکور میں جواب **لما** **اَجَزْنَا** اس کے بعد کا شعر **ہصرت** **بفودی** **راسہا**  
**فَمَا یَلِیْتُ** + **عَلٰی** **ہِیْضَمِ** **اَلْکَشْمِ** **یَا** **الْمَخْلُجِلُ** + قرار دیتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے **سودی** **شعر** **اسیر بند شکم** **راؤ شب** **نگیر** **و خواب** + شبے موعہ  
 سنگی شبے زولنگی + اے شبے زولنگی۔ اسی طرح یہ شعر **قربان** **شوم** **ترا کہ ندان** **شہ ہنوز** + خلاص  
 من محبت من اعتقاد من + حافظہ **شعر** **جوریکہ** **از تو دیدم** **دوریکہ** **از تو بروم** + اگر شہ بدانی شاید کہ رحمت آری  
 اے دوریکہ از تو بروم۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں مراد ہماری حذف سے حذف لفظ ہے نہ معنی  
 یعنی یہاں عاطفہ اگرچہ لفظوں میں نہیں ہے مگر معنوں میں مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت میں ہوتا  
 کہ معطوف علیہ اور معطوف میں کوئی وجہ جامع یعنی ان میں کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف  
 معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم میں شریک کر دیا جائے اگر ان میں یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا صورت  
 عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واو عاطفہ تقدیر بھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع میں **امیر خسرو** **ع** **بوسہ**  
 گرفت از لبش + یک دوسہ چار پنج شش + اگر یہاں عطف کے ساتھ یک و دوسہ چار و پنج و  
 شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعین عدد یعنی بست و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قابل ہر

فَلَمَّا اَجَزْنَا سَاحَۃَ الْحِیِّ وَانْتَحٰی  
 بِنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِی حِقَافٍ عَقَنْقَلٍ  
 کما کے جواب میں داؤد کا کچھ کام نہیں ہے  
 خواہی خواہی اس کو بجز ناندہ کہنے کے گزیر نہ ہوگا۔

ہصرت  
 بفسودی  
 اس کے بعد کا شعر  
 ہصرت  
 بفسودی  
 اس کے بعد کا شعر

واو عاطفہ حذف بھی  
 کیا جاتا ہے  
 حذف سے صرف  
 لفظ حذف مراد ہے

واو عاطفہ کے بیان  
 مانا جاتا ہے اور  
 جبکہ میں مانا جاتا ہے

بخلاف شعر مشہور "نادر نہ آمد سہ اندر چہار" میں واو عاطفہ مقدر ہے اسے نہ اندر نہ آمد و سہ اندر چہار کیا معنی کہ نہ در نہ و سہ در چہار ان دونوں کے حاصل ضرب کا مجموعہ یعنی نو و سہ مقصود ہے چنانچہ بیان دلالت میں مذکور ہوا اصطلاح علم معانی میں اس ترک عطف کو فصل اور عطف کرنے کو وصل کہتے ہیں اس کی زیادہ تفصیل فن بلاغت کا منصب ہے۔ اور یہ بھی سن لیجئے کہ اس واو عاطفہ کو اسی طرح ساکن رکھ کر اس کے حرف ماقبل کو بجاورت و مناسبت واؤ ضمہ دیا جاتا ہے اور اس ضمہ کو کبھی اشباع اور پُرسی کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ حرف ماقبل سوائے ہائے مخفی کے خواہ حرف علت ہو یا غیر اول جیسے حافظ شعر غنیمت دان می و خور و گلستان کہ گُل تا ہفتہ دیگر نباشد۔  
 ثانی جیسے نظامی شعر چنان آفریدی زمین و زمان ہماں گردش انجم و آسمان ہگر ہائی مخفی  
 چونکہ منظر حرکت حرف اخیر کلمہ ہے اور نیز وہ مخفی ہی ظاہر نہیں اُسپر ایک ہمزہ مضمومہ مان لیا جاتا لیکن اضافت و اتصاف میں جب طرح ملفوظ ہوتا ہے مکتوب بھی ہوتا ہے اور یہاں رسم الخط میں سوائے ملفوظ کے مکتوب نہیں ہوتا جیسے اس شعر میں حافظ شعر بنوش جام صبحی بنالہ ودف و چنگ ہ بیوس غنچ ساقی بنغمہ نے و رود ہ نظامی شعر تیغ نہ و زخم سے اندازہ چیت ہ کوس نہ و این ہمہ آوازہ چیت ہ و گرنہ اسی ہائے مخفی کو حرکت دیجاتی تو وہ منظر و علامت نہ رہتی ایک مستقل حرف بنجاتی اور نیز وہ مخفی بھی نہ رہتی ہائے ظاہر بنجاتی اسی طرح جب الف کو ا کے اصلی سکون پر باقی رکھا جاتا ہے تو ایک ہمزہ مضمومہ اشباع کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے نظامی  
 شعر دو وارث شما از دوکان کہن ہ ترا در سخا و مراد سخن ہ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور کبھی بلا اشباع صرف ضمہ کے اظہار پر کفایت کرتے ہیں اس صورت میں یہ واو صرف مکتوب ہوتا ہے ملفوظ نہیں ہوتا حرف ماقبل سوائے ہائے مخفی اور حرف واجب السکون کے چاہے کوئی ہو۔ حافظ شعر سلطان بنکاشک و سوداے تاج و گنج ہ درویش و اسن خاطر و کنج قلندر می  
 نظامی شعر برآر استہ بزمے از نای و نوش ہ بلطفے کہ بردمی زبہندہ ہوش ہ اور در صورت ہائے مخفی و حرف واجب السکون وہی ہمزہ مضمومہ واو اشباعی کی طرح زیادہ کیا جائیگا۔ حکمی مصرعے خوشاکس کہ بود مرده و نامش زندہ ہ نظامی شعر توانا و دانا بہر بودنی ہ گنہ بخش و بیار بخشودنی ہ  
 ورنہ یہاں بھی وہی خرابی پیش آئیگی جو اشباع میں آئی۔ اور کبھی حرف ماقبل اسکی حالت و قفی پر

فصل وصل  
 عطف و فصل  
 و او عاطفہ  
 کا بیان

واو عاطفہ  
 غیر شین کا بیان

واو عاطفہ  
 شین کا بیان

چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتنا جا لال عرب متحرک بجزکت فتح کر دیتے ہیں چاہے حرف ماقبل کوئی ہو۔ حافظہ شعر آرزو کی شہم و از تو چہ پہنان دارم و شیشہ بادہ و کنبے و رخ زیبائے و ولہ تکیہ بر تقوی و وانش و طریقت کا فرسیت و راہ روگر صد نہر وار و توکل بایزش و ولہ رہ خلوت نگہ خاصم ہنما تاپس ازین و می خورم باتو و دیگر غم دنیا نخورم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر دار اس عہد شیخ حسن آنکہ خدمتش و چرخ دو تا بچار و ناچار می کند و بعض مقننین نے بادہ و کنبے و رخ و تقوی و وانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر شیخ مضموم الماقبل میں درج کیا ہے پس اس صورت میں ایک ہمزہ ہاء مخفی اور واجب السکون والے کلمہ کی طرح اسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چار و ناچار میں سکون کے قائل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی و فارسی میں مشترک ہے میرے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ عربی کی طرح واؤ مفتوح رکھا جائے۔ چنانچہ کوئی کلمہ ترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی شعر نام تو بر جاشیہ دل رقم و حکم تو فرمان دہ لون و القلم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر لمجاورین و در شاہست و لید الحمد و کہ مرا بخت بدین لمجا و ما و آورد و اور وہ واؤ عاطفہ بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر یا مطلع میں واقع ہوتا ہے۔ اول جیسے فروسی شعر و دیگر کہ گیتی ندارد رنگ و سہرے پہنچی چہ پہن و چہ تنگ و حافظہ شعر و آنکہ پیشش بہند تاج تکبر و خورشید و کبریا نیست کہ در حشمت و در ویشان است و ثانی جیسے حافظہ شعر سکین چوین بعشق گلے گشتہ بتلا و و اندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے و یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ عاطفہ کے بعد کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اس الف کی حرکت نقل کر کے واؤ کو دیتے ہیں اور الف کو کبھی کتابت و تلفظاً حذف کر دیتے ہیں جیسے وگر و ووز و وان و وین اور کبھی صرف تلفظ سے گرا دیا جاتا ہے کتابتہ باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر میں و اندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے۔ یہ امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب موضع اس واؤ عاطفہ کا وہ کہ معطوف کے سرے پر بلا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو شعر نامہ کنید سوے وی و تابا و رسم و خاکستر کمیند و بران خطیرا گنیت اسے نامہ نوید سوئے وے و مرا خاکستر کنید و بران خطیرا گنید تابا و رسم شعر بین تا و گرا بارہ چون تا ختم پسخن را کجا سر برافرا ختم و دوسرا حرف پا جیسے نظامی شعر بلیناس با کار داران روم و

مقدم کن اول معطل  
کہ کہتے ہیں "ع" معطل کن اول مصرعہ  
ثانی کہتے ہیں "ع"

یہ شعر لمضر کی اس غزل کا ہے جس میں بچائے دال ہلکا و شفا العز مالائی کی ہے

بعد از اس اگر کوئی کلمہ  
بلفظ ہو تو پہل  
کہے و کو جوین  
اور اس الف کو جوین  
سبھی باقی رہتے ہیں  
سبھی اس کے ہیں

واؤ عاطفہ اور معطوف  
کے درمیان فصل  
بھی واقع ہو جاوے  
میں تابا و رسم اور خطیرا  
عاطفہ جو کہ کتبہ شعر  
جو تابا و رسم میں بھی  
جو جوین و دال ہلکا و شفا

ساتھ ساتھ



سو کے کید رفتن زان مزبوم ولم پر پچھرہ با آن پری پیکان ۛ شدند از بے گنج و گوهر گران ۛ سدی  
 شعر رئیس دے با پس در رہے ۛ گذشتند بر قلب شاہنشہ ۛ رفتند و شدند و گذشتند بصیغہ جمع  
 بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بمعنی مع لیا جاتا (چونکہ بلیناس اور پچھرہ اور رئیس وہ  
 مفرد ہیں) رفت اور شد اور گذشت کہا جاتا۔ سعدی شعر فرق ست میان آنکہ یارش دریر ۛ با آنکہ  
 دو چشم انتظارش بر در ۛ اے فرستیان آن و آن الز علی خراسانی شعر می دو و چون باد بر شیب و فرا  
 این جهان ۛ پیش عاشق و طریقت کوہ با صحرایکے ست ۛ تیسرا تا جیسے نظامی شعر و گر باد است  
 راہم بہتست ۛ ہمہ روز تا شب پناہم بہتست ۛ اے ہمہ روز و ہمہ شب۔ کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ  
 عزا سمہ کی پناہ کا ہر دم ہر آن محتاج ہے۔ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین آمد بمعنی ۛ میان عدل و  
 تا عدل کسری ۛ اے میان عدل او و عدل کسری۔ اور یہ تا جسطح عربی مین حتے جارہ کے  
 معنی مین مستعمل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ مین گزر چکا۔ حتے عاطفہ کے معنی مین بھی  
 مستعمل ہوتا ہے جیسے اَکَلْتُ السَّمَكَةَ حَتَّى رَأَيْتُهَا لَيْسَ بِهَا عَيْنٌ مِثْلِي اور اسکا سر بھی۔ نظامی  
 شعر سکندر بآن شاہ فرخ نژاد ۛ شبانگاہ بگریست تا باداد یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر روئے  
 گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا روتا رہا ولم زبے آبیم سینہ سوزد درون ۛ قدم تاسم غرق  
 دریاے خون ۛ چوتھا ہم جیسے امیر خسرو شعر نیست پشیمانیش ارزد دہد ۛ ہم بود آن لحظہ  
 کہ کمتر دہد ۛ اے و بود پشیمانی آن وقت کہ الز بیدل شعر مردہ ہم فکر قیامت دارد ۛ آرمیدن  
 چہ قدر دشوارست ۛ اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر داخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار ۛ زبہ شاہ مرکب زبہ شہسوار ۛ اور کبھی  
 تعین و تاکید معنی عطفی کے لیے اُسکے ساتھ و او عاطفہ بھی لے آتے ہیں نظامی شعر و گر خدست  
 شاہ را در خورست ۛ مراہم خداوند ہم خواہرست ۛ بعض مقننین نے اسکے معطوف و معطوف علیہ  
 کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہیں۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے  
 نظامی شعر اے بزین بر چو فلک نازنین ۛ ناز کشتم ہم فلک و ہم زین ۛ جملہ جیسے اوپر کا شعر  
 ”ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار“ اور اسکا معطوف کے اول و آخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر  
 کے اشعار مین اور آخر نظامی شعر دان بیکے دانہ زراہ کرم ۛ حلہ بر انداختہ و حلب ہم ۛ

بیان تمام لفظ

نظامی معطوف و معطوف علیہ  
 دونوں پر داخل ہوتا ہے ہم عاطفہ کا بیان

ہم عاطفہ کے ساتھ  
 بنظر تاکید او عاطفہ  
 بھی لایا جاتا ہے

نظامی معطوف و معطوف علیہ  
 دونوں پر داخل ہوتا ہے ہم عاطفہ کا بیان

ہم عاطفہ معطوف کے  
 اول و آخر ہر دو جگہ  
 لانا جائز ہے

ہم عاطفہ کا نیز عا  
کے ساتھ جمع ہو

ہم عاطفہ کا نیز عا  
ہمان کی مستعمل ہو

ہمان عاطفہ کا نیز عا  
نیز عاطفہ نظر نا کید  
کے آئے ہیں

نیز عاطفہ کا بیان

نیز عاطفہ بھی مکرر  
مقدم اور مؤخر میں  
عاطفہ کی طرح  
مستعمل ہے

بیان پس عاطفہ

پس صحیحہ میں ہے  
پس بعد میں ہے  
معنا آنگاہ سے  
بعد ازان سے

عاطفہ معطل زمان  
میں آنگاہ سے مؤخر  
کے وقت ختم ہوتا ہے

پس فی حق بلا مہلت  
تصویر ہوئی ہے اگر کمال  
اور عقوبت ترقی کے ساتھ

اے حلہ وہم حلیمہ برانداختہ۔ اور جس طرح واو عاطفہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ نیز عاطفہ کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے نظامی شعر تا سخن آنجا کہ برآورد علم و حرف زبادت زبان نیز ہم و اے حرف از قبیل باد و زبان نیز یا زبان ہم از قبیل بادست۔ اور اسکا مزید علیہ ہمان بھی مستعمل کلام فصحا ہے نظامی شعر چنان آفریدی زمین و زمان و ہمان گردش انجم و آسمان و کہ چند آنکہ اندیشہ گرد و بلند و سر خود برون ناوردین کند و اے گردش انجم و آسمان و کہ نینگے بجا بر گزر کردہ گیر و ہمان گنج ناخوردہ را خوردہ گہ اے و گنج ناخوردہ الخ۔ اور اسکے ساتھ بھی نیز عاطفہ کا جمع کرنا جائز ہے نظامی شعر زمر کو ب دیبا و صد گونہ چیز و ہمان خلعت پادشاهانہ نیز و اے خلعت پادشاهانہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب پانچواں نیز عاطفہ جیسے نظامی شعر شکستہ بسے راہم بستہ ام و بسے بستہ را نیز بشکستہ ام و اے بسیار شکستگان مظلوم را قوی کردہ ام و بسیار ظالمان قوی بشکستہ ام و لم ہزارم پذیرفتہ را داد زود و بسے چیز ہا نیز دروے فرود و ولہ بہر فاشکہ جانستان دیدمت و قوی دست و چاکستان دیدمت و برا شکست نیز بنیم شگرف و حریفہ نداری درین ہر دو حرف و ہم کی طرح اس کا مکرر اور مقدم و مؤخر لانا بھی جائز ہے نظامی شعر جہان غارت از ہر درے سے برد و یکے آورد ویکے سے برد و نہ زوایم اینا نکہ ہستند نیز و نہ آنا نکہ رفتند نیز و

چھٹا پس۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب کے لیے آتا ہے یعنی معطوف کو عقیب معطوف علیہ جمع کرنا منظور ہوتا ہے نظامی شعر را کردہ را بچہ سباب را و ہمہ داد گہوارہ خواب را و پس آنگاہ قلم عطارد شکست کہ امی قلم را نگیرد بدست و تحقق فرزانہ صاحب بہار ہم نے پس آنگاہ کو بمعنی بعد ازان فرمایا ہے کیا معنی کہ یہاں پس عاطفہ نہیں بلکہ معنی بعد ازان میں لفظ پس کا بھی دخل سمجھا ہے اور اسی شعر مذکور سے استنباط کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہاں لفظ پس عاطفہ ہے (چونکہ ان ہم اشارہ بعید اور گاہ ظرف زمانی بمعنی وقت ہے) معنی بعد ازان کے صرف لفظ آنگاہ سے لیے گئے ہیں۔ جیسے اس شعر میں نظامی شعر بشکم رسان اول آنگاہ گنج و ختم صبور سی وہ آنگاہ رنج و لم خستین در بادشائی زخم و دم از کار کشور کشائی زخم و حکمت برآیم آنگاہ سخن و کم تازہ تازہ خباہے کہن و بد بخیر کو ہم آنگاہ درش و کہ خواندہ خدا نیز پیغمبرش و سعدی مصرعہ مرد میت بیازماے و آنگاہ زن کن و مگر یہ ترتیب و تعقیب بلا مہلت ہونی چاہیے اگرچہ اتمام و اکمال اس امر

و مترتب کا مہلت و تراخی کے ساتھ زبان طویل میں ہو سعدی شعر باش تا دستش بہ بند روزگار ۛ  
پس بکام و ستان مغرش برآر ۛ یہ حرف بعینہ عربی کے فنا کی طرح ہے کما قال اللہ عز و جل  
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا مَا فَكَّسُونَا الْعِظَامَ لَحْمًا اور جیسے عربی  
میں فاء تفریع کے لئے آتی ہے یہ لفظ پس بھی تفریع کے لئے لایا جاتا ہے اور تفریع اور تعقید  
میں بھی فرق ہے کہ تعقید میں امر اول کو وجود امر ثانی میں کچھ دخل نہیں ۛ تا تفریع میں امر اول کو وجود  
امر ثانی میں ضرور دخل ہوتا ہے سعدی شعر گر سنگ ہمہ لعل بدخشان بودی ۛ پس قیمت لعل و  
سنگ یکساں بودی ۛ یعنی جواہرات کا پتھرون کی طرح نے قدر و قیمت ہونا ان کے اس طرح  
کثیر ہونے کی وجہ سے ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ

سأقول ان باز۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب میں پس کی طرح ہے۔ مگر اس میں مہلت اور تراخی کا اعتبار  
زیادہ ہے جیسے عربی میں ثَمَّةٌ اور ہندی میں پھر چنانچہ مولوی اوصد الدین بگرامی نفائس اللغات  
میں لفظ پھر کی تحقیق میں فرماتے ہیں۔ پھر یکسر اول مخلوط التلفظ بہا و دای مہلہ در آخر یعنی  
باز بعربی ثَمَّةٌ النہ سعدی شعر شکم آید کہ کسے سیرنگہ در تو کند ۛ باز گویم کہ کسے سیرنخا بہول  
اور اس لفظ کا معطوف کے اخیر بھی لانا جائز ہے نظامی شعر بر آسود روزے دور لہو نوا  
ۛ ز مشکوے دارا خبر جست باز ۛ اے اول چند روز در لہو نواز گزاشت و بعد ازان از مشکوے دارا  
خبر جست۔ اور اس کے ساتھ واو عاطفہ کا لانا بھی جائز ہے حافظ شعر زان روئے نکو چشم  
بدان دور کہ امروز ۛ بر مہ زدہ طعنہ و بر خور زدہ باز ۛ اے و بعد ازان بر خور شید طعنہ زدہ۔

آٹھواں کاف عاطفہ جو واو کی طرح مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ سعدی شعر اے بسا  
اسپ تیز رو کہ بماند کہ خرنگ جان بمنزل برد۔ اور ما متصلہ مختفی بھی دو جملوں کے مضمون کے  
جمع مع الترتیب کے لئے لایا جاتا ہے اور اس کے مدخل کا فعل ماضی صیغہ واحد غائب ہونا آتا  
ہے جیسے عالی کہتا ہے شعر چون دانہ تسبیح بدست اے دریکتا ۛ آخر بعد آمین و دعا آمدہ فتنی  
چنانچہ کچھ بیان اسکا مقدم گز چکا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ اور حرف عاطفہ میں  
نہ ہے جو مفردات پر داخل ہوتا ہے اور اس مفرد سے نفی اس حکم کی کیجاتی ہے جو کہ اس مفرد کے  
متنوع (یعنی معطوف علیہ) میں تعین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کے

پس تفریع  
تفریع اور تعقید  
میں فرق

تجان باز عاطفہ  
باز بعربی  
اور تراخی  
نفس و جان  
باز عاطفہ کا  
اول و آخر و اول  
کے اول و آخر و اول  
باز عاطفہ کا  
نظائر کا  
زنا بھی جائز ہے  
کاف عاطفہ کا بیان  
باز عاطفہ کا  
نظائر کا  
زنا بھی جائز ہے

ما قبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضرور ہے اور اس کے بعد اسم مفرد (یعنی غیر خبر) کا ہونا واجب  
جیسے رفت زید نہ عمرو۔ سعدی شعر ترک دنیا و شہوت ست و ہوس و پارسائی نہ ترک جامہ بس  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بیان کلمات  
عاطفہ تردید

اور حروف عاطفہ میں سے یا و اگر و خواہ اور کہ و و او بمعنی یا ان کو حروف عناد و تردید بھی کہتے ہیں  
ان پانچ حرفوں میں سے کوئی حرف جن کلموں یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے ان میں ایک امر  
غیر معین لا علی التعمین مراد ہوتا ہے۔

یا اور اگر و خواہ  
ان میں کلموں کو  
معطوف و معطوف علیہ  
دو کلموں پر لا نا جائز ہے  
یا و خواہ کے  
استعمال میں  
فرق ہو یا نہیں

جاننا چاہیے کہ یا اور اگر اور اس کے مخففات گر و آ و خواہ۔ ان تینوں کلموں کو معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو پر لا نا بھی جائز ہے بخلاف کاف و واو عناد یہ کہ فقط معطوف کے سرے پر یعنی صرف معطوف  
اور معطوف کے درمیان میں لاتے ہیں امثلہ آتیہ اس و عمرے کے شاہد ہیں۔ اور یہ بیان  
بھی سن لیجئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اس جگہ مخصوص رکھتے ہیں کہ جہاں  
معطوف و معطوف علیہ مختلف الکلیفیت ہوں یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال  
مداخل خواہ کو متفق الکلیفیت میں مختص سمجھتے ہیں یعنی معطوف و معطوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری  
سمجھتے ہیں چنانچہ جواہر الحروف میں بیان کلمات عناد کے تحت میں فرماتے ہیں و فرق بینہما  
آنست کہ مداخل خواہ در ہر دو جا مثبت می باشد و مداخل یا در یکے منفی و دیگر مثبت انتہی سیر  
نزدیک یہ شرط و اختصاص ناصواب ہے اشعار مذیلہ استشہاد ما فی الباب ہے نظامی شعر

یا کا استعمال  
متفق الکلیفیت میں

چنانش و ہم مالش از تیغ تیز کہ یا مرگ خواہی زمین یا اگر نیز کہ ولہ کے کو بران اژدہا بگزرد ہماں  
ساعتش یا کشد یا خور و اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو میں برابر جائز ہے خبر جیسے امثلہ مذکورہ میں  
انشا جیسے نظامی شعر یا علی در صنف میدان فرست و یا عمرے بر سر شیطان فرست و ولہ  
یا چو غریبان پئے رو تو شد گیر و یا چو نظامی ز جہان گوشہ گیر و یہ امثلہ اتفاق کیفیت کی تھیں  
اور اختلاف فی الکلیفیت جیسے طالب آملی شعر ناز و کرشمہ بود در آئین حسن لیک و مہر و وفا دانم  
یا بود یا نبود و سعدی شعر یا مکن با پیل بانان دوستی و یا بنا کن خانہ در خور و پیل و اور کبھی  
اس حرف تردید کو لفظاً حذف کر دیتے ہیں۔ مولوی معنوی رح شعر فتوت اینست اے بہ بریدہ  
دست و کا نذر آئی و نگوئی امر ہست و بو حنیفہ واد این فتویٰ ترا و شافعی گفت این امر ناسزا

یا کا استعمال خبر  
اور انشا دونوں  
میں جائز ہے

یا کا استعمال اختلاف  
کیفیت میں

کبھی حرف تردید  
لفظاً حذف  
کر دیتے ہیں

اے یا شافعی الخ زین خان کو کلمات ش شعر بیک شب چہ عشرت تو ان کرد با تو ہ تماشا کنم می خورم  
راز گویم ہ اے تماشا کنم یاے خورم یا راز گویم۔ اور کبھی اس حرف تر دید کو صرف معطوف علیہ پر  
لے آتے ہیں صوفی کا شعر ہے شعر یا صوفی راز لعل خود کام دہید ہ در کام ندہید و شنام دہید  
اے یا صوفی را کام دہید یا و شنام دہید۔ اور ممکن ہے کہ یہاں یاے تر دید یہ بجائے حرف شرط اگر  
کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تر دید میں مستعمل ہو جاتے ہیں۔ اب اس شعر میں یہ تاویل ہوگی  
اگر صوفی راز لب خود کام دہید فہا و اگر ندہید و شنام دہید اور ممکن ہے کہ یہاں (در کام ندہیدین)  
حرف شرط ار حبطح اکثر بوقت تکرار معنی تر دید کا افادہ کرتا ہے اس طرح بوجہ تقابل یاے تر دید  
مفید معنی تر دید ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرے لفظ اگر۔ یہ بھی موضع تر دید میں استعمال کیا جاتا ہے بعض مقنین نے اس استعمال کو اہل  
سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہیں اہل سرخس و خراسان سب کے ہاں اسکا  
استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام میں یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فرامانی علیہ الرحمۃ نے نوری  
کے اس شعر کو اس امر میں شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے شعر این طرفہ ترکہ ہست بر اعدا  
نیز تنگ ہ پس چاہ یوسف است اگر چاہ بیزن است ہ یعنی این جہاں چاہ بیزن است بواسطہ آنکہ  
بر دشمن تنگ است یا چاہ یوسف است بواسطہ آنکہ از کبر یاے تو بر تو تنگ است۔ فردوسی رح شعر  
ستمگار خویش اردا و اگر ہ ہنرمند و نمیش اربے ہنر ہ اور یہ بھی شن لیجئے کہ یاے تر دید کی طرح لفظ اگر بھی  
معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکلیف و متفق الکلیف دونوں  
موقعوں میں استعمال پاتا ہے۔ اہل یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تر دید جیسے نظامی رح شعر  
اگر آسودہ ورنہ تو ان می زیم ہ چنانکہ آفریدی چنان می زیم ہ دوسرا یعنی اختلاف کیفیت  
مع تکرار حرف جیسے نظامی شعر ز غظیم تو پیش تو ہست و نیست ہ اگر باشد و گر نباشد یکمیت  
یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے کہ میں نے یہاں یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع  
تر دید میں استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجائے اس لفظ اگر کے یاے تر دید لائی جائے  
معنی درست رہیں کوئی بگاڑ نہ آئے جیسے ”ستمگار خویش اردا و اگر ہ“ میں ستمگار خویش آباد اگر  
بھی کہہ سکتے ہیں اور اس کے یہ معنی نہیں کہ بجائے یاے تر دید یعنی جہاں یاے تر دید استعمال

یاے تر دید یہ صرف  
معطوف علیہ پر  
راز ہی جائز ہے

جہاں اگر تر دید  
اسکا اہل سرخس  
کے ساتھ خاص

اگر کیا یاے تر دید کی طرح  
معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو پر لایا جاتا ہے  
اتفاق و اختلاف  
کیفیت میں اس کا  
استعمال  
یاے تر دید یہ اور  
اگر تر دید میں  
فرق



کیا جاتا ہو اس جگہ اس اگر استعمال کر سکیں جیسے اشعار مذکورہ میں "چنانچہ ہم بالمش از بیخ تیز" کہ یا مرگ خواہی زین یا گریز اور "یا کن یا سلیبان دوستی" یا بنا کن خانہ در خوردیل " میں اگر مرگ خواہی زین اگر گریز اور اگر کن یا سلیبان دوستی اربنا کن الز نہیں کہہ سکتے۔ آئین سر یہی ہے کہ دراصل یہ حرف شرط ہے اور اس کا مدخل جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مردود پر پہنچ جاتا ہے اسی واسطے اسکا مدخل سوائے جملہ کے نہیں ہوتا۔ اگرچہ صورت میں مفرد کے ہو اور یہ حرف شرط مکر یعنی معطوف و معطوف علیہ دونوں جملوں کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہاں کہیں صرف معطوف پر ہوتا ہو وہاں بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر لایا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا کلمات تردید میں سے لفظ خواہی اور اسکا مخم خواہ ہے دراصل یہ خواہش سے مضارع حاضر کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مخم کرنے میں وہی نکتہ تخفیف مد نظر ہے جو تواند سے توان کی ترخیم کرنے میں تھا کیا معنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم مگر مصرعہ ثانی اس شعر ثانی میں چوتوان شمر د کا فاعل پڑا ہوا ہے۔ نظامی شعر پڑو ہندہ دیگر آغاز کرد کہ دارانہ چندان سپہ ساز کرد کہ آنرا شمر دن توان در قیاس کہ سائیکہ ہستند لشکر شناس الحاقی ہے میا بخون کی نے تو جی سے صبح اہل کتاب ہو گیا ورنہ دراصل مصرعہ ثانی یہ ہے شمارندہ را در دل آید ہر اس " اور یہ مصرعہ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعہ اولیٰ کی علت ہے یعنی اس وجہ سے شمار نہیں کیا جاسکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ خیر اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف اداۃ شرط لازم اسی وجہ سے خواہی خواہی و خواہ خواہ بجائے طوعاً و کرہاً یعنی ناگزیر و ناچار کے معنوں میں اساتذہ کے کلام میں مستعمل ہے میر معز فطرت شعر ز کف می داد اگر نازش عنان کم نگاہی را " نمی شد کس حریف غمزہ خواہی خواہی را " بخشی شعر بخشی ذوفنی عجب چیز است " خواہ ناخواہ زربدست آید " اور اردو میں خواہ خواہ بھی بولتے ہیں کیا معنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور جس کام کو دل نچاہے کرنا کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے ہیں اداۃ شرط بیان سے مخدوف ہیں جبکہ حاصل معنی مفہوم مردود پر جا بھرتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت اداۃ تردید یا کی طرح اتفاق و اختلاف کیفیت میں اور اسی طرح انشا و خبر ہر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اتفاق کیفیت

لفظ اگر کی حقیقت

خواہ تردید کا بیان

خواہی سے خواہ بنانے میں نکتہ کیا ہے

خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت اور انشا و خبر میں بالکل طرح برابر استعمال ہے

جیسے سعدی شعر من انچه شرط بلاغت با تو میگویم : تو خواہ از سنم پند گیر خواہ ملال : نظامی شعر  
چون زین ولایت کشادم کمر : تو خواہ افسر ازین ستان خواہ سرور : اور اختلاف کیفیت جیسے نظامی شعر  
تاج و تخت آلتست شاہی نہ : آلتی خواہ باش خواہی نہ : یہ امثلہ انشا کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور  
خبر جیسے سعدی شعر رامی رامی تست خواہی جنگ خواہی آشتی : ماقلم ہر سر کشیم اختیار خویش را :  
ولہ دست کوتاہ باید از دنیا : آستین خود دراز خود کوتاہ : اے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ  
دراز باشد خواہ کوتاہ باشد۔ اور یہاں تاویل انشا کی بھی ہو سکتی ہے۔ اے خواہ جنگ کن خواہ  
آشتی کن۔ آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۛ

چوتھا کلمات تردید میں سے کاف ہے یعنی بعض متقین نے کاف کو بھی اداء تردید میں شمار کیا ہے  
اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے شعر حسن معشوق بہترست کہ آن : آن ازین بہترست :  
این از آن : اے حسن معشوق بہترست یا اداے معشوق۔ یہ سوال ہے اسکا جواب مصرع ثانیہ  
اور کبھی یہ کاف یاے تردید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے شعر بردش می گزرم یا کہ فراموشم کرد :  
اے محبت بسر دوست ترا سو گندست : اور صاحب جہاں الت ترکیب نے یہ مثال گھڑ دی ہے مع است  
تردید سے روم یارب کہ باشم در مقام : اور بعض سخن فہون نے سعدی کے اس شعر میں شعر دل  
دوستان جمع بہتر کہ گنج : خزینه تھی یہ کہ مردم بہ رنج : کاف کو تردید یہ فرمایا ہے اور بعض نے  
نافیہ بانی ہے۔ یعنی ”دل دوستان جمع بہتر نہ گنج“ میرے نزدیک یہ فضول کاف کی توزیع بڑا ناہی  
دراصل یہ وہی کاف ہے جو بفضل علیہ پر از کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں شعر بہتکا  
گوشت مردن بہ : کہ تقاضاے زشت قصابان : وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۛ  
پانچواں اداء تردید میں سے داو ہے جیسے سعدی شعر کا شعر ہے شعر گل ہمین  
ہنچ روز و شش باشد : دین گلستان ہمیشہ خوش باشد : ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

هَذَا خُرُمَاتِي سَرِّي مِنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى حُسْنِ الْخِتَامِ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنَامِ مُمَكَّلَانَا

فَقَمَدِ الْمُصْطَفٰى وَآلِهِ الْعِظَامِ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ

اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۛ

ۛ  
ۛ غنفت خواہ درخت  
ۛ مصلحتی درین  
ۛ میں خواہ کار کردہ  
ۛ نفع خواہ آید  
ۛ آستین چو دراز کوتاہ  
ۛ مصلحتی و لطفی علم

کاف تردید یہ

داو تردید یہ کاف

مصنف قبل ازین سال  
در شت انتشار در حق  
نوشته است از ان بعد  
این رساله در حق چاپ  
در دیماه ذکر کرده

گهر جوئے رایتشہ برکان رسید	جگر خوردن دل بیایان رسید
بساط کشیدم بترتیب نو	برو کر دم اندیشہ را پیشرو
وگر بارہ برکان کشادم کمین	بر انداختم مغر گنج از زمین
بسے سالہا شد کہ گوہر پرست	نیساورد ز پیگونہ گوہر بدست
فروشنده جوہر آمد پدید	ستاع از فروشنده باید خرید
بدعوبے دروغی نیاید نمود	ز رو آتش اینجا توان آزمود
شناسندہ گرنیت شوریدہ مغر	نہ بہرہ شناسد ز دینار نغر

ہنسرتا بد از مردم گوہری  
چونور از مہ و تابش از شتری

تقریظ چکیدہ کلک گہر سلک قدوۃ العارفین امام السالکین متیث الفضلا  
رحلۃ العلما - المحقق للمحقق والمعارف طود العلم - والفصل - بحر التحقیق والتدقیق  
المفسر العارف - والمحدث الفقیہ - سیدی وسندی - وسیلتی فی الیوم واحد  
مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابوالمحمود رشید احمد مدظلہم العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلیاً - بندہ کی دانست مین مولوی صاحب مؤلف نے بہت اچھا لکھا ہو قابل تحسین ہر نقطہ  
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد لنگوہی عفی عنہ

ایضاً از علام علوم فارسیہ فہام فنون عربیہ و دقیقہ رس سخن یک فنی در ہر فن نقاد  
جواہر حقایق صراف نقود و دقایق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول  
چہیند الجہا بذہ استاذ الاساتذہ مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیرات سید احمد صاحب  
دہلوی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہان پور صانہا اللہ عن الفتن والشور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً مثنیاً بالصلوۃ والتسلیم - اما بعد خادم سادات مفتقر الی الصمد ابو الخیرات سید احمد  
ناظرین با استعداد و طالبین خوش اعتقاد کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ کتاب کچھ میسر

مولانا سے مدد  
در علم فارسیہ از شیخ  
المفتی صاحبی رحمۃ اللہ  
و نیز استاد خان  
غالب تلمذ داشتند

دیکھنے میں کچھ سننے میں آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف  
 ادیب نبیف سلف حریف مولوی حسین شریف نے اس تاسیس قواعد و تمہید فوائد میں تحقیق کا بیڑا  
 اٹھایا ہے اور نظارگیان آفاق و طالبان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل  
 تحسین ہے اور مصنف شریف لائق آفرین۔ بتدی و منتہی اس دستور نامہ کو دستور العمل بناوین تو امید ہے  
 کہ بہتر پاجال سے رہائی پا کر تحقیق و تدقیق کی راہ پر آوین ومن اللہ التوفیق وبیدہ ازمہ التوفیق فقط  
 ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ

ایضاً از عمدة الفضل ازبدة العلماء حلال شکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون  
 ادبیہ مقبول بارگاہ لم یزلی مولانا الاتاذ المولوی محمد ذوالفقار علی صاحب ظلہ العالی

حاصل و مثنیاً و مسلماً و مصلیاً۔ کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل نبیف مولوی حسین شریف  
 کے اکثر مقامات کترین کی نظر سے گزرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد میں نہایت سعی  
 فرمائی ہے اور جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہنچائے ہیں میں امید کرتا ہوں  
 کہ یہ رسالہ بتدی اور منتہی دونوں کو نافع ہوگا فخر اللہ تعالیٰ عن مستفید بہ خیر اولیٰ الحق بدضر و ضیّر فقط  
 کتبہ العبد المفتخر ذوالفقار علی الدیوبندی

هَذَا مَا كَتَبَ الْبَائِعُ السَّمِيعُ الْأَرَبِيُّ الْفَاضِلُ نَحْرِ الْأَدْبَاءِ الْمُخَاطَبُ  
 بِأَدْنَى الدُّوَلَةِ سِنَادُ الْمَلِكِ سُلْطَانِ الْعُلَمَاءِ أَقَا السَّيِّدِ عَلِيِّ بْنِ السَّيِّدِ  
 أَبُو الْحَسَنِ الشُّوسْتَرِيِّ الْجَرَّائِرِيِّ سَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى مُقَرَّطاً عَلَى هَذِهِ الرِّسَالَةِ

هُوَ الْمَعْنَى  
 اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

حمد لمن اعرب بناء هذه السقف المرفوعة - بلا عمد منصوبة موضوعه ولا طنب الى الارض  
 مجرورة - ولا اوتاد لها منجورة بل جزم علقتهما عما سواها ورفع سماكها فسواها - فبنيان من  
 جلّت اسماءه وافعاله - وتزّهت عن وصمة الحروف كلماته واقواله - والصلوة والسلام على  
 الاصل الواحد الذي يشق منه الافعال المحمودة في كل باب - والمصدر الوجودي الذي صلت  
 اليه منه احكام السنّة والكتاب - نبينا المنعوت في الكتب السماوية من لسان الله الواحد  
 الصمد

الحقّی عنه بواسطه روح الامین عن روح القدس برسول یاقی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ  
وعلی آلہ الامثلہ المختلفہ لمعان مؤتلفہ وھم مع الحروف النورانیۃ - والغرض الاصلی  
من الاحرف الممزوۃ فی اوائل السور القرآنیۃ - فیصلی اللہ علیہم ما دام الکلام لما فی القواد  
ظرف - وما دامت الکلمۃ اسم وفعل وحرف - وبعد فلما رايت قرائتہ علیّ ما املأہ قلم الخبر الما  
بل البحر الذی ارباب الفارسیۃ وبن جلاھا وشيخھا وطلّاع ثناياھا الفطريف الطريف المولود  
محمد حسين شريف فی اصول القواعد الفارسیۃ من نحوھا وصرفھا وبيانھا ومعانيھا  
باستنباطات منہ انسیۃ بتحقیقات عللا بعد الوقوع - وقد قیقات ذللا للجانی عند النیوع  
قطوفھا دانیر + تسقی من عین انیر + واستحسانات عمل فیھا فکرہ + وفرغ لھا راسد واتعب  
دماغه وحک لھا صدرہ + حتی وضع کثایا ینفع طالب اللسان + اذا وقف علیہ فقد وقفت  
بمالہ یطث من انس قبلہ ولا جان + ومن استعود کلماتہ وقلد عاداتہ یفوق الاقران +  
بشحا ذی تحصل منہ للاذهان وعندی أنّ لھذا اللسان لسان حمله العرش کما ورد عن صاحب  
الادوار والاکسن + وجنۃ قد ترخرفت وفيھا ما تشتهیہ الانفس وتلدّ الاعین + ولما  
کان من بنی سام بن نوح علی نبینا وعلیہ السلام الانبیاء جمیعاً علیہم السلام وكان کل نبی  
بمقتضی یومہ + علی لسان قومہ - وحکی الوحی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ  
فما اظن ان احدا منهم تکلم بالفارسیۃ الا کلمات منها شرّفھا تاج الانبیاء وخاتمہم و  
شرف الرسل فاتحہم وخاتمہم + لمتا تکلم مع سلمان اذا کان یحمل فی المسجد بصحنہ من شدۃ  
وجع بطنہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا سلمان ایشکمت در در قم فصل وکما قال العجمی باکل  
العنب علی باب المسجد عند قنۃ عذقۃ یا خافارس کل العنب دو تادوتانہ خوش خوشه وقال  
ما هو المشهور عند الفقهاء بالشهرۃ والزیادۃ انی اگرہ بیع دہ بد وازدہ فکفی الفارسی مدحانہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم بہ قاصدا واستبہج بہ حامدا ولما کان الاغلب فی ہذہ الملئۃ البیضاء  
المحمدیۃ کثر اللہ امثالہم فی البریۃ والبحریۃ ملوکا ودوۃ اما من الترتک او الفارس من ولد  
یافت بن نوح او الکرد والاکلیس لما اقتضت حکمتہ الالہیۃ بان تكون ہذہ الجرثومۃ  
اصحاب سیف وسلطنتہ وكان کما قال المتنبي اعلى الممالک ما تبني علی الاسل + فکان

ع  
عذقۃ بالکسر خوشه  
دو تادوتانہ



كل د فائزهم و احكامهم بالفارسية و دساتيرهم و قوانينهم بها طول الا زمان حتى  
 الهند لهما حكم فيها المغولية الى التيمورية لم يتغير احكامهم و د فائزهم عما كانت عليها من  
 لسان دولتهم و قلدها المسمون في كل قطر فأتوا حذوهم حذو النعل بالنعل و القذة بالقذة  
 تقريرا شطر ابطوط و تخريرا سطر ابطوط فحصل الفارسية كل تركي و رومي و هندي و بنواد فائزهم  
 بهذا اللسان + لاسيما من زمن الدولة التيمورية الى هذا الزمان + كانت بالفارسية الى  
 الان فتبع المسلمين الهنود + حصلوا هذا اللسان المحمود + لانه كان لسان دولتهم + ان لم  
 يكن لسان ملتهم - و لسان حكومتهم + ان لم يكن لسان طريقتهم - الى المائة الثالثة بعد  
 الالف من الهجرة النبوية - صلى عليه و آله رب البرية - فاتبعت الناس لسان الانكليس  
 لما اخذت الدنيا بثلاث ارباعها بلا تفاوت في القياس و المقيس - و مسست الحاجة الى  
 تحصيل لغة الافرنج اشدها مسيس + اللهم اننا نعوذ بك من تميم الامور - و رغبات الجمهو  
 الا لا كمال الدين و انت خير الحاكمين - و بيدك ازمة الامور + و زمام قلوب الجمهور +  
 فكما قيل ه اذا تم امر بذا نقصه + ترقب زوا الا اذا قيل تم + فقد تصرف الانكليس  
 في الربع المسكون و اخذت الثلثين منها على ما هو تخمين المساحين من ارباب الفنون  
 و قد قلت في دولتها لا تغرب الشمس بملكها ولا + تحسب كلامي ذاك قولا مهصلا +  
 فان امر يكانها رها بذا + ليلة وجه الارض سل من وجهها + و ارجوز في هذه طويلة منها  
 ه صلح طارا طارا حسن صيتها + و عندنا في هندها عفرتها + يا تيك لو كنت بوسط  
 الصين + من سببا بنيا يقين + و كل من له الى هذا اللسان شوق + اوله توق الى طعم  
 حلاوته لصادق الذوق + فلا احسن له من هذا الكتاب فان فيه ما قرأ + و كل خفيف  
 قرأ + من اهل البلد و القرى + فقد جمع ما يحتاج اليه في اللسان و يصدق عليه كل الصبي  
 في جوف الفري + و لولا سوى تشييد الاذهان من نكاته + و تحنيد الافكار من تحقيقاته  
 لكفى في الرغبة اليه عن غيره + من استطلاب خيرة - و به الكفاية + و من الله  
 الوقاية + كتب هذه الاحرف بقلمه و خط يده برقمه سلطان العلماء  
 سنا د الملك

## وقال فی الفارسیة بدیهة مضمینا

پژشک فارسی انخوانش درست و بجاست	چو او مزاج شناسی بیاسی ز کجاست
ز فرق تا قدش بر کجا نظر فگنی	کرشمه دامن دل میکشد که جا نیجاست

الحق حق تحقیقات پارسیده را دانموده - و ابواب تدقیق بر روی طالبان این زبان کما ینبغی کشوده و محققانه گوے  
سبقت از محققین ربوده - هر ورقش را هزار دفتر ثنا در خورست - و هر سطرش را هزار شطر آفرین در برید

و ادعای مصنفش خوش داد	منته بر سر همه نهاد	مبتدی منتهی به بهره اود	متوسط از وسط و سر و نهاد
بر صنف ز غیب این شعرست	که ندان تفش چنین درواد	آفرین خدای بر پدر	که تو آرد و مادرے که تو زاد

تقریظ نوک ریز کلاک گهر سلک سحر طراز بل همه اعجاب از سپهر کمال را  
مهر نجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمه الله القومی الولی +

حمد واجب واجب الوجود را الایق و سراسر است - و تحائف صلوات و تحیات بر آن ممکن الوجود که لباس بیکان  
از قامت و جوی نبولش قصیر و نازیبا میزاقانع علیه الرحمة چه خوش گفته بلکه در سفته لباس و جوی از  
قامتش بلند تر است ؛ و لیک جامه امکان ز قدرا و ست قصیر ؛ و علی الله الطاهرین و اصحابه الماجدین  
الواشدین پس بر ضما و ولی الالباب و البصائر مخفی و محجب مباد که این کتاب نادر البیان بطر شگرف  
و لو بنظم رسیده و دامن خاطر از چستان آن ریاحین تازه بهار چید فی الواقع عجب کتابست که دیده نماند  
نظیرش ندیده و گوش اساتذہ سلف همچو نغمه جدیدش نشنیده و شنیده کے بو مانند دیده و چرخین نبود  
که مصنفش قیل نخیر و بر استخراج مضامین دقیقه ماهر و قدیر و باریک نظر و ابوبکر کمال قال هو اصدق فی المقال

دین نامه من هر چه که بیان	نیایش و صحف پیشینان	بهر لفظ از چشم انصاف بین	ستاره بیاورده ام بر زمین
---------------------------	---------------------	--------------------------	--------------------------

و هو الشاعر الماهر اللطیف و الادیب البلیغ العطر لایف اعنی جناب مولوی حسین شریف  
ادام الله تعالی و ابقاه و من حیاض فیضه القدیمر اسقاء و لا زال کتابه مقبول بین العام  
و الخاص و موهوبان الله سبحانه شرف الافادة بمنزلة الاختصاص و لا برحت مهجته  
محسودا و قیام بهذا الاستقامة محمودا - والسلام حرر فی سابع عشر من شهر الله اکبر یوم الربع

جوده الراجی عفوره به و الفقیر الی رحمة سحنه

محمد ضیا

تاریخ طبع کتاب از مجمع الفضائل منبع الفوائد نکتہ سنج جادو و طراز مضمون آفرین  
سخن پرداز ناظم ہیشال ناشر بیدیل مولانا المولوی محمد عبداللہ الحسین النجیل  
صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ معسكر بنگلور مد مجد ہم النجیل

کیا ہی چھپا ہوا فضل خدا سے باب و تاب	یہ لاجواب دفتر آئین فارسی
نئے الفور سال طبع کہا یہ خلیل نے	لکھے بین واہ خوب قوانین فارسی

ایضاً از نتائج طبع دقیقہ یاب کیا ست آب شاعر نازک خیال فصیح بیان  
معنی رس سخندان محمد ابراہیم خان صاحب و آصف بنگلوری کان اللہ

فارسی کی نحوین نادر کتاب	لکھی مولانا نے ہمیشہ و ندید
فی البدیہہ لکھ دیا و آصف نے یہ	سال طبع اس کا "فیوضات حدیث"

ایضاً از طبع و قادق و سخن علامہ حبیل مولانا المولوی خلیل الرحمن صاحب خلیل برانپوری  
مؤلف تاریخ بران پور مقامات الاولیا و احادیث قدسیہ علامات القیامۃ سلمہ اللہ تعالیٰ

از جناب حکمی علامہ فہام دہر	شد تیر تیب عجیب این نسخہ لب لباب
اوست لقمان زمان و بو علی عصر خود	ملک حکمت زو منور شد چو ماہ از آفتاب
خوب شد در فارسی دستور نامہ بیدیل	مثل آن چشم زمان گا ہے ندیدہ یک کتاب
در ادب بیاری باشد کتب لیکن کسے	پیش ازین ہرگز ندیدہ ہمچنین راہ صواب
با ادب پیش مصنف بہر تاریخ خلیل	عرض کن "دستور نامہ طبع شد علی جناب"

خاتمہ و تاریخ طبع دستور نامہ فارسی از مصنف عفا اللہ عنہ

شکر کاین نامہ بجنوائے رسید	کان گوہر در جہان آمد پدید
گوہرے چون چشم روز افزوختہ	با فروغش میرے ستارہ سوختہ
گوہرے آمد ز جان کندن بدست	نیست آن کا یزدکان کندن بدست
چون درین رہ آب من خون کردہ ام	مغز لغز از لغز مغز آوردہ ام
چون بصد دل خورہ ام خون جگر	معنی آوردہ ام رنگین و تر
ہر گہر گنجینہ ز اسرار زبان	خاصہ آن کا ورمش از مغز جان

بجنوائے ابن افکار  
و تمام نسخہ ہا  
مہر شاہین مایہ ناز  
ختم تاریخ طبع بران پور  
تبریز خانہ رحمان از فرات  
فکر ابن اندیشہ ان سیر  
پیش ازین بیابان سیر  
فکر ابن نظر خان نظام  
عزت و توقیر انجلی نام  
گور بریا اسی سلسلہ  
موسس از نظامی سلسلہ  
موسس

ستارہ سوختہ  
لے ستارہ سوختہ  
ہر وہ انسان بے ستارہ  
نور من سوختہ صفت  
آن و مہموت با صفت  
نہر کہ مہموت با صفت  
مقابل فوج غان نامہ  
ماہ ستارہ سوختہ  
مے نورے نماید ۱۲



فی التبدیل ہا تقم اندر نہفت  
حکمت آمد جملہ اسرار گفت

ولہ

در سالش چہ نغز دیگر گفت  
در قواعد متین کتبے گفت

ولہ

فلکم بجفت دیگر کہ نہ شک دروندیہ  
کہ بجوئی سال طبعش ز قواعد غریبہ

ولہ فی الہندیۃ

بمحمد اللہ چمپا دستور نامہ  
لکھا حکمی نے سال طبع مطبوع  
زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے  
ہوئے سہل ابضوابط فارسی کے

از نتایج طبع ارجند آسمان پیوند سحر پرداز جادو طراز در فن تاریخی کوئی ماسر بہدایع  
اسلوب آن قادر کیہ تاز مضار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صافی اعظم گڑھی

حکیم حاذق و علامہ حسین شریف  
چو سال طبع ہمایوش خواستم فانی  
نوشت اصول قواعد ہے پسند طبع  
سر و ش گفت بگو شد متین کتابے طبع

ولہ

چھپی مجتبیٰ مین با صد صفائی  
کہو مصرع سال مطبوع فانی  
یہ نادر کتاب افاضت شمامہ  
چھپا ہے بہت عمدہ دستور نامہ

ولہ

فوائد نامہ چون در طبع آمد  
بگو اسے فانی دلشاد تاریخ  
ندائے ہا تقم گردید مسموع  
شد دستور نامہ عمدہ مطبوع

ولہ

شدہ دستور نامہ چون مطبوع  
گفت تاریخ ہا تقم فانی  
کہ افاضات علم راست مآب  
گشتہ مطبوع لاجواب کتاب

تمت



عاجل جناب مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب مطبع مجتبیٰ دہلی

کبھی نادر کتاب طبع ہوئی ہے ہر شخص لوٹ ہو۔ غش ہے  
نکر تاریخ کی تو ہاتھ نہ لکھ دیا دلہند پر دیکھش ہے

صورتہ مکتبہ الکاتب العلمی مولانا لطیف الرحمن صاحب مطبع مجتبیٰ دہلی

رَأَيْتُ الْكِتَابَ الَّذِي يُسْتَطَابُ  
لِتَحْقِيقِ لَفْظٍ عَمَّا رَكِبَتْهُ  
جَرَى مِنْهُ بَحْرُ الْقَوَائِدِ جَدًّا  
شَوَاهِدُهُ ثَابِتَاتٌ عَدُولُ  
فَلِلَّهِ دَرُّ الشَّرَافِ الظَّرِيفِ  
لَهُ فِي الْقَوَاعِدِ آيَاتٌ سَبْقُ  
لَوَانٍ شَتَّى عِلْمًا فَشَيْخٌ وَحِيدٌ  
هُوَ الْبَحْرُ مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَرَوْنِي  
فَطَوَّنِي لِأَذْبَابِ عِلْمٍ وَفَضْلِ  
أَلَا أَيُّهَا الْفَارِسِيُّونَ قَوْمُوا  
أَمَا إِنَّ فِيهِ غَرَائِبَ دَهْرٍ  
تَحُلِّي بِحُلِيِّ أَنْطَبَاجٍ لَطِيفِ  
بَصْرَةٍ وَنَحْوِ الْيَدِ الْمَتَابِ  
لِتَوْجِيهِ مَعْنَى بَيَانِ صَوَابِ  
وَمِنْ ذَاكَ سَأَلْتُ عِيُونَ عَذَابِ  
دَلَائِلُ الْهَيْئَةِ جَوَابِ  
أَتَاكَ مِنْ قِبَلِهِ أَرْتِيَابِ  
لَهُ فِي دِينِ فَحَرِّ حَرَابِ  
وَأَنْ حَلَّتْ فِي جَوْذَةِ الطَّبَعِ شَأْبِ  
هُوَ الْغَيْثُ مِنْ طَبْعِ الْأَنْسَابِ  
وَبُشْرَى لِيكَ زَانَةُ الْكِتَابِ  
خَذُوا مَا صَفَاوْ دَعَا مَا يَرَابِ  
أَلَا إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابِ  
تَجَلَّى كَبِيرٍ وَمَا فِيهِ عَابِ

فَفَكَّرْتُ مِنْ أَوَّلِ الْأَمْرِ فِيهِ  
وَأَرَحَّتْهُ نَعْمَ هَذَا الْكِتَابِ

از حاجز محمد بیگ عفی عنہ منیجر مطبع مجتبیٰ دہلی

طرزے کہ ہا دست نہ دیدہ نہ شنیدہ  
نویا وہ اسحاق شریفہ و مفیدہ

وہ وہ چہ طیف و مضامین جدیدہ  
تاریخ نوشتہ سر الطاب بریدہ

تقریباً نوک ریز گلک گهر سلک مقدم الکملار الفضلا سحر از جادو کا  
 سحر بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب دینی سر رشته دار دست  
 معتد پیشی قدر قدرت اعلیٰ حضرت حضور نور و اطمینان

ازین نامه هوش بر خویبال  
 با وج سخن بال بر تر کشا  
 نخبیده کس دست از دست  
 بسنجیدگی گنج گوهر کشا  
 گهر با حرف با هم رختند  
 که چیده حرف از دور شین  
 حرف ماندور بخش زیادی ز رفت

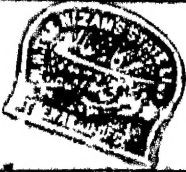
بدستور نامه نظر بر کشا  
 سخن را با ندازه هوش بین  
 قوانین نگاران سنجیده رای  
 حرف با گوهر بیا میختند  
 بنوده کس زبان میان حرف بین  
 زبان از دست سحر حرف رفت

بجگمی چو دور سخن در رسید  
 حرف از میان گهر بر کشید

بایوان گفتار نبود ثبات  
 رسانیده پشت قوانین بکوه  
 نکرده با بر از آن کوتهی  
 که نگذاشته نکته سر بسته هیچ  
 بر آید از دقصر فردیوار کج  
 ندیدند سوش دگر ابل فن  
 و آگاهی بر رخ شان کشود

زستی اصل بنای لغات  
 بمعماری فکر کیوان شکوه  
 ز اسرار هر نکته داد آگاهی  
 ز تحقیق کرده بدانسان پیچ  
 چه خوش گفت دانای سنجیده  
 بجای کس بهار کج  
 کجی لایس بود اندر سخن  
 چشم خرد آن کجی و نمود

باین ویرگی باز فرخ سروش بچیدہ گہر با برآمودہ گنج ازین نامہ گرفت ساز نوی بہر گوشہ بینی بہار بہشت بر این رنگشہد الشہاداد بناقص خیالان شہزاد خرد بظلمت زدہ مہر تابان دروست بشاہکی ہائے انداز فن سخن را بگیتی روانی بود	بد انشور است دستور ہر ش ہمایون گہر حکمی کنتہ سنج زبان درمی یا بود پہلوی ز تر دستی او درین کار و کشت رسانیدہ بہر سخن پروران زدانش سگالان رباید خرد لب لب شہ آب حیوان دروست بر آراست زلف رسای سخن خرد را از وروشنائی بود
---	--



سخن را بود تا نشان در جهان  
بود حذر جان سخن پروران



تقریظ قابل جلیل و جبرئیل شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون سرکار عالی  
نظام حیدر آباد کن و سابق پروفیسر مدرسہ العلوم علیگڑہ و فیلو یونیورسٹی الہ آباد  
مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستور نامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔  
کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہی مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو  
بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہیں مصنفین  
سابق سے جا بجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہاں بہت طبع دکھلایا ہے اس قدر ہے کہ  
یہ کتاب بوجہ وقت مضامین کے منتہیوں کے قابل ہے۔  
تشبیہ کی بحث اس میں استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہر حال یہ کتاب  
ہر طرح قدر وانی کے مستحق ہے۔

شبلی نعمانی

۷ مارچ ۱۹۰۴ء



## اعلان

طالبان نکات علوم کو شارت و  
و شائقان و قائل فنون کو مشورہ ہو کہ بافضل الہی بعد مرور ہر ماہی دلی  
آرزو بر آئی۔ اسی کتاب لاجواب و مستور نامہ فارسی سے حسن اتمام اور زور اختتام سے  
آرائش پائی۔ جو پیشہ فرائد و صریح و دخی و حساب نکات عزیز پر معنوی کو شامل ہے۔ اور حدیث مضامین و  
مناسبت قوانین کے لحاظ سے حرد جان بنانے کے قابل ہے۔ چنانچہ بہت سے نازک خیال علماء و اہل لسان و فطرت سے  
گزری۔ اور سب نے باتفاق پسند فرما کر مصنف عم فیضہ کو داد دی۔ یہاں تک کہ علامہ فہامہ جناب مولانا المولوی محمد احسن صاحب مدنی  
ناور توی دہر اندکھا لے لے جو زبان فارسی کے محقق اور استاد فن تھے اس کتاب کو دیکھ کر فرمایا۔ و لا عین سرائت و لا  
اذن سمعت و لا نا و شیعینا المولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دام افاضاتہ نے تقریظ طغریر بنسرا لائی۔ اور سنا و الملک سلطان العلماء  
ماہر فنون ادب و آقا سید علی شوستری جزا کری سلا اللہ کنالے اپنی تقریظ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کے شاگرد ترین۔ کتابا ینفع  
طالب اللسان اذ ان قف علیہ فقد وقف منہ بہ المرحوم سہیل الشی قبلہ صر و لا جان اور دیگر علمی سخن شناس  
و فیض رس سے بھی علیحدہ علیحدہ تقریظیں لکھیں۔ ان میں جو اخیر کتاب میں مذکور ہیں۔ در حقیقت یہ کتاب رہ آور و سہانی و گنج اسرار معانی ہے  
اور اپنی سند میں لائانی۔ گلستان کمال۔ و پرستان خیال۔ جدت طراز کی کا محض۔ مضامین ناورہ کا دفتر۔ اللہ شہد باللہ و اللہ علی ما  
اقول شہید باللہ اس فن میں یہ بھی کتاب نایاب کسی کی ندید ہے۔ رشید۔ اور اس سہارک زمانہ میں اسے حسن طبع نایاب روزگار سے۔ مطبع  
مجتبائی دہلی میں آرائش ظاہری سے نئے علیہ انکسار سے آراستہ ہو کر نور علی نور کا مصداق بن گئی ہے۔ کاغذ کی عمدگی چاہے کی صفائی اور  
خوشحالی اور تصحیح میں سے لامکان پرور اور اہتمام کیا گیا ہے۔ الف۔ جن میں یہ کتاب بلحاظ قدرت مضامین و حسن طبع نایاب روزگار سے۔ مطبع  
زمانہ اس کا طلبگار ہے میں کیا اور سپردا شد کیا کہ اس کی فساد و صفت کروں۔ یا دعا می کا دم بھرون۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی سچے  
نئی نغمہ ناور و محضہ ہو تو جو است زبان سے واہ واہ نکل ہی آتی ہے۔ اندر تک سب دی یا وہ سرائی ہے۔ البتہ جو حضرات نقاد و فن اور قواد  
طبع ہیں وہ خود پر کہہ سکتے اور سمجھ سکتے کہ یہ بیان سب از سب اللہ و اعتراف ہے۔ بلکہ اس کی تقریظ مجھ جیسے بے پایہ و کم مایہ شخص سے تکلیف مالا یطاق ہے  
کہ مصنف استاد الوقت و حید العصر و ذہ الدہر نے کتاب کی تصنیف میں محنت شاق انہائی ہے اور اس کے طبع میں زر کثیر صرف ہوا ہے۔ ناور باوجود ان محاسن و  
فخامت کے اس کو ہر بے بہا کی قیمت بنظر رفاه عام اس قدر کم رکھی ہے کہ کسی طبقہ کے آدمی کو بار خاطر نہ ہوگی۔

اس کتاب کی رجسٹری باضابطہ ہو چکی ہے کوئی صاحب بدون اجازت مصنف تصدیق نسخہ نہیں

## یہ کتاب حسب ذیل مقامات سے ملے گی

- (۱) مطبع مجتبائی دہلی۔ چڑ بڑالان۔ مولوی محمد عبدالاحد صاحب
- (۲) مولوی محمد سید صاحب گنگوہی ضلع سہارنپور
- (۳) مصنف کتاب مولوی حکیم حسین شریف صاحب گلوار حوض سید آباد دکن
- (۴) مولانا محمد علی القیوم مدظلہ العالی مولانا مولوی عطاء اللہ مدظلہ
- پارک گٹ حیدر آباد دکن

## المشہر

ملا محمد عبدالقیوم عفا اللہ عنہ

سینہ ۱۹

دع